صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راہِ خدا عزوجل میں نکل کر

قربانیاں دینے کے حیرت انگیز واقعات

فتوح الشام

مصنف

ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی رحمۃ اللہ علیہ

متوفی ۲۰۷ ہجری

جدید ایڈیشن مع تخریج حدیث
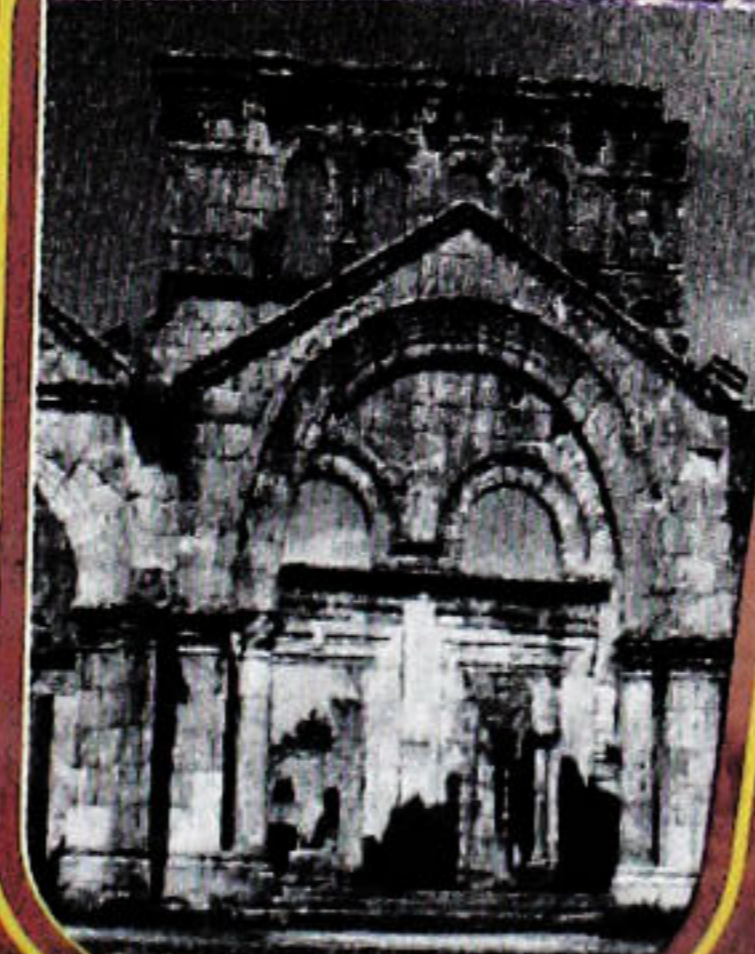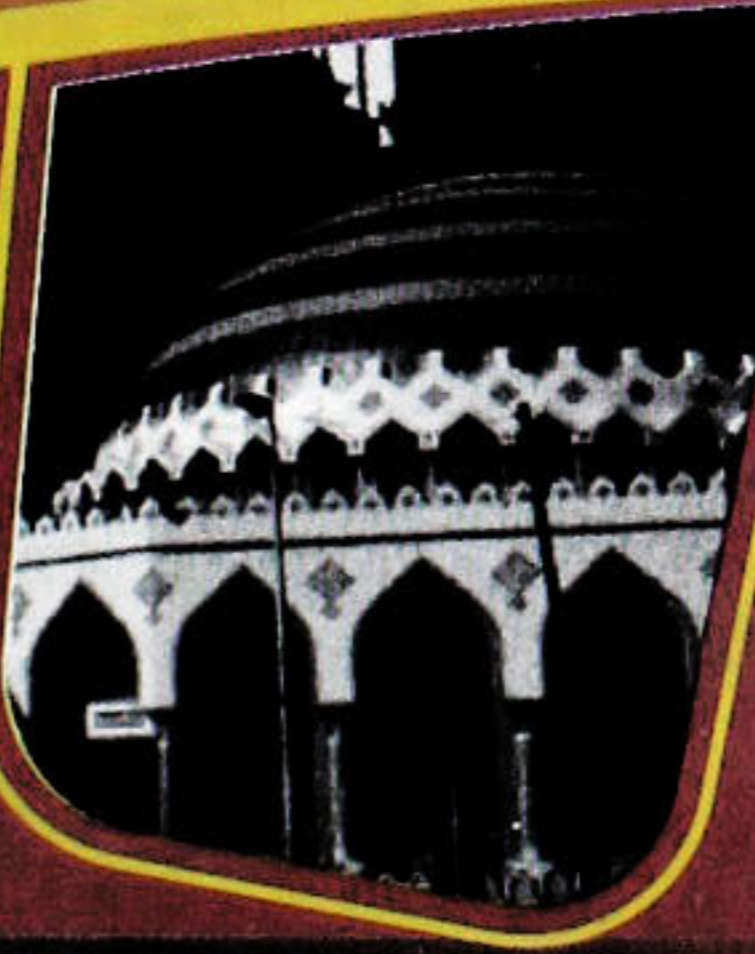
مترجم
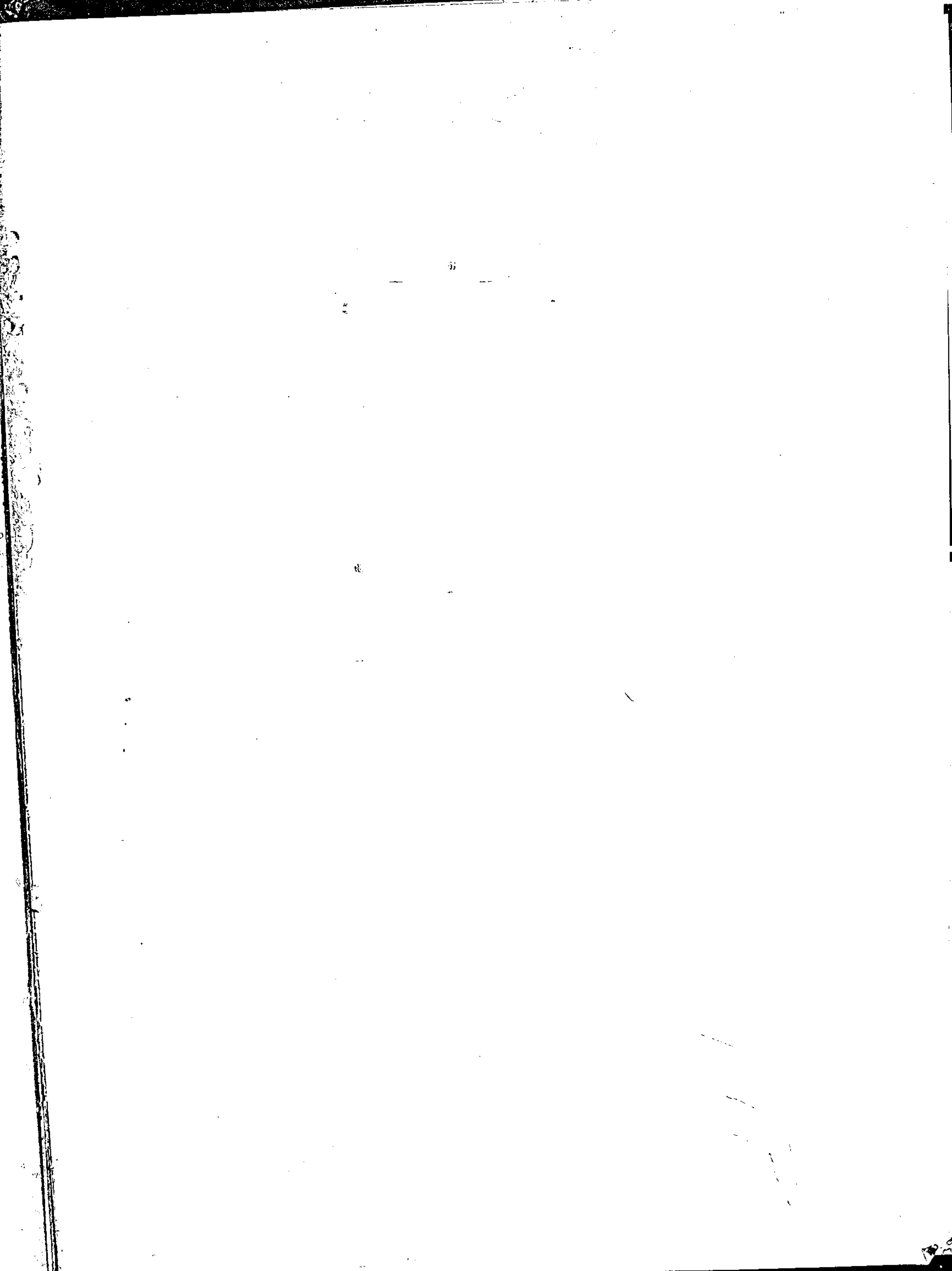
حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی

مکتبہ اعلیٰ حضرت

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے راہِ خدا عزوجل میں نکل کر

قربانیاں دینے کے حیرت انگیز واقعات

فتوح الشام

جدید ایڈیشن

مع

تخریج حدیث

جلد دوم

مصنف

ابو عبداللہ محمد بن عمر واقدی رحمۃ اللہ علیہ

متوفی ۲۰۷ ہجری

مترجم

حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی

مکتبہ اعلیٰ حضرت

جلد ۲

موضوع	تاریخ
نام کتاب	فتوح الشام
نام مصنف	ابو عبداللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی رحمۃ اللہ علیہ
نام مترجم	حضرت علامہ مولانا غلام نصیر الدین گولڑوی مدظلہ العالی
سن اشاعت	ستمبر 2008ء بمطابق رمضان المبارک 1429ھ
تعداد صفحات جلد اول	448
تعداد صفحات جلد دوم	432
ہدیہ مکمل سیٹ (عام ایڈیشن)	
ہدیہ مکمل سیٹ (خاص ایڈیشن)	
ناشر	مکتبہ اعلیٰ حضرت دربار مارکیٹ لاہور
باہتمام	شعبہ: دارالتراجم

تقسیم کار

Darbar Market Lahore — مکتبہ اعلیٰ حضرت — 042-7247301-0300-8842540

E-mail:darultarajim@gmail.com

فہرست مضامین

(جلد دوم)

◆ رستن کی فتح ◆

◆ شیرز کی فتح ◆

◆ حمص کی فتح ◆

◆ واقعہ یرموک ◆

◆ فتح بیت المقدس ◆

◆ فتح حلب ◆

◆ فتح قلعہ عزاز ◆

◆ فتح انطا کیہ ◆

◆ جنگ مرج القبائل ◆

◆ قیساریہ کی فتح ◆

رستن کی فتح

رستن کی فتح

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امیرِ لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر روانہ ہوئے اور جب مقامِ رستن پہنچے تو وہاں پڑاؤ کیا۔ رستن ایک مضبوط اور قلعہ دار شہر تھا جس میں پانی کی کثرت تھی اور باشندگانِ رستن کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اہلِ رستن کے پاس اپنا ایک پیغام رساں بھیجا اور حکم دیا کہ "وہ ہماری ذمہ داری میں آ جائیں"، مگر اہلِ رستن نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ بادشاہ ہرقل کے ساتھ جب تک تمھارا کوئی معاملہ طے نہ پا جائے اس وقت تک ہم کوئی قدم نہیں اٹھا سکتے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل جو چاہے گا سو ہوگا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ہرقل بادشاہ سے جنگ کرنے کے لیے پیش قدمی کر رہے ہیں۔ چونکہ ہمارے ساتھ سپاہی تو ہیں لیکن ساز و سامان کافی زیادہ ہے جس کا اٹھانا مشکل ہے، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ جب تک ہم لوگ واپس نہیں لوٹتے تب تک ہمارا ساز و سامان اپنے پاس بطور امانت رکھ لو۔ اہلِ رستن اپنے سردار کے پاس گئے اور سارے معاملے کا تذکرہ کیا۔

اس نے کہا: بادشاہوں اور فوجی لشکروں کا شروع سے شیوہ رہا ہے کہ لوگوں کی امانتیں رکھنے کا فریضہ ادا کیا کرتے تھے سو اگر ہم ان کا ساز و سامان بطور امانت رکھ لیں تو اس میں ہمارے لیے کوئی حرج نہیں ہے۔

اہلِ رستن کے سردار کا نام "نقیطاس" تھا۔ اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو اسے پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہرقل بادشاہ کے ساتھ جب تک آپ کا کوئی معاملہ طے نہ ہو جائے ہم آپ کے ساتھ اہلِ رستن جیسا سلوک کرتے رہیں گے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ عزوجل ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔

شہرِ رستن فتح کرنے کے لیے مسلمانوں کی جنگی تدبیر

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ثابت بن قیس بن علقمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس وقت لشکرِ اسلام نے رستن میں پڑاؤ ڈالا ہوا تھا، اس وقت میں بھی ان کے ساتھ موجود تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے صاحب رائے صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم کو بلوایا تا کہ آئندہ مرحلے کیلئے ان سے مشورہ طلب کریں۔ آپ نے فرمایا کہ رستن بہت بڑا اور مضبوط شہر ہے، اسے حیلہ سازی اور حکمت عملی کے سوا فتح کرنا مشکل ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے 20-20 سپاہیوں کا گروہ منتخب کروں، پھر 20-20 صندوقیں لے کر ان میں بند کر دوں۔ ہوگا یہ کہ ان صندوقوں کے تالے اندر کی طرف ہوں گے اور چابیاں انھیں کے پاس ہوں گی جو اندر ہوں گے۔ جس وقت صندوقیں شہر میں قلعہ کے اندر پہنچ جائیں تو تم اللہ عزوجل کا نام لیتے ہوئے یک بارگی باہر نکل آؤ گے، یوں جب تم مشرکین پر حملہ آور ہو گے تو ہم بھی تمھاری مدد کیلئے آن پہنچیں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اگر آپ ایسا کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں تو میرا مشورہ بھی قبول فرمائیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ صندوقوں کے تالے باہر کی طرف ہوں تا کہ کسی کو شک نہ ہو اور صندوقوں کے پیندے کاٹ کر انھیں کسی بھی زنجیر وغیرہ سے اس طرح باندھ دیا جائے کہ صندوق کا کھلنا آسان ہو، تو جس وقت صندوقیں قلعہ کے اندر داخل ہو جائیں تو یہ لوگ اچانک باہر نکل کر اونچی آواز سے تکبیریں کہیں گے۔ ان کی تکبیریں سننے کے ساتھ ہی ہم لوگ ان کی مدد کے لیے پہنچ جائیں گے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی رائے قبول کی اور صندوقیں منگوائیں۔ اہل روم، غلہ اور دیگر ضروریات کی اشیاء منگوانے کے لیے جو صندوقیں منتخب کرتے، یہ صندوقیں بھی ویسی ہی تھیں۔ آپ نے ان صندوقوں کے پیندے کٹوائے اور انھیں زنجیر یا اسی طرح کی کسی اور چیز سے باندھ دیا۔

سب سے پہلے جنھیں صندوق میں داخل کیا گیا وہ یہ حضرات تھے:

ضرار بن ازور، مسیّب بن نجیبہ، قیس بن ہبیرہ، عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق، مالک بن اشتر، عوف بن سالم، صابر بن کلکل، مازن بن عامر، اصید بن سلمہ، ربیعہ بن عامر، عکرمہ بن ابی جہل، عتبہ بن عاص، دارم بن فیاض عبسی، سلمہ بن حبیب، فارع بن حرملہ، نوفل بن جرعل، جندب بن سیف اور عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہم اجمعین اور عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا گیا۔

یہ صندوقیں اہلِ روم کے حوالے کر دی گئیں، جب صندوقیں قلعہ میں پہنچیں تو نقیطاس نے انھیں قصرِ امارت میں رکھوا دیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے لشکر ساتھ لیا اور وہاں سے کوچ کر گئے۔ آپ نے ایک بستی جسے "سودیہ" کہتے ہیں، اس میں پڑاؤ کیا۔ جس وقت رات کی تاریکی چھا گئی اور خوب سناٹا ہو گیا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لشکر کی کمانڈ دے کر مجاہدین کی مدد کے لیے رستن کی طرف روانہ کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا حملہ کے لیے نکلنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ رستن کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ اس شہر کے قریب ایک پل

پڑھتے کہ جب زوردار آوازیں سنائی دیں اور اس کے ساتھ ساتھ تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند ہونے لگے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قصرِ امارت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ معاملہ اس طرح ہوا کہ جب سردار نقیطاس نے صندوقیں قصرِ امارت میں رکھوائیں تو اپنے سرداروں اور اہل شہر کو لے کر چلا تا کہ مسلمانوں کے اس کے شہر سے نکلنے پر سجدہ شکر ادا کرے۔ انھوں نے انجیل پڑھنا شروع کی، جب انجیل پڑھنے کی آواز بلند ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی آواز سنی اور صندوقوں سے باہر نکل آئے۔ اسلحہ اپنے ہاتھوں میں تھامے ہوئے آگے بڑھے اور نقیطاس کی بیوی، ''ماریہ'' کو گرفتار کر لیا اور اس سے کہا کہ اگر جان پیاری ہے تو شہر کی چابیاں ہمارے حوالے کر دو!

چنانچہ نقیطاس کی بیوی نے جان بچانے کے لیے چابیاں مسلمانوں کے حوالے کر دیں۔ مسلمانوں نے جب شہر کے دروازوں کی چابیاں حاصل کر لیں تو انھوں نے تکبیر و تہلیل اور صلوۃ و سلام پڑھنے کی آوازیں بلند کیں۔ اور انجیل کے پڑھنے کی آوازیں جس جگہ سے آ رہی تھیں وہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پہنچ گئے۔ اہلِ رستن ان کے مقابلے میں نہ آ سکے کیونکہ وہ اس وقت اسلحہ سے بالکل خالی تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے ربیعہ بن عامر، اصید بن سلمہ، عکرمہ بن ابی جہل، عتبہ بن عاص، فارع بن حرملہ رضی اللہ عنہم کو چابیاں دیں اور فرمایا: ''شہر کے دروازے کھول دو اور تکبیر و تہلیل پڑھتے ہوئے اپنی آوازیں بلند کرنا۔ تمھارے مسلمان بھائی شہر کے اردگرد کھڑے ہیں۔ پانچ دروازے باب قبلی کی طرف کھلتے ہیں، جسے باب حمص بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا دروازے کھولے اور لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَر کے نعرے بلند کیے۔

اہلِ رستن کا اطاعت قبول کرنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جو لشکر زحف لے کر مدد کے لیے آئے تھے، وہ بھی ادھر پہنچ چکے تھے پھر مسلمانوں کا لشکر تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کرتا ہوا داخل ہوا اور دونوں طرف سے تکبیر و تہلیل کے جواب ملے اور سب مل کر شہر میں داخل ہو گئے۔ جب اہلِ رستن نے آوازیں سنیں تو جان گئے کہ اب وہ مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکے ہیں اور پورا شہر ان کے ہاتھوں میں آ چکا ہے۔ اہلِ رستن بے بس ہو کر جہاں بھی تھے باہر نکلے اور کہا ''ہم آپ سے لڑنا نہیں چاہتے بلکہ اب ہم آپ کے قیدی ہیں، ہمارے ساتھ عدل کرو کیونکہ ہم اپنی قوم سے بڑھ کر تم سے محبت کرتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اہلِ رستن کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ بعض نے اسلام قبول کیا جبکہ بعض نے جذیہ ادا کیا۔ بہرحال جب سردار نقیطاس کو اسلام کی دعوت دی گئی تو اس نے کہا ''میں اپنے دین کو ہرگز نہیں بدل سکتا۔''

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ایسی بات ہے تو پھر تمھیں ابھی اپنے اہل و عیال سمیت یہاں سے نکلنا ہو گا۔

چنانچہ جس وقت نقیطاس کو رستن سے نکالا گیا تو وہ اپنے اہل وعیال کو لے کر حمص چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اہلِ حمص کو رستن کے فتح ہونے کی خبر دی۔ خبر سنتے ہی اہلِ حمص بے تاب ہو گئے اور کہنے لگے کہ مسلمان، صبح شام غارت گری کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔

ادھر حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف رستن کے فتح ہونے کی خبر بھیجی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کا شکر ادا کیا اور یمن کے ایک ہزار سپاہیوں کا لشکر بھیجا اور انھیں رستن کی حفاظت کرنے کا حکم دیا۔ اس لشکر کی کمانڈ ہلال بن مرہ یشکری رضی اللہ عنہ کو سونپی۔

شہر
قلعہ
دریا

حلب
بحیرۃ الاسد
حمص
تدمر
شام
دریائے فرات
دمشق

شمال
مشرق
مغرب
جنوب

شیزر کی فتح

فتوح الشام
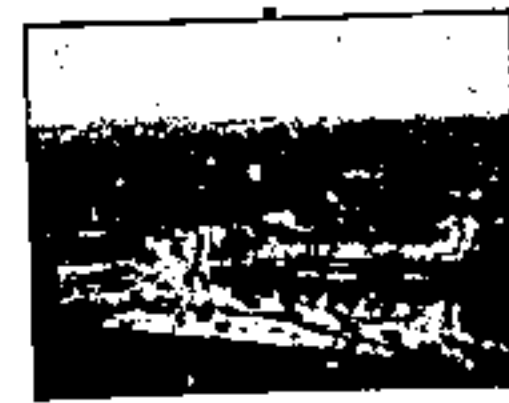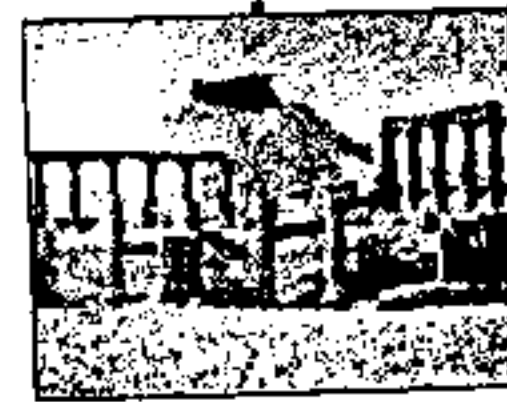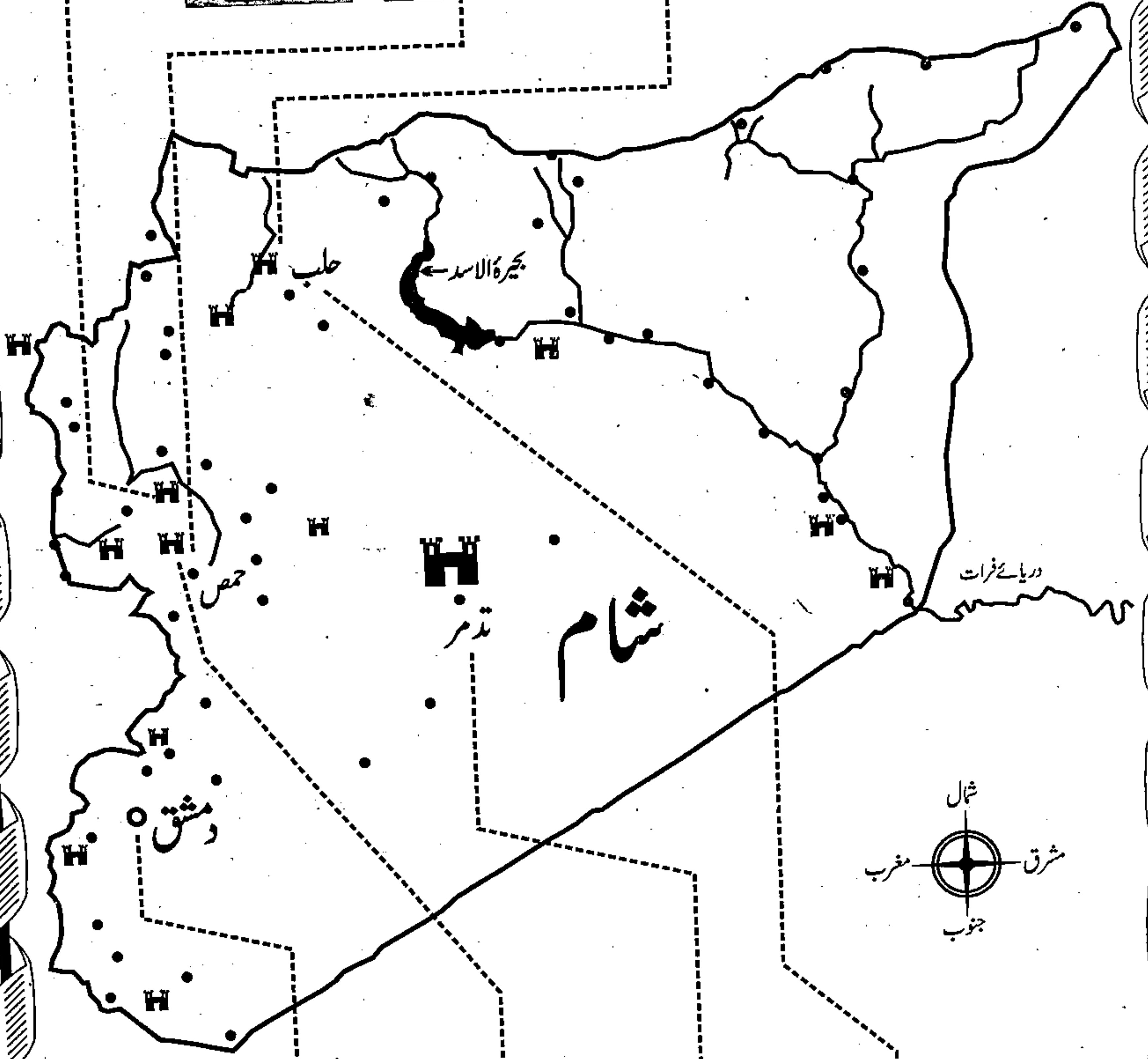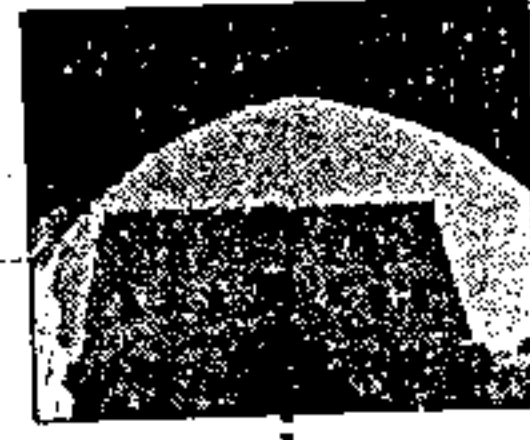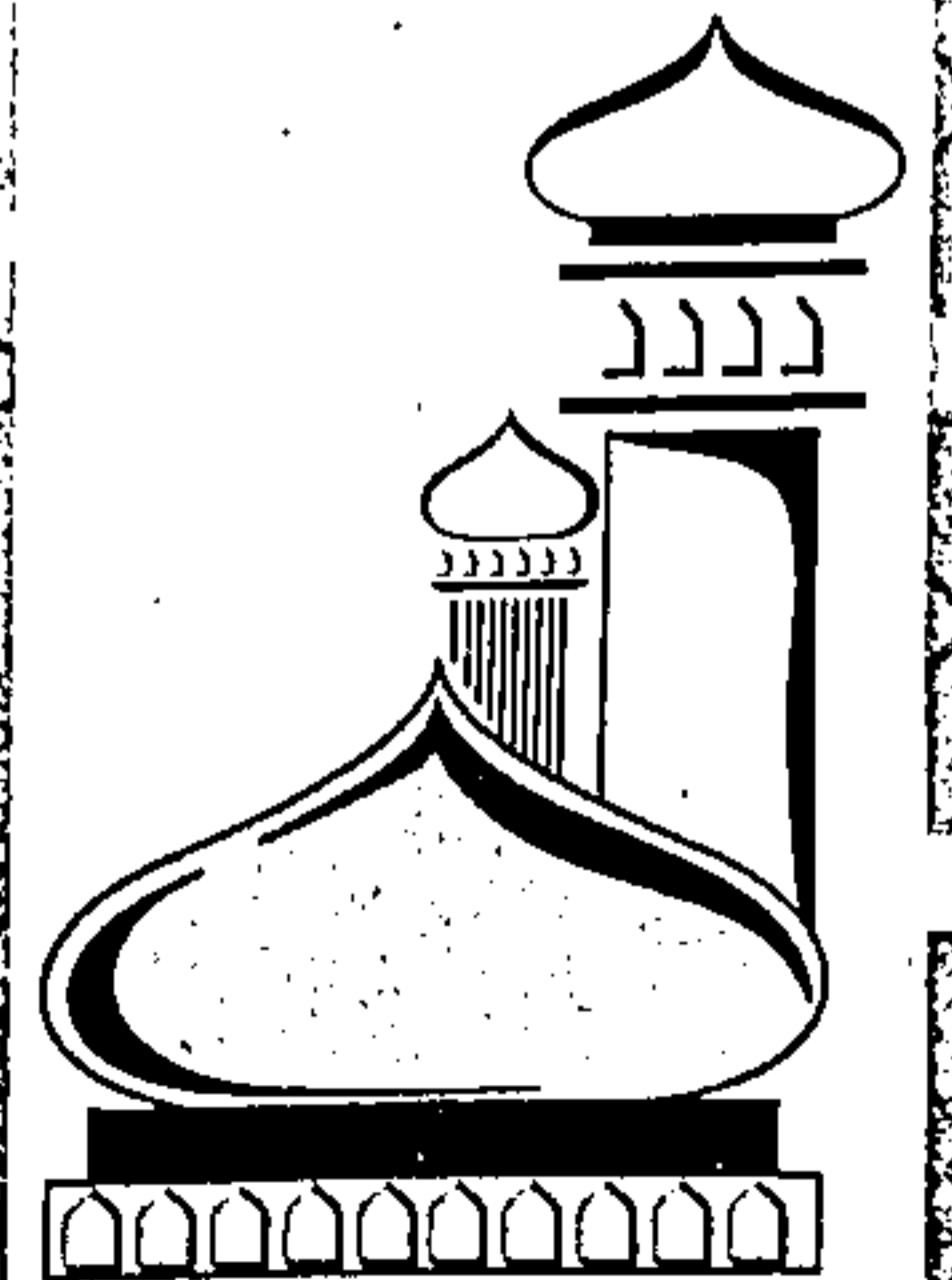
شیرز کی فتح

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا جانبِ شیرز جانا

مسلمانوں نے جب رستن میں اپنا اقتدار مستحکم کر لیا تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ دونوں حضرات اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں سے حماۃ کی طرف کوچ کر گئے جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ اہل حماۃ مسلمانوں کی صلح میں آ چکے تھے اسی طرح اہل شیرز بھی اہل حماۃ کی طرح مسلمانوں کی پناہ میں تھے، لیکن جب اہل شیرز کا سردار فوت ہو گیا تو ہرقل بادشاہ نے اس کے بعد ایک ظالم اور متکبر سردار بھیجا جسے ''نکس'' کہتے تھے۔ اس نے آتے ہی صلح توڑ دی اور اہل شیرز کو طرح طرح کے ظلم وستم کا نشانہ بنانے لگا۔ ان پر سختی کرتا، ان کا مال ضبط کر لیتا اور کھانے پینے کی ضروری اشیاء روک لیتا۔

جس وقت امیر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سردار کی تبدیلی اور صلح کے فسخ ہونے کی خبر ملی تو آپ نے شہسواروں کا ایک دستہ ان کی طرف روانہ کیا تا کہ موجودہ حالات کا جائزہ لیں۔ اس فوجی دستے نے شہر میں جا کر ہلہ بول دیا، اس طرح ہر طرف شور سا برپا ہو گیا۔

سردار نکس نے جس وقت شور وغوغہ سنا تو بالا خانے سے نیچے اترا اور اہل شیرز کے معزز رؤسا کو جمع کیا اور کہا: اے شیرز والو! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ہرقل بادشاہ نے تمھاری جان و مال اور عصمتوں کی حفاظت کے لیے مجھے سردار بنا کر بھیجا ہے میں یہ فریضہ اچھی طرح سرانجام دوں گا۔ پھر نکس نے اسلحہ کا گودام کھولا اور لوگوں میں اسلحہ تقسیم کر کے کہا کہ مسلمانوں کا لشکر جو تمھارے مقابل آیا ہے، اس کا دفاع کرو اور جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ میں تمھیں اس بات کا حکم دیتا ہوں۔

اہل شیرز، نکس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً تیار ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر شیرز کے سامنے آئے اور وہاں پڑاؤ کیا۔ ان کے بعد حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ بھی اپنا لشکر لے کر پہنچ گئے، پھر آخر میں امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اپنا سارا لشکر لے کر وہاں پہنچ گئے۔ اہل شیرز نے جس وقت مسلمانوں کے اس عظیم لشکر کو دیکھا تو ششدر رہ گئے۔ ان کے دل دہل گئے اور آنکھیں خوف سے ہیبت زدہ ہو کر رہ گئیں اور وہ ہوش وحواس

کھو بیٹھے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اہل شیرز کو خط لکھا جس کی تحریر یہ تھی:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا مکتوب اہلِ شیرز کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد! اے شیرز والو سنو! تمھارا شہر، بعلبک اور رستن سے بڑا نہیں ہے اور نہ ہی تمھارے باشندے ان سے زیادہ بہادر ہیں لہٰذا میرا خط پڑھنے کے بعد میری اطاعت قبول کرلو، سرکشی کرتے ہوئے میری مخالفت مت کرنا ورنہ اس کا انجام بہت بُرا ہوگا اور اس کے ذمہ دار بھی تم خود ہی ٹھہرو گے۔ ہمارا عدل و انصاف اور حسن سیرت تم بخوبی جانتے ہو، اس لیے دوبارہ ہماری صلح میں داخل ہو جاؤ اور ہماری اطاعت قبول کرلو جیسا کہ ملک شام کے اکثر شہر ہماری اطاعت قبول کر چکے ہیں۔ والسلام

آپ نے خط لپیٹا اور اپنے ایلچی کو دیکر اہلِ شیرز کے پاس بھیجا۔ شیرز والوں کو جب خط ملا تو انھوں نے سردار نکس کو خط دکھایا۔ نکس نے خط پڑھا اور امیر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے مقصد کو سمجھ گیا۔ شہر والوں سے مخاطب ہوکر کہا: اے شیرز والو ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جو کہا ہے اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟

انھوں نے جواباً کہا کہ وہ ٹھیک کہتے ہیں۔ کیونکہ واقعی ہمارا شہر رستن اور بعلبک سے بڑا نہیں ہے اور نہ ہی دمشق اور بصرہ سے بڑا ہے۔ اے سردار! تم اہلِ حمص کی شجاعت و بہادری سے اچھی طرح واقف ہو، اس کے باوجود انھوں نے عربوں (مسلمانوں) کی اطاعت قبول کر لی، اسی طرح فلسطین اور اس کے شہر اور اردن کے حالات بھی تم اچھی طرح جانتے ہو تو شیرز پر حملہ کرنے سے تم انھیں کس طرح روک سکو گے؟ حالانکہ ہمارا شہر ان کی طرح کا نہیں ہے۔ اگر تم نے

ان عربوں کی مخالفت کی تو ہماری ہلاکت اور شہر کی بربادی کے ذمہ دار تم ہی ہو گے۔

اہلِ شیرز کی اپنے ہی ہاتھوں ہلاکت

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: سردار نکس اور رؤسا کے مابین مشورہ تکرار کی شکل اختیار کر گیا۔ دونوں طرف سے آوازیں بلند ہونے لگیں آخر کار سردار نکس اٹھا اور اہل شیرز کو گالیاں دینا شروع کر دیں، پھر اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ''اہل شیرز پر حملہ کر دو۔'' اہلِ شیرز نے یہ سب دیکھا تو وہ بھی غضبناک ہو گئے اور اسلحہ نکال کر مقابلے میں کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ان کے درمیان خوب قتل و غارت ہوئی۔

مسلمانوں کو جب صورت حال معلوم ہوئی تو کہنے لگے اے پروردگار عالم! تیری شان بہت بلند ہے، تو نے اہل شیرز کو انھیں کے ہاتھوں ہلاک کر دیا۔ ان کے درمیان جنگ جاری رہی۔ اہل شیرز نے اپنے چند آدمی بغیر اسلحہ کے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے۔ جس وقت وہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے تو انھوں نے سلام کیا اور کہا کہ ''اے امیر! ہم لوگوں نے آپ کی محبت میں اپنے سردار اور اس کے سپاہیوں کو قتل کر دیا ہے۔''

آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل تمھیں نیک بخت کرے اور تمھیں رزق کی فراوانی عطا کرے، جنگ وقتال جو ہم نے کرنی تھی وہ تم نے ہی ہماری طرف سے کر دی۔ پھر آپ مسلمانوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا اے گروہِ مسلمین! تم لوگوں نے ان اہل روم کی حسن اطاعت کو ملاحظہ کیا اور یہ بھی دیکھ چکے ہو کہ تمھاری محبت کی خاطر انھوں نے اپنے سردار اور اس کے حواریوں سے کیسا سلوک کیا۔ میرا خیال ہے کہ مجھے اس قوم کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے اور میں چاہتا ہوں کہ انھیں انعامات سے نوازوں۔

مسلمانوں نے کہا: آپ جو مناسب خیال کرتے ہیں ان کے ساتھ سلوک کریں۔ اللہ عزوجل ہم پر انعامات و کرامات کے دروازے کھول دے گا۔ فتوحات کی راہیں کشادہ فرما دے گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اہل شیرز کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تمھیں خوشخبری ہو، میں تم میں سے کسی کو بھی مجبور نہیں کروں گا، جو ہمارے دین میں داخل ہونا پسند کرتا ہے اس کے بارے میں وہ ہی احکام ہوں گے جو ہمارے لیے ہیں۔ اور جو اپنے دین پر رہنا پسند کرتا ہے تو اسے جزیہ ادا کرنا لازم ہے اور اس پر ایک سال تک خراج کی ادائیگی معاف ہے۔

اہل روم اس سے بہت خوش ہوئے اور کہا: اے امیر! ہم نے آپ کی بات غور سے سنی اور اس کی اطاعت کرتے ہیں یہ ہمارے سردار کا محل ہے آپ ہی اس کے زیادہ حقدار ہیں، آپ اسے ہماری طرف سے قبول فرمالیں اور جو اس کے اندر مال و متاع اور سونے چاندی کے برتن اور جتنی بھی رعایا ہے، وہ سب آپ کی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پانچواں حصہ بیت المال کے لیے رکھا اور باقی مسلمانوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ عزوجل نے ہمارے ہاتھوں سے اس شہر کو فتح کرایا اور اہلِ حمص تمھاری ذمہ داری سے نکل چکے ہیں اور جو وعدہ تم نے ان سے کیا تھا وہ پورا کر چکے ہیں، لہٰذا حمص کی طرف لوٹ چلو اللہ عزوجل تم سب پر رحم فرمائے!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسلمان نے گھوڑوں پر سوار ہو کر چلنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اچانک نہر مقلوب کے پیچھے، جہاں سے انطاکیہ کی طرف جانے کا راستہ نکلتا ہے، وہاں سے گرد وغبار اٹھتا نظر آیا، مسلمانوں کے گھوڑے تیزی سے ان کی طرف بڑھے۔ انھوں نے دیکھا کہ روم کا ایک بہت بڑا پادری ہے اور اس کے ساتھ سوتا تاری گھوڑے خزانے سے لدے ہوئے آ رہے ہیں اور ان کے ارد گرد سو رومی سپاہی حفاظت کر رہے ہیں۔

شیرز کی فتح، مسلمانوں کے لیے سعادت مندرہی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: پادری کو اس بات کی بالکل خبر نہیں تھی کہ مسلمان شیرز فتح کر چکے ہیں اسی لیے تو وہ اتنا قیمتی سامان لے کر آ رہا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے زوردار آواز لگائی۔ آپ کے ساتھیوں نے بھی نعرہ لگایا اور پادری کو اس کے مال ومتاع اور محافظوں سمیت گھیر لیا۔ پھر ان تمام کو گرفتار کر کے مال واسباب اپنی تحویل میں لے لیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پادری کے پاس آئے اور فرمایا: خدا تجھے ہلاک کرے! تو کون ہے اور یہ مال کہاں سے لا رہا ہے؟

پادری نے رومی زبان میں گفتگو کی جسے آپ سمجھنے سے قاصر رہے، اہل شیرز چونکہ رومی زبان بولنا اور سمجھنا جانتے تھے اس لیے ان میں سے ایک آدمی آگے بڑھا اور کہا: اے امیر! پادری کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہرقل بادشاہ کا معزز درباری پادری ہے۔ بادشاہ نے اسے یہ ساز وسامان دیکر والیٔ حمص کے پاس بھیجا ہے، یہ ساز وسامان جو گھوڑوں پر لدا ہوا ہے ان میں سونے سے کشید کیے ہوئے سرخ ریشمی کپڑے ہیں۔ دس اونٹوں پر دینار ہیں جبکہ باقیوں پر کپڑے لدے ہوئے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سارا سامان اپنی نگرانی میں کھلوایا اور دیکھا کہ واقعی اس میں تو بہت مال تھا۔ اس وقت مسلمانوں کو جتنی غنیمت حاصل ہوئی اس سے پہلے کبھی بھی حاصل نہ ہوئی تھی۔ بہرحال حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، پادری اور اس کے ساتھ محافظین اور سامان لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شیرز کے قریب ہی نہر مقلوب کے پاس موجود تھے، جہاں انطاکیہ کی طرف راستہ نکلتا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پادری کو

لے کر آگے بڑھے اور ان کو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر کیا۔

آپ نے فرمایا: اے ابو سلیمان! یہ کون ہے؟ اور اس کے ساتھ کون ہیں اور یہ مال؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بولے: اے امیر! یہ انطاکیہ کے لوگ ہیں اور ان کے پاس جو ساز و سامان ہے وہ ہرقل بادشاہ نے والیٔ حمص کے لیے تحائف کے طور پر بھجوایا ہے۔

حمص کی فتح

فُتُوحُ الشَّام
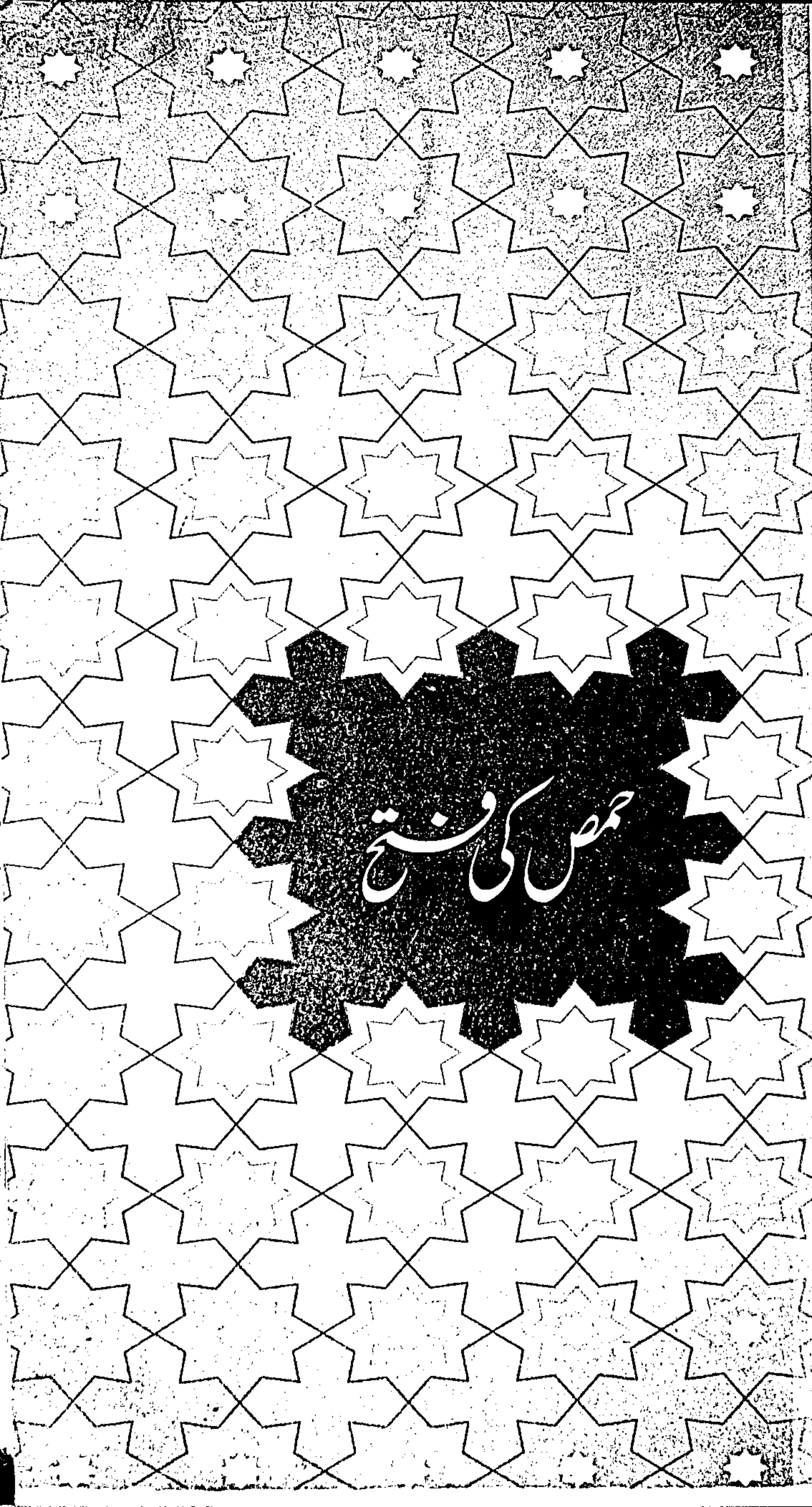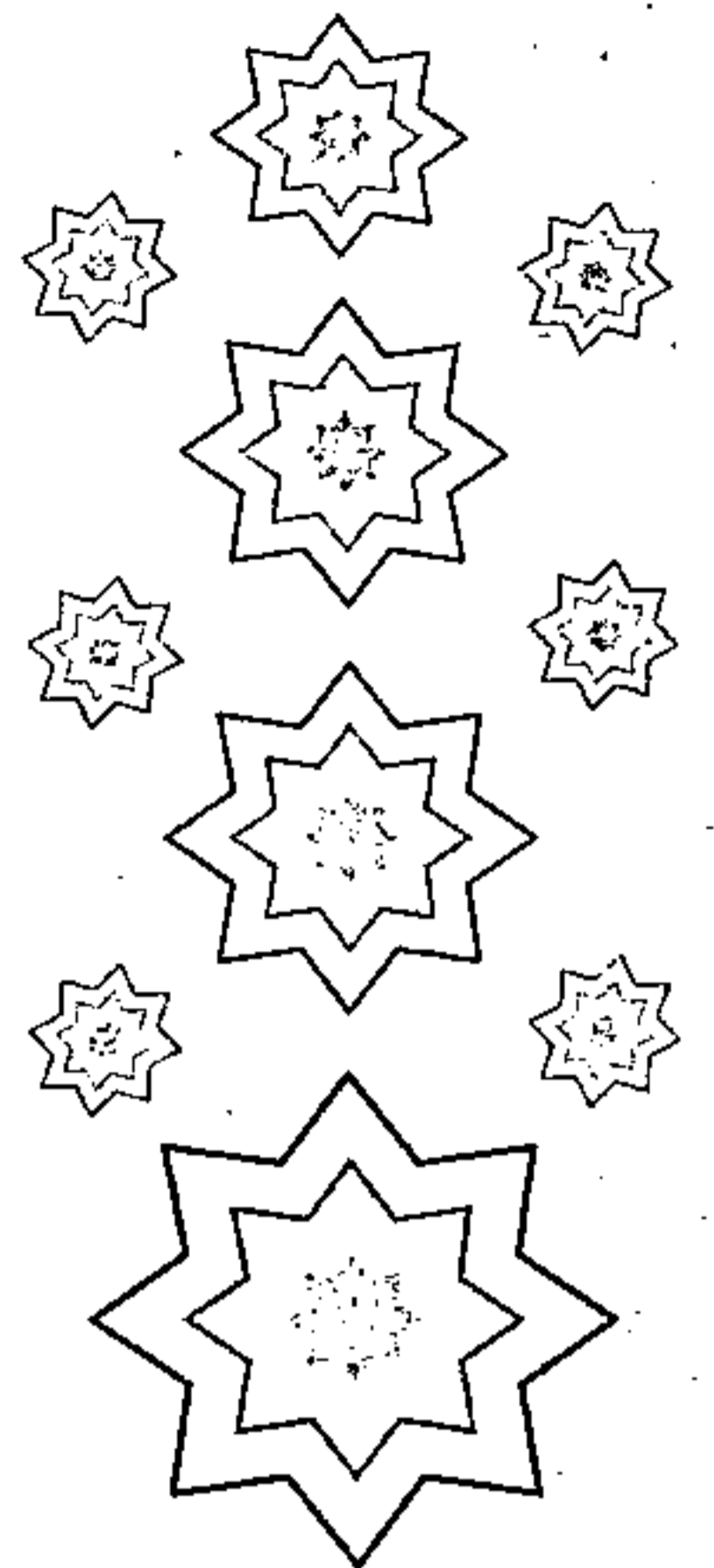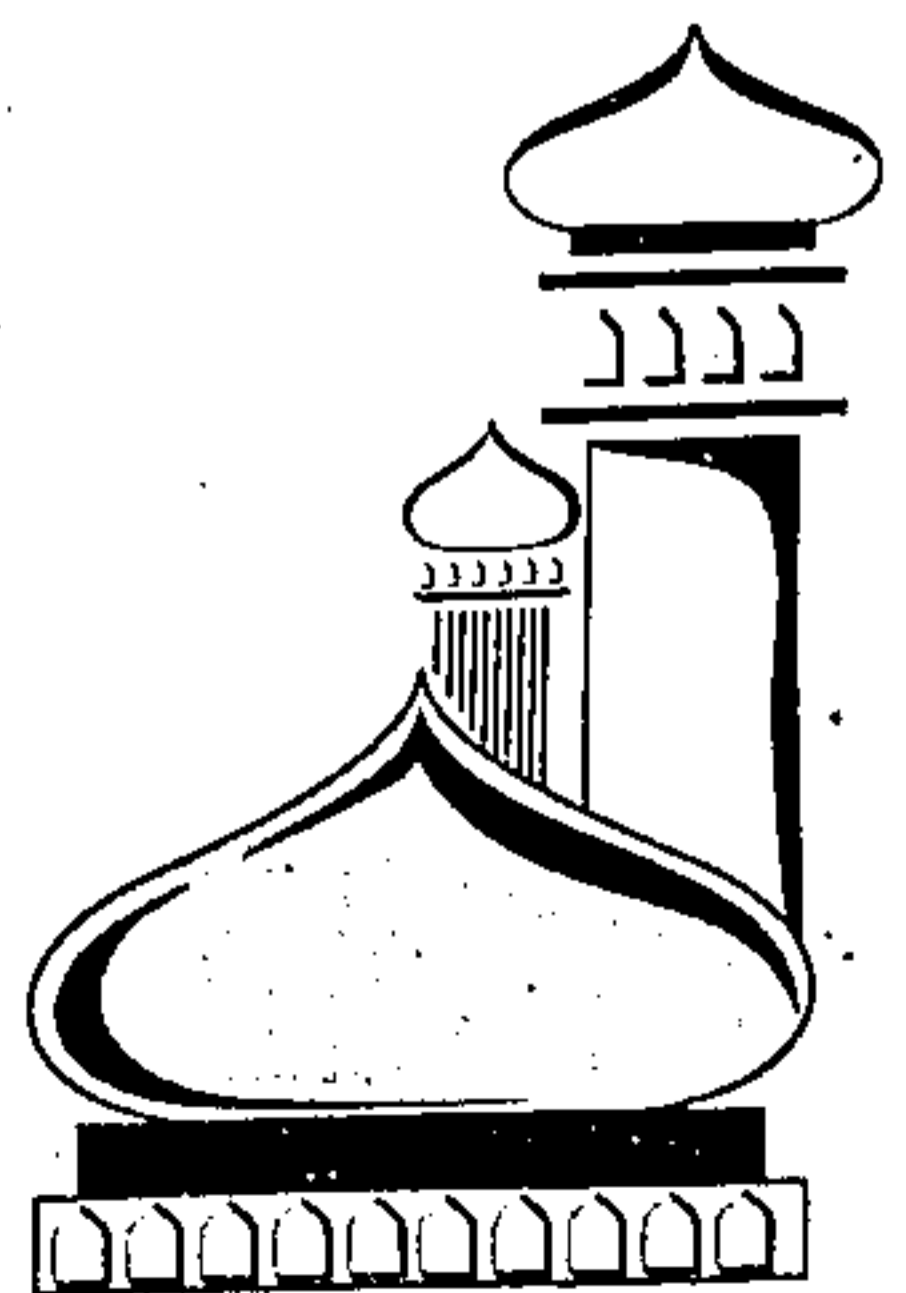
حمص کی فتح

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت امیر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔ اتنا مال غنیمت دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے ابوسلیمان! واقعی اس قدر مال تو پہلے کبھی حاصل نہیں ہوا! لگتا ہے شیرز کی فتح ہمارے لیے سعادت مند ثابت ہوئی ہے اس کے بعد آپ نے رومی زبان سمجھنے والے ترجمان سے فرمایا کہ اس پادری سے پوچھو کہ سرکش ہرقل بادشاہ نے ہمارے مقابلے کے لیے جنگی لشکر بھی تیار کیا ہے یا نہیں؟

ہرقل بادشاہ کا والیٔ حمص کی طرف خط

تھوڑی دیر تک ترجمان اور پادری گفتگو کرتے رہے پھر ترجمان بولا: اے امیر! یہ کہتا ہے کہ ہرقل بادشاہ کو تمھارے دمشق، بعلبک اور جوسیہ کو فتح کرنے کی خبر مل چکی ہے البتہ حمص میں تمھارے آنے کی خبر نہیں ملی تھی، اس لیے تو اس نے مجھے یہ تحائف دے کر والیٔ حمص کے پاس بھیجا تھا۔ ہرقل بادشاہ نے والیٔ حمص ہربیس کے نام ایک خط بھی بھیجا ہے جس میں مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ عنقریب اہلِ حمص کی مدد کے لیے امدادی فوج بھی بھیجے گا۔ اس لیے کہ ہرقل بادشاہ نے تم لوگوں کے خلاف سارے صلیبی پجاریوں اور انجیل پڑھنے والوں کو جمع کیا تو رومی، صقالیہ افرنج، ارمن، دقس، مغلیط، کرج، یونان، علف اور غزانہ اس کی پکار پر لبیک کہہ چکے ہیں۔ صلیب کے پجاری اور مختلف لشکر ہرقل بادشاہ کے ساتھ مل چکے ہیں۔

الغرض ترجمان نے جو کچھ بھی پادری سے سنا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پادری کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے کہا کہ گذشتہ شب ہی مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو میں ان کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر چکا ہوں۔ پھر آپ نے اس کے ساتھیوں اور محافظوں کو اسلام کی دعوت دی تو انھوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل کرنے کا حکم دیا لہٰذا ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا اور وہ واصل جہنم ہوئے۔

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حمص کی طرف کوچ فرمایا اور تفتیشِ حالات کے لیے ایک فوجی دستہ آگے بھیج

دیا۔اہلِ حمص کو مسلمانوں کی آمد کا بالکل علم نہ تھا۔جب اس فوجی دستے نے ان پر غارت گری شروع کی تب انھیں علم ہوا، وہ بھاگے اور شہر میں داخل ہو گئے اور دروازے بند کر لیے۔اہلِ حمص کہنے لگے کہ ''مسلمانوں نے غداری کی ہے، مسیح کی قسم! مسلمانوں نے تو وعدہ خلافی کی۔'' مسلمانوں کا لشکر حمص کے قریب پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔حمص کے اکثر باشندے تجارت اور طلب معاش کے لیے شہر سے باہر نکلے ہوئے تھے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے شہر کے قریب پڑاؤ ڈالا اور سپاہیوں کو حمص کی طرف آنے والے ہر راستے پر مقرر کر دیا اور کہا کہ کوئی شخص بھی، حمص کا باشندہ ہو یا کوئی اور، جو تجارت کی غرض سے شہر حمص میں جا رہا ہو، اسے میرے پاس لے آؤ۔لہٰذا آپ کے ساتھیوں نے ایسا ہی کیا اور مختلف گھاٹیوں کی اُوٹ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔

والیٔ حمص کا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب اور اس کا جواب

والیٔ حمص، ہربیس نے صورت حال دیکھتے ہوئے امیر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط بھیجا اور لکھا کہ:

''اے گروہ عرب! ہم یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ تم لوگ اس طرح ہمارے ساتھ غداری اور عہد شکنی کرو گے۔تم لوگوں نے جب صلح کا پیغام بھیجا تو کیا ہم نے تمھاری اطاعت نہیں کی تھی؟ اور جب ہم سے خرید و فروخت کرنا چاہی تو ہم نے بخوشی تم سے خرید و فروخت کی، جبکہ اب تم کیے ہوئے سارے عہد توڑ رہے ہو؟

والیٔ حمص کا لکھا ہوا خط پڑھ کر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب لکھا اور فرمایا: ''میں چاہتا ہوں کہ جن راہبوں اور پادریوں نے پہلی دفعہ ہمارے ساتھ معاہدہ کیا تھا، انھیں ہماری طرف بھیجو تا کہ انھیں یاد دلائیں کہ وعدہ کس بات کا ہوا تھا اور تم بھی حقیقت حال جان لو۔ہم نے نہ تو غداری کی ہے اور نہ ہی ان شاء اللہ کریں گے۔''

والیٔ حمص نے جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط پڑھا تو فوراً ان پادریوں اور راہبوں کو بلایا اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ان کے لیے شہر حمص کے دروازے کھولے گئے۔جب والیٔ حمص کے نمائندے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو سلام کیا اور بیٹھ گئے۔آپ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا معاہدہ کس بات پر ہوا تھا؟ قسم اٹھا کر بتاؤ کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جب تک شام کے شہر فتح نہ کر لوں تمھاری طرف رُخ نہیں کروں گا؟ اس کے بعد مجھے اختیار ہو گا کہ تمھاری طرف رُخ کروں یا کسی اور طرف، ذرا بتاؤ تو میں نے سچ کہا یا جھوٹ؟

رہبانیوں اور پادریوں نے جواب دیا: ''کیوں نہیں آپ نے ہمارے ساتھ یہی معاہدہ کیا تھا، مسیح کی قسم آپ نے بالکل سچ فرمایا۔''

پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ہمیں بڑی آسانی سے شیرز اور رستن کی فتح سے سرفراز فرما دیا اور نکس سردار کے مال سے جو ہمیں غنیمت حاصل ہوئی ہے ہمیں اُمید بھی نہیں تھی کہ اتنے کم عرصے میں ہمیں اس قدر مال ملے گا۔

چونکہ شیرز اور رستن کے علاقے فتح ہو چکے ہیں، لہٰذا ہمارا معاہدہ بھی پورا ہو چکا اور ہمارے درمیان اب صلح ختم ہو چکی ہے۔ صلح کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہماری ذمہ داری میں آ جاؤ اور ہماری فرمانبرداری قبول کر لو۔

وہ بولے: اے امیر! آپ نے بالکل بجا فرمایا، اب آپ پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا کیونکہ آپ نے ہمارے ساتھ کیا ہوا معاہدہ پورا کر دیا ہے۔ ہمیں شیرز اور رستن کی فتح کی خبر مل چکی تھی لیکن قصور ہمارا ہی ہے کہ اس بات کی تصدیق نہ کروا سکے۔ آئندہ کا معاملہ ہمارے سردار کے ہاتھوں میں ہے ہم واپس جاتے ہیں اور اسے آپ کا پیغام سنا دیتے ہیں۔ یہ کہنے کے بعد وہ اپنے شہر واپس چلے گئے۔

اس کے بعد امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور فرمایا: جوانو! اپنے اپنے ہتھیار تیار کر لو۔ اہلِ حمص کے پاس نہ تو کھانے پینے کا زیادہ سامان ہے اور نہ ہی ان کی مدد کے لیے کوئی آ سکتا ہے کیونکہ ہم ان کا ہر طرف سے گھیراؤ کر چکے ہیں۔ اللہ عزوجل سے مدد طلب کرو اور اسی پر بھروسہ کرو۔

امیرِ لشکر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا حکم سنتے ہی مسلمانوں نے اسلحہ تھامنا شروع کر دیا۔ جنگی لباس زیب تن کیا، ترکش سنبھالے اور شہرِ حمص کے دروازوں کی طرف متوجہ ہوئے۔

والئ حمص کی اپنی قوم سے مشاورت

ادھر اہلِ حمص اپنے سردار ہربیس کے پاس جمع ہو گئے اور کہا کہ اے سردار! موجودہ صورت حال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس نے کہا ''اگر میری رائے پوچھتے ہو تو پھر ہمیں لڑنا ہوگا، کسی قسم کی کمزوری اور بزدلی خاطر میں نہ لائی جائے بلکہ ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہے۔''

اہلِ حمص بولے: سردار! ہمارے شہر میں تو اس وقت کھانے پینے کا سامان بھی قلیل ہے کیونکہ وہ سامان پہلے ہی یہ مسلمان ہم سے لے چکے ہیں اور اب غداری و دھوکہ کر کے ہمارے مقابلے میں آن کھڑے ہوئے ہیں۔ انھوں نے ہماری کمزوری کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے۔

ہربیس نے کہا: اپنے دشمن کا مقابلہ کرنے میں خوفزدہ کیوں ہوتے ہو؟ اور اس طرح کمزوری کیوں ظاہر کر رہے ہو؟ ابھی تو ہمارا ان سے مقابلہ بھی نہیں ہوا کہ جس میں ہمارے جوان قتل ہو گئے ہوں یا کوئی زخمی ہوئے ہوں اور نہ ہی ابھی تک ہمیں مشکلات اور فاقوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ہمیں اس طرح بزدلی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر مسلمانوں کا لشکر تم پر حملہ بول دے تو وہ تمھیں کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے کیونکہ شہر کی دیواریں بہت اونچی ہیں۔ ہمارے چند جوان ہی پوری جماعت کے لیے کفایت کر سکتے ہیں۔ میرے محل میں غلہ اور دیگر ساز و سامان اتنی مقدار میں موجود ہے کہ کافی عرصہ تک ہم گذر بسر کر سکتے ہیں۔ ہرقل بادشاہ کو جب ہمارے حالات کی خبر ہوگی تو وہ غفلت نہیں برتے گا بلکہ ہماری مدد

کے لیے ضرور فوج بھیجے گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

والیٔ حمص، ہربیس کے محل میں غلے اور کھانے پینے کی دوسری اشیاء کے ہر وقت انبار لگے رہتے تھے تا کہ ہنگامی صورت میں انھیں کام میں لایا جا سکے۔ اب جبکہ وہ سخت پریشانی کے عالم میں تھے تو ہربیس نے گودام کھولا اور اہل حمص میں وہ امدادی سامان بانٹنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر اہل حمص کو ذرا اطمینان ہوا۔ اس دن ہربیس نے ہر طبقے کے لوگوں کو چاہے وہ سردار ہو یا غلام ہر چھوٹے بڑے میں غلہ تقسیم کیا۔ آدھا غلہ اسی دن پورے اہل حمص میں تقسیم ہو گیا۔ پھر ہربیس نے اہل حمص سے مخاطب ہو کر کہا کہ جو کچھ میں تمھیں دے چکا ہوں، تین دنوں تک اسی پر گزر بسر کرو اور بے خوف وخطر دشمن پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑو، کیونکہ ایک طرف تو تمھیں فاقوں کے خوف سے نجات مل چکی ہے اور دوسری طرف ہرقل بادشاہ کی طرف سے مدد پہنچنے کا بھی یقین رکھو۔

والیٔ حمص کا لشکر ترتیب دینا

اس کے بعد ہربیس نے لشکر تیار کرنے کا حکم جاری کیا۔ حکم کا جاری ہونا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے جمّ غفیر اس کے پاس حاضر ہو گیا۔ پھر ہربیس نے خود لشکر ترتیب دیا اور تقسیم اس طرح کی کہ اولادِ زراوزہ اور عمالقہ کے پانچ ہزار جوان، جن کا مقابلہ کرنے سے لوگ ڈرتے تھے، ان کا انتخاب کیا، پھر قبیلہ مدبجہ ملیکہ کے ایک ہزار جوانوں کو جمع کر کے اپنے دادا جرجیس کا اسلحہ خانہ ان کے لیے کھول دیا۔ اس کے بعد ہربیس نے انھیں زرہیں، جوشن، تلواریں، ڈھالیں، تیر، کمانیں، نیزے اور لاٹھیاں تقسیم کیں۔ پھر آگے بڑھا اور اپنی فوج کو جنگ میں بہادری دکھانے پر برانگیختہ کرنے لگا اور ساتھ ساتھ یہ وعدہ بھی کیا کہ ہرقل بادشاہ ضرور ان کی مدد کے لیے فوج بھیجے گا۔

اس کارروائی کے بعد ہربیس نے حمص کے راہبوں اور پادریوں کو بلوایا اور کہا کہ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے اور حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مسیح علیہ السلام کے آگے اپنی دعائیں پیش کرو کہ وہ عربوں کے مقابلے میں ہماری مدد کریں۔ ہمیں یقین ہے کہ تم لوگ جو بھی دعا کرو گے، ضرور قبول ہو گی۔ تمھیں نامراد نہیں کیا جائے گا۔ یہ پیغام سننے کے بعد وہ ایک بڑے کنیسہ میں چلے گئے۔ یہ کنیسہ ہربیس کے دادا جرجیس کا تھا اور اسے ”جامع الکنیسہ“ کا مقام حاصل تھا۔

پادری اور راہب اندر داخل ہو کر اپنے اپنے طریقے کے مطابق عبادت میں مصروف ہو گئے۔ مزامیر ان کے سامنے رکھے گئے۔ اس کے بعد انھوں نے کلمات کفریہ پڑھنا شروع کر دیئے اور خوب آہ وزاری کی۔ رو رو کر مسیح سے مدد کے لیے دعائیں کرتے رہے، پوری رات انھوں نے ایسا ہی کیا۔

صبح کا سورج جنگ وجدال اور قتل وغارت کا پیغام لے کر طلوع ہوا۔ صبح ہوتے ہی ہربیس عبادت خانے میں داخل

ہوا اور اپنے عقیدے کے مطابق عبادت میں مصروف ہو گیا۔ تقرّب مسیح کی خاطر آہ و زاریاں کرنے لگا۔ پھر اپنے عقیدے کے مطابق پادریوں، راہبوں اور ہربیس نے مل کر نماز جنازہ ادا کی۔ اس کے بعد ہربیس عبادت خانے سے نکلا اور اپنے محل میں داخل ہو گیا۔ سور (خنزیر) کا بھنا ہوا تازہ گوشت اس کے لیے حاضر تھا۔ اس نے گوشت کھایا، بعد میں سونے چاندی کے برتنوں میں چھلکتی ہوئی شراب پیش کی گئی۔ ہربیس نے جام پر جام پینے شروع کر دیئے جس سے وہ مدہوش ہو گیا اور اس کی آنکھیں نشے میں سرخ ہو گئیں حتیٰ کہ قدم لڑکھڑانے لگے۔ وہ شدتِ انتقام میں بے خود ہو رہا تھا۔ اس کے بعد ہربیس نے کشید کیا ہوا عمدہ قسم کا لباس زیب تن کیا، سونے کی تاروں سے کشید کی ہوئی سرخ زرہ پہنی اور یاقوت کی بنی ہوئی صلیب گلے میں لٹکائی اور ہندی تلوار ہاتھوں میں تھام لی۔ اس تیاری کے بعد اس کے لیے عمدہ نسل کا چست گھوڑا پیش کیا گیا۔ ہربیس اس پر سوار ہوا اور اپنے محل سے رستن والے راستے سے باہر نکلا۔ روم کے سرداروں نے چاروں طرف سے اس کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

اہلِ حمص کا میدانِ جنگ میں نکلنا

ہربیس کے محل سے نکلنے کے بعد شہرِ حمص کے دروازے کھول دیئے گئے۔ پھر رومی فوج طوفان کی طرح شہر سے نمودار ہوئی۔ پانچ ہزار رومی شہسوار شانہ بشانہ ہربیس کے ساتھ جلوس کی شکل میں مسلسل آگے بڑھ رہے تھے۔ شہر سے نکلنے کے بعد سردار ہربیس نے فوج کی صف بندی اس طرح کی گویا ایک آہنی دیوار قائم کر دی۔ چونکہ مسلمانوں نے مال و اسباب اور دیگر روابط اہل حمص سے منقطع کر دیئے تھے اس لیے اپنی اولاد اور مال کے لیے جوشِ انتقام نے انھیں مر مٹنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اپنی جانیں ہتھیلیوں پر رکھے ہوئے تھے۔

لڑائی کا آغاز

مسلمان جوارد گرد بکھرے ہوئے تھے، اچانک ان پر ٹوٹ پڑے اور زبردست حملہ کیا مگر وہ تو گویا کہ پہاڑ کی طرح جمے ہوئے تھے جنھیں اکھاڑ دینا تو درکنار ہلانا بھی ناممکن تھا۔ انھیں اپنے انجام کی بالکل پرواہ نہیں تھی۔ مسلمانوں کے پہلے حملے کے بعد ہربیس نے چیخ کر اپنے لشکر کو آواز دی اور جھڑکتے ہوئے یکبارگی ٹوٹ پڑنے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی اس کے سپاہی آگے بڑھے۔ ادھر سے مسلمان بھی دوبارہ آگے بڑھے۔ پہلے تو مسلمان تیراندازوں کو تیر چلانے کا حکم دیا گیا لیکن بات نہ بنی، اس کے بعد گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے اور شدید قسم کا حملہ ہوا۔ کافی دیر قتل و غارت کے بعد آخرکار بدقسمتی سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔

مسلمانوں کا شکست کھانا اور دوبارہ حملہ کرنا

مسلمانوں کی ہزیمت اوران پر طاری ہونے والی وحشت دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بیتاب ہو گئے اور انھیں شدید صدمہ ہوا، انھوں نے لشکر کو زوردار آواز میں فرمایا:

''اے قرآن کے ماننے والو! کہاں جارہے ہو واپس لوٹو، واپس لوٹو! اللہ عزوجل تم میں برکت ڈالے گا۔ آج کا دن بھی بدر و اُحد کی طرح اہم ہے، میرے ساتھ مل کر دشمن پر حملہ کرو۔ اللہ عزوجل ہمارے اندر برکت ڈالے گا۔''

ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی یہ آواز سننا ہی تھی کہ مسلمانوں کا لشکر واپس لوٹا اور قہر خداوندی بن کر دشمن پر ٹوٹ پڑا اور اتنی شدت سے حملہ کیا کہ دشمن کی صفیں توڑ ڈالیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ بنی مخزوم کے جوان لے کر آگے بڑھے، تلواروں اور نیزوں کے وار کرتے ہوئے دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتارتے چلے گئے اور اس طرح لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے گویا کھیتی کاٹ کر رکھی ہوئی ہو۔ مسلمان ہاتھوں میں تلواریں لیے مسلسل آگے بڑھتے رہے۔ ادھر حضرت میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلہ بنی عبس کے دستہ کو لے کر دشمن پر حملہ کیا اور انھیں شہر کے قریب لا کھڑا کیا۔ اب دشمن تقریباً بھاگ چکا تھا۔ رومیوں کو اس سے بہت صدمہ ہوا، قتل و غارت بہت ہو چکی تھی۔ شہر کی دیواروں کے پاس پہنچ کر رومیوں نے اپنی زبان میں ایک دوسرے سے چند باتیں کیں اور دوبارہ بجلی کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کے لشکر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ تیرانداز اور نیزہ باز، وحشیوں کی طرح پیش قدمی کرنے لگے۔ انھوں نے اپنے جسموں کو ڈھالوں اور زرہوں سے اچھی طرح چھپایا ہوا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو جھنڈا لے کر نمودار ہوئے۔ اس جنگ میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جھنڈا دیا تھا اور آج کی ''جنگِ حمص'' انھی کے ماتحت لڑی جارہی تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو زوردار آواز میں پکارا اور فرمایا: دشمن پر شدت سے حملہ کرو، اللہ عزوجل ہمارے اندر برکت ڈال دے گا۔ ساتھیو! ٹوٹ پڑو! اسی میں دنیا و آخرت کی غنیمت ہے، قسم بخدا یہی نجات کا راستہ ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا ایک رومی کے ساتھ مقابلہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جس وقت اپنے ساتھیوں کو جنگ پر اُبھار رہے تھے تو رؤساءِ روم میں سے ایک سردار آگے بڑھا اور اس نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا۔ اس نے قیمتی قسم کی زرہ پہنی ہوئی تھی اور شیر کی طرح چنگھاڑتا ہوا حملہ آور ہوا۔ آپ نے بھی اس سردار پر حملہ کیا اور بچتے ہوئے اس کے سر کے اُوپر سے زوردار وار کیا، اب کیا

ہوا کہ اچانک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تلوار کا پھل نکل کر دور جا پڑا اور آپ کے ہاتھوں میں خالی دستہ ہی رہ گیا۔ یہ دیکھتے ہی وہ دوبارہ واپس پلٹا اور تیزی سے گھوڑے کا رُخ آپ کی طرف کر دیا۔ جب وہ قریب پہنچا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑا اور گھوڑے کی زین سے اٹھا کر نیچے دے مارا۔ پھر خود بھی اس کے ساتھ نیچے ہو لیے، پھر دونوں آپس میں گتھم گتھا ہوئے۔ سردار نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تلوار کا نشانہ بنانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ آپ نے اس کے ہاتھ سے تلوار چھینی اور اس کے سینے میں پیوست کر دی۔ اس کے بدن سے چنگاریوں کی طرح خون نکلنے لگا۔ اس کو واصلِ جہنم کرنے کے بعد آپ نے دوبارہ حملہ کیا اور چیخ کر بنی مخزوم کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کے وسط میں جا پہنچے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دشمن کو دائیں بائیں کی جانب سے ہلاکت کا نشانہ بناتے ہوئے یہ فرما رہے تھے:

"میں بہادر شہسوار ہوں، میں خالد بن ولید، صحابیِ رسول ہوں، جس جنگ میں بھی میں ہوں گا، دشمن کبھی غالب نہیں آ سکتا۔"

معرکہ ابھی جاری تھا کہ سورج آسمان کے وسط میں جا پہنچا۔ دوپہر کا وقت ہو چکا تھا سورج کی گرمی سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی زرہ گرم ہو گئی۔ آپ میدان جنگ سے باہر تشریف لے آئے، بنی مخزوم آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔ مسلمانوں کی ڈھالوں اور زرہوں سے خون ٹپک ٹپک کر اس بات کی شہادت دے رہا تھا کہ کتنے ہی چہرے آج کے دن ان سے ٹکرائے اور ہلاکت میں جا پڑے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بنی مخزوم کے آگے آگے یہ اشعار پڑھتے ہوئے آ رہے تھے۔

ترجمہ اشعار:

- رومیوں پر اس روز کی لڑائی میں بربادی و ہلاکت نازل ہو گی جب میں اس میں شعلے بھڑکتے دیکھوں گا۔
- کتنی ہی مرتبہ یہ رومی ہمارے مقابل میدانِ کارساز میں نکلے اور کتنی ہی مرتبہ انھیں خون میں نہلا کر چھوڑا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو پکارتے ہوئے فرمایا، اللہ عزوجل تجھے خوش بخت کرے۔ اے ابو سلیمان! تو نے تو واقعی جہاد کا حق ادا کر دیا ہے۔ حضرت مرقال بن ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب دشمن کی سستی و غفلت محسوس کی تو بنی زہرہ کو پکارا اور روم کے میمنہ پر ٹوٹ پڑے۔ ادھر حضرت میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی قوم کو جمع کیا اور حضرت مرقال کے ساتھ مل کر میمنہ پر حملہ کیا۔ عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ نے بھی بنی مخزوم کے افراد کو جمع کیا اور پھر یکبارگی سب نے حملہ کیا۔ مسلمانوں کو شہادت کی خوشبو محسوس ہونے لگی اور انھوں نے اب شہادت کا یقین کر لیا کیونکہ ایک طرف شدت کی گرمی اور دوسری طرف صبح سے لڑتے لڑتے جسم بھی تھک چکے تھے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جنگِ حمص میں بنی مخزوم نے خوب بہادری وطاقت کے جوہر دکھائے اور اس جنگ میں دونوں گروہوں کے مابین بہت سخت مقابلہ تھا۔ حضرت عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ جو بنی مخزوم کی سپہ سالاری کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے، انھوں نے دشمنوں کا شیر دلی سے مقابلہ کیا، نیزوں اور تیروں کی بوچھاڑ میں بے دھڑک جا گھستے اور انجام کی بالکل پرواہ نہ کرتے یہاں تک کہ انھیں کہا گیا: ''اے عکرمہ خدارا اپنی ذات پر رحم کیجیے۔''

آپ نے فرمایا: ایک وقت وہ تھا جب میں معبودانِ باطلہ کی طرف سے مسلمانوں سے لڑا کرتا تھا اور آج جبکہ ایمان کی دولت نصیب ہو چکی ہے تو معبودِ برحق کی اطاعت وتعمیلِ حکم کی خاطر کیونکر پیچھے رہ سکتا ہوں؟ حورانِ بہشت کو مَیں یہاں سے دیکھ رہا ہوں کہ میری ملاقات کی مشتاق ہیں، وہ حوریں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی اگر دنیا والوں کے لیے اپنا حسن وجمال ظاہر کر دے تو سب دنیا والے شمس وقمر سے بے نیاز ہو جائیں۔ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا ہوا وعدہ سچ کر کے دکھانا ہے۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

یہ کہتے ہوئے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سونتی اور دیکھتے ہی دیکھتے رومی لشکر میں جا گھسے۔ آپ رومی سپاہیوں کو واصلِ جہنم کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے رہے یہاں تک کہ والیٔ حمص ہربیس کے پاس جا پہنچے۔ آپ اسی جوش و جذبے اور بہادری سے لڑ رہے تھے، ادھر ہربیس نے چمکتی ہوئی دھاری دار تیز تلوار لی اور آپ کی جانب بڑھا۔ جب بالکل قریب آیا تو اس زور سے آپ کے دل میں تلوار ماری کہ سینہ چیرتے ہوئے پشت سے پار نکل گئی۔ آپ زخم کی تاب نہ لا سکے اور زمین پر گرتے ہی آپ کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کو گرتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے آپ کی جانب آئے۔ آپ کے پاس کھڑے ہو گئے اور درد بھری آہ نکال کر روتے ہوئے فرمایا:

''کاش حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس منظر کو دیکھ رہے ہوتے تو جان لیتے کہ دینِ حق کی خاطر ہم تلواروں پر سوار ہونے سے ذرہ بھر بھی تاخیر نہیں کرتے۔''

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

معرکہ ابھی جاری تھا اور جنگ اپنے عروج پر تھی کہ رات نے دن کی سفیدی کو اپنی آغوش میں لیتے ہوئے اس پر سیاہ چادر ڈال دی۔ رات کی سیاہی چھاتے ہی رومی اپنے شہر کی طرف دوڑے اور شہر پناہ میں پہنچ کر اس کے دروازے بند کر دیئے اور سخت حفاظتی انتظامات کر لیے۔ مسلمان بھی اپنے خیموں کی طرف لوٹے اور سب سے پہلے حفاظتی اقدامات

کا بندوبست کیا پھر اسی حالت میں رات بسر کی۔

معرکے کا دوسرا دن اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خطاب

دوسرے دن کی صبح دوبارہ جنگی ہولناکیوں کا پیغام لے کر طلوع ہوئی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو جمع کیا اور مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے مسلمانو! اگر ہم حمص فتح نہیں کر سکے اور اہلِ حمص نے ہمارے لیے دروازے بند کر دیئے تو کیا ہوا؟ گذشتہ دن تمھیں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اس سے خوفزدہ کیوں ہوتے ہو؟ اللہ عزوجل بہت جلد تمھیں عافیت وسلامتی عطا فرمائے گا۔ وہ روم کے بادشاہ کے خلاف ضرور تمھاری مدد فرمائے گا اور ان کے قلعوں کی فتح سے تمھیں سرفراز فرمائے گا۔ اللہ عزوجل تمھارے حالات سے خوب واقف ہے یہ سستی اور غفلت چھوڑ دو اور دشمن کا بہادری سے مقابلہ کرو۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے امیر لشکر کی بات سن کر کہا: اے امیر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ! ہمارا دشمن بہت بہادر ہے، وہ نہ تو غفلت اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی کوئی موقع ہاتھ سے جانے دیتے ہیں۔ آپ ان کی بہادری اور جنگی مہارت اچھی طرح ملاحظہ کر چکے ہیں۔ وہ انجام کی پرواہ کیے بغیر بے خوف وخطر میدانِ جنگ میں کود پڑتے ہیں، ان کا توڑ ذرا مشکل معلوم ہو رہا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ طلب کرتے ہوئے پوچھا: تو پھر تمھاری رائے کے مطابق ہمیں کیا کرنا چاہئے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ ہمارے اونٹ اور خچر یہیں رہیں تاکہ قومِ حمص انھیں دیکھ سکے جبکہ ہم ان کے شہر سے ذرا دور چلے جاتے ہیں، گھوڑے ہمارے ساتھ ہی ہوں گے۔ جب اہل حمص اپنے شہروں سے نکل کر ہمارا پیچھے کرتے ہوئے شہر سے دور نکل آئیں گے اور ہمارے قریب پہنچ جائیں گے تو ہم سب مل کر اچانک ان پر حملہ کر دیں گے۔ ہم ان پر اس طرح تلوار زنی کریں گے کہ شہر سے بُعدِ مسافت کی وجہ سے ان کی کمریں توڑ کر رکھ دیں گے۔

یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسلیمان! اللہ عزوجل تیری حفاظت فرمائے! تو نے تو بہت مفید مشورہ دیا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسلمانوں نے اہل حمص کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے جلدی سے شہر سے دور نکلنا شروع کر دیا اور اپنے اونٹ اور خچر وغیرہ وہیں چھوڑ دیئے۔

مسلمانوں کی حکمت عملی

جب دن خوب روشن ہو گیا اور سورج بھی چڑھ آیا تو حمص کے دروازے کھولے گئے اور رومی فوج تمام دروازوں سے نکلنا شروع ہوئی۔ ان کے جوان جوشِ انتقام لیے مسلمانوں کی جانب بڑھنے لگے۔ مسلمانوں نے ظاہراً جنگ سے برأت ظاہر کی اور ان کو یہ محسوس کرایا کہ وہ جنگ سے عاجز آ چکے ہیں اس لیے خوف و ہراس میں مبتلا ہو کر پیچھے ہٹنے لگے۔

رومی فوجی مسلسل مسلمانوں کے تعاقب میں آگے بڑھتے رہے اور مسلمانوں نے میدان جنگ سے بظاہر راہ فرار اختیار کرنا شروع کر دی۔ یہی سلسلہ جاری تھا کہ چاشت کا وقت ہو گیا اور سورج کی شعاعیں زمین کے طول و عرض تک پہنچ گئیں اور میدان جنگ میں شدت پیدا ہونے لگی۔ رومیوں نے جب مسلمانوں کی کوتاہی اور ان کے خوف کو دیکھا تو اپنی سواریاں تیز دوڑانے لگے اور حملے کی غرض سے دھاوا بول دیا۔ مسلمان ظاہراً بزدلی اختیار کرتے ہوئے بھاگ گئے اور اپنی سواریاں اونٹ خچر اور دیگر ساز و سامان وہیں چھوڑ دیا۔

نوفل بن عامر بالاسناد سراقہ نخعی رحمۃ اللہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں: (سراقہ نخعی وہ ہیں جو حمص کی جنگ والے دن جنگ میں موجود تھے) سراقہ نخعی فرماتے ہیں جس وقت مسلمان سپاہی میدان جنگ سے ہزیمت کھا کر رومیوں کا مقابلہ کرنے سے بھاگ گئے تو سردار ہربیس پانچ ہزار پہلوان قسم کے فوجی لے کر تعاقب میں نکلا۔ کہتے ہیں: مسلمانوں نے چاہا کہ میدان جنگ چھوڑ کر زراعہ اور جوسیہ کے میدان میں چلے جائیں جو کہ حمص سے بہت دور ہیں۔

رومی سپاہیوں نے جب مسلمانوں کو بھاگتے دیکھا تو بعض رومیوں نے تو ان کا پیچھا کیا جبکہ بعض نے مسلمانوں کا چھوڑا ہوا مال لوٹنا شروع کر دیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

حمص میں ایک بوڑھا پادری رہتا تھا، رومیوں کے ہاں اسے خاص مقام حاصل تھا کیونکہ عمر رسیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ جنگی تجربات اور حیلہ و فریب بھی خوب جانتا تھا۔ اس کا شمار علماءِ روم میں ہوتا تھا۔ تورات، انجیل، زبور اور حضرت شیث و ابراہیم علیہم السلام کے صحائف کا مطالعہ بھی کر چکا تھا۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ماننے والے پادریوں کی صحبت بھی اس نے پائی تھی۔ اس نے جب مسلمانوں کے لشکر کو راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے اور ہربیس کو ان کا تعاقب کرتے ہوئے دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ رومی فوجی مسلمانوں کا چھوڑا ہوا مال لوٹ رہے ہیں تو وہ چیخنے لگا اور زور زور سے آوازیں دینے لگا کہ "مسیح کی قسم اہلِ عرب تم لوگوں کے ساتھ مکر و فریب کر رہے ہیں، واپس لوٹو اور شہر کی حفاظت کرو۔ مسیح کی قسم! اہلِ عرب کبھی بھی اپنی اولاد اور مال تمھارے سپرد نہیں کر سکتے اگرچہ ان کے آخری شخص کو بھی مار دیا جائے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

وہ پادری اسی طرح آوازیں لگا تار رہا اور اہلِ حمص مسلمانوں کا مال لوٹتے رہے اور ہربیس مسلمانوں کا تعاقب کرتے ہوئے مسلسل آگے نکلتا جا رہا تھا یہاں تک کہ ہربیس کا لشکر شہرِ حمص سے بہت دور نکل گیا۔

مسلمانوں کا اچانک حملہ کرنا

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ ہربیس کا لشکر حمص سے کافی دور ہو چکا ہے تو بلند آواز سے فرمایا: ''پچھاڑ کر گرانے والے درندوں اور اچک لینے والے شکروں کی طرح ٹوٹ پڑو!'' امیرِ لشکر کا حکم سنتے ہی مسلمان متحد ہو کر واپس لوٹے اور اہلِ حمص پر حملہ کر دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سردار ہربیس اور اس کے سپاہیوں کو چاروں طرف سے اس طرح گھیر لیا، گویا کہ دائرہ کی شکل اختیار ہو گئی یا مسلمانوں کا دائرہ اس طرح تھا جس طرح آنکھ میں سیاہ حلقہ اور رومیوں کی حالت اس سیاہ حلقے میں سفید نشان کی طرح تھی الغرض و مختصر کہ رومی فوج اطراف سے گھر چکی تھی۔ نوچ ڈالنے والے عقابوں کی طرح مسلمان، موت بن کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے۔ تلواروں سے ان کے سر تن سے جدا ہونے لگے اور مسلمانوں نے دائیں بائیں لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے یہاں تک کہ اکثر رومی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

عطیہ بن فہر زبیدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رومیوں نے ہمارے اچانک حملہ کرنے کو دیکھا تو وہ بھی مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور ہم پر حملہ آور ہوئے۔ جنگ کا میدان جب خوب بھڑک اٹھا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومی لشکر کے درمیان جا پہنچے۔ آپ زرد رنگ کے گھوڑے پر سوار تھے اور فتح بعلبک کے روز والئی بعلبک نے جو زرہ آپ کو ہدیۃً دی تھی، وہ آپ نے پہنی ہوئی تھی۔ اس زرہ پر لوہے اور قیمتی تاروں سے کشیدہ کاری کی ہوئی تھی۔ اس دن آپ نے سرخ عمامہ شریف پہن رکھا تھا اور یہی عمامہ آپ جنگوں میں پہنا کرتے تھے۔

جوشیلے شیر کی طرح زوردار آواز لگائی اور اپنی تلوار میان سے نکال کر ہوا میں بلند کی جس سے چنگاریوں کی سی چمک پیدا ہوئی۔ آپ نے بلند آواز میں کہا: اللہ عزوجل رحم فرمائے اس شخص پر جس نے جنگ میں اپنی تلوار سونتی اور قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کو واصلِ جہنم کیا۔

یہ سن کر مسلمانوں نے اپنی تلواریں سونتیں اور رومیوں پر زوردار حملہ کیا۔ ادھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے آواز لگائی ''اے مردانِ عرب! اپنے حریموں، مال و اسباب اور دین کی خاطر دشمن سے لڑو، اللہ عزوجل تمھارے حالات سے پوری طرح باخبر ہے اور وہ دشمن کے خلاف ضرور تمھاری مدد فرمائے گا۔''

راوی کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ پانچ سو شہسواروں کا دستہ لے کر اپنے مال و اسباب جو حمص کے قریب چھوڑ آئے تھے، اس کی طرف متوجہ ہوئے اور رومیوں پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے۔ مال و اسباب جمع کرنے والے رومیوں کو اس حملے کا خیال بھی نہیں تھا کہ اچانک ان کے ساتھ کیا ہو گا؟ پورا رومی لشکر غارت گری میں مبتلا ہو گیا۔ وہ تو

مال واسباب جمع کرنے میں غرق تھے کہ اچانک نیزوں کی نوکوں نے انھیں اُچک لیا۔ ہر طرف سے نیزوں کی بارش آگ بن کر برس پڑی۔

دونوں لشکر اسی طرح جنگ وجدال میں مستغرق تھے کہ کسی آواز دینے والے نے کہا: ''اے مردانِ عرب! شہر حمص کے دروازوں پر پہنچو تاکہ کوئی رومی اپنی اولاد تک شہر میں نہ پہنچ سکے۔''

یہ سنتے ہی مسلمان شہر حمص کے دروازوں تک پہنچے جبکہ رومی فوجی ابھی تک غارت گری میں مبتلا تھے۔ رومیوں نے جب دیکھا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنے شہسواروں کے ساتھ شہر کے دروازوں پر پہنچ چکے تو وہ مال واسباب کو چھوڑ کر ان پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے بعض تو بھاگ گئے اور بعض قتل ہوگئے۔

صہیب بن سیف فزاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پانچ ہزار رومی لشکر میں سے ایک ہزار آدمی ہی بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہوئے تھے مگر ان میں سے بھی سو رومی ایسے بچے جنھوں نے نجات حاصل کرنے کے لیے شہر کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور دروازے پر ہی ان کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ یہ ان پر بہت بڑی مصیبت تھی کیونکہ ان کے اہل وعیال وغیرہ وہاں دروازے کے پاس کھڑے دیکھ رہے تھے۔

والیٔ حمص کی ہلاکت اور رومی فوج کی شکست

سعید بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں حمص کی جنگ میں حاضر تھا، میں رومی مقتولوں کی تعداد گننے کے لیے بھاگ دوڑ کرتا رہا۔ میری گنتی کے مطابق پانچ سے چھ ہزار مقتول تھے جبکہ قیدی اور زخمی ان کے علاوہ تھے۔ گنتی کرنے کے بعد مَیں امیرِ لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

اے ہمارے امیر! میں نے رومیوں کی گنتی کی ہے۔ زخمیوں اور قیدیوں کے علاوہ پانچ چھ ہزار رومی ایسے ہیں جو واصلِ جہنم ہوئے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: سعید بن زید! تو نے تو بہت ہی اچھی خبر سنائی ہے، تو کیا تو نے والیٔ حمص سردار ہربیس کو بھی کہیں دیکھا ہے؟ مقتولوں میں، زخمیوں میں یا قیدیوں میں۔

سعید بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اگر وہ قتل ہو چکا ہے تو پھر میرے سوا اسے کسی نے قتل نہیں کیا ہوگا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: تم کس طرح یقین سے کہہ سکتے ہو کہ وہ تمھارے ہی ہاتھوں سے قتل ہوا ہے؟

سعید بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی: اے امیر! میں نے ایک دراز قد آدمی دیکھا جو گھوڑے پر سوار تھا، اس نے کشید کی ہوئی سرخ رنگ کی زرہ پہن رکھی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں چمکتی ہوئی دھاری دار تلوار تھی، الغرض فلاں فلاں صفات اس میں پائی جاتی تھیں اور وہ مست اونٹ کی طرح رومیوں کے وسط میں ٹہل رہا تھا، میں نے اچانک اس پر حملہ کرتے ہوئے یہ دعا مانگی:

''اے اللہ رب العزت! میں تیری قدرت کو اپنی قدرت پر اور تیرے غلبہ کو اپنے غلبہ پر مقدم کرتا ہوں۔
اے ہمارے پروردگار! سردار ہربیس کو میرے ہاتھوں سے قتل فرما تا کہ اس کا اجر مجھے مل سکے!''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا: کیا تو نے اس کا سامان (زرہ، تلوار وغیرہ) لے لیا ہے؟ عرض کی نہیں جناب! البتہ ایک علامت میں اس میں چھوڑ آیا ہوں کہ جس وقت میں نے حملہ کرنا چاہا تھا تو نشانہ بنا کر اس کے دل میں تیر پھینکا۔ وہ تاب نہ لاتے ہوئے جب گھوڑے کی پشت سے نیچے گرا تو اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ میں اس کے پاس پہنچا اور اپنی تلوار سے اس کی کوکھ پر وار کیا اور اپنا تیر اس کے دل میں پیوست کر کے چھوڑ آیا ہوں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مجاہدوں سے فرمایا: فلاں نشانیوں کے حامل شخص کے پاس جاؤ اور اس کا سامان اتار کر سعید بن زید رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دو۔ اللہ عزوجل تم سب پر رحم فرمائے۔ مجاہدین نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسی طرح کیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب جنگ کے شعلے ماند پڑ گئے تو مسلمانوں نے مال و اسباب، زرہیں اور اونٹ گھوڑے وغیرہ جمع کرنے شروع کر دیئے۔ جب سب کچھ اکٹھا کر لیا تو امیرِ لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس لا کر رکھ دیا۔ آپ نے کل مال میں سے بیت المال کے لیے پانچواں حصہ نکالا باقی مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جنگ کے بعد اہلِ حمص چیختے چلاتے روتے اور پیٹتے ہوئے کفار مقتولین کی طرف بھاگے اور پورے شہر میں آہ و واویلا شروع ہو گیا۔

حمص پر مسلمانوں کا قبضہ

حمص کے مشائخ اور رئیسوں نے مل کر فیصلہ کیا اور حمص کے پادریوں اور راہبوں سے کہا کہ وہ شہر حمص مسلمانوں کے سپرد کر دیں۔ ان کے علماءِ دین اور رئیس شہر سے نکل کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا شہر مسلمانوں کے سپرد کرنے اور ان کے ذمہ وامانت میں رہنے پر مسلمانوں کے ساتھ صلح کی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سے صلح کرتے ہوئے فرمایا: جب تک ہم ہرقل بادشاہ کے ساتھ کوئی نتیجہ نہیں دیکھ لیتے اس وقت تک میں تمہارے شہر میں داخل نہیں ہوں گا۔

اہلِ حمص نے تو مسلمانوں کو شہر میں قیام کرنے اور مال و اسباب پیش کرنے کی خواہش ظاہر کی مگر آپ نے انھیں ایسا کرنے سے منع فرما دیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ واقعہ یرموک سے فراغت تک کوئی بھی مسلمان حمص میں داخل نہیں

ہوگا تا کہ رومیوں کے دل میں مسلمانوں کا عدل وانصاف اور حسن اخلاق موجزن ہو جائے۔

جرید بن عرف بالا سناد نجار سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں، نجار شام کی فتوحات کے حالات سے اچھی طرح واقف تھے، فرماتے ہیں: ہربیس کی ہلاکت کے بعد جب اہلِ حمص نے مسلمانوں سے صلح کر لی تو اہل حمص نے اپنے مقتولوں کو دفن کرنا شروع کر دیا اور ہم اپنے شہید ہونے والے اصحابِ رسول ﷺ کی تکفین و تدفین میں مشغول ہو گئے۔

مسلمان شہداء کی تعداد دو سو پینتیس 235 تھی۔ تیس مجاہدین مکہ مکرمہ کے تھے، باقی سارے قبیلہ حمیر و ہمدان سے تعلق رکھتے تھے۔ اہل مکہ میں سے شہید ہونے والوں میں بالجملہ مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ عکرمہ بن ابی جہل، صابر بن جرئی، رئیس بن عقیل، مروان بن عامر، منہال بن عامر سلمی ابن عم عباس، جمع بن قدم، جابر بن خویلد ربعی رضی اللہ عنہم۔

یہ مسلمان مجاہدین جنگِ حمص میں شہید ہوئے اور بعض یمن و ہمدان میں بھی شہید ہوئے۔
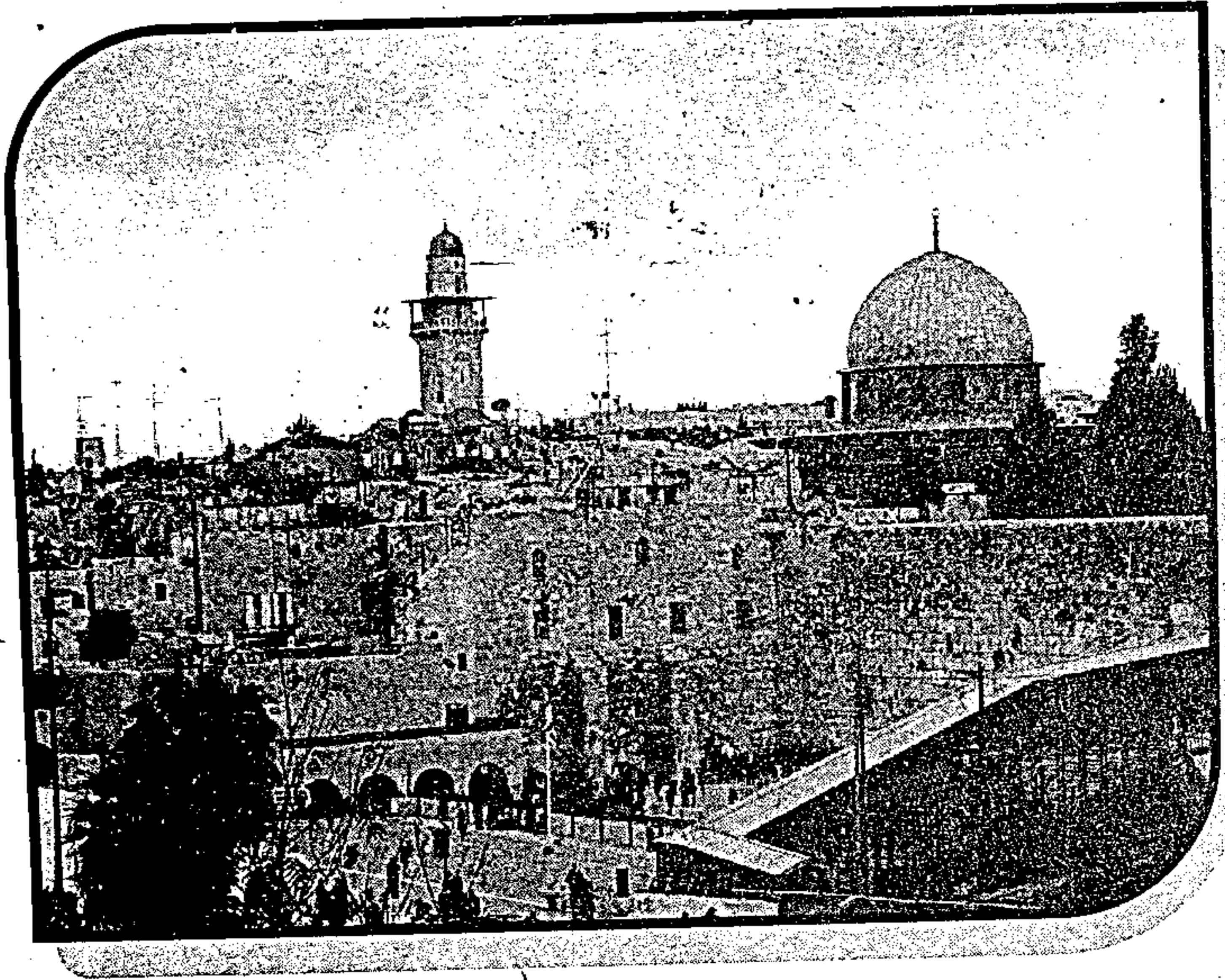
مسجد اقصیٰ کا ایک منظر
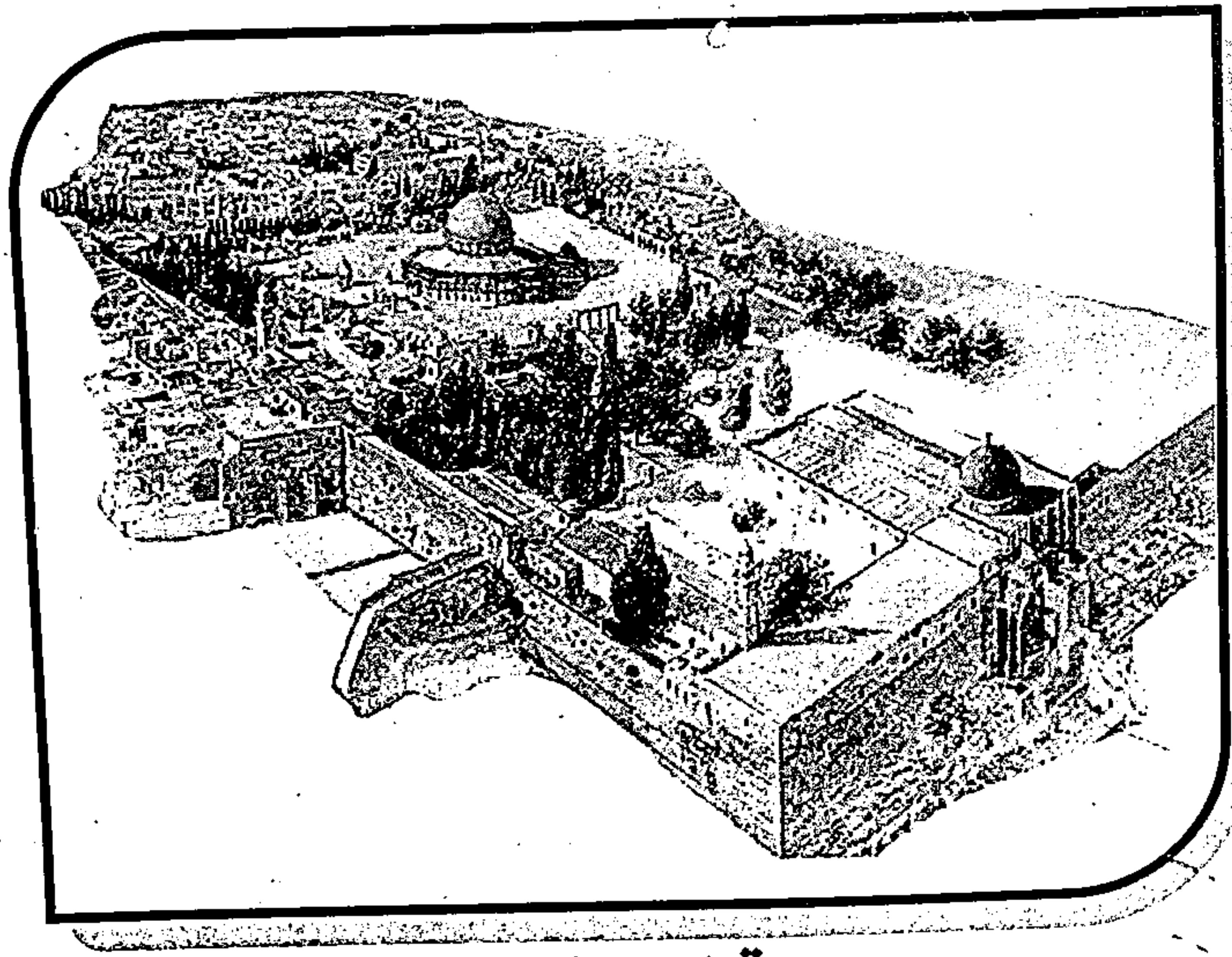
مسجد اقصیٰ کا فضائی منظر

فتوح الشام
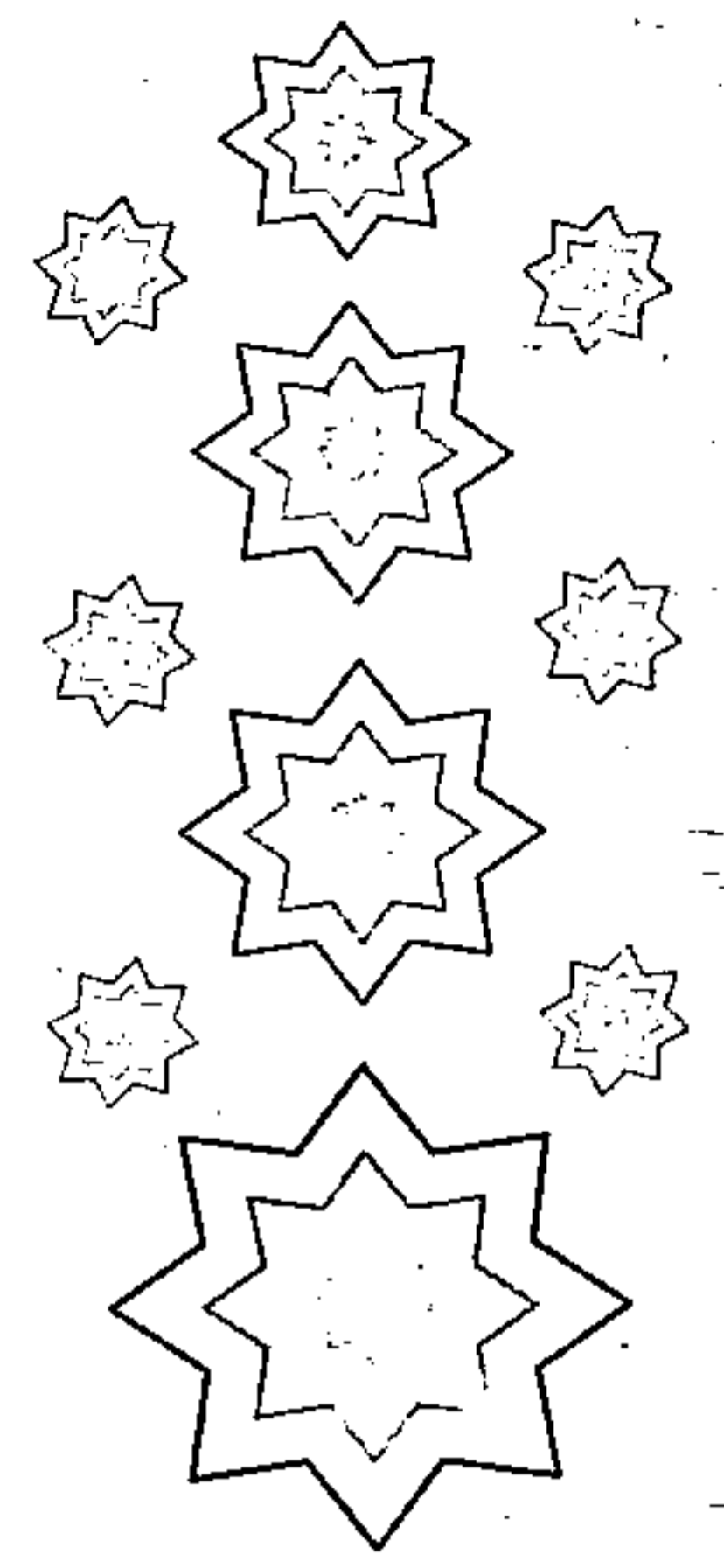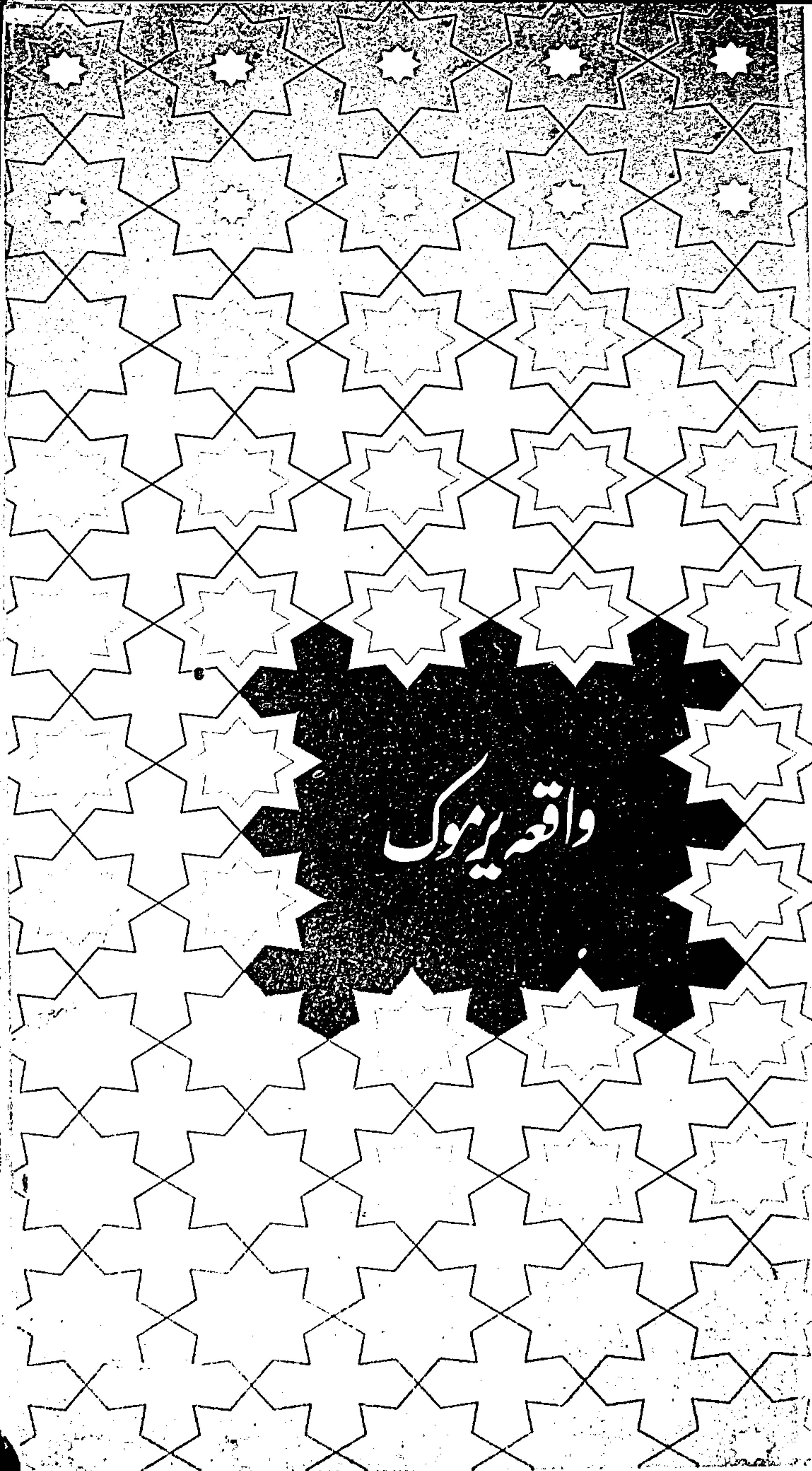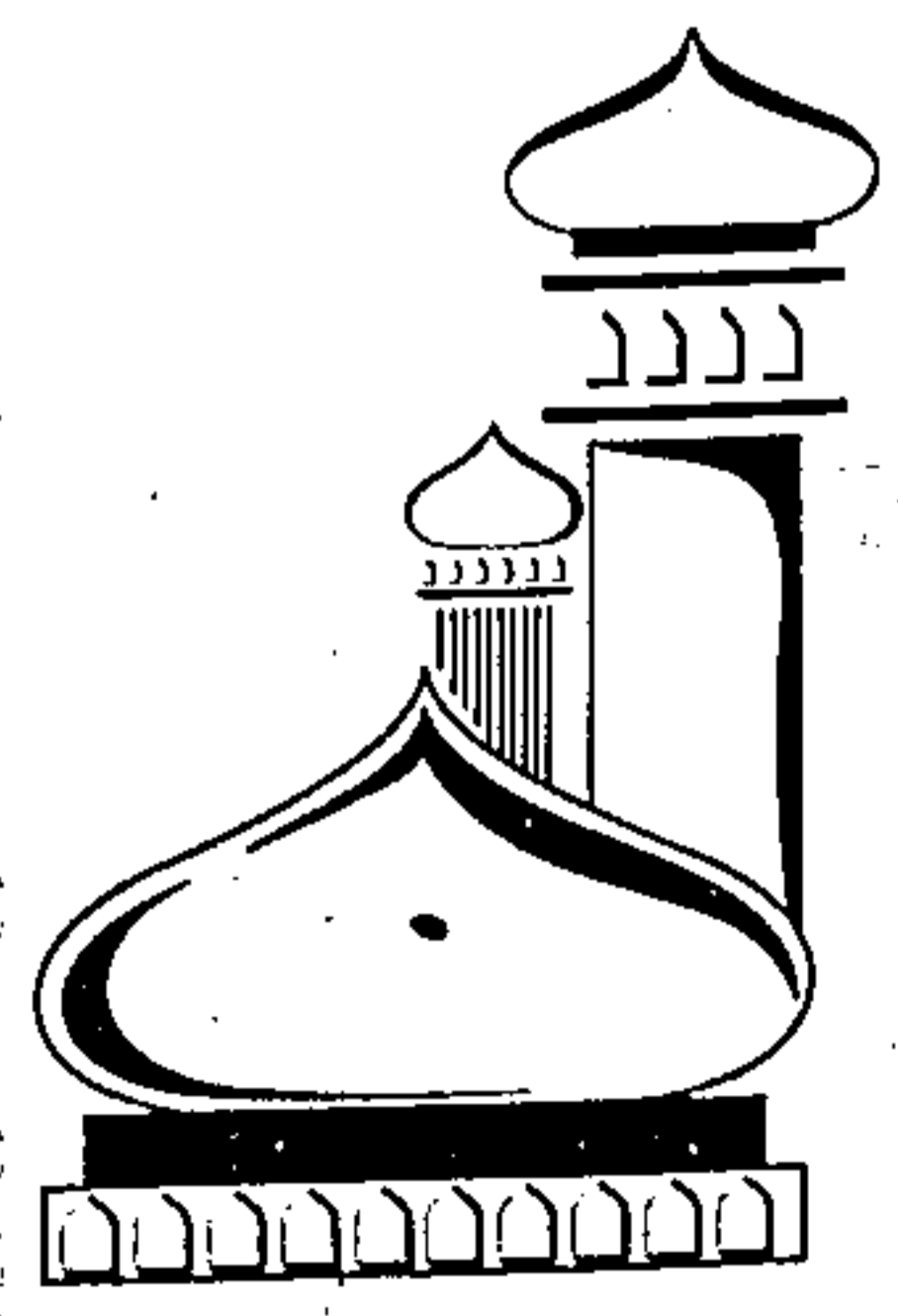
واقعہ یرموک

واقعہ یرموک

ہرقل کو مسلمانوں کی فتح کی خبر ملنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: رومی ہرقل بادشاہ کو مسلمانوں کے حمص، رستن اور شیرز کو فتح کرنے کی خبر مل چکی تھی اور اسے یہ بھی خبر مل چکی تھی کہ اس نے جو مال و دولت اور قیمتی سامان والئ حمص سردار ہربیس کے لیے بطور تحفہ بھیجا تھا وہ مسلمانوں نے چھین لیا ہے۔ ان واقعات کی خبر کے بعد بلادِ روم کے اطراف سے فوج و لشکر جمع ہونے کا انتظار کرنے لگا کیونکہ اس نے ہر صلیب بردار کے نام مسلمانوں کے خلاف مدد کے لیے خطوط جاری کر دیئے تھے چنانچہ چند ایام ہی گزر پائے تھے کہ ہرقل کے پاس اتنا بڑا لشکر جمع ہو گیا کہ اس کا ایک حصہ انطاکیہ جبکہ دوسرا حصہ رومتہ الکبریٰ تک پہنچ گیا تھا۔ ہرقل بادشاہ نے لشکر کی تقسیم اس طرح کی کہ لشکر کا کچھ حصہ شام کے ساحل، قیساریہ کی جانب روانہ کر دیا تا کہ وہ عکاء اور طبریہ کی نگہداشت کریں اور باقی حصہ بیت المقدس کی جانب روانہ کر دیا اور خود بادشاہ ارمن کے ماتحت آنے والی باہان ارمنی کی قوم کا انتظار کرنے لگا، ارمن سے ایسا لشکر تیار ہو کر نمودار ہوا کہ بادشاہ ہرقل کے حکم سے کسی نے بھی ایسا لشکر تیار نہیں کیا تھا۔ چند ہی دنوں کے بعد والئ ارمن اپنے لشکر کو لے کر ہرقل کی سلطنت کے پاس جا پہنچا۔ قریب پہنچ کر ارمنی بادشاہ اپنی قوم سمیت تکریمِ ہرقل کی خاطر سواریوں سے اتر کر پیدل ہو گیا۔ جب وہ ہرقل سے ملے تو پہلے تو اس کے سامنے کچھ کفریہ کلمات کہے پھر مسلمانوں کے فتح یاب ہونے پر انھیں جو صدمہ لاحق ہوا تھا، اس پر اونچی آواز میں گریہ زاری کرنے لگے۔ ہرقل نے انھیں اس طرح گریہ زاری کرنے سے منع کیا اور کہا:

ہرقل کا اپنی قوم سے خطاب

''اے دین یہودیت کے ماننے والو اور اے بنی ماءِ معمودیہ! میں نے تو تمھیں ان عربوں کے مقابل آنے سے ڈرایا بھی تھا مگر تم لوگوں نے میری بات کو پس پشت ڈال کر میری ایک نہ مانی۔ مسیح انجیل صحیح، قربان اور ہمارے مقتولوں کی قسم! میں ان عربوں کو اپنی سلطنت کے ماتحت مملوک بنا کر رکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تم رو رہے ہو حالانکہ اس طرح رونا دھونا اور بزدلی دکھانا تو عورتوں کا کام ہوتا ہے، مرد بنو! میں نے تمھارے ساتھ مل کر ایسا لشکر تیار کر لیا ہے جس کا پوری دنیا میں کوئی بادشاہ بھی مقابلہ نہیں کر سکتا، میں نے اپنے مال اور

جوانوں کی قربانیاں پیش کی ہیں تاکہ تمھاری جانوں، تمھارے دین کو اور تمھاری خواتین کو تحفظ دے کر تم سے دشمنوں کو دور کروں۔ تم لوگ مسیح علیہ السلام کے حضور اپنے گناہوں سے رجوع کرو، اپنی رعایا سے نرمی اختیار کرو اور انھیں ظلم و جبر کا نشانہ نہ بناؤ۔

جنگ میں تمھیں شکست ہو یا فتح ہر حال میں تم پر صبر کرنا لازم ہے۔ آپس میں حسد چھوڑ دو اور خود پسندی اور حسد سے ڈرو، کیونکہ یہ بیماریاں جس قوم میں سرایت کر جائیں ان پر رسوائی کا نزول ہونے لگتا ہے۔ اس کے بعد اب میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں اور اس کا جواب بھی تم ہی لوگوں سے لینا چاہتا ہوں۔''

رومی عظماء اور سرداروں نے کہا: کیوں نہیں! آپ جو سوال کرنا چاہتے ہیں، کیجیے۔

ہرقل نے کہا: آج تو تم لوگ تعداد اور سامانِ حرب کے اعتبار سے عربوں پر فوقیت رکھتے ہو، تمھارا لشکر تمھارے خیمے اور قوت و طاقت ان سے کہیں زیادہ ہے، پھر یہ رسوائی و ناکامی کیوں؟

وہ وقت یاد کرو جب فارس، ترک اور جرامقہ کے والیانِ سلطنت تمھاری طاقت کے سامنے لرز اٹھتے تھے اور تمھاری جنگی مہارت اور قوت و شدت سے کس قدر خوفزدہ تھے اور اب حال یہ ہے کہ وہ عرب لوگ بار بار تم پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور تم لوگ سر جھکائے واپس لوٹتے ہو؟ اب وہ عرب تم پر غالب آ چکے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو پیدائشی طور پر کمزور ہوا کرتے تھے ان کے جسم ننگے اور بھوکے پیٹ ہوتے تھے، نہ تو ان کے پاس لاؤ لشکر تھا نہ ہی اسلحہ، اب حالت یہ ہے کہ وہ بصرہ، حوران، اجنادین، دمشق، بعلبک اور حمص کے علاقوں میں تم پر غلبہ پا چکے ہیں۔

ایک پادری کا جواب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہرقل کی بات سن کر دوسرے بادشاہ اس کا جواب دینے سے عاجز آ گئے اور خاموش ہو گئے۔ انہی کے اندر ایک بوڑھا پادری موجود تھا جو دین یہودیت کا بہت بڑا عالم تھا، کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

اے بادشاہ! کیا آپ کو معلوم ہے عربوں نے ہم پر غلبہ پاتے ہوئے فتح کس طرح حاصل کی؟

بادشاہ نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: مسیح علیہ السلام کی قسم! میں کچھ نہیں جانتا۔ پھر وہ پادری بولا: اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری قوم نے اپنا دین و ملت بدل ڈالا ہے، حضرت مسیح کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر اس کے منکر ہو چکے ہیں، آپس میں ظلم و جبر شروع کر دیا ہے۔ ان میں کوئی ایسی مذہبی جماعت نہیں ہے جو ''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا فریضہ سرانجام دے، عدل و انصاف کا نشان تک نہیں ملتا، احسان ختم ہو چکا ہے، فرمانبرداری والے امور ترک کر چکے ہیں، نمازوں کے اوقات لھو و لعب میں ضائع کرتے ہیں، سود خوری عام ہے، زنا کا ارتکاب کرتے ہیں اور دیکھیں کہ سرکشی اور بدکاری کس قدر ان میں پھیل چکی ہے۔

جبکہ دوسری طرف وہ عرب لوگ ہیں، ان کا حال یہ ہے کہ اپنے رب کی فرمانبرداری کرنے اور اپنے دین کی پیروی کرنے، نبی پر درود بھیجنے میں ذرا بھر سستی سے کام نہیں لیتے، ظلم و سرکشی اور باہمی تکبر کا ان میں نام و نشان بھی نہیں ہے، ان کا شعار صدق اور مشغلہ عبادت ہے۔ اگر ہم پر حملہ آور ہوں تو فتح حاصل کیے بغیر واپس نہیں لوٹتے اور اگر ہم ان پر حملہ کریں تو بزدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے راہِ فرار اختیار نہیں کرتے، کیونکہ ان کو یقین ہے کہ یہ دنیا، دارِ فنا ہے اور آخرت ہی دارِ بقاء ہے!

ہرقل کا پادری سے اتفاق کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: پادری کی گفتگو سن کر ہرقل بادشاہ اور پوری قوم بول اٹھی:

مسیح کی قسم! آپ نے بالکل بجا فرمایا، انہی بدعنوانیوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے اہلِ عرب ہم پر غالب آ گئے اور فتح یاب ہو رہے ہیں۔ اگر ہماری قوم کا یہی حال رہا جو آپ نے بیان کیا ہے، تو پھر ہم کبھی بھی فتح یاب نہیں ہو سکتے اور ایک دن خود بھی مغلوب ہو کر رہ جائیں گے۔

ہرقل بادشاہ نے ناامیدی اور مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اگر ایسی بات ہے تو پھر میں بادشاہت کو ٹھکراتا ہوں اور مختلف علاقوں سے آئے ہوئے لشکروں کو ان کے شہروں میں واپس بھیجتا ہوں، میں اپنے مال و دولت اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ مقام سوریہ کی طرف جا رہا ہوں پھر وہاں سے استنبول یعنی قسطنطنیہ کی طرف کوچ کرونگا ایسا کرنے سے ہوسکتا ہے میں عربوں سے امن پا لوں!

قوم نے جس وقت بادشاہ ہرقل کی مایوسی دیکھی تو صف در صف دست بستہ کھڑے ہو کر عرض گزار ہوئے: اے بادشاہِ مکرم! ایسا ہرگز نہ کیجیے، دینِ مسیح کو ذلیل مت کیجیے، اگر آپ ہمیں اس حالت میں چھوڑ کر چلے گئے اور گوشہ نشینی اختیار کر بیٹھے، جبکہ اہلِ عرب ہمارے مقابلے میں جمع ہو چکے ہیں، تو بروز قیامت آپ سے اس بات کا مطالبہ کیا جائے گا کہ دینِ مسیح کو کیوں ذلت کے گڑھے میں ڈال دیا تھا؟ اور اس دن ہمارے بادشاہ آپ کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر سوال کریں گے پھر آپ کو ان کے سامنے ندامت سے سر جھکانا پڑے گا۔ ایسا کرنے سے تو ہمارا دشمن بھی ہمیں حقیر سمجھے گا۔

اگر آپ ملکِ شام کو چھوڑ کر کہیں اور نکل گئے تو عرب لوگ ہم پر غلبہ پالیں گے حالانکہ ہم تو ایسی کثیر جماعت تیار کر چکے ہیں کہ دنیا میں کسی بادشاہ کے پاس اتنی بڑی جماعت نہیں ہوگی۔ آپ حکم دیں تو عربوں کا مقابلہ کریں گے اور ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کریں گے۔ ہمیں یقین ہے کہ مسیح ضرور ہماری مدد فرمائیں گے۔ اے بادشاہ سلامت! آپ ہمت کرتے ہوئے عزم کیجیے اور جسے چاہیں ہم میں سے آگے کر دیں، آپ ہمیں حکم دیں ہم عربوں کا مقابلہ کرنے کے لیے

میدانِ جنگ میں کود پڑیں گے......!

رومی لشکر کی تیاری اور روانگی

ہرقل بادشاہ قوم کی یہ باتیں سن کر اور جرأت مندی دیکھ کر بہت خوش ہوا اور پانچ رومی بادشاہوں کی قیادت میں لشکر روانہ کرنے کا اعتماد ظاہر کیا۔ اس کے بعد پانچ بادشاہوں کی زیر کمان لشکر کو یوں ترتیب دیا:

سب سے پہلے سنہری تاروں سے بُنا ہوا ریشمی کپڑے کا جھنڈا لیا جس پر جواہرات سے صلیب کا نشان بنا ہوا تھا۔ ہرقل نے یہ جھنڈا روس کے بادشاہ ''قناطیر'' کے سپرد کیا اور صقالیہ وغیرہ کے ایک لاکھ شہسوار اس کے ماتحت کیے۔ اس کے بعد ہرقل نے قناطیر کو شاہی پہناوا دیا اور اس کے سر پر تاج پہنایا اور کمر بند باندھا۔ یہ لباس بادشاہوں کے لیے خاص ہوا کرتا تھا تاکہ اس کی شخصیت میں رعب پیدا ہو۔

دوسرے نمبر پر سفید ریشم کا جھنڈا لیا جس پر سنہرے سورج کی طرح کے نشان لگے ہوئے تھے اور اس کی طرف سفید زبرجد کے موتیوں سے صلیب بنی ہوئی تھی۔ یہ جھنڈا عموریہ اور ملوریہ کے سردار ''جرجیر'' کے سپرد کیا۔ اس کے بعد ہرقل نے اسے بھی جنگی بادشاہی پہناوا دیا اور اس کے سر پر بادشاہی تاج رکھا۔ روم وفرادنہ کے ایک لاکھ شہسوار اس کی زیر قیادت مقرر کیے۔

تیسرے نمبر پر ایک رنگ دار کپڑے کا جھنڈا لیا جس پر سونے کی تاروں سے صلیب کا نشان بنا ہوا تھا، قسطنطنیہ کے گورنر جنرل ''دیرجان'' کے سپرد کیا اور مغلیط، افرنج اور قلن کے ایک لاکھ شہسوار اس کی قیادت میں دیئے۔ اس کے بعد ہرقل نے دوسرے بادشاہوں کی طرح اسے بھی بادشاہی پہناوا دیا اس کے سر پر تاج پہنایا اور کمر بند باندھا۔

چوتھے نمبر پر قیمتی موتی اور جواہرات سے مرصع کیا ہوا ایک جھنڈا لیا، جس کے چاروں طرف سونے کی باریک تاروں سے بارڈر بُنا گیا تھا اور اس پر سرخ یاقوت کی صلیب بنی ہوئی تھی۔ یہ ارمنی بادشاہ ''باھان''[1] کے سپرد کیا۔ یہ بادشاہ ہرقل کو بہت عزیز تھا، ہرقل اس سے بے پناہ محبت وعقیدت رکھتا تھا کیونکہ یہ جرأت و بہادری اور جنگی مہارتوں کا پیکر تھا۔ اس نے فارس وترکی کے ساتھ جنگیں کیں اور انہیں کئی مرتبہ شکست دی۔

ہرقل بادشاہ نے جس وقت جھنڈا اس کے سپرد کیا تو اپنا شاہی لباس اسے پہنایا، اسکے سر پر تاج سجایا اور کمر بند باندھا۔ اس کے بعد باہان کو وہ ہار پہنایا جو بڑے بڑے بادشاہ ہی پہنا کرتے تھے۔ اسکے بعد ہرقل نے باہان سے کہا کہ میں تمھیں اس تمام لشکر کا کمانڈر مقرر کرتا ہوں، تیرے حکم کے آگے کسی کا حکم نہیں چلے گا۔ جیسا تو کہے گا ویسا ہی سب کریں گے۔

---

[1] ایک نسخہ کے مطابق ارمنی بادشاہ کا نام ''ماھان'' ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

ہرقل بادشاہ کا رومی کمانڈروں سے خطاب

پھر قناطیر، جرجیر، دیرجان اور قورین جو لشکروں کے کمانڈر مقرر ہو چکے تھے، ان سے مخاطب ہو کر کہا: تمھارے سب کے صلیب باہان کے زیر قیادت ہوں گے، تمھیں کوئی معاملہ درپیش ہو، باہان کے مشورہ اور اسکی رائے کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھا سکو گے۔ سو اس کی قیادت میں نکلو اور عربوں کو جہاں کہیں بھی ہوں، کھوج نکالو اور ایک بات یاد رکھو کہ آپس میں متحد رہنا، بھاگ کھڑے ہونے کا خیال بھی ذہنوں سے نکال دو۔ جاؤ اپنے دین اور شریعتِ مستقیم کی خاطر دشمن سے لڑو۔

الوداعی خطبہ دینے کے بعد اس نے لشکروں کو روانہ کرتے ہوئے کہا کہ تم چار علیحدہ علیحدہ راستوں سے نکلو کیونکہ ایک ساتھ ہو کر جانے سے راستہ تنگ پڑ جائے گا اور دیکھنے والے اہلِ زمین تمھارا لاؤ لشکر دیکھ کر ہلاک ہی نہ ہو جائیں۔

اس کے بعد پانچویں نمبر پر ہرقل بادشاہ نے جبلہ بن ایہم غسانی کو پہناوا دیا اور غسان، لخم اور جذام کے نصرانی عرب اس کی زیر قیادت مقرر کیے اور اس سے کہا کہ تم حالات و واقعات کی خبر لینے کے لیے آگے آگے (فرنٹ پر) رہو گے۔ کیونکہ ہر شے اپنی جنس سے ہلاک ہوتی ہے جیسے کہ لوہا، اپنی جنس لوہے سے کٹتا ہے۔ [1] یہ سب کچھ کرنے کے بعد ہرقل نے پانچوں مقرر شدہ کمانڈروں کو حکم دیا کہ وہ ماء معمودیہ میں نہائیں اور ان پر اپنی کتاب کی تلاوت کریں اور اس کے بعد ان پر نماز جنازہ ادا کریں۔

رومی لشکر کی تعداد

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد ہشام بن عمرو بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو شام کی فتوحات میں شامل رہے تھے، آپ فرماتے ہیں: ہرقل بادشاہ نے یرموک کی طرف مسلمانوں کے مقابلے کے لیے جو جنگی لشکر بھیجا تھا، اس کی تعداد چھ لاکھ تھی۔ یہ تمام شہسوار اہلِ کفر سے تھے جو صلیب کو مقدس جانتے تھے اور اس کے پجاری تھے۔

یونس بن عبدالاعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہرقل نے یرموک کی طرف جو لشکر بھیجا تھا، قوم انطاکیہ کے علاوہ اس کی تعداد سات لاکھ تھی۔

راشد بن سعید حمیری رضی اللہ عنہ جو شروع سے لے کر آخر تک معرکہ یرموک میں شامل رہے، فرماتے ہیں: جس وقت رومی فوج کی آمد کے اثرات ہمیں معلوم ہوئے تو میں ایک اونچی جگہ چڑھ گیا تا کہ ان کے لاؤ لشکر کی تعداد معلوم کر سکوں۔ میں نے دیکھا کہ خاص قسم کے نشانات اور صلیبیں لیے ہماری جانب بڑھ رہے ہیں۔ میں نے نشانات شمار کیے تو وہ بیس نشانات تھے۔ جب روم کے لشکر نے یرموک کے پاس پڑاؤ ڈالا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے گورنر، روماس کو رومی

---

[1] کہنے کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ تم عربی لوگ ہو اور لشکر اسلام بھی عربی لوگ ہیں تو ان کے حالات سے مطلع ہونا تمھارے لیے آسان ہوگا۔ (مترجم عفی عنہ)

قوم کی تعداد معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ روماس فوراً اٹھے اور چلے گئے اس کے بعد ایک دن اور ایک رات غائب رہے۔ جب ایک دن ایک رات کے بعد واپس لوٹے تو ہم ان کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''بتاؤ کیا خبر ہے؟''

وہ بولے: امیر صاحب! میں نے رومی قوم کو باتیں کرتے ہوئے سنا ہے کہ ان کی تعداد دس لاکھ ہے، اب میں نہیں جانتا کہ انھوں نے یہ جو تعداد بیان کی ہے وہ جاسوسوں کو سنانے کے لیے تھی یا واقعتاً اتنی ہی تعداد ہے۔ بہرحال میں یہی خبر معلوم کر سکا ہوں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بتاؤ ان کے ایک خاص نشان کے نیچے کتنے سپاہی ہوتے ہیں؟ روماس نے جواب دیا: میرے تجربے کے مطابق ہر نشان کے تحت پچاس ہزار فوج ہوتی ہے۔ [1]

روماس کی خبر سن کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے فرمایا: انھیں ان کی کثرت تعداد کے باوجود ہماری فتح و کامیابی کی خوشخبری دے دو۔ پھر آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾

''بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔'' [2]

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہرقل بادشاہ نے جس وقت ارمن کے گورنر جنرل کو قلاوہ پہنایا تو اس کے بعد اس کی زیر قیادت سارے لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد بادشاہ ہرقل اپنی سواری پر سوار ہوا، اسے دیکھتے ہی تمام لشکر بھی سوار ہو گیا۔ کوچ کرنے کے لیے خاص قسم کا باجا (سائرن) بجایا گیا۔ ہرقل بادشاہ فوج کے ساتھ ساتھ فارس کے دروازوں تک چلتا رہا اور مقرر شدہ بادشاہوں کو وصیتیں کرتا رہا۔ قناطیر، جرجیر، دیرجان اور قورین سے کہا کہ تم میں ہر ایک اپنا الگ الگ راستہ منتخب کر لے اور ہر بادشاہ کو اپنی فوج میں جو چاہے حکم نافذ کرنے کا اختیار ہے لیکن جب عربوں کے مقابل پہنچ چکو تو پھر تمھیں باہان کے زیر قیادت ہونا پڑے گا، اس کے آگے کسی کا حکم نہیں چلے گا، بلکہ ہر گورنر اسی کے زیر فرمان ہو گا۔ ایک بات اچھی طرح سمجھ لو کہ تمھارے اور مسلمانوں کے مابین یہ معرکہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ بدقسمتی سے اگر وہ عرب تم پر غالب آ گئے تو صرف تمھارے شہروں پر ہی قبضہ کرنے پر اکتفا نہیں کریں گے بلکہ تمھارے مال و دولت تو ضبط کریں گے ہی، اس کے ساتھ تم لوگ جہاں کہیں بھی ہو گے تمھیں کھوج نکالیں گے پھر تمھاری اولاد اور حریموں کو اپنا غلام بنا کر رکھیں گے۔

---

[1] راشد بن سعید رضی اللہ عنہ کے مطابق رومی لشکر بیس نشانوں کے تحت آ رہا تھا اور روماس کے مطابق ہر نشان کے تحت پچاس ہزار سپاہی ہوتے ہیں تو ان کی کل تعداد دس لاکھ ہو گئی۔ (مترجم عفی عنہ)

[2] پارہ 2، البقرہ 249، ترجمہ کنز الایمان

سو ہر قسم کی جنگی صعوبتیں برداشت کرنا اور اپنے دین و شریعت کی خاطر میدانِ جنگ میں کود پڑنا، اسی میں تم لوگوں کی فلاح ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب ہرقل بادشاہ اپنے لشکر کو روانہ کرنے کے لیے فارس کے دروازے تک پہنچا تو اس نے قناطیر کو لشکر کی قیادت دیتے ہوئے جبلہ اور لاذقیہ کے راستے سے روانہ کیا۔ جرجیر کو جادہ عظمیٰ کے راستے سے بھیجا۔ جادہ عظمیٰ عراق اور سومین کی سرزمین کا نام ہے۔ قورین کو حلب اور حماۃ کے راستے سے بھیجا اور دیرجان کو سرزمین عواصم کے راستے روانہ کیا۔ باہان اپنے لشکر کے ساتھ دوسری قوم کے پیچھے پیچھے تھا۔ راستوں کی نگرانی اور راستوں کو ہموار کرنے کے لیے ایک دستہ آگے بھیجا۔ یہ فوجی دستہ راستوں سے رکاوٹیں ہٹانے کا کام دے رہا تھا تاکہ لشکر کی پیش قدمی میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔
اس لشکر کا حال یہ تھا کہ جس شہر اور جس علاقے سے گزرتا تھا وہاں کے لوگ ان سے بہت تنگ ہوتے۔ کیونکہ رومی لشکر جہاں سے بھی گزرتا وہاں کے لوگوں سے سامان رسد اتنا مانگتا کہ وہاں کے لوگ تنگ پڑ جاتے اور ہاتھ اٹھا اٹھا کر بددعائیں کرتے اور چیخ چیخ کر کہتے کہ "خدا کرے تم جس طرح صحیح سالم جا رہے ہو، اس طرح واپس نہ لوٹ سکو۔"

جبلہ بن ایہم غسانی بطور مقدمۃ الجیش آگے آگے تھا اور اس کے ساتھ عربی نصرانی تھے جن کا تعلق غسان، لخم اور جزام کے قبائل سے تھا۔

مسلمانوں کو رومی لشکر کی اطلاع ملنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: باوثوق ذریعے سے مجھے خبر ملی ہے کہ جب ہرقل نے اپنا لشکر مسلمانوں سے جنگ کے لیے بھیج دیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے چند مددگار جاسوس اس لشکر میں شامل ہو گئے، ان جاسوسوں کے ساتھ معاہدہ ہو چکا تھا کہ وہ اہم واقعات سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو مطلع کرتے رہیں گے۔ لہٰذا انھوں نے پوری جنگی تفصیل معلوم کی کہ لشکر کی تعداد کتنی ہے؟ امیر کون کون مقرر ہوئے ہیں؟ پڑاؤ کہاں ڈالنا ہے، وغیرہ وغیرہ۔
رومی فوج جس وقت شیرز پہنچی تو جاسوس حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لشکر کی آمد سے مطلع کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کو تلاش کرتے ہوئے یہ جاسوس جب حمص پہنچے تو انھیں بتایا گیا کہ مسلمان تو یہاں سے کوچ کر چکے ہیں البتہ خراج اور جذیہ وصول کرنے کے لیے ان کے پاس اپنے نمائندے مقرر کر گئے ہیں جن کا تعلق بھی حمص کی اشرافیہ اور رئیس طبقے سے ہے۔
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے جاسوس تلاش کرتے کرتے آخرکار جابیہ کے مقام پر پہنچے، وہاں مسلمانوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ یہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور رومی لشکر کی آمد سے باخبر کیا اس کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد اور

کس مقام پر انھوں نے پڑاؤ ڈالنا ہے، سب تفصیلات بتائیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پر یہ خبر گراں گزری، سنتے ہی لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پکار اٹھے۔ مسلمانوں کی فکر کے خوف نے انھیں رات بھر سونے نہ دیا۔ اضطراب کی وجہ سے آنکھیں ایک لحہ بھی سکون کے لیے بند نہ ہوئیں۔

امیرِ لشکرِ اسلام کا خطاب

بہر حال دوسرے دن جب فجر کی اذان ہوگئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، نماز سے فراغت کے بعد آپ نے مسلمانوں کو قسم دی اور فرمایا جب تک میری بات غور سے سن نہ لو، اس وقت تک یہاں سے ہرگز مت اٹھنا! لہٰذا سنو اور کان کھول کر سنو! اس کے بعد خطیب کی حیثیت سے کھڑے ہوئے۔

اللہ عزوجل کی حمد وثنا بیان کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ صلوٰۃ وسلام پیش کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے رحمت کی پھر مسلمانوں کی مدد وفتح کے لیے دعا کرنے کے بعد فرمایا:

”اے مسلمانو! اللہ عزوجل کی رحمت تم پر نازل ہو، اللہ عزوجل نے دنیا وآخرت کی سرخروئی کے لیے تمھیں آزمائش میں ڈالا ہے تاکہ وہ تمھارا امتحان لے، کہ تم اس میں کس طرح کامیاب ہوتے ہو۔ اپنی قلیل جماعت دیکھ کر خوفزدہ نہ ہونا، اللہ عزوجل نے تمھارے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا فرمایا اور کتنے ہی مقامات پر تمھاری مدد کی۔ گوش گزار کر لو کہ یہ میرے مددگار اور جاسوس ہیں جو رومی لشکر کی خبریں لے کر آئے ہیں۔ انھوں نے بتایا ہے کہ رومی لشکر بڑے بڑے شہروں سے جمع ہو کر ہمارے مقابلے کے لیے آرہا ہے اور عنقریب وہ پہنچنے والا ہے، ان کے پاس ساز وسامان اور اسلحے کی فراوانی ہے۔ اس کے بعد آپ نے قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾

”چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔“ [1]

وہ اس وقت تو مختلف راستوں سے پیش قدمی کر رہے ہیں مگر جب تمھارے مقابلے میں جمع ہوں گے تو سرکش باشاہ ہرقل کے وعدے پر عمل کرتے ہوئے یکجا ہو کر رہیں گے۔ اپنا عقیدہ پختہ کرلو اور اچھی طرح جان لو کہ اللہ عزوجل ہمارے ساتھ ہے۔ اگرچہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن جسے اللہ عزوجل رسوا کرنا چاہے تو کثیر بھی کچھ نہیں کر سکتے۔ تم اگرچہ کم تعداد رکھتے ہو مگر اللہ عزوجل کی مدد ضرور پہنچے گی۔

ہمیں آئندہ کیا کرنا ہے، اس کے بارے میں مجھے اپنی اپنی آراء سے مطلع کرو تاکہ ایک قابل قبول لائحہ عمل تیار

[1] پارہ 28، الصف 8، ترجمہ کنزالایمان

کیا جا سکے۔

امیرِ لشکر کی فوجی افسروں سے مشاورت اور جنگی لائحہ عمل طے کرنا

اس کے بعد آپ نے رومی لشکر سے آئے ہوئے جاسوس سے فرمایا کہ کھڑے ہو کر مسلمانوں کو جو کچھ تم نے دیکھا ہے، بتاؤ۔ پھر ایک جاسوس کھڑا ہوا اور اس نے رومی لشکر کی آمد، اس کی تعداد اور اسلحہ نیز دیگر ساز و سامان کے بارے میں بتایا۔ سنتے ہی مسلمانوں کے دل دہل گئے۔ ان پر خوف و ہراس طاری ہو گیا۔ حسرت بھری نگاہوں سے سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا مگر کسی سے کوئی جواب نہ بن پایا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے تم لوگوں سے مشورہ طلب کیا ہے تو جواب دینے کی بجائے یہ خاموشی کیسی ہے؟ اللہ عزوجل تم پر رحمت فرمائے حوصلہ رکھو! اپنی اپنی آراء میرے سامنے پیش کرو تاکہ کوئی قدم اٹھایا جائے۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ﴾

"اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا پکا ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔" [1]

علامہ واقدی علیہ رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

ایک بزرگ صحابی کھڑے ہوئے جو پہلے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے تھے، عرض گزار ہوئے: اے امیرِ لشکر! آپ کو بڑی رفعت اور مرتبہ ملا ہے آپ کے بارے میں تو قرآن کریم کی ایک آیت بھی نازل ہوئی ہے اور آپ ہی وہ شخص ہیں جنھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کا امین قرار دیا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

((لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنٌ وَاَمِيْنُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ عَامِرُ بْنُ الْجَرَّاحِ))

"ہر امت کا امین ہوا کرتا ہے میری اس امت کا امین ابو عبیدہ عامر بن جراح ہے۔" [2]

صحابی نے عرض کی آپ کو یہ شرف حاصل ہے اور آپ ہی مسلمانوں کی بہتری کے لیے نئے اور اچھے اقدامات کر سکتے ہیں۔

---

[1] پارہ 4، آل عمران: 159، ترجمہ کنزالایمان

[2] صحیح بخاری: کتاب المغازی باب قصہ اہل نجران، حدیث نمبر 4121، صحیح مسلم: کتاب فضائل الصحابہ باب فضائل ابی عبیدہ بن الجراح، حدیث نمبر 2419، سنن ترمذی: کتاب المناقب عن رسول اللہ باب مناقب معاذ بن جبل و زید بن زید ثابت و ابی بن کعب و ابی عبیدہ بن الجراح، حدیث نمبر 3790، سنن ابن ماجہ: المقدمہ، باب فضل ابی عبیدہ بن الجراح، حدیث نمبر 136، سنن نسائی: حدیث نمبر 8242.

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ بات ٹھیک ہے مگر تم میرے ساتھ گفتگو کرو میں تمھارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں، تم اپنے مشورے سے مجھے نوازو، میں اپنا مشورہ پیش کروں گا۔ میں بھی تو تم ہی میں سے ایک آدمی ہوں۔ اس کے بعد اللہ عزوجل ہمارے کاموں میں بہتری کی طرف توفیق عطا فرمائے گا۔

ایک یمنی شخص کھڑا ہوا اور کہا: اے امیر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ! اگر ہم لوگوں سے اس معاملے میں مشورہ مطلوب ہے تو پھر ہم آپ کو یہاں سے کوچ کرنے اور وادی قُریٰ کے وسیع میدانوں میں پڑاؤ ڈالنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ ایسا کرنے سے ہم مدینہ منورہ کے قریب بھی ہو جائیں گے اور اس طرح امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدد بھی ضرورت پڑنے پر ہمیں ملتی رہے گی۔ اگر رومی فوج ہمارے پاؤں کے نشانوں پر چلتے ہوئے پاس آ پہنچے تو مدینہ کے قریب ہونے کی وجہ سے ہم ان پر حملہ کر دیں گے اس طرح بڑی آسانی سے ہم ان پر غلبہ پا سکیں گے!

صحابی کا مشورہ سننے کے بعد ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ بیٹھ جائیں آپ کی جو بھی رائے تھی، بیان کر دی۔ لیکن جس مقام پر ہمارا لشکر ہے، میں اس جگہ کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح کرنے سے ناراض ہوں گے اور مجھ سے پوچھ سکتے ہیں کہ "جن علاقوں کو اللہ عزوجل نے تیرے ہاتھوں سے فتح کیا دشمن کے خوف سے انھیں چھوڑ کر بھاگ آئے ہو، یہ تیری بزدلی ہے" لہٰذا میں اس جگہ کو کسی صورت میں بھی نہیں چھوڑوں گا۔ بہر حال تم اپنی آراء پیش کرو ہوسکتا ہے کوئی بہتر راستہ نکل آئے۔

حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کی تجویز

قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا: اے امیر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اگر ہم سرزمین شام کو چھوڑ کر حجاز کی طرف کوچ کرنے کا ارادہ کریں تو اللہ عزوجل ہمیں صحیح سلامت وہاں نہ پہنچائے! گویا ایسا کرنے پر اپنے خلاف دعا کی۔ پھر کہنے لگے کہ ملک شام میں ان بہتی نہروں، سرسبز کھیتی، انگور، سونا چاندی اور ریشم کے بہترین ملبوسات کو کس طرح چھوڑ سکتے ہیں، اور حجاز میں جا بسیں، جس کی زمین پتھریلی اور بنجر ہے اور قحط سالی کا علاقہ ہے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہاں کے بہترین کھانے چھوڑ کر ہم جو کی روٹی کھائیں اور بوسیدہ لباس پہنیں۔

لہٰذا ہم اس سرزمین کی عیش و عشرت چھوڑ کر کہیں نہیں جائیں گے۔ ذرا غور کرو! بالفرض اگر ہم رومی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تو جنت کا وعدہ بھی تو ہو چکا ہے اور وہاں تو ایسی نعمتیں ہیں کہ دنیا کی نعمتیں ان کے مشابہ بھی نہیں ہوسکتیں!

قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا قیس نے بالکل ٹھیک کہا ہے اور ان کی زبان سے حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلی۔ پھر آپ نے اپنے لشکر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: "اے گروہِ مسلم! کیا اب بھی

تم حجاز اور مدینہ کی طرف جانے کی خواہش رکھتے ہو اور ان رنگ برنگی نعمتوں، محلات، باغات، نہریں، قسم قسم کے کھانے اور سونے چاندی کے جواہرات کو چھوڑ دو گے؟ حالانکہ ان نعمتوں کے ساتھ آخرت میں بھی اللہ ﷻ کی طرف سے بہترین ضیافتوں کا وعدہ ہو چکا ہے۔

اے قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ! آپ نے بالکل درست کہا، ہمیں اس سرزمین کو کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے اب تو میرا ارادہ پختہ ہو چکا ہے کہ جب تک اللہ ﷻ کا حکم نہ ہو، ہم اس سرزمین کو ہرگز چھوڑنے والے نہیں۔ اللہ ﷻ ہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے!

قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی بات کی تصدیق کی اور کہا: اے امیرِ لشکر! آپ نے بالکل سچ فرمایا، اب اپنے لشکر کی مدد کیجیے اور اس جگہ کو کسی بھی صورت میں نہ چھوڑیئے اور اللہ ﷻ پر بھروسہ کیجیے۔ دشمنِ خدا سے ڈٹ کر مقابلہ کریں، اگر فتح یاب نہ ہو سکے اور شہید ہو گئے تو آخرت کا ثواب کہیں نہیں گیا وہ انشاء اللہ ﷻ مل کر رہے گا!

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کا بہت شکریہ اللہ ﷻ آپ پر فضل و کرم فرمائے اور ہم سب کی بخشش فرمائے، آپ کی رائے بہت اچھی رہی۔

اس کے بعد مسلمانوں نے اپنی آراء پیش کیں مگر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خاموشی سے بیٹھے سب کچھ سنتے رہے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے مشاورت

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو سلیمان! آپ تو بہت بہادر اور غضب کے شہسوار ہو اور قابلِ اعتماد صاحبِ رائے شمار ہوتے ہیں۔ قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے جو مشورہ دیا ہے اس کے بارے آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کا مشورہ اپنی جگہ درست ہے مگر میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ لیکن آپ بھی چونکہ اس کی تائید کر چکے ہیں، سو میں مسلمانوں کی مخالفت نہیں کرنا چاہتا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے لیکن اس کے باوجود اگر آپ کچھ بہتر سمجھتے ہیں تو بطور مشورہ ہمارے سامنے پیش کریں، ہو سکتا ہے ہم آپ کی رائے کے ساتھ اتفاق کر لیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر! میری ایک بات یاد رکھیے گا کہ اگر آپ اسی جگہ مقیم رہے اور کوچ نہ کیا تو اس طرح کرنے سے آپ اپنے خلاف ہی دشمن کی مدد کریں گے۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ یہ جگہ قیساریہ کے قریب ہے، جس میں باغی و سرکش ہرقل بادشاہ کا بیٹا قسطنطین، گورنر جنرل ہے۔ دوسری طرف اردن کا پورا علاقہ ہمارے خلاف ہے اور اس سے مل چکا ہے۔ اگر میری رائے مطلوب ہے تو میں یہی کہوں گا کہ ہمیں یہاں سے کوچ کرنا چاہئے اور یرموک کے علاقے کی طرف نکل جانا چاہئے اس طرح کرنے سے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدد بھی ضرورت

پڑنے پر ہمیں مل سکے گی اور اس طرح کرنے سے دشمنوں پر ہمیں فتح حاصل ہوگی۔ اس کے علاوہ یرموک کا علاقہ وسیع میدانوں پر مشتمل ہے جو ہمارے گھوڑوں کے دوڑنے کے لیے موزوں رہے گا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی رائے سے مسلمانوں کا اتفاق کرنا

جس وقت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنا مشورہ دے چکے تو اسے سن کر مسلمان کہنے لگے: اے امیرِ لشکر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بالکل درست فرما رہے ہیں۔ ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیرِ لشکر! ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ! خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کیجیے اور انھیں ''رمادہ'' کے متصل علاقے کی طرف روانہ کر دیجیے اس طرح ہمارے اور رومی لشکر کے درمیان اردن کا علاقہ حائل ہو جائے گا اور ہمیں پریشانی کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ ہمارے لشکر اور رومیوں کے درمیان گھنے درخت اور خطرناک پتھریلا علاقہ ہے، جس میں گھوڑوں کا دوڑنا ذرا مشکل ہوگا۔ ان راستوں سے اگر دشمن لالچ کرتے ہوئے قتل و غارت کا ارادہ لے کر ہماری جانب بڑھا تو آگے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر ان کا خاتمہ کر دیں گے۔

یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بول اٹھے اے ابن حرب! قسم بخدا آپ نے میرے دل کی بات کہہ دی، میری رائے بھی بالکل یہی تھی جو آپ نے کہا۔ لہٰذا اب ہمیں یہاں سے کوچ کرنا چاہیے۔

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو مقام ''جابیہ'' سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ حکم سنتے ہی سب نے تیاری شروع کر دی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا جو سرزمینِ عراق سے چار ہزار کا لشکر لے کران سے ملے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انھیں فرمایا کہ تم اپنے ساتھیوں کو لے کر باقی لشکر کی نگہداشت کرتے ہوئے آگے آگے چلو۔

مسلمانوں کا یرموک کی طرف جانا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جس وقت مسلمانوں کا لشکر یرموک کی جانب روانہ ہوا تو ان کی آواز دور دور تک سنائی دے رہی تھی یہاں تک کہ دو فرسخ (چھ میل) تک ان کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ مسلمان مسلسل یرموک کی طرف رواں دواں تھے۔ رومی فوج جو اردن کے پاس جمع ہو چکی تھی، انھوں نے جب مسلمانوں کی آوازیں سنیں تو خیال کیا کہ رومی لاؤ لشکر کو دیکھ کر مسلمان خوفزدہ ہو گئے ہیں اور حجاز مقدس کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ ہرقل کا لشکر لالچ اور خوش فہمی میں مبتلا ہو کر مسلمانوں کے لشکر پر غارت گری کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ ادھر سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کو آملے اور ان کا مقابلہ کیا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کو زوردار آواز میں کہا: جوانو! کوئی شخص زندہ بچ کر نہ نکلے، یہی کامیابی

کی علامت ہے۔

یہ حکم سنتے ہی آپ کے ساتھیوں نے تلواریں میانوں سے نکال لیں، نیزوں کو بلند کیا اور دشمن پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے۔ حضرت خالد بن ولید، ضرار بن ازور، مرقال، طلحہ بن نوفل عامری، زاہد بن اسد، عامر بن طفیل، ابن اکال الدم رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے ساتھیوں نے مل کر رومی شہسواروں پر حملہ کر دیا اور اس قدر سختی سے غارت گری کی کہ رومی اس کی تاب نہ لا سکے اور لنگوٹیاں کستے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمان ان کو قتل کرتے اور قیدی بناتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے رہے، حتیٰ کہ انھیں سرزمینِ اردن تک لے گئے اور بہت سے رومیوں کو واصلِ جہنم کیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس معرکے کے بعد واپس لوٹے تو اس وقت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ یرموک میں پڑاؤ ڈال چکے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب یرموک پہنچے تو حفاظتی اقدامات کرنے میں مصروف ہو گئے۔ وہاں پر ایک بہت بڑا ٹیلہ تھا آپ نے عورتوں اور بچوں کے لیے اس ٹیلے پر خیمے لگوا دیئے اور ان کی طرف آنے والے ہر راستے پر ناکہ بندی کر کے سخت قسم کا پہرا لگا دیا۔ اس کے بعد آپ رومی قیدی اور مال غنیمت لے کر امیرِ لشکر حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: تمھیں خوشخبری ہو، اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے! تمھارا یہ معرکہ فتح و نصرت کی علامت ہے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے یرموک میں خیمے نصب کیے اور جنگی تیاری کرنے میں مصروف ہو گئے گویا کہ وہ کسی وعدے کا انتظار کرنے لگے۔

ہرقل کے بیٹے کی نئی جنگی چال

ہرقل کے بیٹے قسطنطین کو مسلمانوں کے یرموک میں پڑاؤ کی خبر پہنچ چکی تھی۔ اس نے اسی وقت ہرقل کے بھیجے ہوئے بادشاہوں کی طرف قاصد بھیجا اور ان کی سستی کی وجہ سے تاخیر کرنے اور مسلمانوں کے یرموک پہنچ جانے کی ملامت کی اور پیغام بھیجا کہ جلدی سے مسلمانوں کے مقابل پہنچیں، اس کے علاوہ ان بادشاہوں میں جوش و جذبہ پیدا کرنے کی ترغیب دی۔ باہان نے پیغام سنتے ہی دوسرے مقرر شدہ بادشاہوں کو بلوایا اور انھیں قسطنطین کا خط پڑھ کر سنایا اور حکم دیا کہ جلدی سے میدانِ یرموک پہنچیں۔

حکم نامہ سنتے ہی پانچوں مقرر شدہ بادشاہوں نے اپنا اپنا لشکر لیا اور چل پڑے۔ مسلمانوں کے فتح کردہ جن شہروں سے بھی گزرتے تو رومی فوجی انھیں ترش روئی اختیار کرتے ہوئے کہتے: بدبختو! ہلاک ہو جاؤ کہیں جا کر! اپنا دین و ملت چھوڑ کر عربوں کا دین قبول کر بیٹھے ہو، تف ہے تمھاری سوچوں پر۔

وہ جواباً یہ کہتے: ڈوب مرنے کا مقام تو تمھارے لیے ہے، کیونکہ تمھی لوگوں نے بزدلی کرتے ہوئے جنگ سے راہِ فرار اختیار کی اور ہمیں بے یار و مددگار کر کے آزمائش میں ڈال گئے، اب ہم لوگ اپنی جان بچانے کے لیے عربوں سے

صلح نہ کرتے تو اور کیا کرتے ؟!

ان کی طرف سے اس طرح کے جوابات سن کر وہ جان گئے کہ قصور ان کا نہیں بلکہ ہمارا ہی ہے۔ لہٰذا ندامت سے سر جھکائے آگے چل دیے۔ مسلسل پیش قدمی کے بعد آخر کار رومی فوج میدانِ یرموک پہنچ گئی۔ انھوں نے پادریوں کی عبادت گاہوں کے پاس پڑاؤ کیا جسے "دیرالجبل" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ رمادہ اور جولان کے قریب ہی واقع ہے۔ یہاں سے رومیوں اور مسلمانوں کے لشکر میں طول وعرض کے اعتبار سے تین فرسخ (نو میل) کا فاصلہ بنتا تھا۔ آہستہ آہستہ پانچوں بادشاہ ایک جگہ پر جمع ہو گئے۔

یرموک میں رومی لشکر

جبلہ بن ایہم جو کہ غسان، لخم اور جزام کے عربی نصاریٰ کا لشکر لے کر باہان ارمنی کے لشکر کے آگے آگے تھا، مسلمانوں نے میدان یرموک میں اس کا ستر ہزار پر مشتمل فوجی لشکر دیکھا تو ان کی کثرتِ تعداد کو دیکھتے ہی "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم" پکار اٹھے۔

عطیہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قسم بخدا! یرموک میں رومی فوج کو بکھری ہوئی ٹڈیوں سے مشابہت دینے میں کوئی حرج نہیں ہوگا کیونکہ ان کی کثرتِ تعداد کی وجہ سے وادی پُر ہو چکی تھی۔ کہتے ہیں کہ میں نے مسلمانوں کی طرف نظر کی، دیکھا تو وہ بڑی بے چینی میں مبتلا تھے اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم پڑھے جا رہے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ ﴾

"اے رب ہمارے! ہم پر صبر انڈیل اور ہمارے پاؤں جمے رکھ۔ کافر لوگوں پر ہماری مدد کر۔" [1]

مسلمان سخت ہیبت زدہ ہو چکے تھے۔ امیرِ لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جاسوسوں کو بلایا اور انھیں حکم دیا کہ رومی لشکر میں داخل ہو جائیں اور ان کی تعداد، مال واسباب اور اسلحہ وغیرہ کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے پکا یقین ہے اور اللہ عزوجل سے امید کرتا ہوں کہ رومیوں کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ ہمارے لیے غنیمت بن جائے گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

باہان اپنا لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابل نہرِ یرموک پر پڑاؤ ڈال چکا تھا مگر ابھی تک اعلان جنگ نہیں ہوا تھا اور نہ

[1] پارہ 2، البقرہ:250، ترجمہ کنزالایمان

ہی جنگ کے شعلے بھڑکے تھے۔

مسلمانوں سے رومیوں کا مذاکرات کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: باہان اگرچہ نہرِ یرموک پر پڑاؤ ڈال چکا تھا مگر تاخیر کا سبب یہ بنا کہ ہرقل بادشاہ نے اس کی طرف ایک قاصد بھیجا اور حکم دیا کہ ابھی ان کے اور مسلمانوں کے مابین جنگ نہیں ہونی چاہیے۔ ہرقل نے پیغام بھیجا کہ تم ابھی جنگ کرنے سے رکے رہو میں مسلمانوں سے وعدہ کرتا ہوں کہ انھیں ہر سال بہت سا مال اور خصوصاً امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے تحائف بھیجا کروں گا اس کے علاوہ ہر گورنر کے لیے بھی تحائف ہوں گے اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ حجاز سے لے کر جابیہ تک مسلمانوں نے جتنے بھی علاقے فتح کر لیے ہیں وہ ان پر قبضہ کر لیں، میرا ان میں کوئی دخل نہیں ہوگا۔

جس وقت قاصد پیغام لیکر باہان کے پاس پہنچا تو اس نے سنتے ہی کہا: افسوس، افسوس! مسلمانوں پر کہ اگر وہ اس بات پر راضی ہو جائیں۔

جرجیر نے کہا: اے باہان! اس میں تمھارے لیے تو کوئی حرج نہیں اور ہرقل نے جو کہا ہے ہمیں بھلا کیوں گراں گزرنے لگا؟

باہان نے جرجیر سے کہا کہ تم مسلمانوں کے پاس جاؤ اور کسی سمجھ دار شخص کو بلا کر ہرقل بادشاہ کا پیغام سنا دو، اپنی طرف سے پوری کوشش کرنا کہ صلح صفائی کا راستہ نکل آئے۔

حکم سنتے ہی جرجیر نے ریشم کا لباس زیب تن کیا، سر پر جواہرات سے بنی ہوئی پٹی باندھی اور سفید مائل بہ سیاہ دراز قد گھوڑے پر سوار ہو کر، جس پر قیمتی موتیوں اور جواہرات سے مرصع سنہری رنگ کی زین رکھی تھی، ایک ہزار سپاہیوں کو اپنے ساتھ لے کر وہاں سے نکلا اور مسلمانوں کے لشکر کے پاس جا پہنچا۔

مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر جرجیر نے آواز لگائی: اے گروہِ عرب! میں ہرقل بادشاہ کا پیغام لے کر آیا ہوں، سو تمھارا امیر میرے پاس آئے، میں اپنی معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کے بعد ہماری آپس میں صلح ہو جائے اور ہم خون ریزی سے بچ جائیں۔

مسلمانوں نے جرجیر کی بات سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جو عراقی لباس زیب تن کیے ہوئے تھے، خود تشریف لائے اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا اور تلوار گلے میں لٹکا رکھی تھی، جرجیر کی طرف بڑھے۔ جب دونوں گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے ملیں، آپ رک گئے۔ لوگ ان دونوں کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے کافر، بول کیا کہنا چاہتا ہے۔ میں مسلمانوں کے لشکر کا امیر ہوں جو چاہتا ہے مجھ سے پوچھ۔

جرجیر کا پہلے گفتگو کرنا

جرجیر نے کہا: اے گروہِ عرب! میری ایک بات یاد رکھنا، اس بات کا خیال کر کے کبھی دھوکہ نہ کھا بیٹھنا کہ رومی لشکر بہت سے مقامات پر مقابلے سے عاجز آ کر بھاگ گیا تھا اور تم لوگوں نے کئی شہر فتح کر لیے، اس طرح تمہارا اقتدار دور دراز تک پھیل چکا ہے۔ اگر یہ بات ہے تو اب دیکھ لو ہمارے ساتھ کتنا بڑا لشکر ہے۔ ان کے پاس ہر طرح کی چیزیں موجود ہیں۔ ان کی تعداد، مال و اسباب، سواریاں اور ہتھیار الغرض ہر چیز وافر ہے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ روم کا اتحاد ہو چکا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ حلف اٹھا چکے ہیں کہ آخری ساتھی مرنے تک ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے۔ ہماری اس طاقت کا اندازہ اب خود ہی لگا لو۔ تمہارے اندر اس کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں ہے، سوا اپنے شہروں کی طرف واپس چلے جاؤ، تمہیں ہرقل بادشاہ کی طرف سے ایسا کرنے پر بہت کچھ ملے گا۔

ہرقل بادشاہ نے ارادہ کیا ہے کہ اگر تم واپس لوٹ جاؤ تو احسان کرتے ہوئے ایک تو تمہیں مال و دولت سے نوازے گا دوسری بات یہ کہ تین سالوں کے دوران تم لوگوں نے جتنے بھی روم کے شہر فتح کیے ہیں تمہیں ہدیہ کر دے گا۔ اس کے علاوہ سونا چاندی اور اسلحہ بھی ملے گا۔

امیرِ مسلم! وہ وقت یاد کرو جب تم ہمارے ملک شام میں آتے تھے تو تمہاری حالت یہ ہوتی تھی کہ تمہارے جسموں پر لباس تک نہیں ہوتا تھا اور آج ہمارے ہی مقابل آن کھڑے ہوئے ہو؟ ذرا ہوش سے کام لو اور جیسا میں کہتا ہوں ویسا کرلو، ورنہ تم سب ہلاکت کا شکار ہو جاؤ گے!

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا جواب

جرجیر کی بات سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہارے پاس بہت بڑا لشکر ہے اور تم لوگ آپس میں متحد ہو کر ایک دوسرے کے ساتھ مدد کرنے کی حلف برداری بھی کر چکے ہو سو اب تم جنگ سے کبھی نہیں بھاگو گے تو سنو! اگر تم ہماری تلواروں کی دھار دیکھ لو تو ہیبت زدہ ہو کر لنگوٹیاں کستے ہوئے دم دبا کر بھاگ نکلو گے۔ تمہاری بہت زیادہ تعداد اور مال و دولت کی بہتات اور دیگر اسباب کا ذکر کر کے تمہارا ہمیں ڈرانا یہ محض خام خیالی ہے۔ تم سوچتے ہو کہ ہم جسم کے لحاظ سے کمزور ہیں، تمہاری جماعت کے ساتھ کس طرح مقابلہ کر سکیں گے؟ جبکہ تمہارے پاس مال و اسباب اور اسلحہ کی فراوانی ہے۔ میری بات اچھی طرح گوش گزار کر لو! ہم بھی اس دن کو بہت پسند کرتے ہیں جب

تمھارے ساتھ ہماری جنگ ہوگی۔ اس کے بعد واضح ہو جائے گا کہ میدان کون مار سکتا ہے۔
جرجیر، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو سن کر اپنے ایک ساتھی کی طرف متوجہ ہوا جس کا نام بہیل تھا، اس سے کہا: اے بہیل! ہرقل بادشاہ ہی اب ان کے بارے میں بہتر فیصلہ کرے گا۔ یہ کہتے ہوئے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور باہان کی طرف لوٹ گیا اور سارے واقعے کی خبر دی جو اس نے امیر گروہِ مسلم کے ساتھ گفتگو کی۔
باہان نے جرجیر سے کہا مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تو نے کھل کر بات نہیں کی ہوگی۔
جرجیر نے کہا: مسیح کی قسم! صلح کے بارے میں میں نے پوری کوشش کی تھی۔ اب یہ ہوسکتا ہے کہ آپ نصرانی عربوں میں سے کوئی شخص ان کے پاس بھیجیں کیونکہ عرب اپنی جنس کی طرف بہت جلدی مائل ہوتے ہیں، ہوسکتا ہے عربی کو بھیجنے سے مسلمان صلح کے لیے تیار ہو جائیں۔
اس کے بعد باہان نے جبلہ بن ایہم کو بلایا اور کہا: جبلہ! مسلمانوں کے پاس جاؤ اور انھیں ہماری کثرت تعداد کا بتا کر ڈراؤ۔ اپنی طرف سے پوری کوشش کر کے ان کے دلوں میں ہمارا رعب ڈالنا اور جس طرح بھی ہو سکے انھیں اپنے دامِ فریب میں پھنسا لینا۔

جبلہ بن ایہم کا مذاکرات کے لیے آنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: باہان کا حکم سنتے ہی جبلہ بن ایہم وہاں سے نکلا اور مسلمانوں کے لشکر کے قریب جا کر اونچی آواز میں پکار کر کہا، اے گروہِ عرب! عمرو بن عامر کی اولاد میں سے کوئی شخص میرے پاس بھیجو تا کہ مجھے جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے، اسے سمجھا سکوں۔
حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جبلہ ابن ایہم کی آواز سنی تو اپنے ساتھیوں سے کہا: اب رومیوں نے تمھاری طرف تمھاری جنس کا باشندہ یعنی عربی بھیجا ہے۔ ان کا ارادہ یہ ہے کہ کسی طرح صلہ رحمی اور قرابت کا تعلق جتلا کر تمھیں دھوکہ دیں۔
آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اولادِ عمرو بن عامر کا کوئی ساتھی بھیج دو۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے، اجازت طلب کی اور کہا: اے امیرِ لشکر! مجھے اجازت دیں، میں اس کے پاس جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں وہ کیا کہنا چاہتا ہے اور جواب بھی میں خود ہی دے لوں گا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا مذاکرات کے لیے نکلنا

اجازت ملنے کے بعد حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے گھوڑے پر سوار ہو کر جبلہ بن ایہم کی طرف رخ کیا اور اس کے پاس جا کر رک گئے۔ جبلہ بن ایہم نے جس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے دراز قد اور گندمی رنگ کی طرف دیکھا تو خیال کیا کہ ان

کا تعلق یمنی قبیلہ، شنوءٔ سے ہے۔ جبلہ یہ سب دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گیا اور اس کے دل میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کا رعب پیدا ہو گیا۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ خطاط تھے۔

جبلہ بن ایہم نے ان سے کہا: اے جوان! کن لوگوں سے تمھارا تعلق ہے؟

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اولادِ عمرو بن عامر سے۔

جبلہ نے دوبارہ سوال کیا: کس قبیلہ سے تعلق ہے؟

آپ نے جواب دیا: قبیلۂ خزرج سے اور صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ بول کیا پوچھنا چاہتا ہے؟

جبلہ نے کہا: اے چچازاد! میں تمھارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ تمھارے اور ہمارے قبیلے کا جو تعلق ہے، اسے روا رکھو۔ سو میں بھی اس صلہ رحمی اور قرابتداری کا لحاظ کرتے ہوئے تمھیں نصیحت اور مشورہ دینے آیا ہوں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو رومی لشکر تمھارے مقابلے میں آ چکا ہے اس کے ساتھ مقابلہ کرنا تمھارے بس کا روگ نہیں ہے۔ ان کے پاس اتنا مال و اسباب اور اسلحہ ہے کہ تم اندازہ نہیں کر سکتے، انھیں کمزور نہ سمجھو اور یہ خیال ذہن سے نکال دو کہ ہم بزدلی دکھاتے ہوئے میدانِ جنگ سے بھاگ جائیں گے۔ میری ایک بات اچھی طرح سن لو! جنگ ایک بدلتا ہوا کھیل ہے، کسی کے حصے میں مستقل طور پر نہیں رہتا۔ کبھی ایک گروہ جیت جاتا ہے، کبھی دوسرا۔ پہلے تو تم لوگوں نے چند ایک شہر فتح کر لیے ہیں اب اگر ان کا مقابلہ کرنے کا ارادہ بھی کیا تو موت کے سوا کہیں پناہ نہ ملے گی۔ تمھاری قوم کو جتنے شہروں کی فتح نصیب ہو چکی ہے اور جو خزانہ مل چکا ہے، اسی پر اکتفا کر کے تمھیں واپس لوٹ جانا چاہیے بلکہ بہتری بھی اسی میں ہے کہ سلامتی کے ساتھ واپس لوٹ جاؤ۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے جبلہ کی ساری فریب کاری کی باتیں سنیں اور فرمایا: اے جبلہ! اس وقت کو یاد کرو جب اس سے پہلے بھی تم بہت بڑی جماعت لے کر ہم سے جنگ کے ارادے سے آئے تھے۔ پھر کس طرح اللہ تعالیٰ نے تمھارے خلاف ہماری مدد کی تھی اور تمھارے سرکش سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ اس بار بھی ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ تمھاری جماعت بہت بڑی ہے لیکن معاملہ بہت آسان ہے۔ تمھاری کثیر جماعت کی پیش قدمی ہمیں ذرہ بھر بھی خوفزدہ نہیں کر سکتی۔ ہم پہلے بھی تمھیں کتوں کی طرح موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں اب بھی رومی خون ہمیں بہت پسندیدہ محسوس ہو رہا ہے۔

اے جبلہ! اگر تمھیں ہماری قرابت داری اور صلہ رحمی کا احساس ہے تو میں تجھے دینِ اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ خود بھی دینِ اسلام قبول کر لے اور اپنی قوم کو بھی اس میں شامل کر لے۔ ایسا کرنے سے تجھے دنیا و آخرت کی سُرخروئی نصیب ہو گی۔ رومی فوجیوں کے ساتھ ملنے سے تجھے ہلاکت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں ہو گا حالانکہ تم تو عرب کے سرداروں اور شہزادوں سے تعلق رکھتے ہو۔ ہمارا دین اول سے آخر تک بالکل واضح ہے، جس میں ذرہ بھر بھی شک کی

گنجائش نہیں، سوتم میری بات مانو اور اس راستے پر چلو جو حق کا راستہ ہے اور دینِ حق کی تصدیق کرتے ہوئے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَسَلِّمْ پڑھو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بات سن کر جبلہ بن ایہم آگ بگولہ ہو گیا اور سخت غصے کی حالت میں کہا: تم مجھے اس بات کی دعوت دے رہے ہو کہ اپنے دین سے دست بردار ہو جاؤں اور تمھارا دین قبول کرلوں؟

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے اگر تم ہمارے دین کا انکار کرتے ہو تو پھر ہمارے ساتھ مقابلے سے ڈرتے رہنا کیونکہ اب جو رومیوں کے ساتھ جنگ ہونی ہے وہ قیامت خیز ہو گی۔ اگر ہماری تلواروں کی دھاروں میں تم لوگ آ گئے تو پھر نجات پانا ناممکن ہو گا۔ میں ایک مرتبہ پھر تمھیں کہتا ہوں کہ رومی لشکر چھوڑ دو کیونکہ ان کی نسبت تمھیں ہلاک کرنا بہت آسان ہے۔ اگر تم نے انکار کیا تو پھر تیار رہنا، تمھارے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے گا جو رومیوں کے ساتھ ہو گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جبلہ بن ایہم، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی بات سن کر سخت غصے میں آ گیا اور کہا کہ کیا تم مجھے اپنی تلواروں سے ڈرا دھمکا رہے ہو؟ کیا ہم تمھاری طرح کے عربی نہیں ہیں؟ ایک جوان کے لیے ایک کافی ہوتا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اچھی طرح جان چکے ہیں کہ تو ہماری طرف خیر خواہ بن کر نہیں آیا بلکہ رومیوں کی حمایت میں ہمیں دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ ہم تمھاری طرح کبھی نہیں ہو سکتے۔

بدبختو! ذرا سوچو! ہم اپنے پروردگار کی توحید کے قائل ہیں اور اپنے نبی مکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں، پھر تمھاری طرح کس طرح ہو سکتے ہیں؟ یاد رکھنا! ہمارے عقب میں فوج کی قطار لگی ہوئی ہے اور ایسے ایسے بہادر موجود ہیں جو کسی انجام کی پرواہ نہیں کرتے۔

یہ سن کر جبلہ بن ایہم بولا: میرا نہیں خیال کہ اس لشکر کے علاوہ تمھارے پیچھے کوئی اور ساتھی تمھاری مدد کے لیے موجود ہوں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جھوٹ مت بکو، قسم بخدا! تم جھوٹے ہو، کیا تم ان بہادروں کو بھول گئے ہو جو کسی میدان میں پیچھے ہٹنے والے نہیں ہیں اور دوسروں کو عاجز کر دینے والے ہیں۔ ان کے نزدیک موت، غنیمت ہے اور زندگی محض دھوکا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو دیکھا جائے وہ پورے لشکر کے لیے کفایت کر سکتا ہے۔

اے بدبخت انسان! کیا تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کی شجاعت و شدت کو بھول گیا ہے؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طاقت کو بھول چکا ہے؟ کیا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کی جماعت بھول چکا ہے؟ ان کے علاوہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ

اوران کے لشکر اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے، جن کے پاس مکہ، طائف، یمن وغیرہ کے مسلمان شہسواروں کی جماعت موجود ہے کیا تو ان سب کو فراموش کر چکا ہے؟

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے یہ کلمات سننا تھے کہ جبلہ نے جواب دیتے ہوئے کہا: میں تو تمھاری طرف اس لیے آیا تھا کہ تمھاری خیرخواہی جتلا سکوں۔ اگر تم میری بات نہیں مانتے تو اپنی قوم سے (بطور مشورہ) پوچھ لو، دیکھنا وہ ہمارے ساتھ صلح کرنے پر راضی ہو جائیں گے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کس صلح کی بات کرتے ہو؟ ہمارے درمیان کوئی صلح نہیں ہو سکتی۔ ہاں اس طرح ہو سکتا ہے یا تو ہمارے ماتحت رہ کر جذیہ ادا کرتے رہو یا اسلام قبول کر لو پھر تو صلح ہو سکتی ہے۔ اگر یہ بھی نہیں، تو تلوار ہی تمھارے اور ہمارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ قسم بخدا! اگر غداری کرنا ہمارے نزدیک قبیح نہ ہوتا تو میں ابھی تلوار کے ساتھ تیرا کام تمام کر دیتا۔

یہ سنتے ہی جبلہ پر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی دہشت طاری ہو گئی اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ گھوڑے کو لگام دی اور اسی ہیبت اور رعب کا اثر لیے باہان کے پاس لوٹ گیا۔

جبلہ بن ایہم کا ناکام لوٹنا

جبلہ بن ایہم کا دل حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر خوف سے بھرا ہوا تھا۔ جب وہ باہان کے سامنے گیا تو کپکپاہٹ اور خوف کے آثار واضح دکھائی دے رہے تھے۔ یہ حالت دیکھ کر باہان نے کہا: اے جبلہ! کیا قیامت ٹوٹ پڑی ہے؟ کون تمھارے پیچھے لگا ہوا ہے؟

جبلہ نے جواب دیا: اے بادشاہ سلامت! میں نے اپنی طرف سے انھیں ڈرایا دھمکایا اور ہلاکت کا خوف بھی دلایا، مگر ان کے نزدیک برابر ہے انھیں ڈرایا جائے یا دھمکایا جائے۔ وہ یہی کہتے ہیں کہ ہمارے اور تمھارے درمیان فیصلہ جنگ ہی کے ذریعے ہوگا۔

باہان نے یہ سن کر کہا: میں تمھارے چہرے پر اس طرح خوف و ہیبت کے آثار کیوں دیکھ رہا ہوں؟ کیا وہ تمھاری مثل عربی نہیں اور تم ان کی مثل عربی نہیں ہو؟ تو پھر یہ ڈر کیسا؟ مجھے خبر ملی ہے کہ مسلمانوں کے پاس تیس ہزار شہسوار ہیں جبکہ تمھارے ساتھ ساٹھ ہزار ہیں، تو کیا تمھارے دو شہسواران کے ایک شہسوار کا مقابلہ بھی نہیں کر سکتے؟

جبلہ! تم اپنے ساتھ اپنے قبیلے کے عربی نصاریٰ کو لو اور مسلمانوں سے لڑنے کے لیے نکل پڑو۔ میں تمھارے عقب میں موجود ہوں۔ اگر تم ان کا مقابلہ کرتے ہوئے کامیاب ہو گئے تو حاصل ہونے والے علاقے ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہوں گے۔ اور لوگوں میں سب سے زیادہ ہمارا قرب، تمھیں ہی ملے گا۔ ملک شام کے جو علاقے مسلمانوں

نے فتح کیے ہیں، وہ سب ہم تمھیں دے دیں گے۔

جبلہ بن ایہم کا لشکر لے کر آنا اور جنگ کی ابتداء

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: باہان اسی طرح جبلہ بن ایہم کو مسلسل انعامات کی رغبت دلاتا رہا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ابھارتا رہا۔ آخر کار جبلہ بھی اس کی لالچ میں گرفتار ہو کر راضی ہو گیا۔ جبلہ نے اپنے سپاہیوں اور قبیلہ بنی غسان، لخم اور جذام وغیرہ جو عربی نصاریٰ تھے، انھیں اپنی رضامندی کی خبر دیتے ہوئے حکم دیا کہ جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ قوم نے حکم سنتے ہی تعمیل کی اور فوراً لوہے کی زرہیں پہنے اور ہاتھوں میں دھاری دار تلواریں لیے گھوڑوں پر سوار ہو کر آ گئے۔ ان کی تعداد ساٹھ ہزار تھی جس میں عربوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ جبلہ بن ایہم ان کے آگے آگے چلنے لگا۔ اس نے سونے کی زرہ پہن رکھی تھی اور یمنی تلوار سونت رکھی تھی اور ہاتھ میں ہرقل کا دیا ہوا نشان لے کر بلند کیا ہوا تھا۔ ساٹھ ہزار شہسواروں کا لشکر لے کر جبلہ، مسلمانوں کی طرف روانہ ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کے لشکر کے سامنے ظاہر ہوا۔

اس وقت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ آپس میں وہی گفتگو کر رہے تھے جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اور جبلہ کے درمیان ہوئی تھی۔ مسلمانوں نے جب جبلہ بن ایہم کے لشکر کو دیکھا تو آپس میں کہنے لگے: اے گروہِ مسلم! جبلہ بن ایہم اپنے ساتھ عربی نصاریٰ لے کر ہماری جانب آ رہا ہے اب تمھارا کیا خیال ہے؟ ایک دوسرے کی جانب سے جواب ملا، سوچنا کیا ہے؟ ہم ان سے لڑیں گے۔ ہم اللہ عزوجل سے امید کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ضرور ان پر غلبہ دے گا اور ہماری مدد کرے گا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی

ادھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا: مسلمانو! اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے، صبر کرو اور عجلت سے کام مت لو۔ میں ان کے ساتھ ایسی چال چلنے لگا ہوں کہ وہ اسی میں ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: آپ جانتے ہیں ہمارے عرب کے لوگوں نے ہی ہمارے خلاف دشمن کا ساتھ دیا ہے اور وہ تعداد میں ہم سے دوگنا ہیں، اگر ہم سب مل کر ان پر حملہ کر دیں تو یہ ہماری طرف سے بزدلی اور کمزوری کا اظہار ہو گا۔ میں چاہتا ہوں کہ انھیں کے چچا زادوں میں سے کسی کو پیغام دے کر بھیجتے ہیں جو ان کے واپس لوٹ جانے کے بارے میں گفتگو کرے گا۔ اگر تو انھوں نے ہماری بات مان لی اور واپس لوٹ گئے تو یہ ان کی کمزوری ہو گی اور مشرکین کے لیے بزدلی دکھانے سے کم نہ ہو گا۔ اور اگر انھوں نے واپس لوٹنے سے انکار کیا تو پھر میدان جنگ تو ہے ہی! ہمارے چند ایک

ساتھی ان کے مقابلے میں نکلیں گے اور اللہ ﷻ کی مدد سے انھیں میدان جنگ سے بھگا دیں گے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بات سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ٹھیک ہے، جو جی میں آئے کریں۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قیس بن سعد، عبادہ بن صامت خزرجی، جابر بن عبداللہ اور ابوایوب بن خالد بن یزید رضی اللہ عنہم کو بلایا۔ جب وہ حضرات آپ کے سامنے آ کھڑے ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے اللہ ﷻ و رسول ﷺ کے حامیو! دیکھو، وہ عرب نصاریٰ تمھارے ساتھ جنگ کا ارادہ لے کر میدانِ جنگ میں نکلے ہیں۔ یہ لوگ غسان، لخم اور جذام کے قبائل سے تعلق رکھتے ہیں اور نسب کے لحاظ سے تمھارے چچا زاد ہی ہیں۔ تم لوگ ان کے پاس جاؤ اور بات کرو، اپنی طرف سے پوری کوشش کرنا کہ وہ میدانِ جنگ سے علیحدہ ہو جائیں اور ہمارے مقابل آنے سے احتراز کریں۔ اگر نہ مانیں تو تمھاری تلواریں ان کا کام تمام کرنے سے گریز نہ کریں۔ ہم تمھارے عقب میں ڈھال بنے کھڑے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بات چیت کے لیے آگے بڑھنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا حکم سنتے ہی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان عربی نصاریٰ کی طرف روانہ ہو گئے۔ انھوں نے جبلہ بن ایہم کو دیکھا کہ وہ مسلمانوں سے جنگ وقتال کا ارادہ لیے مقابلہ کے لیے آ چکا ہے۔ بنوغسان کے قریب پہنچ کر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آواز لگائی: اے غسان، لخم اور جذام کے گروہ عرب! ہم تمھارے چچا زاد بھائی ہیں، ہم لوگ تمھارے قریب آ کر بات چیت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر جبلہ بن ایہم نے انھیں اجازت دے دی۔

جب وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے پاس گئے تو وہ ریشم کے بنے ہوئے خیمے میں ریشم کے بچھونے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے اردگرد غلام بطور نگہبان کھڑے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرب بادشاہوں والا سلام کیا۔

جبلہ بن ایہم نے بھی اسی طرح ان کی قدر کی اور پاس بیٹھنے کو کہا۔ اس کے بعد جبلہ نے کہا کہ اے میرے چچا کے بیٹو! تم صلہ رحمی اور قرابت داری کے لحاظ سے میرے ساتھ خاص تعلق رکھتے ہو۔ میں ہرقل بادشاہ کے بھیجے ہوئے لشکر کی طرف سے تمھاری جانب نکلا تھا اور وہ لشکر تمھیں گھیر چکا ہے۔ لیکن تم لوگوں نے بات چیت کرنے کے لیے ایسے شخص کو آگے کیا جس نے بڑھ چڑھ کر گفتگو کی، تو اب کون سا معاملہ لے کر میرے پاس آئے ہو؟

سب سے پہلے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی اور فرمایا: اے ہمارے چچا زاد! جو بات چیت پہلے تم کر چکے ہو

اس کی وجہ سے ہمارا مواخذہ نہ کر۔ ہم اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ ہمارا دین ہی حق ہے ہمارے ساتھ صلہ رحمی اور قرابتداری کا لحاظ ہے تو ہماری طرف سے یہی نصیحت قبول کر لے۔ اب ہم تمھارے پاس دین اسلام کی دعوت لے کر آئے ہیں کہ تو بھی ہمارے دین میں شامل ہو جا۔ اس کے بعد تمھارے لیے وہی احکام ہوں گے جو ہمارے لیے ہیں۔ کیونکہ ہمارا عزت والا دین ہے اور ہمارے نبی ﷺ ظریف ہیں۔

یہ سن کر جبلہ بن ایہم بولا: میں یہ سب کچھ پسند نہیں کرتا اور نہ ہی میں اپنے دین کو بدل سکتا ہوں۔ اے اوس وخزرج والو! تمھارے لیے اپنے احکام ہیں جن سے تم راضی ہو اور میں اپنے احکام سے راضی ہوں۔ تمھارے لیے تمھارا دین ہے اور ہمارے لیے ہمارا دین!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جبلہ سے فرمایا: اگر تم اپنا دین چھوڑنے کو پسند نہیں کرتے تو پھر یوں کرو کہ ہمارے ساتھ لڑنے سے ایک طرف ہٹ جاؤ اور دیکھو کہ رومی فوجیوں کے ساتھ جنگ، کیا انجام برپا کرتی ہے اور غلبہ کس کو حاصل ہوتا ہے؟ اگر رومیوں پر غلبہ پا کر ہم میدان جنگ مار گئے تو اس کے بعد اگر تم اسلام میں داخل ہونا چاہو تو بھی ہمیں منظور ہے، اس کے بعد تم ہمارے دینی بھائیوں کی طرح ہی ہو جاؤ گے اور اس ہماری جیت کے بعد تم اپنے دین پر قائم رہے تو تمھیں ہمارے ملک میں جذیہ ادا کرنا پڑے گا پھر تمھارے اور تمھارے آباء واجداد کے بہت سے شہر ہم تمھارے سپرد کر دیں گے۔

یہ سن کر جبلہ بن ایہم نے کہا: میں ڈرتا ہوں کہ اگر تم میدانِ جنگ میں دشمن کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے اور دائرہ کار رومیوں کے ہاتھ آ گیا تو پھر مجھے نہیں امید کہ میرے ماتحت علاقے میرے سپرد کیے جائیں گے بلکہ یہی شرط لگا کر تو رومیوں نے مجھے تمھارے ساتھ لڑنے کے لیے بھیجا ہے اور یہ عرب جماعت جو تم دیکھ رہے ہو، اس کی قیادت مجھے سونپ دی گئی ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ اگر بالفرض تمھارے کہنے پر میں اپنے دین سے دستبردار ہو کر تمھارے دین میں داخل ہو جاؤں تو مجھے تو وہاں کوئی مقام نہیں ملے گا اور نہ ہی کوئی میری پیروی کرنے والا ہو گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا: اگر ہماری معروضات کا اب بھی انکار کرتے ہو، تو ٹھیک ہے اگر ہم رومیوں کے خلاف کامیاب ہو گئے تو تم ہمارے مقابلے میں نہ آنا اور ہماری تلواروں کے واروں سے بچتے رہنا کیونکہ ہماری تلواریں ایسی ہیں جو ہڈی پسلی توڑ کر رکھ دینے والی ہیں۔ اپنی طرف سے ہم نے بہت کوشش کی ہے کہ آنے والی قیامت صغریٰ تمھارے علاوہ کسی اور پر ہی ٹوٹے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ کلمات جبلہ کو ڈرانے اور ترغیب دلانے کے لیے کہے تھے تاکہ وہ کسی طرح ان رومیوں سے جدا ہو جائے لیکن جبلہ کہنے لگا: مسیح اور صلیب کی قسم! میرے لیے رومیوں کی طرف سے لڑنا ضروری ہے، اگرچہ میرے

تمام قرابتدار ہی میرے خلاف جمع ہو جائیں۔

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جبلہ! شیطان ہی تیرے دل میں اس طرح کے وسوسے پیدا کر رہا ہے اور تجھے آگ کی طرف کھینچ کر لے جا رہا ہے۔ اگر تو اس کی چال میں پھنس گیا تو ہلاک ہونے والوں میں شامل ہو جائے گا۔ ہم تو تمھارے پاس دینِ اسلام کی دعوت لے کر آئے تھے کہ تیرے ساتھ صلہ رحمی کا حق ادا ہو جائے۔ تو نے انکار کر دیا ہے تو پھر جنگِ شدید کا انتظار کرو۔ ایسی جنگ جس کے تصور سے چھوٹا بچہ بھی بوڑھا ہو جائے۔

یہ گفتگو کرنے کے بعد قیس بن سعد رضی اللہ عنہ اچھلتے ہوئے کھڑے ہوئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا: اللہ عزوجل کی برکت، اس کی مدد، اور حسنِ طاعت سے اٹھو اور ان سے جدا ہو جاؤ۔

جبلہ بن ایہم نے کھڑے ہو کر کہا: جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا واپس لوٹنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس کے بعد انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو گئے۔ انھیں جبلہ کے ساتھ کی ہوئی ساری گفتگو بتائی اور بتایا کہ وہ جنگ ہی کرنا چاہتا ہے۔

یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ عزوجل اسے اپنی رحمت سے دور کرے! مجھے اس زندگی کی قسم جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی گزاری! اب ہماری طرف سے ہونے والی پیش قدمی، جبلہ ابن ایہم ضرور دیکھے گا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے گروہِ اسلام! جان لو کہ جبلہ کے ساتھ ساٹھ ہزار عربی نصاریٰ ہیں اور وہ گروہِ شیطان ہیں جبکہ ہم تیس ہزار ہیں اور ہم گروہِ رحمان ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس بڑی جماعت کا مقابلہ کیا جائے۔ اگر تو ہم سب نے مل کر مقابلہ کیا تو یہ ہماری بزدلی اور کمزوری کی علامت ہے۔ میں نے سوچا ہے کہ ہمارے چند ایک بہادر اور جانباز جوان ہی ان عربوں کے ساتھ لڑیں گے۔

ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض گزار ہوئے: اللہ عزوجل آپ پر رحمت فرمائے! آپ کی رائے بالکل ٹھیک ہے، آپ جو چاہتے ہیں کیجیے اور ہمارے لشکر میں سے جسے چاہیں منتخب فرمالیں۔

ساٹھ ہزار رومیوں سے مقابلے کے لیے مجاہدین کا انتخاب

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں صرف تیس شہسوار ہی ان کے مقابلے کے لیے بھیجنا چاہتا ہوں تاکہ ایک شہسوار دو ہزار کا مقابلہ کرے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بات سن کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا جس نے اظہارِ تعجب نہ کیا ہو۔ مسلمانوں نے گمان کیا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ مذاق کر رہے ہیں۔

سب سے پہلے ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: اے ابن ولید! آپ جو بات کر رہے ہیں واضح کیجیے، آیا مذاق کر رہے ہیں یا واقعی آپ کا یہی ارادہ ہے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مذاق نہیں کر رہا، اس زندگی کی قسم جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نصیب رہا، میں سچ ہی کہہ رہا ہوں۔

اس کے بعد ابوسفیان نے عرض کی: اگر آپ کا یہی ارادہ ہے تو اس طرح حکمِ خداوندی کی مخالفت لازم آئے گی اور یہ خودکشی کے مترادف ہوگا۔ میں یہ گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ آپ اس قدر جلدی سے فیصلہ کر لیں گے۔ اگر آپ یہ کہتے کہ ایک آدمی دو سو کا مقابلہ کرے گا تو بھی آسان کام تھا، بہ نسبت اس کے کہ ایک آدمی دو ہزار کا مقابلہ کرے! اے خالد بن ولید! اللہ عزوجل اپنے بندوں پر رحیم ہے اور اس نے حکم فرمایا ہے کہ ہم میں سے ایک ان کے دو کا مقابلہ کرے، سو ان کے دو سو کا مقابلہ کریں اور ہزار ان کے دو ہزار کا مقابلہ کریں، جبکہ آپ فرما رہے ہیں کہ ہمارے تیس سپاہی ان کے ساٹھ ہزار سپاہیوں کا مقابلہ کریں گے۔ اگر آپ نے یہ ارادہ کیا ہے تو پھر کوئی بھی آپ کی بات نہیں مانے گا۔ جو بھی آپ کی بات مانے گا وہ وہی ہوگا جو خود پر ظلم کرنے والا ہے اور اپنے ہی خلاف دشمن کی مدد کرنے والا ہوگا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسفیان! تم تو زمانہ جاہلیت میں بڑے بہادر ہوا کرتے تھے، پھر اسلام میں یہ بزدلی کیسی؟ اب دیکھو کہ میں کن جوانوں کا انتخاب کرتا ہوں۔ وہ ایسے موحد ہوں گے جنھیں دیکھ کر تو حقائق جان لے گا وہ بہادر تو اللہ عزوجل کی رضا کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔ غیر اللہ کی رضا کے لیے کبھی جنگ کا ارادہ نہیں کرتے۔ ہمارا معاملہ اللہ عزوجل خوب جانتا ہے۔ اب اللہ عزوجل پر مسلمانوں کا حق ہے کہ ان کی مدد کرے اگرچہ وہ تلواروں کی نوکوں پر ہی کیوں نہ چلیں۔

ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کی بات بالکل بجا ہے، میں نے تو محض مسلمانوں پر اظہار شفقت کے لیے اپنی رائے دی تھی۔ آپ جو فرما رہے ہیں، ویسا کرنے کا پختہ ارادہ کر چکے ہیں تو ٹھیک ہے قوم میں سے تیس بہادروں کو منتخب کر لیں تاکہ وہ ساٹھ ہزار عربی نصاریٰ سے جنگ کرنے کیلئے میدان میں نکلیں۔

امیرِ لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسلیمان رضی اللہ عنہ! ابوسفیان نے اچھی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: قسم بخدا! میرا ارادہ یہ بالکل نہیں ہے کہ مسلمانوں پر مشقت ڈال دوں، بلکہ میں تو دشمن کے ساتھ جنگی چال چلنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ کیونکہ ان کے ساٹھ ہزار شہسوار مقابلے کے لیے آئیں گے

ادھر ہمارے صرف تیس بہادر ہوں گے جن کے ساتھ مدد خدا ہوگی تو جس وقت ساٹھ ہزار کا لشکر قوتِ خداوندی کا مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے میدان جنگ سے اپنے ساتھیوں کی طرف بھاگ نکلے گا تو ان کے ساتھی جب ان بھاگے ہوئے لوگوں سے پوچھیں گے کہ تمھارا مقابلہ کتنے افراد کے ساتھ تھا کہ ڈر کر بھاگ کھڑے ہوئے؟ تو یہ جواباً کہیں گے، تیس بہادروں کا رعب ہمارے دلوں میں موجزن ہوگیا۔ اس طرح باہان بادشاہ جان لے گا کہ تیس بہادر اگر ساٹھ ہزار کو بھگا سکتے ہیں تو باقی لشکران کی دس لاکھ فوج کے لیے کافی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بات سنی اور فرمایا: اگر معاملہ اسی طرح ہے جیسا آپ کہہ رہے ہیں تو ہمارے بہادر تیس کی بجائے ساٹھ ہونے چاہئیں تا کہ ایک دوسرے کا ہم بازو بن کر مقابلہ کریں۔ اس طرح وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کرتے رہیں گے۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں جن بہادروں کا صبر، استقامت اور جنگی پیش قدمی کو خوب اچھی طرح جانتا ہوں ان کا انتخاب کرتا ہوں اور ان کے سامنے یہ پیش کش کرتا ہوں۔ اگر تو وہ اللہ عزوجل سے ملاقات کرنا پسند کرتے ہوں گے اور ثواب اخروی کے حصول کی رغبت کرتے ہوں گے تو وہ ضرور میری پیش کش قبول کرلیں گے۔ اور اگر دنیاوی زندگی کے طالب رہے اور دنیا میں رہنے کو ترجیح دی، موت کے وقت ان کے لیے کوئی نیکی جمع نہ ہوگی اور اگر انھوں نے میری پیشکش قبول نہ کی تو خالد خود اپنی جان رضاء الٰہی کی خاطر قربان کردیگا۔ اللہ عزوجل جو چاہتا ہے اور جس چیز میں اس کی رضا ہوتی ہے اس کی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

منتخب ہونے والے ساٹھ مجاہدین کے نام

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ساٹھ افراد کو بلایا۔ سب سے پہلے حضرت زبیر بن عوام اور حضرت فضل بن عباس کو بلایا پھر آپ نے قعقاع بن عمرو تمیمی، شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم کاتبِ وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

خالد بن سعید بن عاص کہاں ہیں؟ یزید بن ابی سفیان اموی کہاں ہیں؟ صفوان بن امیہ جمحی کہاں ہیں۔ سھل بن عمرو عامری کہاں ہیں؟ ضرار بن ازور کندی کہاں ہیں؟ رافع بن عمیرہ طائی کہاں ہیں؟ زید الخیل ابیض رکبان کہاں ہیں؟ حذیفہ بن یمان کہاں ہیں؟ قیس بن سعد کہاں ہیں؟ کعب بن مالک انصاری کہاں ہیں؟ سوید بن عمرو غنوی کہاں ہیں؟ عبادہ بن صامت کہاں ہیں؟ جابر بن عبداللہ کہاں ہیں؟ ابوایوب انصاری کہاں ہیں؟ عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق کہاں ہیں؟ عبداللہ بن عمر بن خطاب عدوی کہاں ہیں؟ رافع بن سھل کہاں ہیں؟ یزید بن عامر کہاں ہیں؟ عبید بن اوس کہاں ہیں؟ مالک بن نضر کہاں ہیں؟ نضر بن حارث کہاں ہیں؟ عبداللہ بن ظفر کہاں ہیں؟ ابولبابہ بن منذر کہاں ہیں؟

عوف کہاں ہیں؟ عابس بن قیس کہاں ہیں؟ عبادہ بن عبداللہ انصاری کہاں ہیں؟ رافع بن عجرہ کہاں ہیں؟ عبادہ بن عبداللہ کہاں ہیں؟ معقب بن قیس کہاں ہیں؟ ہلال بن صابرہ کہاں ہیں؟ یوم احد کے صابرین کہاں ہیں۔ وہ صابرین جنکا تذکرہ اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں اس طرح فرمایا:

﴿ فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ﴾

''تو اگر تم میں سو صبر کرنے والے ہوں دو سو پر غالب آئیں گے۔''[1]

ان کے بعد اسید ساعدی کہاں ہیں؟ کلال بن حارث مازنی کہاں ہیں؟ حمزہ بن عمر اسلمی کہاں ہیں؟ یزید بن عامر کہاں ہیں؟ رضی اللہ عنہم اجمعین

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جبلہ بن ایہم کے مقابلے کے لیے جن بہادروں کا انتخاب کیا ان میں سے چند کا میں نے مختصراً تذکرہ کر دیا ہے اور ان ناموں میں انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقدم اس لیے کیا ہے کیونکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھی نام لینے میں انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقدم کیا تھا۔ بہر حال جس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلانا شروع کیا اور ان کے بہت سے افراد بلا لیے تو انصار بول پڑے کہ آج اس قیامت خیز معرکے کے لیے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انصار کو پہلے بلایا ہے جبکہ مغیرہ بن قصی کی اولاد میں سے مہاجرین کو مؤخر کر رہے ہیں گویا کہ انصار کے دلوں میں یہ بات پیدا ہوئی کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کو مقدم کر رہے ہیں اور ہلاکت میں ڈالنے میں آگے کر رہے ہیں جبکہ مغیرہ کی اولاد پر شفقت کر رہے ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انصار کی یہ باتیں سنیں تو گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھے اور انصار کے درمیان آ کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اے اولادِ عامر! میں نے تو تمھیں اس لیے پہلے بلایا تھا کہ میں تم لوگوں سے بالکل راضی تھا اور میرا حسنِ ظن تمھارے اور تمھارے ایمانوں کے بارے میں یہی تھا کہ ایمان تمھارے دلوں میں اچھی طرح راسخ ہو چکا ہے مگر تم اس طرح کی باتیں کر رہے ہو؟

انصار کہنے لگے: اے ابو سلیمان آپ نے بالکل درست فرمایا۔ اس کے بعد انصار نے مل کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصافحہ کیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا مجاہدین سے خطاب

جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ساٹھ شہسواروں کا انتخاب کر لیا اور ہر بہادر ایسا تھا جو اکیلا پوری جماعت سے لڑنے کی

[1] پارہ 10، الانفال 66، ترجمہ کنزالایمان

طاقت رکھتا تھا، اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان جانبازوں سے فرمایا:

"اے اللہ عزوجل کے دین کے حامیو! وہ رومی لشکر جو تمھارے ساتھ جنگ و جدال کا ارادہ کیے ہوئے جمع ہے، میرے ساتھ مل کر ان پر حملہ کرنے کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟ اگر تم صبر کرو گے تو اللہ عزوجل تمھارے صبر کی وجہ سے ان کے مقابلے میں تمھاری مدد فرمائے گا اس طرح تم انھیں میدانِ جنگ سے بھگا دو گے۔ اچھی طرح جان لو کہ اگر وہ میدان جنگ سے بھاگ گئے تو تم رومیوں پر غالب آ جاؤ گے اور جب یہ نصرانی عرب جو تمھارے مقابلے کے لیے آئے ہوئے ہیں، یہی بھاگ گئے تو تمھارا رعب و دبدبہ رومیوں کے دلوں میں راسخ ہو جائے گا اور وہ خود ہی نامراد ہو کر واپس لوٹ جائیں گے۔"

انھوں نے جواب دیا: اے ابوسلیمان آپ جو بھی بہتر سمجھتے ہیں وہی اقدام کیجیے۔ قسم بخدا! ہم اپنے دینِ اسلام کی حفاظت کے لیے اس کے دشمنوں سے لڑیں گے اور اللہ عزوجل کی مدد پر بھروسہ کرتے ہیں اور اخروی ثواب کے طالب ہیں۔

یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سب کے لیے دعائے خیر کی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی بہادروں کے لیے دعائے خیر کی۔ اس کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ جاؤ اور جنگ کے لیے اسلحہ تیار کر لو، اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے۔ جنگ کے لیے صرف تلوار ہی لے کر چلنا، نیزہ ہرگز نہ لینا کیونکہ اس میں دھوکا بھی ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ بعض اوقات اپنے نشانے پر نہیں لگ پاتا، اس طرح وار خالی چلا جاتا ہے اور اس کے بعد تیر کمان بھی ساتھ نہ لینا کیونکہ اس میں بھی کبھی تو نشانہ درست لگتا ہے کبھی غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ تم میدانِ جنگ میں کود پڑو! برق رفتار گھوڑوں کا انتخاب کر لو خصوصاً جن گھوڑوں کو تم اچھا سمجھتے ہو، لے لو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انھیں وعدہ دلایا کہ ہمارے دوبارہ ملنے کی جگہ حوض کوثر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوگی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجاہدو! اپنے اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤ اور انھیں الوداعی سلام کر لو۔

مجاہدین کا اپنے اہل وعیال سے الوداعی ملاقات کرنا

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ اپنے خیمے میں گئے اور جلدی جلدی تیاری کرنے لگے اور اپنی بہن خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کو الوداعی سلام کیا۔ جب ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے جنگی لباس زیبِ تن کیا تو آپ کی بہن نے پوچھا: اے بھائی میں آپ کو الوداع ہوتے دیکھ رہی ہوں اور آپ رضی اللہ عنہ کا اس طرح الوداع ہونا مجھے یقین دلا رہا ہے کہ آپ تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے جدا ہو رہے ہیں۔ بھائی! مجھے بتاؤ میں کیا دیکھ رہی ہوں؟ بتاؤ! آپ کس کام کا ارادہ کر چکے ہیں؟

یہ سن کر ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے انھیں ساری صورت حال سنائی کہ ان کا ارادہ کیا ہے اور یہ بھی بتایا کہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدانِ جنگ میں نکلنے والے ہیں۔ آپ کی باتیں سن کر خولہ رضی اللہ عنہا رو پڑیں اور بولیں:

اے بھائی جان! آپ جو ارادہ کر چکے ہیں اسے پورا کیجیے اور دشمن کے ساتھ بہادری سے لڑیں، آپ تو اللہ ﷻ پر یقین کرنے والے ہیں وہ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔ دشمن چاہے جتنا بھی زور لگا لے جو مقررہ وقت آپ سے دور ہے اسے کبھی بھی نزدیک نہیں کر سکتے اور جو قریب ہے اسے دور نہیں کر سکتے۔ اگر میدانِ جنگ میں آپ کو کچھ ہو گیا یا دشمنوں کی طرف سے کوئی مصیبت ٹوٹ پڑی تو بھائی! خولہ کو اس زمین پر سکون میسر نہیں آئے گا یا دوسری صورت یہ ہے کہ آپ کا بدلہ لے لے۔

یہ سن کر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ بھی اپنی بہن کی اشکبار آنکھیں دیکھ کر رونے لگے اور جلدی سے سامانِ جنگ اٹھا کر چل دیئے۔ باقی مجاہدین نے بھی اسی طرح اپنے اہل وعیال کو الوداعی سلام کیا۔ ساری رات مجاہدین اپنے اہل وعیال کو الوادع کہتے رہے اور اللہ ﷻ کی بارگاہ میں گریہ زاری کرتے رہے۔ وہ بھی ان مجاہدوں کے لیے مددِ خداوندی کی دعائیں کرتے رہے یہی سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ صبح کا وقت ہو گیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے نماز فجر پڑھائی۔ جس وقت نماز سے فراغت حاصل کر لی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سب سے پہلے اٹھے اور جلدی سے مسلمانوں کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور مجاہدین کو میدانِ جنگ میں نکلنے کے لیے برانگیختہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ نے اشعار بھی پڑھے:

ترجمہ اشعار:

- اسلامی بھائیو! جلدی سے دشمن کی طرف بڑھو، ہم اس سے خیرِ کثیر کے طالب ہیں۔
- اس طرح کرنے سے ہم سرخروئی اور کامرانی کی امید کرتے ہیں کیونکہ ہم اس کام (جہاد) کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔
- اللہ ﷻ صبح وشام ہمارے کاموں کی اصلاح فرمائے!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کے علاوہ بھی چند اشعار پڑھے مگر مجھے معلوم نہ ہو سکا وہ کون سے اشعار تھے۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سامنے سے ہٹ گئے اور جنگ کے لیے نکلنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ کو دیکھ کر آپ کے ساتھیوں نے بھی ایک ایک کر کے نکلنا شروع کیا حتیٰ کہ جن افراد کو آپ نے منتخب کیا تھا وہ سب جمع ہو گئے۔ سب سے آخر میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھ تھیں، وہ مسلمانوں کے لیے فتح ونصرت کی دعائیں کرتے ہوئے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا:

اے بھائی جان! رسول اللہ ﷺ کے پھوپھو زاد بھائی (حضرت زبیر بن عوام) سے جدا نہ ہونا۔ میدانِ جنگ میں

حملے کے وقت جو یہ کریں، تم بھی ویسا ہی کرنا اور یاد رکھو کہ اللہ عزوجل کے معاملے میں کسی ملامت گر کی پرواہ نہ کرنا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس کے بعد مسلمانوں نے اپنے ساتھیوں کو الوداع کیا۔ مجاہدین اکھٹے ہو کر میدان جنگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس طرح ان کے درمیان چل رہے تھے جیسا کہ شیر چل رہا ہو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انھیں گھیر رکھا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سرفروشانِ اسلام، نصرانی عربوں کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

نصرانی عربوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھا تو وہ بھی ان کی طرف بڑھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چھوٹی سی جماعت دیکھ کر انھوں نے گمان کیا شاید کہ یہ مسلمانوں کے ایلچی ہیں، جو صلح کرنے یا آپس میں کوئی معاہدہ طے کرنے کے لیے آئے ہیں۔

جبلہ نے چیخ کر اپنے ساتھیوں کو مسلمانوں سے لڑنے پر برانگیختہ کیا اور آواز دی: اے غسان والو! صلیب کی مدد کی طرف جلدی کرو اور جو بھی صلیب کا انکاری ہو، اسے قتل کر دو۔ یہ سن کر جبلہ کے ساتھیوں نے لبیک کہتے ہوئے اس کا جواب دیا اور جلدی سے ہتھیار سونت لیے۔ ہاتھوں میں صلیب لیے مسلمانوں کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے۔ ادھر سورج کی شعاعیں میدانِ جنگ کو بھڑکانے لگیں۔ سورج کی گرم شعاعیں جب لوہے کی زرہوں اور ڈھالوں پر پڑیں تو ان کی حرارت آگ کی چنگاریوں کی سی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس کے بعد انھوں نے مسلمانوں کی طرف سے پیش قدمی کرنے کا مطالبہ کیا۔ آخر کار نصرانی عرب آگے بڑھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے صلیب کے پجاریو اور رحمٰن کے دشمنو! میدانِ جنگ میں نکلو۔ جبلہ نے جس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی آواز سنی، تب اسے معلوم ہوا کہ مسلمان ان کے ساتھ صلح کرنے کے لیے ایلچی بن کر نہیں آئے بلکہ یہ تو ہمارے ساتھ جنگ کا ارادہ لے کر آئے ہیں۔ یہ جان کر وہ جلدی سے اپنے ساتھیوں کے درمیان سے نکلا اور بھالا لیے اپنے خیمہ سے نمودار ہوا اور اشعار کہہ رہا تھا۔

ترجمہ اشعار:

- ہم صلیب اور جو اس کے ساتھ ہے، اس کے پجاری ہیں اور جو بھی ہمارے ان افعال پر عیب جوئی کرے گا ہم اس پر حملہ کر دیں گے۔
- مسیح و مریم علیہا السلام کی نسبت کی وجہ سے ہم مقام و مرتبہ پاتے ہیں اور جنگ تو ہماری میراث ہے۔
- ہم اس حالت میں جنگ کے میدان میں نکلے ہیں کہ صلیب ہمارے سامنے ہے (ہم لڑتے رہیں گے) یہاں تک کہ ہمارے جوانوں کی تلواریں تمہارا کام کر دیں۔

اس کے بعد جبلہ بن ایہم نے کہا: کس میں جرأت ہے؟ اور ہمارے ساتھ جنگ کرنے کی طاقت کس میں ہے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں میدانِ جنگ میں کودنے کے لیے حاضر ہوں! جبلہ نے کہا: ہم تو پہلے ہی جنگ وقتال کی پیشکش کر چکے ہیں، تم ہی ہمارے ساتھ لڑنے سے گریز کرتے رہے ہو۔ اس کے بعد جبلہ نے کہا: مسیح کی قسم! ہم تمھارے ساتھ کبھی صلح نہیں کر سکتے۔ تم لوگ اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤ اور انھیں بتا دو کہ ہم جنگ کے علاوہ کچھ نہیں چاہتے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جبلہ کی بات سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اظہارِ تعجب کرتے ہوئے فرمایا: کیا تو یہ گمان کرتا ہے کہ ہم تیرے پاس صلح کا پیغام لے کر آئے ہیں؟

جبلہ نے کہا: اتنے سے افراد دیکھ کر میں اور کیا سوچ سکتا ہوں؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ایسی بات ہے تو ہرگز ایسا گمان نہ کر۔ خدا کی قسم! ہم تمھارے ساتھ جنگ کرنے کے لیے ہی آئے ہیں۔ بہر حال تم اگر یہ خیال کرتے ہو کہ ہماری تعداد بہت کم ہے تو یاد رکھو! اللہ عزوجل ہماری مدد فرمانے والا ہے۔

یہ سن کر جبلہ نے کہا: اے جوان! تو اپنے آپ کو اور اس قوم کو جسے ہمارے مقابلے میں لا کھڑا کیا ہے، دھوکے میں ڈال چکا ہے۔ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ ہم غسان، لخم اور جذام کے سردار ہیں؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تُو یہ گمان نہ کر کہ ہماری تعداد بہت کم ہے کیونکہ ہم میں سے ہر بہادر، ہزار کا مقابلہ کر سکتا ہے جبکہ ہمارے عقب میں بھی ایسے بہادر موجود ہیں جن کا جنگ کی طرف اشتیاق ان پیاسوں سے کہیں زیادہ ہے جو ٹھنڈے پانی کے مشتاق ہوں۔

جبلہ نے کہا: اے بنی مخزوم والو! میں تو سمجھتا تھا کہ تم عقلمند ہو اور میں تمھارے مقابلے میں چند ایک بہادر ہی بھیجنا چاہتا تھا لیکن جب تمھارے غرور و تکبر سے لبریز کلام سن رہا ہوں کہ صرف ساٹھ جوان ہمارے لشکر کا مقابلہ کرنے آئے ہیں۔ تم بھول چکے ہو کہ ہم غسان کے سردار ہیں، زمانے کے چُنے ہوئے بہادر ہمارے پاس موجود ہیں۔ میں ان ساٹھ ہزار شہسواروں کو بھیج رہا ہوں جو تمھارے کسی ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے یہ کہتے ہوئے جبلہ نے زوردار آواز لگائی: ''غسان والو! حملہ کر دو۔''

ساٹھ ہزار رومیوں کا ساٹھ مسلمانوں پر حملہ کرنا

باغی لشکر نے جب اپنے سردار کا حکم سنا تو ساٹھ ہزار شہسوار حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے جبکہ اصحابِ رسول اپنی جگہ ثابت قدم رہے۔ اس کے بعد جنگ نے انھیں ایک دوسرے میں ملا کر رکھ دیا۔ دونوں طرف کے بہادروں اور جوانوں کی گرجدار آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ تلواریں ایک دوسرے سے زور زور سے ٹکرانے

لگیں یہاں تک کہ مسلمانوں میں ہر شخص نے، حتیٰ کہ مشرکوں نے بھی گمان کیا کہ اب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی موت کے سوا کہیں نجات حاصل نہ کر سکیں گے۔

اس خیال نے مسلمانوں کو رُلا دیا۔ اپنے بھائیوں کا خیال آتے ہی اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہو گئے بلکہ ایک دوسرے کو کہنے لگے: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے خود کو اور اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دھوکے میں ڈال دیا اور ہلاکت کے کنارے آن کھڑا کیا۔

دوسری طرف رومی یہ کہنے لگے۔ جبلہ اس قوم کو ہلاک کر دے گا۔ ان عربوں کا قتل ہونا امر یقینی ہے۔ دونوں طرف سے بہادر میدانِ جنگ میں اپنی بہادری کے جوہر دکھا رہے تھے حتیٰ کہ سورج وسطِ آسمان میں پہنچ گیا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے اور حضرت خالد بن ولید، حضرت زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق، فضل بن عباس، ضرار بن ازور اور عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہم کو خوش بخت کرے۔ میں نے ان حضرات کو دیکھا کہ جنگ میں شانہ بشانہ لڑ رہے تھے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے، میں نے جنگ کی شعلہ بازی دیکھی اور شیروں کے سینے تلواروں کی دھاروں سے کٹتے دیکھے۔ یہ دیکھتے ہوئے میں بھی ان چھ حضرات کے ساتھ مل گیا۔ میدانِ جنگ ''ہل من مزید'' (کچھ اور بھی ملے گا) کے نعرے لگا رہا تھا۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں ان کے ساتھ مل گیا تو اب ارادہ کر لیا کہ ان کے ساتھ ہی رہوں گا جو انجامِ کار ان کے ساتھ ہوگا، وہ میرے ساتھ بھی ہوگا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آواز لگائی: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیو! یہی حشر کا میدان ہے خالد نے اپنے دل کی مراد پالی ہے۔ جب دونوں اطراف سے جنگ کی شدت بڑھی تو خالد بن ولید، ہاشم اور مرقال رضی اللہ عنہم گھوڑوں سے اتر گئے اور پیدل ہی لڑنے لگے۔ یہ دیکھ کر رومیوں نے انھیں گھیر لیا۔

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل زبیر بن عوام اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو خوش بخت کرے، وہ نعرہ لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور فرمایا: اے گروہِ کلاب (یعنی اے کتو)! دور ہٹ جاؤ۔ ہم دونوں بہادر شہسوار ہیں یہ زبیر بن عوام ہیں جبکہ میں فضل بن عباس ہوں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی ہوں۔ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم! میں نے دیکھا کہ حضرت فضل بن عباس نے بیس حملے کیے، جو انھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بچانے کے لیے دشمنوں پر کیے تھے اور کوئی حملہ بھی خالی نہ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ارد گرد جمع ہونے والے ہجوم کو رفع دفع کر دیا اس کے بعد مشرکین نے پھر زوردار حملہ کیا۔ راوی کہتے ہیں جنگ کی ہولناکیاں اسی طرح جاری تھیں کہ سورج غروب ہونے کا وقت آ گیا۔

اس وقت مسلمانوں کو اپنے بھائیوں کی فکر لاحق ہوئی۔ ادھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی بیقرار تھے حتیٰ کہ مسلمانوں کو

مخاطب کر کے فرمایا: اے رسول اللہ ﷺ کے صحابیو! یقیناً خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت شہید ہو چکے ہیں۔ اے مسلمانو! اپنے بھائیوں کا بدلہ لینے کے لیے تم حملہ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ اور میدانِ جنگ میں نکل پڑو اور دیکھو تمھارے بھائی کس حال میں ہیں؟

امیر کا حکم سنتے ہی سب نے آپ کی بات کا جواب دیا، لیکن حضرت ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! آپ یقین رکھیے، ہمارے بھائی ضرور کامیاب ہوں گے، آپ تحمل سے کام لیجیے۔ مگر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بیقراری بڑھتی جا رہی تھی۔ آپ نے ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی باتوں پر مطلق عمل نہ کیا اور حملہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

پہلے معرکے میں جبلہ کی شکست

آپ اسی اضطرابی حالت میں تھے ادھر نصرانی عرب میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تکبیر و تہلیل کی گونجتی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ہر بہادر یہ پکار رہا تھا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

انھیں بہادروں نے باغیوں کا میدانِ جنگ میں ڈٹ کر مقابلہ کیا اور انھیں اسطرح بھگا دیا گویا کہ کسی آسمانی آواز نے انھیں خوفناک کر کے بھگا دیا ہو۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آنے والے اصحاب کے درمیان سے نمودار ہوئے۔ پھولی ہوئی سانسیں آپ کی تھکن پر گواہی دے رہیں تھیں۔ اس طرح باقی ساتھیوں کا بھی یہی حال تھا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ صرف بیس صحابہ ہی ان کے ساتھ واپس لوٹے ہیں تو بیقرار ہو گئے اور اپنا سر پیٹنے لگے اور یہی کہے جا رہے تھے کہ اے خالد! تو نے مسلمانوں کو ہلاک کر دیا۔ کل محشر کے دن خدا کی بارگاہ میں کیا عذر پیش کرے گا؟ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کیا جواب دے گا؟ آپ اسی کیفیت میں مبتلا تھے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ آپ کے ساتھ مسلمان شہسوار اور باقی لوگ بھی تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کیا کر رہے ہیں؟ حالانکہ مشرکین کو بھگا بھی دیا ہے۔

آپ نے فرمایا: اے ابوسلیمان! مسلمانوں کی کامیابی اور مشرکین کی ناکامی پر تجھے خوش ہونا چاہیے آخر تم اس قدر مضطرب کیوں ہو؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امیرِ لشکر! میں جانتا ہوں دشمن میدانِ جنگ سے بھاگ گیا ہے، مگر میری یہ خوشی غمی میں بدل گئی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہ کیسے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میرے ساتھ واپس نہیں لوٹے، میں انھیں غائب پا رہا ہوں۔ ان میں زبیر بن عوام، فضل بن عباس رضی اللہ عنہما بھی شامل ہیں۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرداً فرداً ہر صحابی کا نام لیا اور چالیس صحابیوں کے نام گنوا دیئے۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی غمزدہ ہو گئے اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پکار اٹھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تمھاری عجلت بازی نے مسلمانوں کو ہلاک کر کے رکھ دیا ہے۔ امیر کی غمگین آواز سن کر سلامہ بن احوص اسلمی رضی اللہ عنہ بولے: اے امیر آپ معرکہ کی جگہ جائیں اور دیکھیں، اگر تو لاشوں میں ان کی لاشیں پائی گئیں تو سمجھیں گے کہ وہ شہید ہو گئے بصورت دیگر انھیں قیدی بنا لیا گیا ہوگا۔ اس کے علاوہ یہ بھی تو ہوسکتا ہے وہ دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے دور نکل گئے ہوں۔

مجاہدین کا رومیوں کا تعاقب کرنا

امیرِ لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کی بات سنی تو فوراً مشعلیں روشن کرنے کا حکم دیا کیونکہ رات کی تاریکی کافی پھیل چکی تھی۔ زبیر بن عوام اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی لاشیں تو نہ مل سکیں بہرحال پانچ ہزار رومیوں کے حامیوں کی لاشیں ملیں جن میں عرب کے دو سردار، رفاعہ بن مطعم غسانی اور شداد بن اوس بھی شامل تھے۔ جبکہ مسلمان مقتولین کی صرف دس لاشیں ملیں۔ جن میں دو انصاری ساتھی شامل تھے۔ ایک عامر دوسی اور دوسرے سلمہ خزرجی رضی اللہ عنہما تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے شک پڑتا ہے بعض صحابہ کرام مشرکین کو بھگاتے ہوئے دور نکل گئے ہیں۔ آپ نے دعا کی "اے اللہ عزوجل ہم پر فراخی عطا فرما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے زبیر بن عوام اور چچا کے بیٹے فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کی وجہ سے ہمیں رنج میں مبتلا نہ فرمانا۔"

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں کون ہے جو قوم روم کے پیچھے جائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خبر لے کر آئے اور اللہ عزوجل سے اس عمل کا اجر پائے؟ سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں ان کی خبر لاتا ہوں۔ آپ کی جرأت مندی دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسلیمان! ایسا نہ کرو، تم پہلے ہی شدتِ جنگ کی وجہ سے نڈھال ہو چکے ہو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرے علاوہ کوئی ان کی خبر نہیں لا سکتا۔ یہ کہہ کر آپ نے اپنا گھوڑا تبدیل کیا اور بنی نجار کے ایک شخص حازم بن جبیر بن عدی کا گھوڑا لیا اور اس پر سوار ہوئے اور مسلمان بھائیوں کی خبر گیری کے لیے نکل گئے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ انھوں نے تکبیر و تہلیل کی آوازیں سنیں۔ آپ نے بھی اسی طرح تکبیر و تہلیل کے ساتھ ان کا جواب دیا۔ دیکھا تو صحابہ کرام آ رہے ہیں جن کے آگے آگے زبیر بن عوام، فضل بن عباس، ہاشم اور مرقال رضی اللہ عنہم تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے، مرحبا کہا اور سلام

کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے تمھارے ساتھ کیا معاملہ پیش آ گیا تھا کہ اتنی دور نکل گئے؟

چند مجاہدین کا گرفتار ہونا

انھوں نے جواب دیا: اے ابو سلیمان! اللہ عزوجل نے اپنے فضل و کرم سے مشرکین کو بھگا دیا اور وہ نامراد ہو کر واپس لوٹ گئے۔ ہم ان کا پیچھا کرتے ہوئے بہت دور نکل گئے۔ کیونکہ ہمارے چند ایک ساتھی انھوں نے قید کر لیے تھے تو ہم نے انھیں چھڑایا جبکہ بعض ساتھی ہمیں نظر نہیں آ رہے بلاشبہ وہ شہید ہو چکے ہوں گے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے ساتھی ابھی تک ان کی قید میں ہیں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا: خالد بن ولید رضی اللہ عنہ! آپ کو کیسے معلوم ہے کہ ہمارے ساتھی ان کی قید میں ہیں؟

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میدانِ جنگ میں سے صرف دس افراد کی لاشیں ملی ہیں، بیس افراد ہم ہیں اور پچیس تم ہو۔ جبکہ پانچ افراد یقیناً قید ہو چکے ہیں۔ قید ہونے والوں میں رافع بن عمیرہ، ربیعہ بن عامر، ضرار بن ازور، عاصم بن عمرو اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

مسلمانوں کو اپنے قیدی بھائیوں کا سن کر بہت دکھ ہوا۔ اس کے بعد سب ساتھی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ جب ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن عوام، فضل بن عباس، مرقال اور ھاشم رضی اللہ عنہم کو صحیح سلامت واپس لوٹتے دیکھا تو مشرکین پر مسلمانوں کی فتحیابی سے بہت خوش ہوئے اور گھوڑے کی زین پر ہی سجدۂ شکر ادا کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے پاس آئے اور فرمایا: میدانِ جنگ میں میں نے اللہ عزوجل کے راستے میں بہت کوشش کی مگر شہادت نصیب نہ ہو سکی۔ جو صحابہ شہید ہو گئے ہیں ان کا مقررہ وقت پورا ہو چکا تھا۔ بہرحال قیدی ساتھیوں کی خلاصی انشاء اللہ عزوجل میرے ہاتھوں ہی ہو گی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسلمانوں نے پوری رات فرحت و سرور کا اظہار کرتے ہوئے گزاری جبکہ رومی اپنی ہزیمت پر ساری رات نوحہ کرتے رہے کیونکہ ان کی کمر ٹوٹ چکی تھی۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا مکتوب بجانب حضرت عمر رضی اللہ عنہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جس وقت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے رومی لشکر کی ہزیمت دیکھی تو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابوعبیدہ بن جراح کی طرف سے امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

میں اللہ عزوجل کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور اس کے نبی مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتا ہوں۔ امیر المؤمنین! آگاہ رہئے کہ ہرقل بادشاہ نے ہر صلیبی کو ہمارے مقابلے کے لیے بھیج دیا ہے اور وہ پوری قوم بکھری ہوئی ٹڈیوں کی طرح جمع ہیں۔ ہم نے یرموک کے قریب ہی رمادہ اور خولان کی سرزمین میں پڑاؤ ڈال رکھا ہے۔ ہمارے خلاف دشمن کی تعداد تقریباً آٹھ لاکھ ہے جبکہ مقدمۃ الجیش میں آنے والے نصرانی عربوں کی تعداد ساٹھ ہزار ہے۔ ان عربوں کا تعلق غسان، لخم اور جزام کے قبائل سے ہے۔ سب سے پہلے ہمارے ساتھ جبلہ بن ایہم ساٹھ ہزار شہسوار لے کر نکلا جبکہ ہم نے ان کے مقابلے میں صرف ساٹھ شہسوار بھیجے۔ اللہ عزوجل نے ہمارے شہسواروں کے ہاتھوں انھیں شکست دی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ۙ ﴾

''اور مدد نہیں مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس سے۔''[1]

اس معرکے میں دس بہادر شہید ہوئے۔ ان میں حضرت راعلہ، حضرت جعفر بن مسیب، حضرت نوفل بن ورقہ، حضرت قیس بن عامر، حضرت سلمہ بن سلامہ خزرجی رضی اللہ عنہم سرفہرست ہیں۔ پانچ بہادر جوان قیدی ہو گئے۔ قیدی ہونے والوں میں رافع بن عمیرہ، ربیعہ بن عامر، ضرار بن ازور، عاصم بن عمرو، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ ہم ابھی تک جنگ و جدال کے سرہانے پر ہیں۔

امیر المؤمنین! آپ مسلمانوں کی طرف سے غفلت ہرگز نہ برتئے گا اور

[1] پارہ 3، آل عمران 126، ترجمہ کنزالایمان

جاں نثارانِ اسلام کو بھیج کر ہماری مدد فرمایئے۔ ہم اللہ عزوجل سے اپنی اور اسلام کی مدد کا سوال کرتے ہیں۔
وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ وَ عَلٰى جَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ وَرَحْمَةُ اللهِ
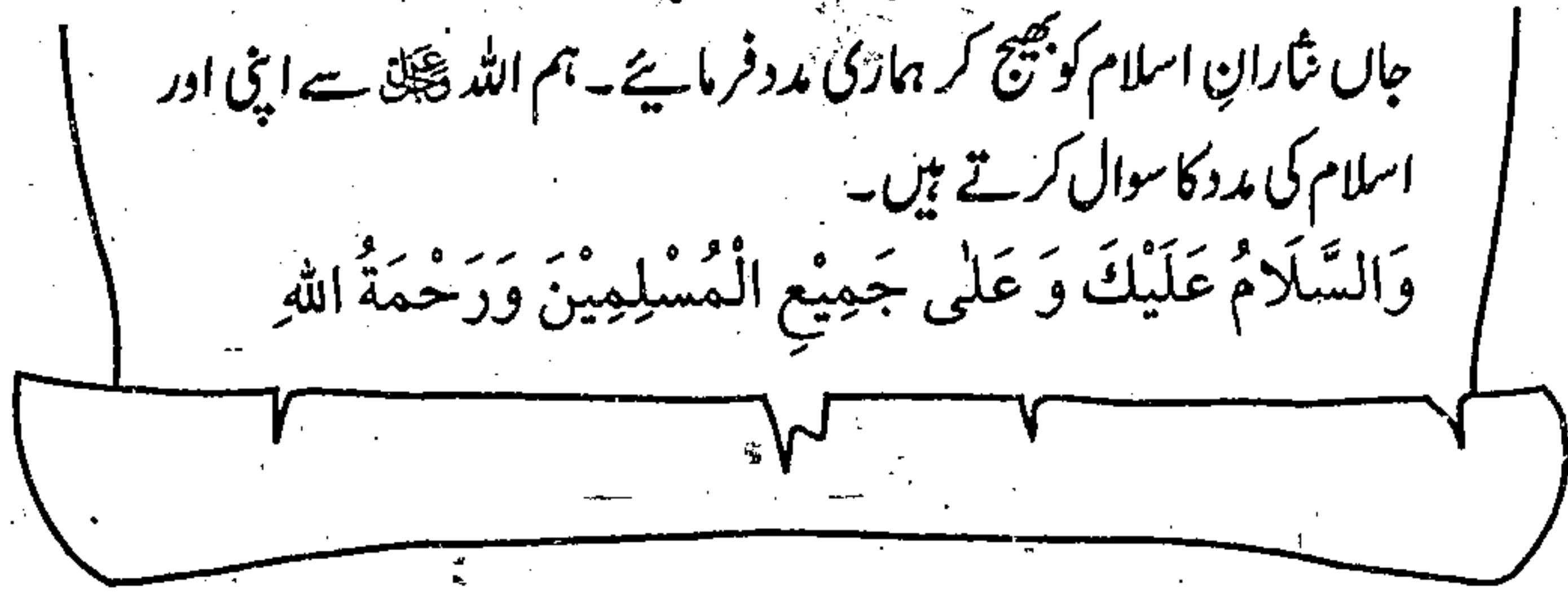
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط لپیٹا اور عبداللہ بن قرط ازدی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر کے حکم فرمایا کہ وہ مدینہ شریف جائے اور امیر المؤمنین کو حالات سے باخبر کرے۔

عبداللہ بن قرط ازدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں جمعہ کے دن بعد نماز عصر چار بجے یرموک سے روانہ ہوا۔ کہتے ہیں ذی الحجہ کے بارہ دن گزر چکے تھے۔ ان دنوں چاند کے نور سے راتیں خوب روشن ہوتی تھیں۔ اگلے جمعہ کے روز گیارہ بجے میں مدینہ شریف پہنچا اور دیکھا کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں لوگوں کا ہجوم ہے۔ میں نے بابِ جبریل کے پاس اپنی اونٹنی باندھی اور روضۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہو کر پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں سلام عرض کیا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ اقدس میں سلام پیش کیا۔ [1] پھر مسجد نبوی میں دو رکعتیں ادا کیں۔

امیر المؤمنین کی خدمت میں مکتوب پیش کرنا

اس کے بعد میں نے خط نکالا اور امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ کہتے ہیں حالات معلوم کرنے کے لیے دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کا جم غفیر جمع ہو گیا۔ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط دیا اور ان کے ہاتھ چومے۔ [2] خط پڑھتے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا رنگ متغیر ہو گیا، ہاتھ تھر تھر کانپنے لگے، بے چینی حد سے بڑھنے لگی اور بے اختیار زبان سے کلمہ نکلا:

"اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"

یہ دیکھ کر حضرت عثمان غنی، حضرت علی، حضرت عباس، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خود بھی بیقرار ہو گئے اور عرض کرنے لگے: امیر المؤمنین! مسلمان بھائیوں کے بارے جو خبر آپ نے پڑھی، خدارا! ہمیں بھی مطلع کریں۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خطبہ ارشاد فرمانے کی غرض سے منبر پر چڑھے۔ اس کے بعد

---

[1] صحابہ کا معمول ملاحظہ فرمائیں۔ آتے ہی بارگاہ رسالت میں حاضری۔ اللہ عزوجل ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (مترجم عفی عنہ)

[2] اس سے معلوم ہوتا ہے بزرگ شخصیت کا ہاتھ چومنا جائز ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس امر سے منع نہیں فرمایا اور وہ یقیناً غیر شرعی عمل کی کبھی اجازت عطا نہیں فرماتے تھے۔ (مترجم عفی عنہ)

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا خط سب کو پڑھ کر سنایا۔

مکتوب سن کر سب لوگ اپنے بھائیوں سے ملنے اور اظہارِ شفقت کے اشتیاق میں زار وقطار رونے لگے۔ سب سے زیادہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رو رہے تھے۔ آپ نے عرض کی: امیرالمؤمنین! آپ ہمیں اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے روانہ ہونے کا حکم دیجیے۔ ہمارے جانے سے مسلمانوں کو بہت تقویت ملے گی۔ خدا کی قسم میں اپنی جان اور مال کا اختیار ہی رکھتا ہوں، سو انھیں مسلمانوں پر نثار کرنے میں بخل نہیں کرنا چاہتا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی باتیں سنیں اور مسلمانوں کا جزع فزع اور شدتِ اشتیاق ملاحظہ کیا تو عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر دریافت فرمایا:

اے ابن قرط! رومی لشکر کس کی قیادت میں ہے؟ انھوں نے بتایا: پانچ سرداروں کی زیرِ قیادت رومی لشکر آیا ہے، ان میں ایک تو ہرقل بادشاہ کا بھانجا قورین، دوسرا دیرجان، تیسرا قناطیر، چوتھا جرجیر ہے۔ پانچواں سردار باہان ارمنی بادشاہ ہے جس کو سارے صلیبیوں کی قیادت دی گئی ہے۔ ان کے ساتھ جبلہ بن ایہم بطور مقدمۃ الجیش ساٹھ ہزار شہسوار لیے پیش پیش رہا۔ یہ سننا تھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیقرار ہو کر بولے: ''لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ''

اس کے بعد آپ نے قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت پڑھی:

﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِؤُا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ ۝ ﴾

''چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ کو اپنا نور پورا کرنا پڑے برا مانیں کافر۔''[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسلمانوں سے مشورہ

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے مسلمانو! اپنی اپنی آراء پیش کرو، تم کیا مشورہ دیتے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانو! تمھیں مبارک ہو، اللہ عزوجل تم پر رحمت نازل فرمائے! یہ واقعہ تو اللہ عزوجل کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ ایسے واقعات کے ذریعے اللہ عزوجل اپنے بندوں کی آزمائش کرتا ہے تاکہ وہ تمھارا صبر اور کارگزاری دیکھے۔ تو جو صبر کرے اور اپنا احتساب کرے وہ اللہ عزوجل کے نزدیک صابروں میں شمار ہوگا۔ مسلمانو! یہ وہی واقعہ ہے جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اشارہ کر کے بتایا تھا۔ اس کا ذکر ہمیشہ کے لیے ہے اور وہ واقعہ ہلاکت میں ڈال دینے والا ہے۔

[1] پارہ 28، الصف 8، ترجمہ کنزالایمان

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے میرے بھائی کے بیٹے! ہلاکت کس پر واقع ہوگی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے چچا جان! جو شخص اللہ وحدہ لاشریک کا انکار کرے گا اور اس کا بیٹا ماننے کا قائل ہوگا، وہ ہلاکت میں مبتلا ہوگا سو تم مدد خداوندی کا یقین رکھو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف مخاطب ہوئے اور درخواست پیش کی کہ اے امیر المؤمنین! حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط لکھیں اور انھیں بتائیں کہ نصرتِ خداوندی، ہماری مدد سے کہیں بہتر ہے اور کسی بھی عظیم معاملے میں وہی مددگار ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لے گئے اور ایسا خطبہ ارشاد فرمایا کہ دل تڑپ اٹھے آنکھیں زاروزار آنسو بہانے لگیں۔ آپ نے جہاد کے متعلق فضائل کا تذکرہ کیا پھر منبر شریف سے اترے اور مسلمانوں کو نماز پڑھائی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا جس میں فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جوابی خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے امین الامت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں مہاجرین اور انصار کے نام۔

السلام علیکم!

میں اللہ عزوجل کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود وسلام بھیجتا ہوں۔

حمد وصلوۃ کے بعد، مسلمانو! اللہ عزوجل کی مدد ہماری مدد سے بہتر ہے۔ یاد رکھو! بعض اوقات بڑی بڑی جماعتیں چھوٹی سی جماعت کو بھی شکست نہیں دے سکتیں۔ کیونکہ اللہ عزوجل اپنی مدد کے ذریعے سے انھیں رسوا کر دیتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿ وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَیْـًٔا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ ﴾

''اور تمھارا جتھا تمھیں کچھ کام نہ دے گا چاہے کتنا ہی بہت ہو۔ اور اس کے

ساتھ یہ ہے کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے۔"[1]

بعض اوقات اللہ ﷻ چھوٹی سی جماعت کو بڑی جماعت پر غالب کر دیتا ہے۔ مدد تو اللہ ﷻ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ اللہ ﷻ کا ارشاد ہے:

﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ﴾

"تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے۔"[2]

مبارک ہو شہداء کرام کو اور مبارک ہو توکل علی اللہ کرنے والے کو۔ اپنے مسلمان ساتھیوں کو لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑو اور اپنی جماعت کے قلیل ہونے سے مایوس نہ ہونا۔ تم نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کتنے سے افراد ہوتے تھے اور کتنے ہی مقامات پر دشمن سے عاجز نہیں آئے؟ حتیٰ کہ انھیں شہید کر دیا گیا۔ انھوں نے اللہ ﷻ سے ملاقات میں ذرا بھی کوتاہی نہیں کی بلکہ جہاد کا حق ادا کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾

"وہ کچھ بھی نہ کہتے تھے سوا اس دعا کے کہ اے ہمارے رب بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہمارے قدم جما دے اور ہمیں ان کافر لوگوں پر مدد دے۔"[3]

میرا خط جس وقت آپ کو ملے تو مسلمانوں کو پڑھ کر سنانا اور انھیں اللہ ﷻ کے راستے میں دشمنوں کا مقابلہ کرنے کا حکم دینا اور انھیں یہ ارشاد خداوندی سنانا۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾

"اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر

[1] پارہ 9، الانفال 19، ترجمہ کنزالایمان

[2] پارہ 21، الاحزاب 23، ترجمہ کنزالایمان

[3] پارہ 3، آل عمران 148-147، ترجمہ کنزالایمان

اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔" ❶

والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
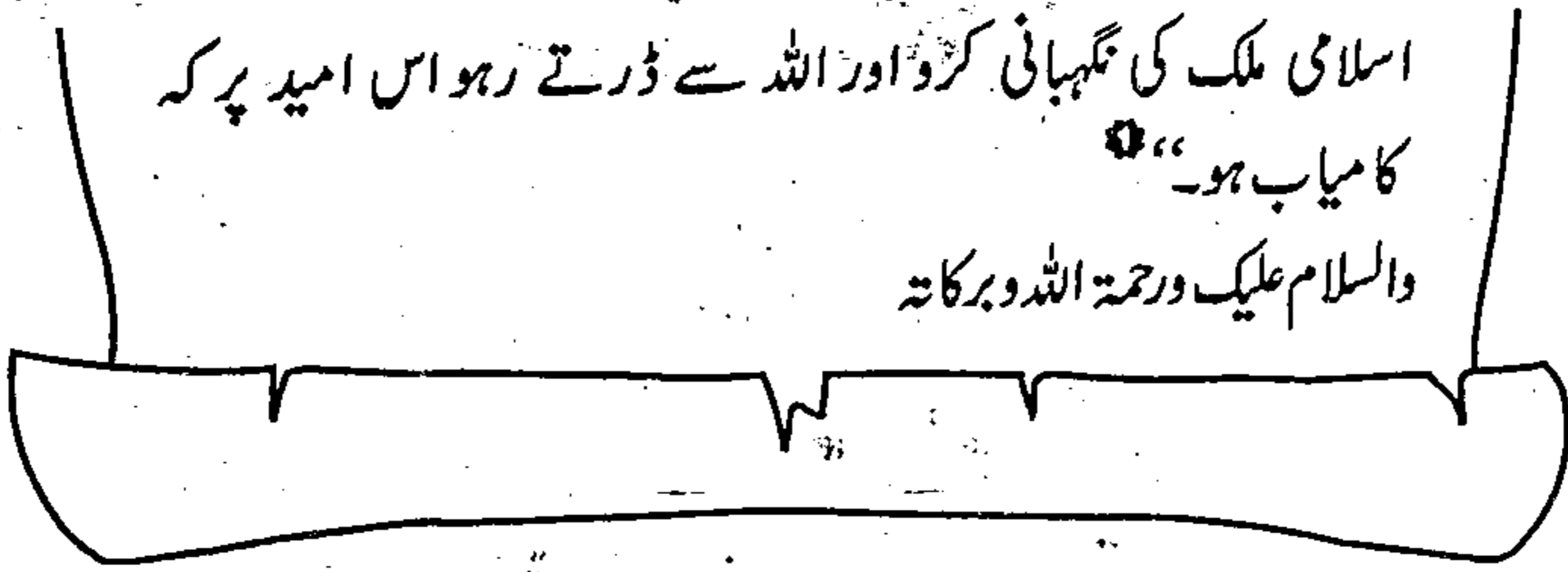
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خط لپیٹ کر عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا:

مسلمانوں کے پاس جاؤ، جس وقت جاں نثارانِ اسلام اپنی صفیں سیدھی کر چکیں تو ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہنا کہ مجھے عمر فاروق نے بھیجا ہے۔ میرا اسلام پیش کرنا اور کہنا: اے اہلِ ایمان! مقابلہ کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں صبر سے کام لینا۔ رومیوں پر شیروں کی طرح شدت سے حملہ کرو اور اپنی تلواروں سے ان کی گردنیں اڑا دو۔ تمھارے لیے ان کو مارنا مکھیوں کو مارنے سے بھی آسان ہے کیونکہ اللہ عزوجل یقیناً تمھاری مدد کرے گا۔ پھر ان کے سامنے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھنا:

﴿ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ ﴾

"تو بے شک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔" ❷

عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب امیر المؤمنین اپنا پیغام دے چکے تو میں نے عرض کی: امیر المؤمنین! میرے لیے سلامتی اور بحفاظت وہاں پہنچنے کی دعا فرمایئے۔ ❸ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی "اے ہمارے پروردگار! عبداللہ کی مدد فرما، اسے سلامت رکھ اور اس کے طویل سفر کو آسان فرما، بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

حضرت عبداللہ بن قرط اور روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حاضری

حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بابِ حبشہ کی طرف مسجد سے نکلا۔ نکلتے ہی میرے دل میں خیال آیا کہ میں تو بہت بڑی غلطی کر رہا ہوں کیونکہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دیئے بغیر جا رہا ہوں، پھر نہ جانے حاضری کا موقع ملتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ میں قبرِ انور کی زیارت کے لیے حجرہ مبارک میں گیا۔ ❹ میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

❶ پارہ 4، آل عمران 199، ترجمہ کنزالایمان

❷ پارہ 6، المائدہ 56، ترجمہ کنزالایمان

❸ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے بزرگوں سے دعا کروانے کے بارے ان کا نظریہ واضح ہو رہا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

❹ ان حضرات کا روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جمع اور حاضر ہونا اسی بات پر دلیل ہے کہ روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دینا بہت بڑی سعادت مندی ہے جبکہ آج کچھ لوگ اس فعل سے منع کرتے ہیں۔ انھیں ان حضرات (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے۔ (مترجم عفی عنہ)

قبرِ انور کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ان کے علاوہ حضرت امامِ حسین رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود مبارک میں اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی گود میں تشریف فرما تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، سورۂ ھود جبکہ باقی حضرات سورۂ انعام کی تلاوت کر رہے تھے۔ عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کے پاس سلام عرض کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے ابن قرط! شام جانے کا ارادہ ہے؟

میں نے عرض کی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی! جی ہاں! جانے کا ارادہ ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ میرے پہنچنے سے قبل لڑائی کا میدان گرم ہو چکا ہوگا۔ جب وہ لوگ مجھے دیکھیں گے کہ میرے ساتھ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدد کے لیے کسی کو نہیں بھیجا تو مجھے خوف ہے کہ کہیں وہ کمزور نہ پڑ جائیں اور مایوس نہ ہو جائیں۔ میری خواہش ہے کہ ان کے دشمنوں کے ساتھ ٹکراؤ سے پہلے پہنچ جاؤں تاکہ انھیں امیر المؤمنین کی بتائی ہوئی نصیحت کر سکوں اور انہیں صبر کی تلقین کر سکوں۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دعا کرانے سے کس نے منع کیا تھا؟ یعنی وہ تیرے لیے دعا کرتے اور تیرا سفر جلدی طے ہو جاتا۔ اے ابن قرط رضی اللہ عنہ کیا تجھے علم نہیں کہ امیر المومنین کی دعا رد نہیں ہوتی اور نہ ہی قبولیت میں تاخیر ہوتی ہے۔ [1]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا:

((لَوْ كَانَ نَبِيٌّ ثَانٍ بَعْدِيْ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ))

''اگر میرے بعد کوئی دوسرا نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہی ہوتے۔'' [2]

اے ابن قرط! کیا تو نہیں جانتا کہ امیر المؤمنین کا ہر فعل کتاب اللہ کے حکم کے موافق ہے۔ حتیٰ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَوْ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ عَذَابٌ مَا نَجَا مِنْهُ اِلَّا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ))

یعنی اگر آسمان سے زمین تک عذاب نازل ہو جائے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی نجات نہ پا سکے گا۔

---

[1] حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ بتلا رہے ہیں کہ ان لوگوں کا آپس میں کوئی لڑائی جھگڑا نہ تھا نہ خلافت کا نہ کوئی اور ذاتی بلکہ وہ تو ایک دوسرے کے فضائل و مناقب بیان کرتے تھے۔ (مترجم عفی اللہ عنہ)

[2] حدیث مبارکہ کا متن اس طرح ہے: ((عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ)) حوالہ جات: سنن ترمذی: كتاب المناقب عن رسول الله باب فی مناقب عمر بن خطاب، حدیث نمبر 3686، مستدرك امام حاكم: حدیث نمبر 4495، طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کی، حدیث نمبر 475، مشکوٰۃ مناقب عمر بن خطاب فصل اول، حدیث نمبر 5788.

کیا تم نہیں جانتے، امیر المؤمنین کے بارے قرآن کریم کی آیات مبارکہ نازل ہوئی ہیں۔ کیا وہ زاہد، متقی نہیں ہیں؟ کیا وہ عابد نہیں؟ کیا وہ حضرت نوح علیہ السلام کے مشابہ نہیں ہیں؟ اگر وہ تیرے لیے دعا فرما دیتے تو یقیناً ان کی دعا قبول ہوتی اور تیری بُعد مسافت کی منزلِ آسان ہو جاتی۔

حضرت عبداللہ بن قرط نے رضی اللہ عنہ کہا: میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے فضائل اچھی طرح جانتا ہوں لیکن میری خواہش ہے کہ آپ کی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دعائیں لے کر زیادہ فیض یاب ہو سکوں خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کے پاس! یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی:

"اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِهٰذَا النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى وَالرَّسُوْلِ الْمُجْتَبٰى [1] الَّذِيْ تَوَسَّلَ بِهٖ اٰدَمُ فَاَجَبْتَ دَعْوَتَهٗ وَغَفَرْتَ خَطِيْئَتَهٗ اِلَّا سَهَّلْتَ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ طَرِيْقَهٗ وَطَوَيْتَ لَهُ الْبَعِيْدَ وَاَيَّدْتَ اَصْحَابَ نَبِيِّكَ بِالنَّصْرِ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ"

"اے اللہ! ہم اس برگزیدہ نبی اور چُنے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ جلیلہ تیری بارگاہ میں پیش کرتے ہیں، جن کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی تو نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا اور ان کی لغزش کو معاف فرما دیا۔ اے اللہ تو عبداللہ کا سفر آسان فرما دے اور دوری کو ان کے لیے لپیٹ دے اور تو دعاؤں کو سننے والا ہے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کی مدد اور نصرت فرما۔ [2] امین

عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کہتے ہیں دعا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن قرط! جلدی سے جاؤ اور خوش ہو جاؤ کیونکہ تیرے لیے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق، حضرت عباس، حضرت حسن، حضرت حسین رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن

---

[1] حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا فرمانا اس کی طرف اشارہ ہے کہ بزرگوں سے دعا کروانا باعثِ برکت ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

[2] بعد از وصال رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ قائم کرنا، ان کے عمل سے ثابت ہو رہا ہے۔ اللہ عزوجل ہمیں بھی سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنے پر بطور ثبوت مزید احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے لیے خیر و عافیت (یعنی اللہ عزوجل میری بینائی لوٹا دے، اسکی) کی دعا فرمایئے۔ اس صحابی نے عرض کیا: آپ دعا فرما دیجیے۔ آپ نے اسے اچھی طرح وضو کرنے اور دو رکعت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ دعا کرو: "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَامُحَمَّدُ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى۔ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ" یعنی: "اے پروردگار عالم! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف نبی رحمت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرتا ہوں تاکہ پوری ہو۔ اے پروردگار عالم! میرے حق میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما۔" دیکھیے سنن ترمذی: کتاب الدعوات عن رسول اللہ، باب فی دعاء الضعیف، حدیث نمبر 3578، امام نسائی نے سنن کبری میں۔ حدیث نمبر 10494، ابن ماجہ: کتاب اقامۃ الصلوٰۃ والسنۃ فیہا، باب ما جاء فی صلوٰۃ الحاجۃ، حدیث نمبر 1485، اس کے علاوہ ابن خزیمہ، مسند امام احمد بن حنبل، تاریخ کبیر، مستدرک امام حاکم، طبرانی میں بھی ہے۔

نے کائنات کے سردار ﷺ کے وسیلہ سے دعا کی ہے جو کبھی بغیر قبولیت کے واپس نہ ہوگی۔

عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دعائیں لیتے ہوئے خوشی خوشی حجرہ مبارک سے نکلا۔ اونٹنی پر سوار ہو کر اپنی منزلِ مقصود کی طرف روانہ ہو گیا۔

عبداللہ کہتے ہیں: میں مدینہ شریف سے اسی روز بعد نمازِ عصر نکلا، جس روز میں ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط لے کر آیا تھا یعنی جمعہ کے روز۔ جس وقت تاریکی چھانے لگی اور رات نے اپنی سیاہ چادر سے دن کو ڈھانپ لیا تو میں نے اونٹنی کی لگام چھوڑ دی اور دل میں سوچا یہ خود ہی مجھے لے کر چلتی رہے گی۔ میں تین دن تک مسلسل سفر میں رہا پھر منگل کے روز عصر کی نماز کے وقت یرموک کے مقام میں پہنچ گیا جبکہ مسلمانوں کی اذان مجھے سنائی دے رہی تھی۔ میں جلدی سے امیرِ لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے خیمہ کی طرف گیا۔ اپنی اونٹنی ایک طرف باندھ دی۔ اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور حضرت علی، حضرت عمر، حضرت عباس، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہم کی دعاؤں کا تذکرہ کیا۔

یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن قرط! تو نے بالکل اچھا کیا کیونکہ وہ حضرات صاحب مقام و مرتبہ ہیں، ان کی دعائیں رد نہیں ہو سکتیں۔ [1] حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط سارے مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا۔ جس سے ان کے دل دہل گئے بیقرار ہو کر کہنے لگے: اے امیر! ہم میں سے ہر شخص شہید ہونا چاہتا ہے۔ اللہ عزوجل ضرور ہمیں شہادت سے نوازے گا۔

مدینہ میں مجاہدین کا جمع ہونا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ باوثوق طریقے سے لکھتے ہیں: راوی کا کہنا ہے جب عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بروز جمعہ، مدینہ شریف سے چلے گئے اور اگلے روز یعنی ہفتے کے دن امیر المؤمنین کے پیچھے ہم لوگوں نے نماز پڑھی اس کے بعد ہم لوگ بقدر استطاعت قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے کہ اچانک ہم نے زوردار آوازیں سنیں۔ تحقیق حال کی خاطر باہر نکلے، ہمارے دل خوفزدہ ہو چکے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ یمن سے قبیلۂ صدوان، ارضِ سبا اور حضر موت کے لوگ جہاد کے لیے جمع تھے۔ وہ لوگ جابر بن خول ربعی رضی اللہ عنہ کی زیرِ قیادت تھے، جن کی تعداد چھ ہزار تھی۔

امیر المؤمنین کے ادب کے پیشِ نظر ان کا سردار سواری سے اتر کر پیدل ہو گیا۔ ساری قوم نے امیر المؤمنین کو سلام کیا۔ آپ نے انھیں قریب پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ ابھی رات مکمل طور پر نہیں چھائی تھی کہ فارس، مکہ، طائف اور وادیٔ نخلہ سے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک ہزار کا لشکر آیا۔ انھوں نے سلامی پیش کی اور پہلے والے لشکر کے

[1] مقبولین بارگاہِ خداوندِ قدوس کے بارے ایسا ہی گمان رکھنا چاہیے۔ مشکوۃ شریف فصل فی حب اللہ میں حدیث پاک ہے: ((لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهٗ)) ''اگر وہ اللہ قسم کھالیں تو وہ ضرور ان کی قسموں کو پورا کرے گا۔'' (مترجم عفی عنہ)

پاس ہی انھیں بھی پڑاوڈالنے کا حکم دیا گیا۔امیر المؤمنین نے ان کی نگہداشت کا انتظام کرایا پھر گہرے سرخ رنگ کا جھنڈا لیا اور حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو سونپ دیا۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ابھی کوچ کرنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سعید! چلنے سے قبل میں تجھے چند نصیحتیں کرتا ہوں۔ پھر آپ پیدل ہی میرے قریب آئے۔آپ کے ساتھ حضرت عثمان غنی، حضرت عباس، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم بھی تھے۔جس وقت امیر المؤمنین میرے قریب آکر ٹھہرے تو لوگوں نے آپ کے اردگرد مجمع بنالیا اور غور سے سننے لگے۔

لشکرِ اسلام کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

پھر امیر المؤمنین نے فرمایا: سعید! میں تجھے اس لشکر کا سپہ سالار مقرر کرتا ہوں، قیادت اب تیرے ہاتھ میں ہے۔تو ان میں سے کسی پر بھی فوقیت نہیں رکھتا۔ ہاں! اگر تقویٰ اختیار کرے تو علیحدہ بات ہے۔ جب تم لشکر کو لے کر چلو تو حتی المقدور کوشش کرو کہ ان پر نرمی برتو۔ کسی قسم کا دباؤ یا سختی نہ کرنا، کسی کو برا کلمہ ہرگز نہ کہنا، ان میں سے چھوٹوں کو حقیر اور طاقتور کو ترجیح نہ دینا، نفس کی اتباع نہ کرنا، لشکر کو کھنڈرات اور مشکل راستے سے لے کر نہ چلنا بلکہ آسان راستے میں چلنا اس کے علاوہ خاردار راستوں سے پرہیز کرنا۔ اور اللہ عزوجل ہی تمھارے لیے خلیفہ [1] ہے۔

یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سعید! امیر المؤمنین نے تیرے لیے جو نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں، انھیں اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔انھیں کے اسلام لانے سے مسلمانوں کی تعداد چالیس ہوئی تھی اور انھیں کی وجہ سے اس امت کا نام ''مؤمنین'' پڑا۔ اور انھیں کے بارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنْ تُطِیْعُوْہُ تَہْتَدُوْا وَتَرْشَدُوْا))

''اگر تم اس کی پیروی کرو گے تو رشد و ہدایت پالو گے۔'' [2]

تو اے سعید! لشکر کو لے کر جاؤ اور جس وقت تم حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے جا ملو تو تم بھی ان کے زیر فرمان ہو جانا۔ پہنچتے ہی امیر المؤمنین کو خط لکھ دینا تاکہ مجھے بھی تمھارے پاس بھیج سکیں۔ ہم تمھارے پہنچنے کا انتظار کریں گے۔ میرے آنے سے دیکھنا، کس طرح سرزمین شام مشرکین سے پاک ہو جائے گی۔ انشاء اللہ عزوجل۔

حضرت سعید بن عامر نصیحتیں سننے کے بعد اشعار پڑھتے ہوئے روانہ ہو گئے۔

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ ہی تمھارا محافظ و نگہبان ہے۔ [2] اسی مضمون کی حدیث پاک ملاحظہ فرمائیں: ((قال رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّہِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِہْتَدَیْتُمْ.)) مشکوۃ المصابیح، باب مناقب صحابہ، فصل ثالث، رقم الحدیث: 5757.

ترجمہ اشعار:

❀ معزز و مکرم ہستیوں سے رخصت ہو کر ہم لوگ عمدہ نسل کے بہترین گھوڑوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے ہیں۔

❀ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور اپنے نبی مکرم ﷺ کے اصحاب کی طرف نکل رہے ہیں تا کہ ان کی مدد کریں اور اللہ عزوجل دین اسلام کی مدد فرمانے والا ہے۔

❀ (اللہ عزوجل ان اصحاب کی مدد فرمانے والا ہے) ہر اس رومی، لعین بد بخت کے خلاف جسے تو دیکھے گا کہ وہ صلبان پر ایمان رکھتا ہے جبکہ اللہ عزوجل کا انکار کرتا ہے۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ملکِ شام اور اس کے راستوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ کیونکہ ملک شام میں سال میں ایک دو مرتبہ جانا ہوتا تھا۔ ہم ستاروں کی روشنی میں معروف راستوں سے ہٹتے ہوئے غیر معروف راستوں کی طرف چلنے لگے۔

مدینہ سے لشکر کی روانگی اور راستہ بھولنا

مدینہ شریف سے جب نکلے تھے تو میں لشکر کے آگے آگے چلا انھیں عام راستوں سے ہٹاتے ہوئے بصرہ کے راستے لے کر چلا کیونکہ مسلمانوں پر دشمن کا خوف بھی تھا۔ لہٰذا اللہ عزوجل کی توفیق سے مسلمانوں کو تنگی سے محفوظ کرتے ہوئے ایک طرف نکل گیا۔ مسلسل مسافت کے بعد گمان ہوا کہ راستہ بھول چکا ہوں۔ کیونکہ اس راستے سے پہلے میرا کبھی بھی گزر نہیں ہوا تھا۔ میں حیرانگی کے عالم میں وہیں ٹھہر گیا۔ پیچھے سے لشکر بھی میرے ساتھ آ ملا۔ بہر حال میں نے راستہ بھولنے کا کسی سے تذکرہ نہ کیا۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم'' پڑھنے لگا۔ اسی طرح دو دن دو راتوں کی مسلسل مسافت کے بعد میں مسلمانوں کے پاس آیا۔ انھوں نے مجھ سے پوچھا: کیا راستہ تو نہیں بھول گئے؟ میں چشم پوشی اختیار کرتے ہوئے یہی کہہ دیتا کہ نہیں ہم درست راستے پر ہی جا رہے ہیں۔ مدینہ منورہ سے نکلے ہوئے دس دن گزر چکے تو ہمارے سامنے ایک پہاڑ ظاہر ہوا، اسے دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ اب ہم واقعی راستہ کھو بیٹھے ہیں۔ اور اپنے آپ سے کہنے لگا: اے سعید! خدا کی قسم! تو نے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ اپنے دل میں ہی سوچا کیا یہ بعلبک کا پہاڑ تو نہیں؟ اگر ایسا ہے، پھر تو ہمارے لیے اب راستہ آسان ہو چکا ہے۔ یہ پہاڑ دن کے آغاز میں ہمیں دکھائی دیا تھا، پہنچتے پہنچتے رات چھا گئی۔ جب ہم اس پہاڑ کو عبور کر چکے تو ایک بہت بڑی وادی سے ہمارا گزر ہوا جس میں گھنے درخت تھے۔ وادی کو دیکھ کر میں جان گیا کہ ہم منزل مقصود تک پہنچنے والے ہیں۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تمھیں مبارک ہو! ہم ملک شام میں داخل ہو چکے ہیں خصوصاً مسلمانوں کے فتح کردہ

علاقوں میں۔ ہم اس وادی میں داخل ہو گئے اس میں کوئی راستہ نہیں تھا کہ جہاں سے گزرنے کی جگہ ہو۔ مسلمانوں کو یہاں سے گزرتے ہوئے بہت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ تھکاوٹ سے بدن نڈھال ہو گئے۔ سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مسلمانوں کے لشکر میں اکثر لوگ پیدل تھے۔ تھکاوٹ دیکھ کر سوار لوگوں نے پیدل چلنے والوں کو اپنی سواریوں پر سوار کر لیا۔

مسلمانوں نے وادی عبور کرتے ہوئے وحشت محسوس کی کیونکہ راستہ بھی تو بالکل غیر معروف تھا۔ انجانا سا خوف دلوں میں سرایت کرنے لگا دوسری طرف تھکاوٹ سے بدن بھی چور چور ہو رہا تھا۔ ساتھیوں نے سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کی: معلوم ہوتا ہے ہم واقعی راستہ کھو بیٹھے ہیں اور کسی غیر معروف راستے پر نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ آپ ہمیں اس وادی میں کچھ دیر قیام کرنے کی اجازت دے دیں۔ اس قدر کٹھن راستے سے بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ یہ سن کر حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے انھیں اسی جگہ ٹھہرنے کی اجازت دی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس وادی میں شیریں پانی کا ایک چشمہ تھا اس کے قریب مسلمانوں نے پڑاؤ کیا۔ خود بھی سیراب ہوئے اور اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کو بھی سیراب کیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے اپنے اپنے جانوروں کو چرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا۔ اکثر لوگ تو پڑاؤ ڈالتے ہی سو گئے جبکہ بعض حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے لگے۔

امیرِ لشکر کا خواب دیکھنا

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: سارے لشکر کو اچھی طرح تحفظ دے کر میں ایک طرف بیٹھ گیا اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے لگا۔ مسلمانوں کی سلامتی و کامیابی کی دعائیں کیں۔ اسی عالم میں غلبۂ نیند نے مجھ پر چھانا شروع کیا اور میں سو گیا۔ میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک سرسبز و شاداب گھنے درختوں اور پھلوں والے باغ میں دیکھا۔ میں نے اس باغ میں سے پھل کھایا اور نہر سے صاف شفاف پانی بھی پیا۔ اس کے علاوہ اپنے ساتھیوں کو بھی پھل دیئے انھوں نے بھی کھائے۔ میں بہت خوش تھا۔ اسی اثنا میں گھنے درختوں سے اچانک ایک شیر گرجتا ہوا نمودار ہوا۔ اس نے میرے چہرے کی جانب حملہ کرنے کا ارادہ کیا اور چیر پھاڑ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔ میرے پاؤں لرزنے لگے اور اس کی وحشت مجھ پر چھا گئی۔ قریب تھا کہ وہ مجھ پر حملہ آور ہوتا اچانک دو بڑے بڑے شیر کہیں سے آ نکلے۔ ان دونوں شیروں نے مجھ پر حملہ آور ہونے والے شیر کو پچھاڑ ڈالا اور ہلاک کر دیا۔

میں نے شیروں کی خوفناک آواز سنی تو میری آنکھ کھل گئی۔ جاگنے کے بعد میں نے محسوس کیا کہ خواب میں کھائے ہوئے پھلوں کا ذائقہ میرے منہ میں باقی تھا۔ اور دونوں شیروں کی شکلیں میرے سامنے تھیں۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں اس خواب کی تعبیر یہ آئی کہ وہ پھل عنقریب غنیمت کی شکل میں ملیں گے۔ بیرونی طاقتیں درمیان میں حائل ہوں گی مگر ہم ان پر غالب آجائیں گے۔ میں اپنے آپ سے ہی باتیں کرتا رہا کہ ہمیں ضرور فتح حاصل ہوگی۔ کہتے ہیں اس طرح کے خیال میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے اور میں قرآن کریم کی تلاوت کر رہا تھا کہ اچانک ہاتف غیبی سے آواز آئی! اور میں گھبرا گیا۔ وادی کے دائیں طرف سے کسی نے شعر پڑھے جن کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہے:

ترجمہ اشعار:

- اے رشد و ہدایت کی طرف رہنمائی کرنے والے گروہ! اس وادی کے خوف سے جزع فزع نہ کرو۔
- اس وادی میں کوئی جن ہے نہ ڈرانے والا۔ اے لوگو! عنقریب تم لوگ انجام کار سے مطلع ہو جاؤ گے۔
- (وہ انجام کار) ایسے لطف و کرم کی صورت میں ہوگا جو لطف و محبت اولاد سے ہوتی ہے اور ایسی رحمت جو دلوں میں رکھ دی جاتی ہے۔
- عنقریب اللہ عزوجل تمھیں ہدایت کے راستے پر چلا دے گا اور پھر تم لوگ اولاد کے ساتھ ان کے مالوں کو بھی بطور غنیمت پالو گے۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہاتف غیبی سے اشعار سنے اور اس میں حصول غنیمت کا تذکرہ سن کر میں اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدے میں گر گیا تو دوسرے مسلمان ساتھی بھی غیبی آواز سن کر جاگ گئے۔ سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ان اشعار میں سے ایک یاد کر لیا جبکہ باقی تین حضرت سماح رضی اللہ عنہ نے یاد کر لیے۔ بعد میں انھوں نے تینوں شعر مجھے سنائے تو میں نے بھی یاد کر لیے۔ بہر حال مسلمانوں نے جب غیبی آواز سنی تو بہت خوش ہوئے اور حصولِ غنیمت کی خواہش بڑھنے لگی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہم اس وادی میں صبح تک ٹھہرے رہے۔ صبح کی نماز سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ جس وقت سورج طلوع ہوا اور ہر طرف خوب روشنی پھیل گئی تو اس وادی سے نکلے۔ وادی سے باہر نکلنے کے بعد حقیقت معلوم ہوئی کہ وہ پہاڑ کون سا تھا، وہ پہاڑ جبلِ رقیم تھا۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب میں نے صبح کے وقت پہاڑ پر نظر ڈالی تو پہچان لیا کہ واقعی جبل رقیم ہے۔ اس کے بعد میں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا مسلمانوں نے بھی میرے ساتھ نعرے لگائے مجھ سے دریافت کرنے لگے: ابن عامر! کس چیز کو دیکھ کر آپ نعرے لگا رہے تھے؟ میں نے کہا: مبارک ہو! ہم بلاد شام میں پہنچ چکے ہیں اور وہ پہاڑ جو تم لوگ

دیکھ رہے ہو، وہ جبل رقیم ہے۔ [1]

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے اکثر ساتھی ایسے تھے جنھیں جبل رقیم کے بارے بالکل علم نہیں تھا۔ اس لیے انھوں نے پوچھا کہ جبل رقیم کیا ہے؟ بہرحال میں نے حدیث رقیم سنا کر انھیں سمجھایا۔ سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ سن کر انھوں نے تعجب کیا۔ اس کے بعد میں سب کو لے کر غار کی طرف گیا وہاں جا کر ہم نے نماز ادا کی۔ پھر وہاں سے نکل کر ہم عمان کے علاقے میں پہنچے۔

اسلامی لشکر کا شہر جنان والوں سے صلح کا معاہدہ

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عمان کے علاقوں میں قدم رکھتے ہی میں لشکر کو لے کر شہرِ جنان کے راستے پر چل دیا۔ وہاں سے گزرتے ہوئے میں نے دیکھا کہ جنان کے چوہدری اور وڈیرے اپنا شہر چھوڑ کر کسی اور جگہ جا رہے تھے۔ اہل شہر اپنے اہل وعیال سمیت تھے جب مسلمانوں نے ان کو دیکھا تو امیر لشکر کی اجازت کے بغیر ہی ان پر حملہ کر دیا۔ کچھ لوگوں کو تو انھوں نے گرفتار کر لیا جبکہ باقی شہر کی طرف دوڑ گئے۔ وہ شہر قلعے کی طرح تھا۔ انھوں نے شہر میں داخل ہوتے ہی اس کے دروازے بند کر لیے۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں شہر کے قریب گیا اور اونچی آواز میں کہا: اے بدبختو! تمھیں کیا ہوا، تم تو شہر چھوڑ کر جا رہے تھے واپس کیوں لوٹ گئے؟

یہ سن کر ایک آدمی میرے پاس آیا اور کہا: اے عربی لوگو! ہم تو شہر چھوڑ کر جا رہے تھے بعد میں تم لوگوں سے خوفزدہ ہو کر واپس لوٹ آئے۔ اس نے بتایا کہ والی عمان نے ہمیں پیغام بھیجا ہے کہ اپنا شہر چھوڑ کر میری حفاظت میں عمان آجاؤ۔ بہرحال اب تو ہم لوگ تمھارے ذمہ وامان میں ہیں۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے تم ہمارے ذمہ وامان میں آچکے ہو لیکن ہماری صلح دس ہزار دیناروں پر ہوگی۔ اس کے بعد سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے انھیں صلح نامہ لکھ دیا۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جب ہم لوگوں نے وہاں سے چلنے کا ارادہ کیا تو وہ کہنے لگے: اے گروہِ عرب! تمھارے ساتھ ہماری صلح تو ہوگئی ہے لیکن ہمیں خوف ہے کہ والی عمان، نقیطاس ہماری صلح کی خبر سن کر تم لوگوں پر ضرور حملہ کرے گا۔ پھر اگر تم کامیاب ہوگئے تو اس میں تمھارے اور ہمارے لیے بہتری ہوگی۔

---

[1] قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ ۙ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا﴾ ترجمہ: کیا تمھیں معلوم ہوا کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے ہماری ایک عجیب نشانی تھے۔ (پارہ 15، الکہف 9) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ "رقیم اس وادی کا نام ہے جس میں اصحاب کہف ہیں۔" (بحوالہ تفسیر خزائن العرفان، مفتی نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ)

میں نے اس سے پوچھا: ہم ان پر کامیابی کس طرح حاصل کر سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا: بادشاہ باہان اپنا لشکر لے کر ہرقل بادشاہ کے حکم سے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے جا چکا ہے اور نقیطاس کو پیچھے چھوڑ گیا ہے اگر تم والی عمان نقیطاس پر حملہ کر کے کامیابی حاصل کر لو تو تم لوگ بہت سی غنیمت پا لو گے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ عمان کے لشکر میں کتنے افراد ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: پانچ ہزار ہوں گے۔ لیکن تم لوگوں کا خوف ان کے دلوں میں بیٹھ چکا ہے وہ تم لوگوں سے کبھی نہیں بچ سکیں گے۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا: والی عمان کے ساتھ جنگ کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟

انہوں نے جواب دیا: آپ خود بہتر سمجھتے ہیں۔ اللہ عزوجل ہمارے ہاتھوں ان کو قتل کرائے گا اس میں مسلمانوں کے لیے فائدہ ہے اور مشرکوں کے لیے وحشت بھی۔ سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے شہر والوں سے پوچھا: والی عمان اپنی قوم کو لے کر کس راستے سے آ رہا ہے؟

انھوں نے راستے کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ فلاں راستہ سے وہ آئیں گے۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے ہم لوگ عموریہ کے راستے سے چلتے ہوئے ایک وادی میں پہنچے۔ اِس عظیم وادی میں ایک دن اور ایک رات ٹھہرے رہے مگر کوئی بھی اس راستے سے نہ گزرا۔ جس وقت صبح ہوئی تو میں نے کہا: اے گروہِ مسلم! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو ہمیں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ساتھ ملنے کے لیے بھیجا ہے تو ہمارا یہاں سے نکلنا، قیام کرنے سے افضل ہے۔ لہٰذا یہاں سے نکلنے کی تیاری کرو۔ اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے۔

فرماتے ہیں: مشرکین جس وقت ہمارا سات ہزار فوجیوں کا لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملتا دیکھیں گے تو ان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے اور کافروں کے لیے تو ذلت ہی ہو گی۔

یہ سن کر مسلمان کہنے لگے: اے امیرِ لشکر! ہمارے دل حصولِ غنیمت کا یقین کر چکے ہیں ہماری گزارش ہے کہ ہمیں اس سے محروم نہ کریں۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہماری یہ گفتگو جاری تھی کہ اچانک رہبانوں اور پادریوں کی ایک جماعت آتی ہوئی دکھائی دینے لگی۔ ان کے اوپر بالوں کے کپڑے اور ہاتھوں میں صلیبیں تھیں۔ ان کے سر درمیان سے منڈھے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے دیکھتے ہی ان پر حملہ کر دیا اور انھیں گرفتار کر کے سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟

ان میں ایک بوڑھا پادری تھا، اس نے بات کی اور کہا: ہم لوگ اس علاقے کی عبادت گاہوں کے پادری ہیں اور

ہرقل بادشاہ کے بیٹے قسطنطین کے پاس پیغام لے کر جا رہے ہیں کہ وہ اپنا لشکر مدد کے لیے پیش کرے۔ سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جاؤ کافر تو کھلی گمراہی کا ہی شکار رہتے ہیں۔ یہ بتاؤ تمھارے پیچھے کی کیا خبر ہے؟ انھوں نے کہا: والی عمان پانچ ہزار سپاہیوں کا لشکر لے کر آ رہا ہے اس کے ساتھ نصرانی شہسوار اور صلیب پرست بھی ہیں۔

والی عمان کے لشکر سے آمنا سامنا

یہ سن کر حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے دعا کی: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ غَنِیْمَةً لَّنَا'' اے اللہ ﷻ انھیں ہمارے لیے غنیمت بنا دے۔ اس کے بعد آپ نے اسی پادری سے مخاطب ہو کر فرمایا، جو آپ سے گفتگو کر رہا تھا: کان کھول کر میری بات سن لو! ہمارے نبی مکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ہم کسی صومعہ کے لیے وقف پادری سے چھیڑ چھاڑ نہ کریں۔ اگر تم لوگ ہمیں دشمنوں کا خوف نہ دلاتے تو تمھارے لیے راستے کھلے رہتے ہم تمھیں کچھ نہ کہتے۔ اس کے بعد حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے زنانیر کے کسنے کا حکم دیا جو ان کی کمروں کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ اسی عالم میں اچانک والی عمان کا لشکر آتا دکھائی دیا۔ ان کے آگے آگے چند سپاہی راستے سے پتھروں کو ہٹاتے چلے آ رہے تھے۔ فرماتے ہیں: جس وقت مسلمانوں کے قریب پہنچے تو ہم نے ان جوانوں پر حملہ کر دیا اور سب کو قتل کر دیا۔ والی عمان کو اس بات کی خبر ہوئی تو مسلمانوں کی کارگزاری دیکھ کر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ پھر دونوں گروہ ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرا گئے جس میں بہت خون ریزی ہوئی۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے مسلمانوں کو لڑتے دیکھا وہ بڑی بہادری سے کافروں کو قتل کر رہے تھے اور تکبیر و تہلیل کے نعروں میں ان پر بجلی کی طرح ہلاکت بن کر ٹوٹ پڑے۔ جب والی عمان نے مسلمانوں کی قوت کا مظاہرہ دیکھا تو بزدلی دکھاتا ہوا بھاگ نکلا۔ اس کی پوری قوم بھی اس کے ساتھ مل گئی۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا، بعض مسلمانوں نے مال غنیمت سمیٹنا شروع کر دیا۔

والی عمان، نقیطاس بھاگتا ہوا کافی دور نکل گیا پھر ایک مقام پر کھڑے ہو کر اپنے ساتھیوں کے ملنے کا انتظار کرنے لگا۔ اس کی ہزیمت خوردہ قوم بھی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ نقیطاس ابھی ٹھہرا ہی تھا کہ اچانک تیز رفتار گھوڑ سوار آتے دکھائی دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ دونوں گھوڑ سوار نقیطاس کے لشکر میں گھس گئے۔ وہ دونوں گھوڑ سوار حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ تھے، جو شیروں کی طرح رومی حامیوں پر حملہ آور ہوئے اور بڑی شدت سے انھیں قتل کرنے لگے۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے نقیطاس پر حملہ کیا جو ایک صلیب کے نیچے کھڑا ہوا تھا۔ آپ نے اسے نیزہ مارا جو دل چیرتا ہوا دوسری جانب نکل گیا اور نقیطاس گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ اس طرح اللہ ﷻ نے جلد ہی اسے واصلِ جہنم کر دیا۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جو رومی حامیوں کو پلٹ پلٹ کر مار رہے تھے۔ مجھے ابھی تک ان دونوں گھوڑ سواروں کا علم نہیں ہوا تھا کہ کون ہیں؟ میں نے دیکھا کہ معرکہ ابھی جاری ہے۔ آپ فرماتے ہیں: میں تو یہی گمان کرتا رہا کہ والیٔ عمان کی قوم آپس میں لڑ پڑی ہے جب میری قوم ان کے قریب پہنچی تو تکبیر و تہلیل کی آوازیں سنائی دیں۔ مسلمان بول اٹھے کہ یہ تو دعوتِ حق ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ معرکہ کی جگہ پہنچ گئے اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو قریب سے سنا جو اپنا نام لے لے کر حملہ کر رہے تھے۔

''اَنَا ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ'' یعنی میں رسول اللہ ﷺ کے چچا کا بیٹا ہوں۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! عمان کی قوم کا کوئی آدمی بھی راہ فرار اختیار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس گیا دعا دی کہ اللہ عزوجل آپ کو سعادت دارین سے بہرہ ور فرمائے، آپ کے ساتھ کون ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہیں۔

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: خدا کی قسم! کوئی شخص بھی حملے سے بچ نہ سکا اکثر رومی حامی مارے گئے بعض قیدی بن گئے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے غنیمت کا مال جمع کیا۔ مسلمان ایک دوسرے کو خوشی خوشی سلام کر رہے تھے۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے ابن عامر! ہمارے پاس پہنچنے میں تمھیں کس چیز نے روک رکھا تھا؟ پچھلے دنوں ہمارے پاس سالم بن نوفل عدوی رضی اللہ عنہ آپ لوگوں کی آمد کا پیام لے کر آئے تھے، چونکہ آپ لوگ ابھی تک ہمارے پاس نہیں پہنچے تھے، تو ہمارے ذہن میں طرح طرح کے وسوسے پیدا ہونے شروع ہو گئے لہٰذا حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے تمھاری خبر گیری کے لیے ہمیں بھیجا۔ اللہ عزوجل کا شکر ہے۔ مسلمانوں کی سلامتی اور کافروں کی ذلت پر اللہ عزوجل کی تعریف کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے مقتولینِ عمان کے سروں کو اٹھانے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے ان کے سر اٹھائے اور نیزوں کی نوکوں پر رکھ لیے۔ ان سروں کی تعداد چار ہزار تھی جبکہ قیدی ایک ہزار تھے۔ پھر مسلمان یہاں سے نکلے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جس وقت مسلمانوں کا لشکر دور سے دکھائی دینے لگا تو حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے اونچی آوازوں میں تکبیر و تہلیل کے نعرے لگائے۔

دوسری طرف سے بھی اسی طرح نعروں کا جواب ملا۔ یہ سب دیکھ کر رومی لشکر کے دل دہل گئے اور جب انھوں نے آٹھ ہزار فوجی مسلمان دیکھے اور ان کے نیزوں پر حامیانِ روم کے سروں کو دیکھا تو اس کے ہوش جاتے رہے اور ہیبت زدہ ہوئے۔

اسلامی لشکر اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی کامیابی اور رومی مال و دولت کا بطور غنیمت ملنے کا پورا واقعہ سنایا۔ واقعہ سنتے ہی انھوں نے شکر خداوندی بجا لاتے ہوئے سجدۂ شکر کیا۔ اس کے بعد انھوں نے گرفتار ہونے والے ایک ہزار افراد کو جان سے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے انھیں موت کے گھاٹ اتارا جبکہ رومی اس معرکے کو سر کی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ قطبہ بن سوید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رومی لوگوں کو خبر ہوئی کہ عمان کی فوج میں سے کوئی فوجی بھی بھاگنے میں کامیاب نہ ہوسکا، اکثر قتل ہوگئے جو باقی تھے قیدی بنا لیے گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جبلہ بن ایہم کے ساتھ پہلے معرکے میں جو مسلمان قید ہوگئے تھے، ان کی عدم موجودگی مسلمانوں کے دلوں میں بے چینی کی لہر پیدا کیے ہوئے تھی۔ اکثر لوگ تو غم میں گرفتار تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تو رو رو کر اور گڑگڑا کر ان کی رہائی کی دعائیں کرتے۔ بہر حال جب ان پانچ قیدیوں کو باہان بادشاہ کے پاس لایا گیا تھا تو حقارت کی نگاہ ڈالی اور پوچھا: یہ کون ہیں؟

جبلہ نے کہا: یہ لشکر اسلام کے جنگی قیدی ہیں ہمارے مقابلے میں ساٹھ مسلمان مقابلہ کرنے کے لیے آئے تھے اکثر کو تو میں نے قتل کر دیا اور انھیں قید کر کے لے آیا۔ زندہ بچ نکلنے والوں میں ایک مرد مجاہد ایسا ہے جس سے آپ کو ابھی تک بہت خطرہ ہے۔ وہ کسی میدان میں بغیر پرواہ کیے کود پڑتا ہے۔ اسی کے ہاتھوں ارکہ، تدمر، حوران، بصرہ اور رستن فتح ہوئے۔ اسی نے اجنادین کی فوج کو کمر توڑ کر شکست دی۔ اسی نے توما اور ہربیس کا تعاقب کیا اور مرج الدیباج میں جا کر قتل کیا۔ اسی نے ہرقل بادشاہ کی بیٹی کو قید کیا۔ وہ ”خالد بن ولید“ ہے۔

مسلمانوں کے پانچ قیدی اور باہان کا صلح کے لیے قاصد بھیجنا

باہان، خالد بن ولید کا نام سنتے ہی بولا: میں اس شخص کو بہت جلد اپنی حراست میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ پھر ان پانچ قیدیوں کے ساتھ اسے بھی قتل کر دوں گا۔ یہ کہنے کے بعد باہان نے جرجہ نامی رومی شخص کو بلایا جو بہت دانا اور فصیح رومی زبان بولنے کا ماہر تھا۔ اس کے علاوہ عربی زبان بھی اچھی طرح بول لیتا تھا۔ جب وہ حاضر ہوا تو باہان نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تم عربوں کے پاس جاؤ اور انھیں بتاؤ کہ باہان بادشاہ تمھارے ساتھ معاہدہ کرنا چاہتا ہے لہٰذا اپنا ایک آدمی بھیجو خصوصاً جس کا نام خالد بن ولید ہے۔

جرجہ حکم سنتے ہی سواری پر بیٹھا اور مسلمانوں کی طرف روانہ ہوگیا۔ راستے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے

ملاقات ہوئی۔ آپ نے پوچھا: کس ارادے سے آ رہے ہو؟ اس نے کہا: باہان بادشاہ نے مجھے تمھاری طرف یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ تم لوگ اپنے ایلچی بھیجو، ہوسکتا ہے ہمارے اور تمھارے خون بہنے سے بچ جائیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں مسلمانوں کی طرف سے حاضر ہوں اور میں تمھارے بادشاہ کے پاس جانے کے لیے تیار ہوں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جرجہ کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں بتایا کہ وہ باہان کے پاس جا رہے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے جیسے تمھارا منشا۔ اللہ عزوجل تجھے اپنی امان میں رکھے! ہوسکتا ہے اللہ عزوجل رومیوں کو ہدایت دے دے اور وہ ہمارے ساتھ صلح کرلیں اور جذیہ ادا کریں۔ ہمارے خون بھی اس طرح بچ جائیں گے کیونکہ ایک مسلمان کا خون سارے مشرکوں کے خون سے افضل و اعلیٰ ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے میں مددِ خداوندی کا سہارا لیتے ہوئے جا رہا ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جلدی سے اپنے خیمے میں گئے۔ حجازی موزے پہنے، سیاہ عمامہ شریف سر پہ سجایا، چمڑے سے بنا ہوا کمر بند کسا، جنگ یمامہ سے حاصل ہونے والی مسیلمہ کذاب کی تلوار ہاتھ میں لی اور اپنے غلام ہمام کو حکم دیا کہ وہ سرخ خیمہ لے کر چلیں۔ وہ خیمہ طائف کے چمڑے سے بنا ہوا تھا جس میں سنہری ڈوری لگی ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ سونے چاندی کی تاروں سے کشیدہ کاری کی گئی تھی۔

یہ وہی خیمہ تھا جسے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ سے تین سو دینار کے عوض خریدا تھا۔ غلام نے خیمہ لیا اور ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہونے لگے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ابوسلیمان! مسلمانوں میں جسے چاہو ساتھ لے لو تاکہ تمھاری نگہداشت ہوسکے۔ آپ نے جواب دیا: اے امیرِ لشکر! آپ بالکل بجا فرما رہے ہیں مگر دین میں جبر بھی تو نہیں ہے۔ اس لیے میری اطاعت کسی پر لازم نہیں ہے، تو پھر میں کسی کو بھی کیونکر مجبور کرسکتا ہوں۔ آپ اگر میرے ساتھ کسی کو بھیجنا چاہتے ہیں تو بخوشی بھیج دیجیے۔

مسلمانوں نے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی باتیں سنیں تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بولے: اے ابوسلیمان! آپ صاحبِ فضل و مرتبہ ہیں، آپ ہمیں جس چیز کا حکم دیں، ہم ضرور اسے پورا کریں گے کیونکہ آپ اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں یہ سارے امور سرانجام دے رہے ہیں۔ [1]

---

[1] گویا انھوں نے فرمایا:

نبی کا جو غلام ہے ہمارا وہ امام ہے (مترجم)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا قاصد کے ساتھ جانا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امیرِ لشکر کی خوشی سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار میں سے سو ساتھی ساتھ لیجانے کی درخواست پیش کی۔ جن میں بالجملہ حضرت مرقال بن ہاشم، عتبہ بن ابی وقاص، شرحبیل بن حسنہ، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل عدوی، میسرہ بن مسروق عبسی، قیس بن ہبیرہ مرادی، سہیل بن عمرو عامری، جریر بن عبداللہ جبلی، قعقاع بن عمرو تمیمی، ذوالکلاع حمیری، مقداد بن اسود کندی، جابر بن عبداللہ انصاری، عبادہ بن صامت خزرجی، اسود بن سوید مازنی اور عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہم شامل تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے باری باری سب کو آواز دی اور سو ساتھی منتخب کر لیے۔ ان ساتھیوں میں ایسے ایسے بہادر سردار موجود تھے جو تنہا پورے لشکر کا مقابلہ کرنے کی قوت کے حامل تھے۔ ساتھیوں کے انتخاب کے بعد وہ تمام اپنے اپنے خیموں میں گئے۔ جنگی لباس زیب تن کیا، سروں پر عمامے سجائے، خنجر اپنے ساتھ رکھے، تلواریں سونتیں اور برق رفتار گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکرِ روم کی جانب چلے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں طرف جبکہ مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں جانب چل رہے تھے۔ آپ کے پیچھے سو سواروں کا وفد حلقہ بنائے چلا آ رہا تھا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے روانہ ہونے کے وقت تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کیے۔

حضرت نضر بن سالم مازنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ روانہ ہوئے تو میں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا جو قرآن کریم کی ایک آیت پڑھ رہے تھے اور ساتھ ساتھ ان کے آنسو ٹپک ٹپک کر رخساروں کو تر کر رہے تھے۔

حضرت نضر بن سالم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے امیرِ لشکر! اے امین امتِ محمدیہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟

تو انھوں نے جواب دیا: اے ابن سالم! قسم بخدا! یہ لوگ دین اسلام کے مددگار ہیں۔ میری امارت میں اگر ان میں سے کسی کو ذرا سی بھی گزند پہنچی تو رب تعالیٰ کے حضور میں کیا عذر پیش کروں گا؟ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے کس منہ سے پیش ہوں گا؟

حضرت خالد رضی اللہ عنہ لشکرِ باہان کے سامنے

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب مسلمانوں کا یہ وفد رومی لشکر کے پاس پہنچا تو مسلمانوں نے دیکھا کہ رومی لشکر

پندرہ میل تک چوڑائی میں پھیلا ہوا ہے۔

حضرت نوفل بن دحیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جس وقت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھی گھوڑوں سے اتر کر پیدل ہوئے تو بادشاہوں کی چال میں تلواریں حمائل کیے آگے بڑھنے لگے۔ رومی لشکر کی صفیں چیرتے ہوئے گزرتے گئے۔ کسی مسلمان بہادر کا چہرہ ہیبت زدہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ آخر کار مسلمان ایسی جگہ جا کھڑے ہوئے جہاں تکیے، بستر اور ریشم کے کپڑے بچھے ہوئے تھے۔ انھوں نے باہان کو دیکھا، جو تکیہ لگائے ایک طرف بیٹھا ہوا تھا۔ جس وقت مسلمانوں نے یہ بادشاہی منظر دیکھا تو اللہ ﷻ کی بڑائی بیان کرنے لگے۔ وہاں پہنچنے کے بعد مسلمانوں کے لیے کرسیاں پیش کی گئیں مگر سب نے کرسیاں ایک طرف ہٹا دیں اور نیچے زمین پر بیٹھ گئے۔

جب باہان نے مسلمانوں کا یہ عمل دیکھا تو بنظرِ حقارت مسکرا کر کہنے لگا: اے گروہِ عرب! ہماری عزت و توقیر کا انکار نہ کرو۔ تم نے کرسیاں ایک طرف ہٹا دیں اور نیچے زمین پر بیٹھ گئے؟ یہ عمل ہماری محفل میں خلافِ ادب ہے۔ حالانکہ تم لوگ تو زمین کو الٹ پلٹ کر رکھ دینے والے ہو۔ یہ سب کیا ہے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ ﷻ کا ادب و احترام کرنا تمھارے ادب و احترام سے افضل ہے۔ اور بساطِ خداوندی ان بچھونوں سے کہیں پاکیزہ ہے۔ اس لیے کہ ہمارے نبی مکرم ﷺ نے فرمایا:

((جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطُهُوْرًا))

''میرے لیے زمین کو مسجد اور پاک جگہ بنا دیا گیا۔''[1]

اس کے بعد آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت کی:

﴿ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴾

''ہم نے زمین ہی سے تمھیں بنایا اور اسی میں تمھیں پھر لے جائیں گے اور اسی سے تمھیں دوبارہ نکالیں گے۔''[2]

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور باہان کے درمیان گفتگو

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور باہان کے مابین جب سلسلۂ گفتگو شروع ہوا تو اس وقت وہاں کوئی ترجمان نہیں تھا

[1] مشکوٰۃ المصابیح، باب: فضائل سید المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ، فصل اول، حدیث نمبر: 5498 متفق علیہ۔

[2] پارہ 16، طٰہٰ 55، ترجمہ کنزالایمان

دونوں نے اپنی اپنی گفتگو کی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے باہان! میں کلام میں پہل کرنا پسند نہیں کرتا، تو گفتگو شروع کر، مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ تیرے ہر سوال کا جواب ملے گا۔ اگر تو چاہتا ہے تو گفتگو شروع کر، ورنہ میں آغازِ کلام کرتا ہوں۔

بہرحال باہان نے کہا: میں گفتگو شروع کرتا ہوں۔ باہان نے گفتگو ان الفاظ سے شروع کی:

''لائقِ حمد وہ ذات ہے جس نے مسیح علیہ السلام کو اپنا کلمہ بنایا، جس نے ہمیں عظیم سلطنتوں سے نوازا، جس نے ہمیں بہترین امت بنایا۔''

اتنا سننا تھا ادھر سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

اس وقت ترجمان آ چکا تھا وہ کہنے لگا: بھائی! بادشاہ کی قطع کلامی نہیں کیا کرتے۔ آپ حسنِ ادب ملحوظ رکھئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس ترجمان کی بات کا مطلقاً انکار کرتے ہوئے اسے خاموش رہنے کو کہا۔ پھر آپ نے فرمایا:

''لائق حمد وہ ذات ہے جس نے ہمیں ہدایت دی اور ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اس کے ساتھ ساتھ باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام پر ایمان لائے، جس نے ہمارے لیے ایک امیر بنایا جو انتظامی امور چلاتا ہے، جسے ہم لوگ پورا کرتے ہیں۔ اگر وہ امیر گمان کرے کہ ہم پر مالک بن بیٹھا ہے تو ہم اسے معزول کر دیتے ہیں۔ ہم اس امیر کو اپنے آپ پر فضیلت نہیں دیتے البتہ اگر تقویٰ میں ہم سے بڑھ جائے تو علیحدہ بات ہے۔ اس خداوند قدوس کی تعریف کرتے ہیں جس نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کا فریضہ سونپا۔ ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں، ہم صرف اسی معبودِ برحق کی عبادت کرتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں۔''

باہان کا طویل کلام کرنا

یہ سن کر باہان کا رنگ متغیر ہو گیا کچھ دیر تو خاموش رہا پھر کہنے لگا:

''لائق حمد وہ ذات ہے جس نے ہماری آزمائش کی اور وہ آزمائش بھی بہت اچھی تھی، پھر ہمیں فقر و فاقہ سے خلاصی بخشی اور باقی امتوں کے خلاف ہماری مدد کی اور ہمیں عزت و جاہ و منصب سے سرفراز کیا۔ تنگی وغیرہ سے ہمیں محفوظ رکھا۔ ہمارا یہ شیوہ نہیں کہ اللہ عزوجل کی دی ہوئی نعمتوں میں خیانت کریں اور لوگوں سے بغاوت کریں۔''

اے عربو! یاد کرو، تم تو ہمارے محتاج ہوا کرتے تھے، ہم سے پہننے کے لیے جوتے مانگتے تھے، رہنے کے لیے رہائش کے محتاج تھے۔ ہم ہی لوگوں نے تمھارے ساتھ اظہارِ ہمدردی کیا۔ تمھیں عزت دی، کمزوروں کی مدد کی، انھیں قدر و منزلت دی اور ان پر سخاوت کی۔ ہم نے تو ان سے کسی قسم کا وعدہ نہیں لیا۔ ہم نے تو گمان کیا تھا کہ تم تمام عرب لوگ

ہمیں اچھی طرح جانتے ہو اور ہمارے دیئے ہوئے عطیات کے بدلے ہمارا شکریہ ادا کرو گے اور جب تم لوگ ہمارے پاس گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے تو ہم یہی سمجھے کہ پہلے والوں کی طرح تم بھی کچھ طلب کرنے آئے ہو۔لیکن تمھاری رائے تو ان سے بالکل مختلف ہے!

تم تو ہمارے مردوں کو قتل کرتے ہو اور عورتوں کو گالیاں دیتے ہو، ہمارے مال غنیمت سمجھ کر لوٹ لیتے ہو، ہماری عمارتوں کو منہدم کر دیتے ہو،ہمیں ہماری زمینوں سے نکال نکال کر ہمارے شہر اپنے قبضہ میں کر رہے ہو!

یہی طلب تم سے پہلے لوگ بھی لے کر ہماری جانب آئے تھے۔ان کے پاس اسلحہ، مال و دولت اور افراد کی فراوانی تھی۔پھر ہم نے انھیں ڈرا کر واپس بھگا دیا۔جب باز نہ آئے تو ہم نے ان پر حملہ کیا جن میں وہ لوگ قتل بھی ہوئے، زخمی بھی ہوئے، اس طرح انھیں دھتکارا گیا۔تمھیں بھی معلوم ہے کہ سب سے پہلے فارس نے ہمارے ساتھ تمھارے جیسا سلوک کرنے کی کوشش کی تو اللہ عزوجل نے انھیں ذلیل و خوار کر کے لوٹا دیا۔اسی طرح ترک اور جرامقہ کے بادشاہوں نے بھی قدم اٹھایا۔وہ لوگ تمھارے مقابلے میں کم تعداد والے،کم مقام و مرتبہ والے نہیں تھے۔کس بھول میں ہو تم لوگ؟ تم تو تنگدستی، بیماریوں اور ناامیدیوں میں مبتلا رہنے والی قوم ہو، اس کے باوجود اپنے اور ہمارے علاقوں کی عوام پر ظلم کرتے ہو۔

یاد رکھو! ہمارے اردگرد کثیر التعداد قوم موجود ہے جس کی شان و شوکت مسلم ہے جبکہ تم کھنڈرات کے ٹیلوں سے نکلے ہو جہاں بارش کا بھی قحط ہوتا ہے اور تم نے ہمارے علاقوں میں آ کر ہر طرح کے فساد برپا کرنا شروع کر دیئے۔تعجب تو اس بات پر ہے کہ تمھاری سواریاں ویسی نہیں جیسی ہوا کرتی تھیں، تمھارا کھانا پینا اور لباس تک پہلے والے عربوں جیسا نہیں ہے۔ہمارے ملکوں میں آ کر رومی بیٹیوں کو لونڈیاں بنا کر ان سے نفع اٹھاتے ہو۔تمھارے ہاتھ سونے چاندی سے بھرے ہوئے ہیں حالانکہ تم تو محتاج ہوا کرتے تھے!

بہرحال اس وقت تم لوگ ہمارے سامنے آ چکے ہو۔تمھارے پاس ہمارا اور ہماری قوم کا مال ہی تو ہے جسے تم نے غنیمت کا نام دے کر لوٹا۔ہم تم لوگوں سے واپسی کا کوئی مطالبہ نہیں کرتے، وہ سب کچھ تمھیں دیتے ہیں۔نہ تو تمھارے ساتھ لڑیں گے اور نہ ہی تمھارے کرتوتوں کا بدلہ لیں گے۔جو ہو چکا، سو ہو چکا!

بہرحال اب تم ہمارے علاقوں سے نکل جاؤ اسی میں بھلائی ہے اور اگر تم نے انکار کیا تو یاد رکھنا! ہم تمھیں ایسا منہ توڑ جواب دیں گے کہ گزرے ہوئے کل کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹ کر رہ جاؤ گے۔بصورت دیگر اگر صلح کا ارادہ ہے تو میں تمھارے ہر سپاہی کو سو سو دینار بطور ہدیہ دوں گا۔اس کے علاوہ تمھارے امیر لشکر ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے لیے ایک ہزار دینار دوں گا اور تمھارے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دس ہزار دینار دیتا ہوں اور اس کے علاوہ کپڑے بھی ہوں گے، مگر شرط یہی ہے کہ ہمارے ساتھ حلفیہ بیان دو کہ آئندہ ہمارے شہروں کی طرف رُخ نہیں کرو گے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

باہان کبھی تو مال و دولت کی لالچ دیتا کبھی دھمکی دیتا لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کوئی بات نہ کی۔ جب باہان اپنی بات پوری کر کے فارغ ہو گیا تب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تُو نے اپنی طرف سے بہت اچھی گفتگو کی اور ہم تیری بات سنتے رہے اب میں بولوں گا اور تم سنو گے۔

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی گفتگو اس طرح شروع کی:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔''

جب باہان نے یہ سنا تو دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر کہنے لگا: بالکل اسی طرح ہے، اے عربی! تو نے درست کہا۔

پھر آپ نے اپنی بات شروع کی: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے، اس کے پسندیدہ رسول اور اس کے چنے ہوئے نبی ہیں۔

باہان نے یہ سن کر کہا: میں نہیں جانتا محمد اللہ کے رسول ہیں یا نہیں، شاید تمھارے قول و گمان کے مطابق ہوں، اسی لیے تو ان کا ذکر کر رہا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر شخص کسی دین پر قائم ہوتا ہے۔ افضل اور بہتر گھڑی وہ ہے جو اللہ رب العالمین کی فرمانبرداری میں گزرے۔

باہان اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا: یہ شخص تو بہت عقلمند ہے، جو اتنی حکمت بھری باتیں کر رہا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے باہان سے پوچھا: تو نے اپنی قوم سے کیا کہا؟

باہان نے جو اپنی قوم سے کہا تھا بتا دیا۔

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر مجھے عقل عطا کی گئی ہے تو اس عطا پر اللہ عزوجل ہی کی تعریف لائق ہے۔

ہم نے اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا آپ نے فرمایا:

((لَمَّا خَلَقَ اللهُ تَعَالٰی الْعَقْلَ وَصَوَّرَهُ وَقَدَّرَهُ قَالَ اَقْبِلْ فَأَقْبَلَ ثُمَّ قَالَ لَهُ اَدْبِرْ فَاَدْبَرَ فَقَالَ اللهُ تَعَالٰی وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ مَاخَلَقْتُ خَلْقًا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْكَ بِكَ تَنَالُ طَاعَتِیْ وَتُدْخَلُ جَنَّتِیْ.))

''اللہ عزوجل نے جب عقل کو تخلیق فرمایا اور اس کو صورت عطا فرمائی اور صحیح اندازے پر رکھا تو اس سے فرمایا آگے ہو جاؤ وہ آگے ہو گئی پھر فرمایا پیچھے ہٹو اس نے حکم الٰہی کی تعمیل کی اور پیچھے ہٹ گئی تو اللہ عزوجل نے فرمایا مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم میں نے کوئی چیز ایسی پیدا نہیں کی جو تجھ سے بڑھ کر مجھے پسند ہو، تیرے ہی

ذریعے میری طاعت و فرماں برداری کو حاصل کیا جائے گا۔ اور تیری ہی وجہ سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔"

باہان نے یہ سن کر کہا: اگر تم اتنا فہم وادراک رکھتے ہو تو اپنے ساتھ ان ساتھیوں کو کیوں لائے ہو؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان ساتھیوں سے مشورہ وغیرہ طلب کرنے کے لیے ساتھ لایا ہوں۔

باہان نے کہا: تیرے اندر تو کامل عقل پائی جاتی ہے، حسنِ رائے اور حسنِ بصیرت ہونے کے باوجود دوسروں سے مشورہ لینے کے محتاج ہو؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! ایسا ہی ہے، میں مشورہ لینے میں اپنے ساتھیوں کا محتاج ہوں کیونکہ اسی بات کا اللہ عزوجل نے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا۔ اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ ﴾

"اور کاموں میں ان سے مشورہ کرو اور جو کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔" [1]

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَاضَاعَ اِمْرُؤٌ عَرَفَ قَدْرَهُ وَلَا ضَاعَ مُسْلِمٌ اِسْتَشَارَ))

"جس شخص نے اپنا مرتبہ پہچان لیا وہ ضائع نہیں ہوا اور جو مشورہ طلب کر لے وہ مسلمان بھی ضائع نہ ہوا۔"

اگرچہ میں صاحبِ عقل وفہم ہوں جیسا کہ تو گمان کرتا ہے، لیکن اس کے باوجود میں صاحبِ رائے لوگوں سے اور اپنے ساتھیوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

باہان نے کہا: کیا تمھارے لشکر میں ایسے افراد ہیں جو تمھاری طرح عقلمند ہیں اور دانشوری سے کام لینے والے ہیں؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! ہمارے لشکر میں ایک ہزار سے زائد ایسے صاحبِ رائے لوگ موجود ہیں جو اپنے ساتھیوں کی رائے اور مشورے سے بے نیازی اختیار نہیں کرتے۔

باہان نے کہا: ہم تو تمھارے بارے میں قطعاً یہ گمان نہیں رکھتے تھے بلکہ ہمیں جو اطلاع ملتی رہی وہ یہی تھی کہ عرب لوگ تو جاہل اور مال و دولت کے لالچی ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کی مخالفت اور مال غصب کرنے کے درپے رہتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! پہلے ہماری اکثریت اس وباء میں مبتلا تھی پھر اللہ عزوجل نے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور ہمیں ہدایت عطا فرمائی پھر ہم نے رشد و ہدایت کے راستوں کی معرفت حاصل کر لی۔ اس

[1] پارہ 4، آل عمران 159 ترجمہ کنزالایمان

طرح ہم برائیوں سے بچ کر بھلائی اور گمراہی سے بچ کر ہدایت کی طرف آ گئے۔

باہان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی گفتگو سن کر تعجب کرنے لگا اور کہا: اے خالد بن ولید! تیری حسنِ رائے اور حسنِ بصیرت نے مجھے خوش کر دیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے بھائی چارہ قائم کروں۔ یعنی تم میرے بھائی بن جاؤ اور میں تمھارا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے، اب اللہ عزوجل نے ہماری گفتگو مکمل کرا دی۔ تو خوش بخت ہوگا۔ ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہوگا۔

باہان نے جلدی سے پوچھا: وہ کیسے؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جس وقت تو یہ کہے گا:

''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ بَشَّرَ بِهٖ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ.''

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور وہ رسول ہیں جن کی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے بشارت دی۔''

اگر تو ایسا کر لے تو تُو میرا بھائی بن جائے گا اور میں تیرا بھائی۔ تو میرا دوست بن جائے گا اور میں تیرا دوست۔ کسی نئے معاملے کے علاوہ ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں رہے گا۔

باہان نے کہا: تم تو مجھے دینِ مسیح چھوڑ کر اپنا دین قبول کرنے کی دعوت دے رہے ہو۔ مجھے کیا مصیبت پڑی ہے اپنا دین چھوڑنے کی؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر ایسا ہے تو ہمارے درمیان مواخاۃ بھی قائم نہیں ہوسکتی کیونکہ تم اپنے گمراہ کن نظریات پر قائم ہو۔

باہان نے کہا: میں تمھارے ساتھ بھائیوں جیسا کلام کر کے صلح کا کوئی راستہ نکالنا چاہتا ہوں۔ سو جس کام کے لیے میں نے تمھیں بلایا ہے اس کے بارے میں بات کرو تاکہ مجھے معلوم ہو تم کیا چاہتے ہو۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا طویل جواب دینا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تو نے اپنی قوم کا ذکر کرتے ہوئے اس کی مالداری، عزت و جاہ، اپنے حریموں کا دفاع کرنا، دشمن پر غلبہ اور مضبوط قسم کی حکومت وغیرہ کا ذکر کیا، ہم ان سب چیزوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اس کے علاوہ عربوں کو انعامات و ہدیات

دینے کا تذکرہ کیا اُسے بھی ہم جانتے ہیں، لیکن یہ سب کرنا صرف اس لیے تھا کہ کسی طرح تمھاری سلطنت و اقتدار قائم رہے۔ لوگ تمھاری طرف دیکھیں، اس کے علاوہ تمھارا مقصد یہ ہوتا تھا کہ تمھاری مالداری میں اضافہ ہو اور شان وشوکت کا خوب چرچا ہو، اس کے ساتھ ساتھ تمھاری جماعت میں مزید اضافہ ہو۔ جس پر بھی ارادہ کرتے اس کو اپنی شان وشوکت سے نوازتے، یہ سب کرنا صرف مفاد پرستی تک محدود تھا۔

بہرحال تو نے عربوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی محتاجی اور فقر و فاقہ کا ذکر کیا اور کہا کہ ہم لوگ اونٹ بکریاں چرانے والے ہیں، ہاں! ہم لوگ ایسے ہی ہیں۔ ہم جو لوگ تیرے سامنے بیٹھے ہیں ان میں سے اکثر ایسے ہیں جو بکریاں چراتے ہیں۔ بکریاں چرانے والا چرواہا اس شخص سے بہتر ہوتا ہے، جو چرواہا نہیں ہوتا۔

اس کے بعد تو نے ہماری محتاجی، فقر و فاقہ اور بیماریوں کے بارے میں کہا، تو ہم کون سا اس بات کا انکار کر رہے ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم لوگ عرب کے رہنے والے ہیں۔ اللہ ﷻ نے ہمیں ایسی جگہ بسایا ہوا ہے جہاں نہریں، درخت اور کھیتی وغیرہ کی قلت ہے۔ بقول تیرے ہم لوگ جاہل تھے، یہ بھی درست ہے۔ ہم لوگ واقعی جاہل تھے، ہم لوگ اپنے اونٹوں اور بکریوں کی ملکیت تک محدود تھے۔ ہمارے طاقتور، کمزوروں کا مال غصب کر لیتے۔ حرمت والے چار مہینوں کے علاوہ ایک دوسرے سے امن نہ ملتا۔ اللہ ﷻ کی بندگی چھوڑ کر لکڑی اور پتھر کے بنے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے تھے، جن میں نہ سننے کی طاقت، نہ دیکھنے کی۔ نہ نفع کی طاقت، نہ نقصان پہنچانے کی۔ ہم لوگ تو ان بتوں کے آگے گھٹنے ٹیک دیتے اور خوب مال خرچ کیا کرتے۔

ہم لوگ اسی طرح کے افعال میں مبتلا ہو کر دوزخ کے کنارے پر پہنچ چکے تھے۔ ہم میں سے جو بھی مرتا وہ اس حال میں مرتا کہ وہ مشرک ہوتا اور جو زندہ رہتا وہ کفر کی حالت میں ہوتا۔ رشتہ داروں سے قطع تعلقی اور ظلم و جبر عام شیوہ تھا۔ پھر اللہ ﷻ نے ہماری طرف ہادی، مہدی، رسول ﷺ بھیجا جس کا حسب و نسب ہم اچھی طرح جانتے تھے۔ وہ ہمارے امام ہیں۔ انھوں نے اپنی دعوت سے اسلام کا پرچار کیا اور اپنے معجز کلام سے مشرکین کے اقوالِ باطلہ، باطل کر دیئے۔ وہ قرآن کریم جیسی لاریب کتاب لے کر آئے اور ہمیں صراطِ مستقیم کی طرف دعوت دی۔ انہی کے ساتھ اللہ ﷻ نے نبوت کا سلسلہ بند کر دیا۔ انھوں نے ہمیں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کا حکم دیا، سو ہم اسی اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ہمارا کوئی مددگار نہیں۔ ہم اس رب تعالیٰ کا نہ تو کوئی ساتھی مانتے اور نہ اولاد مانتے ہیں اور نہ ہی اس کا کوئی ہم مثل ہے۔

ہم لوگ نہ تو سورج کے پجاری ہیں نہ چاند کے، نہ اجالے کے پجاری ہیں نہ اندھیرے کے۔ صلیب و قربان کی ہم لوگ عبادت نہیں کرتے بلکہ ہم تو صرف اللہ ﷻ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں اور اسی کے آگے سربسجود ہوتے ہیں۔ ہم لوگ اپنے نبی مکرم ﷺ کی نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔ اللہ ﷻ نے انھیں ایسا کلام پاک عطا کیا ہے جس کے

ذریعے ہم نے ہدایت پائی۔ وہ (نبی ﷺ) ہمارے مولا ہیں ہم نے ان کی دعوت قبول کی اوران کے حکم کی پیروی کی۔

ہمارے نبی مکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ان لوگوں سے جہاد کریں جو ہمارے دین کو قبول نہیں کرتے، اللہ ﷻ کی وحدانیت کا انکار کرتے ہیں اور جو اس کے ساتھ غیر کو شریک مانتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ غیر کی شرکت سے پاک ہے، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی ثانی نہیں، اسے نہ تو اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند آتی ہے۔ پس جو بھی ہماری اتباع کرے گا ہم اس کے بھائی ہوں گے۔ پھر جو احکام ہم پر لازم ہیں، ان پر ہوں گے اور جو ان پر لازم ہوں گے وہ ہم پر لازم ہوں گے۔ بصورت دیگر اگر کوئی انکار کرے تو اسے ہمارے ماتحت رہتے ہوئے جذیہ ادا کرنا پڑے گا پھر اس کا مال، جان اور اولاد محفوظ ہو جائے گا اور جو دینِ اسلام کا انکار کرے اور جذیہ بھی نہ دے تو پھر ہماری تلواریں ہی ان کے اور ہمارے درمیان فیصلہ کریں گی۔ پھر اللہ جل شانہٗ جو چاہے گا ہمارے درمیان فیصلہ فرمائے گا وہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: باہان! اس ساری گفتگو کے بعد تیرے لیے اب تین ہی راستے ہیں، یا تو اقرار کر لے کہ "اللہ ﷻ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں" اگر یہ نہیں کرتا تو ہر آدمی کی طرف سے سالانہ جزیہ ادا کرنا پڑے گا۔ بچوں اور عورتوں پر جذیہ نہیں ہوگا اور تمھارے پادری جو صومعہ کے لیے وقف ہو چکے ہیں ان پر بھی جزیہ نہ ہوگا۔

یہ سننے کے بعد باہان نے کہا: اگر میں لَا اِلٰهَ اِلَّا الله کا اقرار کرلوں تو اس کے بعد مجھ پر کیا کیا امور لازم ہوں گے؟

آپ نے فرمایا: نماز ادا کرنا، روزے رکھنا، زکوۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اس کے علاوہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد کافروں سے جہاد کرنا بھی لازم ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ بھی ادا کرنا ہوگا۔ تمھاری محبت ونفرت صرف اور صرف اللہ جل شانہٗ کی خاطر ہوگی۔ میں نے مختصراً اسلام کے احکام بیان کر دیئے ہیں، اگر تم نے انکار کیا تو جنگ کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ پھر اللہ ﷻ جسے چاہے گا زمین کا وارث بنائے گا۔ بہرحال اچھی عاقبت تو متقین ہی کے لیے ہے۔

باہان نے یہ سب سننے کے بعد کہا: ہم کسی طرح بھی اپنے دین کو نہیں چھوڑ سکتے، نہ تو لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے ہیں اور نہ ہی جذیہ کی ادائیگی پر متفق ہیں۔ جو کرنا ہے، کرلو! بہرحال تو نے یہ کہا کہ ہمارے درمیان جنگ کے بعد اللہ ﷻ جسے چاہے گا زمین کا وارث بنائے گا، یہ بالکل بجا ہے۔ کیونکہ ابتداءً یہ زمین نہ تمھاری تھی نہ ہماری، بلکہ دوسری قومیں اس کی وارث تھیں، پھر ہم نے ان سے جنگ کی، اس طرح اب ہم اس کے مالک ہیں۔ رہی بات ہمارے درمیان، تو اب جنگ کے علاوہ کوئی حل نہیں ہے۔ لہٰذا تم لوگ جنگ کی تیاری کرلو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ ہم سے زیادہ جنگ کے شوقین نہیں ہو۔ یاد رکھو! میں تمھارے لشکر کو اچھی طرح دیکھ رہا ہوں کہ وہ ہزیمت کھا کر بھاگ رہا ہے، مددِ خداوندی ہمارے لیے آچکی ہے، تو میرے سامنے رسیوں

میں جکڑے ہوئے ذلیل وحقیر ہوکر امیرالمؤمنین کی بارگاہ میں حاضر ہو چکا ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ تو کس طرح قتل کیا جارہا ہے۔ باہان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بات سن کر شدید غصے میں آ گیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور باہان کی گفتگو کا تکرار میں بدلنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جس وقت باہان کے ساتھیوں اور پہرے داروں نے باہان کا غضب وجلال دیکھا تو مسلمانوں پر ٹوٹ پڑنے کے لیے بالکل تیار ہو گئے اور اپنے بادشاہ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

باہان نے غصہ دباتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا: مسیح علیہ السلام کی قسم! میں ابھی تیرے پانچوں قیدی ساتھیوں کو بلاتا ہوں اور تیری نظروں کے سامنے انھیں قتل کرتا ہوں۔

یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: باہان! میری بات غور سے سن! تو بہت ذلیل اور گھٹیا انسان ہے۔ یاد رکھ! ہمارے قیدی بھائی جو تیرے قبضے میں ہیں، وہ ہم میں سے ہی ہیں اور ہم بھی انھیں میں سے ہیں۔ قسم ہے دعوت مستجابہ کی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی! اگر تو نے ہمارے ساتھیوں کو شہید کیا تو میں تجھے اپنی اس تلوار سے واصلِ جہنم کر دوں گا۔ ہمارے بہادر تمھاری جماعت کے کثیر ہونے کے باوجود ہر ایک کو قتل کر کے رکھ دیں گے۔

یہ کہتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار میان سے نکالی۔ آپ کو دیکھتے ہی دوسرے ساتھیوں نے بھی تلواریں سونت لیں۔ آپ کے تمام ساتھی لا الہ الا اللہ پڑھ رہے تھے۔ اپنی تلواریں ہاتھ میں لیے مست بیل کی طرح اور شیر کے چنگھاڑنے کی طرح کلمہ کا ورد کرتے ہوئے آگے بڑھے اور اپنی شہادتوں کا یقین کر لیا کہ اسی جگہ انھیں شہید کر دیا جائے گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں! جو ظاہر ونہاں کا خوب جاننے والا ہے۔ میں نے کتاب لکھتے ہوئے صرف سچی خبروں پر ہی اعتماد کیا ہے۔ میں نے صرف اور صرف ثقہ راویوں سے واقعات لیے ہیں تاکہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور ان کے جہاد کرنے کے کارنامے ثبت کر سکوں تاکہ رافضی اور خارجی حضرات ذلیل اور خوار ہو جائیں۔ اگر اللہ عزوجل کی مشیت شامل حال نہ ہوتی تو مسلمان کبھی بھی ان ملکوں کو فتح نہ کر سکتے اور نہ دینِ اسلام کا جھنڈا کبھی بلند ہوتا۔ اللہ عزوجل ان مجاہدین کو اپنی رحمت سے نوازے جنھوں نے حقیقتاً جہاد کرنے کا حق ادا کر دیا اور دینِ الٰہی کی مدد کی۔ دشمنوں کے سامنے آہنی دیوار بن کر ثابت قدم رہے اور ان کو ذلیل وخوار کر دیا۔ اپنے دین کی مدد کرتے رہے یہاں تک کہ کافروں کو نیست ونابود کر دیا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ﴾

''تو ان میں کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے۔''[1]

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد رافع بن مازن رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

رافع بن مازن رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ باہان کے پاس گئے تھے تو اس وقت میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جبکہ میں ایک چھوٹے دستے میں تھا۔ فرماتے ہیں جب ہم لوگوں نے اپنی تلواریں میان سے نکالیں اور باہان کی قوم پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو رومی لشکر ہماری نظروں میں ذرہ بھر بھی دکھائی نہ دیا۔ ہمیں یقین ہو گیا کہ میدانِ حشر یہی جگہ ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

باہان نے جب حقیقت حال کا جائزہ لیا تو اسے اپنی موت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تلوار میں امنڈتی دکھائی دی۔ وہ جلدی سے بولا: خالد رک جاؤ! جلدی میں کوئی قدم نہ اٹھانا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ میں تمھاری بات اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ قاصد اگر غلط قدم بھی اٹھائے تو اسے قتل نہیں کیا جاتا۔ میں نے فقط تیری آزمائش کے لیے ایسی باتیں کی تھیں تا کہ جان لوں کہ آخری حل کیا ہے؟ اس وقت میں تمھارے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ اپنے لشکر کی طرف لوٹ جاؤ اور جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اور دیکھو کہ اللہ عزوجل جسے چاہے گا اپنی مدد سے نوازے گا۔

مسلمان قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے باہان کی بات سنی اور فرمایا: ہمارے قیدی ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟

باہان نے کہا: میں انھیں باعزت طور پر آزاد کرتا ہوں۔ ان کے راستے بالکل خالی ہیں، جاؤ! وہ تمھارے لیے مددگار ہوں گے لیکن ہمارے مابین جنگ کے دوران ہمیں عاجز نہ کر سکیں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہونے لگے تو باہان نے کہا: اے خالد! میں چاہتا تھا کہ ہمارے درمیان کسی طرح صلح ہو جائے، بہرحال میں تجھ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: کہو! کیا کہنا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: تمھارا یہ سرخ قبہ (خیمہ) مجھے بہت پسند آیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ قبہ تم مجھے ہبہ کر دو اور میرے لشکر میں دیکھو، جو پسند ہو لے جاؤ۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قبہ اسے دے دیا اور فرمایا: خدا کی قسم! تو نے میری ملکیت کی

[1] پارہ 21، الاحزاب 23، ترجمہ کنزالایمان

چیز مانگ کر مجھے خوش کر دیا۔ میری طرف سے تحفہ سمجھ کر رکھ لو۔ اس کے عوض میں کچھ نہیں لینا چاہتا کیونکہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

باہان کہنے لگا: اللہ ﷻ تجھے انعامات سے نوازے! تو نے ہمیں عزت دی ہے اور ہم پر احسان کیا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے بھی تو ایسا ہی کیا ہے کہ ہمارے ساتھیوں کو رہائی دی اور اس کے عوض کوئی چیز طلب نہیں کی۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ لشکر روم کے درمیان سے نکلنے کا ارادہ کیا۔ آپ کے لیے گھوڑا پیش کیا گیا۔ آپ اس پر سوار ہو گئے اس کے بعد آپ کے ساتھی اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ باہان نے اپنے خاص فوجیوں کو حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کو ان کے خیموں تک چھوڑ کر آئیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

باہان کی قوم نے اپنے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور مسلمانوں کو ان کے خیموں تک چھوڑنے کے لیے ساتھ آئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا واپس آنا

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا تو سارے لشکر والے اپنے ساتھیوں کی رہائی پر بہت خوش ہوئے۔ پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے باہان کے ساتھ ہونے والی ساری گفتگو سنائی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: منبر و روضہ کی قسم! باہان نے صرف اور صرف ہماری تلواروں سے خوفزدہ ہو کر ہمارے ساتھیوں کو رہا کیا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور باہان کے درمیان جنگ و جدال کے بارے میں ہونے والی گفتگو سنی تو فرمایا: باہان دانشور اور حکیم معلوم ہوتا ہے مگر شیطان اس کی عقل کو مغلوب کر چکا ہے۔ بہر حال اے خالد! باہان کے ساتھ کیا طے پایا ہے؟

آپ نے جواب دیا: ہماری جنگ ہوگی۔ اس کے بعد اللہ ﷻ جسے چاہے اپنی مدد و نصرت سے نوازے گا۔

یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے قوم کے سرداروں کو بلایا اور فرمایا: صبح تمہاری تاریخ ساز جنگ ہونے والی ہے، اپنے اپنے بہادروں کے پاس جاؤ اور ایک دوسرے کو جنگ پر برانگیختہ کرو۔

جنگ کی تیاری اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا خطاب

امیرِ لشکر کا حکم سنتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے لشکر زحف کے پاس گئے اور فرمایا: وہ کفار! جن کے خلاف

اللہ ﷻ نے تمھاری کئی مقامات پر مدد فرمائی، اب دوبارہ وہ اپنے تمام علاقوں سے تمھارے خلاف اکھٹے ہو چکے ہیں۔ میں ان کے لشکر کو دیکھ چکا ہوں، چیونٹیوں کی طرح ادھر اُدھر پھیلے ہوئے ہیں مگر بہت بزدل ہیں۔ ان کے علاوہ پیچھے سے ان کی مدد کرنے والا بھی کوئی نہیں۔ یاد رکھو! ہمارے اور ان کے درمیان یہ ایک عظیم معرکہ ہوگا۔ تم لوگ کل جنگ کا یقین کرلو، تم تو طاقت ور ہو پھر تمھیں کس چیز کی فکر ہے؟ اللہ ﷻ تم سب پر رحم فرمائے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی تقریر سنی تو یک زبان ہو کر پکار اٹھے:

اے ابوسلیمان! جنگ ہمارا مشغلہ ہے، اللہ ﷻ فیصلہ فرمائے گا اور وہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کا حوصلہ مندانہ کلام سن کر خوش ہوئے اور فرمایا: اللہ ﷻ تمھیں توفیق دے اور ہدایت کی راہ پر گامزن رکھے!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس رات ہر شخص اپنا ہتھیار اور جنگی لباس وغیرہ تیار کرنے میں مصروف رہا۔ انھوں نے جہاد وثواب کے حصول کی خوشی میں رات گزار دی، انجام کی کوئی فکر نہیں۔

اسلامی لشکر کی صف بندی

جب صبح ہوئی تو مسلمانوں کی اذانوں کی آوازیں پورے لشکر میں گونج اٹھیں۔ مسلمانوں نے جلدی سے وضو کیا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز فجر ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد دشمنوں سے جنگ کرنے کے لیے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اس کے بعد صف بندی کی گئی۔ تین صفوں کو اس طرح ترتیب دیا گیا کہ ایک صف والے اپنا دوسرا کنارہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: میسرہ (لیفٹ سائیڈ) کے بارے میں کیا حکم ہے؟

انھوں نے جواب دیا: کنانہ بن مبارک کنانی رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

میسرہ کے لیے کنانہ بن مبارک کنانی کو مقرر کیا یا عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہما کو، اللہ ﷻ ہی بہتر جانتا ہے بہرحال دونوں میں سے کوئی ایک تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کنانہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ میسرہ کی طرف جائیں۔ انھوں نے حکم پاتے ہی فوراً تعمیل کی کیونکہ یہ حکم بھی حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا تھا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد یوسف بن معن رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حضرت کنانہ بن مبارک رضی اللہ عنہ جنگی مہارت رکھنے والوں میں شمار ہوتے تھے۔ صاحب شجاعت و غارت تھے۔ یوسف بن معن رحمۃ اللہ علیہ ان کی شجاعت اور شدت فراست کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اپنے قبیلے کی طرف سے اکیلے ہی دشمن کو دفع کرنے کے لیے نکل پڑتے۔ بعد میں عرب والے ان کے ساتھ آ ملتے۔ جب وہ دشمن کے سامنے آتے تو اپنا نام لے لے کر شہسواروں کو گھوڑوں کے اوپر ہی واصلِ جہنم کر دیتے۔ ہر وقت مشرکین سے لڑنے کے در پے رہتے۔ اگر کامیاب ہو جاتے تو گویا اپنی مراد حاصل کر لیتے اور اگر دشمن کو اپنے اوپر غالب خیال کرتے تو اپنے گھوڑے سے اتر کر ان کے سامنے سے اس طرح غائب ہو جاتے کہ وہ گرد و غبار چھانتے رہ جاتے۔

راوی فرماتے ہیں: جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کنانہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کو میسرہ کی ولایت (کمانڈ) دی اور وہ اپنے مقام پر چلے گئے تو اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور فرمایا: گھوڑ سواروں کی ولایت (کمانڈ)، میں تیرے ہاتھ میں دیتا ہوں، تم ان کے سپہ سالار رہو۔ پیدل فوج کے بارے میں جسے چاہو مقرر کر دو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کے حکم کے مطابق پیدل سپاہیوں کی ولایت ایسے شخص کے ہاتھ میں دیتا ہوں، ان سے پہلے کوئی ایسا نہیں آیا ہوگا۔ پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو آواز دی اور فرمایا: امیر تجھے پیدل فوج کی سپاہ سونپتے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ہاشم! جاؤ اور اپنی جگہ سنبھالو میں تمھارے ساتھ ہوں۔ اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی صفیں سیدھی کیں اور انھیں ترتیب دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ مسلمان قبائل کے سرداروں اور اصحاب رائے لوگوں کے پاس کسی کو بھیجیں اور اسے حکم دیں کہ سب کے پاس جا کر میرا حکم ماننے کا اعلان کرے۔ یعنی جنگی معاملات میں جیسے میں کہوں گا ویسے ہی سب کو کرنا ہوگا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا: ابن قیس! اصحاب رائے اور سرداروں کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ "امیر لشکر ابوعبیدہ تمھیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیتے ہیں۔"

حکم سنتے ہی حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے، لشکر کا چکر لگانا شروع کر دیا اور امیر لشکر کا حکم نامہ سناتے رہے۔ آخر کار وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ انھیں جب امیر لشکر کا حکم سنایا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم امیر لشکر کا پیغام سن چکے ہیں اور اس کی اطاعت کریں گے۔ اس کے بعد آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے

اور فرمایا: تمھیں بابرکت اور خوش بخت آدمی کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ تمھیں جو بھی حکم دیں اسے خوش دلی سے قبول کرو، کسی حال میں بھی ان کی مخالفت نہ کرنا کیونکہ وہ مسلمانوں کی بہتری اور رب العالمین سے طلبِ اجر کے علاوہ کسی چیز کی تمنا نہیں رکھتے۔

حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی بات سن کر کہا: آپ نے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت بڑی باتیں کہہ ڈالیں۔

انھوں نے جواب دیا: میں ان کے بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں، اسی لیے ان کے بارے میں ایسے الفاظ کہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ عزوجل انھیں انعامات سے نوازے۔

حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی ساری باتیں جو انھوں نے ان کے بارے میں کہی تھیں، بتائیں تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اللہ عزوجل کی رضا کی خاطر وہ میرے بھائی ہیں۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ان کے سارے ساتھی نیکی والے معاملات میں مجھ سے سبقت لے چکے ہیں۔ ان کے مقام تک کون رسائی پا سکتا ہے؟

حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں یہ سن کر دوبارہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور انھیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی باتیں بتائیں جو انھوں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بارے میں کی تھیں۔ اور یہ بھی بتایا کہ کس طرح انھوں نے ان کی بلندئ شان کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! میں صرف رضائے الٰہی کی خاطر ان سے محبت کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے اللہ عزوجل ان کی حسنِ نیت اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے سبب ان کی بخشش فرما دے گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب حضرت ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ امیر لشکر کا حکم نامہ سارے سرداروں اور اصحاب رائے تک پہنچا چکے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے لشکر اسلام کا معائنہ کرنے لگے اور ہر سردار کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

اے اہل اسلام! اچھی طرح گوش گزار کر لو! صبر کرنے میں ہی کامیابی ہے انشاء اللہ۔ تم صبر کرو گے تو ضرور کامیاب ہو گئے۔ جبکہ بزدلی، رسوائی کا سبب بنتی ہے۔ جو شخص صبر و استقامت سے کام لیتا ہے تو اللہ عزوجل بھی دشمن کے خلاف اس کی مدد فرماتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل کی مدد اس کے ساتھ ہوتی ہے، جو شخص تلواروں کی نوک پر چلتے ہوئے صبر کرے تو جب اللہ عزوجل کے حضور پیش ہوگا تب اللہ عزوجل بھی اسے اعلیٰ مرتبہ سے نوازے گا۔ اس کا یہی فعل اسے خوش بخت کر دے گا۔ (وَاللّٰہُ یُحِبُّ الشّٰکِرِیْنَ)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہی اعلان کرتے ہوئے چلتے رہے اور پورے لشکر کا چکر کاٹ لیا۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے بہادر اور قوی قسم کے اہل صبر و استقامت لوگوں کا انتخاب کیا اس میں آپ کے لشکر زحف کے افراد بھی شامل تھے۔ سب کو جمع کر کے ان کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔

ایک حصے کی قیادت حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کو دی اور فرمایا: تم ان گھوڑ سواروں کو ساتھ لو اور جیسا میں کروں گا ویسا ہی کرنا۔ اس کے بعد دوسرے حصے کی قیادت حضرت میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ کو سونپی اور انھیں وہی وصیت کی جو قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کو کی تھی۔ اس کے بعد تیسرے حصے کی قیادت حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کو دی اور خود لشکر زحف کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔

رومی لشکر کی تیاری

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ابھی سورج نہیں نکلا تھا کہ جب مسلمانوں نے جنگ کی تیاری مکمل کر لی اور صفیں ترتیب دے لیں۔ ادھر باہان ارمنی نے بھی رومیوں کو جنگ کے لیے تیار کیا اور انھیں ترتیب دینا شروع کر دیا۔ لیکن مسلمان ان سے پہلے ہی معرکہ کے لیے تیار ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تیاری مکمل ہونے کے بعد رومی فوج، اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیش قدمی کرنے لگی اور دیکھا کہ مسلمان فوج ان سے پہلے ہی تیار کھڑی ہے اور مسلمانوں کا لشکر تو گویا آہنی سیسہ پلائی دیوار کی طرح اس قدر مضبوط کھڑا تھا، جسے بھگا دینا تو کیا اپنی جگہ سے ہلانا بھی ناممکن محسوس ہو رہا تھا۔ رومیوں نے دیکھا کہ مسلمانوں کے سروں پر پرندوں نے سایہ کیا ہوا ہے۔ ان کی صفیں بہت اچھے انداز سے مرتب کی ہوئی تھیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر رومیوں کے دل دہل گئے۔ ان کے اندر مسلمانوں کا خوف پیدا ہونے لگا۔ اس طرح اللہ عزوجل نے ان کے دلوں میں مزید مسلمانوں کا رعب و دبدبہ پیدا کر دیا۔

باہان اپنے لشکر کے آگے بڑھا اور چکر لگانے لگا۔ اس نے نصرانی عرب، یعنی قبیلہ غسان، لخم اور جذام کو اگلی صف میں کھڑا کیا۔ جبلہ بن ایہم کو اس صف کی قیادت دی۔

جبلہ کے پاس چاندی کی صلیب تھی جس کا وزن پانچ رطل تھا اس پر سونے کا پانی چڑھایا گیا تھا جس سے سونے کی سی چمک محسوس ہو رہی تھی جبکہ اس کے چاروں کونوں میں ستاروں کی طرح چمکتے ہوئے موتی لگے ہوئے تھے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد عدی بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عدی بن حارث رضی اللہ عنہ فتوحاتِ شام میں اول سے آخر تک حاضر رہے۔ آپ فرماتے ہیں: باہان نے اپنے لشکر کی تین صفیں بنائیں، ان میں سے ہر صف، مسلمانوں کے سارے لشکر کے برابر تھی۔ صف بندی کرنے کے بعد رومیوں کی فوج کے درمیان سے پادری نکلے اور سریلی آوازوں میں انجیل پڑھنا شروع کر دی۔ سب نے جھنڈے اور صلیب اٹھا رکھے تھے۔

ایک رومی سردار کا مقابل طلب کرنا

جب ان کی تیاری مکمل ہوگئی تو رومی فوج کی طرف سے دراز قد وحشی قسم کا ایک آدمی ظاہر ہوا۔ اس نے زرہ پہن رکھی تھی جو سونے کی بنی ہوئی تھی پوری طرح جنگی آلات سے لیس تھا۔ جواہرات سے مرصّع صلیب اس کے گلے میں لٹک رہی تھی۔ تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر سامنے آن کھڑا ہوا۔ یہ رومی قبائل کا کوئی سردار معلوم ہوتا تھا۔ مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر رومی زبان میں کوئی بات کی، اس کی آواز گرجدار تھی۔ مسلمانوں نے اس کے انداز سے جان لیا کہ وہ مقابلے کے لیے آواز دے رہا ہے، لیکن اس سے مقابلہ کرنے میں تاخیر کرتے رہے۔

ادھر سے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے زوردار آواز لگائی: ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ! یہ موٹا بدبخت تمھیں لڑنے کی دعوت دے رہا ہے اور تم تاخیر کر رہے ہو؟ اگر تم اس کے مقابلے کے لیے نہیں نکلتے تو خالد خود جا رہا ہے۔'' یہ فرماتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نکلنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اچانک مسلمانوں کے لشکر سے ترکی گھوڑے پر سوار، دراز قد ایک شخص نکلا جس نے اچھی طرح جنگ کی تیاری کی ہوئی تھی، رومی سردار کی جانب بڑھا۔ اس کے بارے میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا کوئی ساتھی علم نہ رکھتا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام، ہمام کو بلایا اور فرمایا: اس شہسوار کے پاس جاؤ اور دریافت کرو کہ کون ہے؟ اور یہ بھی معلوم کرو کہ کیا یہ مسلمان ہے؟ اور اس کا تعلق کس قبیلے سے ہے؟ اس کی قوم کون سی ہے؟

ہمام نے آقا کا حکم سنتے ہی حکم کی تعمیل کی۔ وہ اجنبی شخص سردار کے مقابلے میں آگے بڑھنے ہی والا تھا کہ ہمام نے روکتے ہوئے دریافت کیا: اے اجنبی! تم کون ہو؟ کیا مسلمانوں میں سے ہو؟

اس نے جواب دیا: میں والی بصرہ، روماس ہوں۔ ہمام یہ سن کر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور سب کچھ بتایا۔

یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ہمارے پروردگار! اس کے کام میں برکت فرما اور اس کی نیت میں اخلاص کی زیادتی فرما۔

بہرحال جب روماس رضی اللہ عنہ رومی سردار کے مقابلے میں آگے بڑھے اور اس کے ساتھ رومی زبان میں کوئی بات کی۔ رومی نے آپ کو پہچانتے ہوئے کہا: اے روماس! تم اپنا دین چھوڑ کر ان کے ساتھ مل چکے ہو؟

روماس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس دین میں اب میں داخل ہوا ہوں، وہ ایک سچا اور باعزت دین ہے۔ جو اس کی اتباع کرے گا، سعادت مند ہو جائے گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا وہ بدبخت اور گمراہ ہو گا۔

یہ کہہ کر روماس رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کیا، اس نے بھی بچاؤ کرتے ہوئے حملہ کیا۔ اس کے بعد دونوں کے درمیان ایسی لڑائی ہوئی کہ دونوں لشکر تعجب کرنے لگے۔ رومی لشکر کی طرف سے آنے والے سردار نے روماس رضی اللہ عنہ کی ذرا سی غفلت محسوس کی اور پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے اور جلدی سے تلوار کا وار کر دیا جس سے آپ کا خون بہہ نکلا۔ آپ اس زخم کی تکلیف کو محسوس کرنے لگے۔ اس نے دوبارہ حضرت روماس رحمۃ اللہ علیہ کی طرف بڑھنے کی کوشش کی لیکن آپ نے گھوڑے کا رخ مسلمانوں کی طرف کر دیا۔ وہ وحشیوں کی طرح آپ کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ ذرا بھی کوتاہی کو خاطر میں نہ لا رہا تھا۔

جب روماس رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کے پاس پہنچے تو میسرہ اور میمنہ پر کھڑے ہوئے مسلمانوں نے زوردار آواز لگائی جس سے رومی سردار ڈر گیا۔ مسلمانوں کی گرجدار آواز سے اس کا دل دہل گیا اور وہ واپس لوٹ گیا۔ حضرت روماس رحمۃ اللہ علیہ مسلمانوں کے پاس آئے خون آپ کے چہرے سے ٹپک رہا تھا۔ مسلمانوں نے ان کی نازک حالت دیکھی تو فوراً آگے بڑھے اور انھیں سہارا دے کر اپنے پاس لے آئے اور مرہم پٹی کا بندوبست کیا۔ ان کی بہادری کی تعریفیں کیں اور بخشش کا وعدہ دلایا اور دینِ اسلام قبول کر کے سلامتی پانے پر مبارکبادیں پیش کیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب حضرت روماس رحمۃ اللہ علیہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے میدان جنگ سے واپس لوٹ آئے تو رومی وحشی خود کو متکبروں کی طرح سمجھنے لگا اور ادھر اُدھر چکر لگانے لگا۔ اپنی زبان میں زبان درازی کرنے لگا اور مقابلے کے لیے بلانے لگا۔ حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ نے اس کی آواز سنی اور میدان جنگ میں نکلنے کا ارادہ کیا اور آگے بڑھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو فرمایا: اے میسرہ! میرے خیال میں آپ کا اپنی جگہ رہنا، میدان جنگ میں نکلنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ آپ بوڑھے ہو چکے ہیں۔ جبکہ وہ قدآور اور بہت بہادر ہے۔ اس لیے میری خواہش یہی ہے کہ آپ اس کے مقابلے میں نہ نکلیے کیونکہ بوڑھا شخص، جوان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور مسلمان کا ایک بال بھی اللہ عزوجل کو سارے مشرکوں سے زیادہ پسند ہے۔

یہ سن کر حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ اپنی جگہ واپس لوٹ گئے۔ ان کے بعد حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھنے کی خواہش ظاہر کی اور فرمایا: اے امیر! آپ نے تو رومی کی بہادری کا تذکرہ کر کے مسلمانوں کے دلوں میں اس کا رعب ڈال دیا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنگجو کوئی بھی ہو، وہ جنگی حالات سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے اور میں بھی اس کی بہادری اور قوت کا اندازہ کر چکا ہوں۔ تم بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکو گے کیونکہ اس کا مقابلہ وہی کر سکے گا جو اسی کی

طرح کا بہادر ہوگا۔ لہٰذا تم اپنے مقام پر واپس لوٹ جاؤ۔ یہ سن کر حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ بھی واپس لوٹ گئے اور امیر کے حکم کی ذرہ بھر بھی مخالفت نہ کی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رومی وحشی اسی طرح مسلسل اپنا مدمقابل طلب کرتا رہا۔ ادھر سے حضرت حارث بن عبداللہ ازدی، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے اور عرض کی: اے امیر! میں اس کے مقابلے میں نکلتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: دیکھ لو اس کا جسم کتنا موٹا ہے اور اس کی قوت و بہادری بھی دیکھ چکے ہو۔ اس کے باوجود اگر تمھاری خواہش ہے تو اللہ عزوجل کا نام لو اور آگے بڑھو۔ حضرت حارث بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اسلحہ سے لیس ہوکر آگے بڑھنے ہی لگے تھے، ادھر سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آواز دی اور پوچھا: اے عبداللہ ٹھہرو! میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔

انھوں نے کہا: جی پوچھیے؟

آپ نے فرمایا: کیا اس سے پہلے بھی کبھی کسی سے تمھارا مقابلہ ہوا ہے؟ اس نے کہا: نہیں! اس سے پہلے کبھی ایسا موقع نہیں ملا۔

یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھائی کے بیٹے! اپنی جگہ واپس لوٹ جاؤ۔ اس کے مقابلے میں ہرگز نہ نکلنا، کیونکہ ابھی تم ناتجربہ کار ہو تمھیں ابھی جنگی مہارتوں کا علم نہیں ہے۔ جبکہ تمھارے مقابل جو کھڑا ہے وہ بہت تجربہ کار ہے۔ اور جنگی مہارتوں سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم بھی واپس لوٹ جاؤ اور ایسا شخص اس کے مقابلے میں نکلے جو اس کی طرح کا ہو۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہ بات کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کی طرف بھی دیکھ رہے تھے۔

حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوسلیمان! میرے خیال کے مطابق آپ میرا ارادہ فرما رہے ہیں، یعنی اس کے مقابلے کے لیے آگے بڑھوں۔

قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کا مقابلے کے لیے نکلنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! تم ہی اس کے مقابل آسکتے ہو۔ اللہ عزوجل کا نام لیتے ہوئے جاؤ، وہ تمھاری مدد فرمائے گا۔ حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ امیر کا حکم سنتے ہی دشمن کی طرف متوجہ ہوئے۔ گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس رومی کے اردگرد تیز رفتاری سے چکر لگانے لگے، پھر اس کی طرف رخ کیا اور اس کے قریب جا پہنچے۔ آپ کی زبان پر یہ کلمہ جاری تھا۔ "بِسْمِ اللہِ وَعَلٰی بَرْکَۃِ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ" اللہ عزوجل کے نام سے رسول اللہ ﷺ کی برکت پر۔

جب دشمن نے آپ کی کارگزاری دیکھی تو جان گیا کہ اب اس کے مقابلے میں مسلمانوں کا تجربہ کار شہسوار نکلا ہے۔

دشمن نے حملے کا ارادے کرتے ہوئے آپ کی جانب پیش قدمی کی۔اس کے بعد دونوں بہادروں کا باہم مقابلہ ہوا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے موقع پاتے ہوئے اسے زور سے تلوار ماری لیکن اس نے ڈھال آگے کر کے اپنا بچاؤ کیا۔حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ڈھال کو چیرتے ہوئے سفید نشان تک پہنچی تو اس میں پھنس گئی۔آپ نے پوری طاقت سے تلوار پیچھے کھینچی مگر نا کام رہے۔آپ نے تلوار چھوڑ دی۔دشمن نے آپ کو خالی ہاتھ دیکھ کر تلوار کا وار کیا جس سے آپ زخمی ہوئے۔دشمن نے اپنے آپ کو غالب سمجھتے ہوئے قید کرنے کی کوشش کی۔دشمن خاصا موٹا تازہ اور بہادر تھا جبکہ حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب سے اھل ردہ کا مقابلہ کر کے واپس لوٹے تھے اس وقت سے صیام و قیام کی وجہ سے جسم میں لاغرپن سا پیدا ہو گیا تھا۔

جس وقت آپ نے دشمن کو خود پر غالب آتے دیکھا تو فوراً اس کے ہاتھوں سے نکلنے کے لیے سوچنے لگے کیونکہ اب تو تلوار بھی آپ کے ہاتھوں سے نکل چکی تھی۔آپ نے گھوڑے کا رخ مسلمان لشکر کی طرف کیا اور اسے ایڑ لگائی تا کہ کسی سے تلوار حاصل کر سکیں اور پھر مقابلہ کریں۔واپس لوٹتے ہوئے آپ زندگی سے بالکل مایوس ہو گئے۔دشمن آپ کے پیچھے چلا آ رہا تھا،اس کی پوری کوشش تھی کہ کسی طرح آپ تک رسائی پا لے۔حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی رفتار کم کرتے ہوئے دل میں سوچا ''تیری منزل تو شہادت حاصل کرنا ہے جبکہ تم دشمن کو چھوڑ کر واپس جا رہے ہو۔'' یہ سوچ کر حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹے ہی تھے پیچھے سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چیخ کر آواز دی: میں تجھے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اسے چھوڑ دو اور واپس لوٹ آؤ۔میری طرف آؤ میں تمھیں تلوار دیتا ہوں۔

یہ سن کر حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: امیر! آپ نے مجھے بلند ہستیوں کا واسطہ پیش کر دیا ہے لیکن اگر میں لوٹ آؤں تو آپ میری زندگی میں اضافہ کر سکتے ہیں؟

آپ نے جواب دیا: نہیں۔

حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ بولے: اگر ایسا نہیں کر سکتے تو میں بھی واپس لوٹ کر جہنم میں داخل نہیں ہونا چاہتا۔بلکہ صبر کروں گا اور اللہ عزوجل کی رحمت سے بخشش حاصل کر کے کامیابی پاؤں گا۔یہ کہنے کے بعد حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ دشمن کی طرف گئے آپ کے ہاتھ میں تلوار نہیں تھی۔لیکن آپ نے کمر کی طرف ہاتھ ڈالا اور خنجر نکالا۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے لیے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی تلوار کا لے جانا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے پاس تلوار نہیں ہے اس کے باوجود دشمن کی طرف

جارہے ہیں تو آپ نے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر آواز دی: کوئی ایسا بہادر ہے جو میری تلوار لے اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو دے آئے اور اللہ عزوجل سے اس کا ثواب حاصل کرے؟

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کی آواز کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: اے ابوسلیمان! میں اس کام کے لیے حاضر ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: ہاں! قسم بخدا! آپ ہی یہ کام کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے تلوار لی اور حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچے۔ ادھر رومیوں کو یہ گمان ہوا کہ مسلمانوں نے ایک کے مقابلے میں دو بہادر بھیجے ہیں تو رومیوں کی طرف سے ایک اور سردار نکلا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے مقابل آ کر کھڑا ہو گیا اور نہ سمجھ آنے والے الفاظ میں گفتگو کرنے لگا۔ آپ مطلقاً اس کی بات نہ سمجھ سکے اور فرمایا: خدا کرے تو ہلاک ہو! میرے ساتھ ایسی زبان میں بات کرتے ہو جو میں سمجھ نہیں سکتا۔ اس کے بعد رومیوں کی طرف سے ایک ترجمان آیا اور اس نے کہا: اے عربو! کیا تم اپنی باتیں بھول چکے ہو؟ تم یہ نہیں کہا کرتے تھے کہ ہم لوگ تو بڑے انصاف پسند ہیں؟

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! کیوں نہیں۔

اس نے کہا: ہم نے تو تمھارے اندر انصاف والی کوئی بات نہیں دیکھی۔ ابھی دیکھ لو، ہمارے ایک کے مقابلے میں تم دو شہسوار نکل آئے ہو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ اپنے ساتھی کو تلوار دوں اور واپس لوٹ جاؤں۔ اگر تم سو بہادر ہمارے ایک کے مقابلے میں بھیج دو تو ہمارے لیے بڑی بات نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی خدشہ ہوگا۔ دیکھو! ابھی تم تین ہو جبکہ میں اکیلا ہوں، حالانکہ میں اکیلا تمھارے لیے کافی ہوں۔ یہ سن کر ترجمان نے آنے والے دوسرے سردار کو بتایا تو وہ نظریں جما کر آپ کی طرف دیکھنے لگا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کا مقابلہ کرنا

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ! آپ بہت تھک چکے ہیں اس لیے واپس لوٹ جائیں میں ان سب سے نبٹ لیتا ہوں اور دیکھو میں کس طرح ان کی خبر لیتا ہوں۔ یہ کہتے ہی حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے جس شخص سے مخاطب تھے، اس کو نیزہ مارا جو اس کے سینے کو چیرتا ہوا پشت سے پار نکل گیا اور وہ زمین پر جا گرا۔ اس کے بعد دونوں رومی سرداروں نے دیکھا اور دونوں بیک وقت حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر ٹوٹ پڑے۔ ادھر حضرت قیس بن

ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی مدد کرنے کا ارادہ کیا اور آگے بڑھنے ہی لگے تھے ادھر سے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قیس! میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے واسطے [1] سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ میں اکیلا ہی ان کا کام تمام کیے دیتا ہوں۔ اگر ان کو قتل کر دیا تو اجر وثواب میں تم برابر کے شریک ہو گے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دینا: آپ کا بھائی اپنے باپ سے جا ملا ہے۔ یہ سن کر حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ پیچھے ہٹ گئے اور تعجب کا اظہار کرنے لگے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے مقابل آنے والے دشمن کو دیکھا اور اسے زور سے نیزہ مارا جو اس کی زرہ میں لگا لیکن پار نہ ہو سکا۔ آپ نے نیزہ چھوڑ دیا اور تلوار نکالی۔ اپنے گھوڑے پر کھڑے ہو کر اس پر اتنی زور سے تلوار ماری کہ دشمن کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ تیسرے دشمن نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی بہادری اور تجربہ کاری دیکھی تو حیران ہو گیا اور تعجب کرنے لگا۔ جب آپ نے دشمن کو حیرانگی میں ڈوبے دیکھا تو اسی غفلت کا بھرپور فائدہ اٹھایا۔ حضرت قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آپ ابھی تک یہیں کھڑے ہوئے ہیں؟ یہ کہتے ہوئے تیسرے دشمن پر بھی زوردار حملہ کیا اور ایک ہی ضرب سے اسے زمین پر پچھاڑ ڈالا۔ تینوں دشمن واصلِ جہنم ہو چکے تھے۔ رومیوں نے جس وقت یہ منظر دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے: ''یہ عرب لوگ تو جن ہی لگتے ہیں۔''

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

باہان بادشاہ کو رومی بہادروں کے قتل ہونے کی خبر دی گئی تو اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: مجھے اس قوم کی بہادری کی خبر ملی ہے، مسیح علیہ السلام کی قسم! میں تمہارے اندر ضرور کوئی خامی دیکھ رہا ہوں۔ اگر تم سب ملکر ان پر حملہ کرو گے تو کامیاب ہو گے ورنہ اسی طرح ایک ایک کر کے مرتے رہو گے۔

رومی سردار کا خواب اور باہان کا خطاب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: رومیوں کا ایک سردار آیا اور اس نے باہان کے کانوں میں کافی دیر کچھ باتیں کیں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ ادھر باہان کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اس کی حالت یوں ہو گئی، گویا کہ کچھ سن ہی نہیں سکتا۔ بادشاہ کی یہ حالت دیکھ کر اس کی قوم پوچھنے لگی: آخر معاملہ کیا ہے جو آپ اتنے پریشان ہو گئے ہیں؟ مگر باہان نے کچھ نہ بتایا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

---

[1] آپ غور فرمایئے اس سے پہلے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اور اب حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ واسطہ دے رہے ہیں۔ پتہ چلا کہ کسی کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دینا صحابہ کا طریقہ ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

جبلہ بن ایہم نے باہان سے جس وقت تین رومی سرداروں کے قتل ہونے کا تذکرہ کیا تو باہان نے کہا: یاد رکھو! تمھارے خلاف مسلمانوں کی غیبی طور پر کوئی مدد کر رہا ہے۔ اس کے بعد ایک سردار نے آ کر باہان کے کانوں میں کوئی بات کہی۔ اس نے کہا:

اے بادشاہ سلامت! میں نے خواب میں دیکھا کہ کچھ لوگ آسمان سے زمین کی طرف اتر رہے ہیں۔ وہ تیز و چست گھوڑوں پر سوار تھے اور اسلحہ سے لیس ہو کر ان عربوں کی صفوں میں ہمارے سامنے کھڑے ہوتے گئے۔ اس کے بعد ہمارے لشکر میں سے جو بھی مقابلے کے لیے نکلتا وہ اسے قتل کر دیتے۔ اسی طرح ہمارے اکثر سپاہی مارے گئے۔ مجھے گمان ہو رہا ہے کہ جن کو میں نے حالتِ خواب میں میدانِ جنگ میں دیکھا تھا، یہ وہی ہے جسے دیکھا تھا اور اسی نے ہمارے تین بہادروں کو قتل کر دیا۔ یقین کر لیں کہ ہمارے خلاف آسمانی مدد کی جا رہی ہے۔

جبلہ کا کہنا ہے: یہ سنتے ہی باہان کا دل ٹوٹ گیا۔ اس کے پاس اب کوئی جواب نہیں تھا۔ ساری قوم اس سے سوال کرنے لگی لیکن اس نے کچھ نہ بتایا۔ جب لوگوں کا اصرار حد سے بڑھنے لگا تو باہان کھڑا ہوا اور خطاب کرنے لگا۔ اس نے کہا:

"اے مسیح علیہ السلام کو ماننے والو! اگر تم نے مسلمانوں کو قتل نہ کیا تو رسوا ہو جاؤ گے اور مسیح بھی تم سے سخت ناراض ہوں گے۔ اٹھو! خدا تمھاری مدد کرے گا۔ اگر تم نے ہمت ہار دی تو خدا کے ہاں تمھارا کوئی عذر نہیں چلے گا کیونکہ اس نے تمھاری طرف رسول بھیجا اور کتاب بھی اتاری۔ تم لوگ اس دنیا میں اپنے رسول کی اتباع نہیں کر رہے، حالانکہ تمھیں اس کی اتباع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ہماری آسمانی کتاب میں ہے کہ "ظلم نہ کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نہ ظلم کو پسند کرتا ہے اور نہ ظالم کو۔" اگر تم دنیا کے پیچھے پڑو گے تو ظلم کرنے والے ہو گے حالانکہ تمھیں تمھارے رب نے اس چیز کا قطعاً حکم نہیں دیا۔

دیکھو! وہ عرب تمھارے مقابلے میں کھڑے ہوئے ہیں تمھارے شہسواروں کو قتل کرنے کا ارادہ کیے ہوئے ہیں، تمھارے بچوں اور عورتوں کو پکڑنا چاہتے ہیں۔ اور تم لوگ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں میں غرق ہو، اپنے خالق علام الغیوب سے ذرہ بھر بھی نہیں ڈرتے؟ اگر خدا نے تمھاری سلطنت چھین لی اور تمھارے دشمن کو تم پر غلبہ دے دیا تو یہ اس کی طرف سے عدل ہو گا اس لیے کہ تم امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا سبق بھول چکے ہو۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

باہان نے جب سردار کی سرگوشیاں سنیں جو اس نے خواب میں دیکھا تھا تو اسے اپنا خواب پوشیدہ رکھنے کا حکم دیا۔

بہر حال حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے مقتولوں کا اسلحہ اور دیگر ساز وسامان اٹھایا اور مسلمانوں کے پاس لوٹ آئے۔ پھر سب کچھ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پیش کر دیا۔ آپ نے فرمایا: یہ سارا سامان تمھارے لیے ہے کیونکہ امیر المؤمنین نے بھی مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس کے بعد حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ واپس آ گئے جہاں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انھیں مقرر کیا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ دوبارہ میدانِ جنگ میں گئے اور دونوں صفوں کے درمیان چکر لگانے لگے۔ آپ نے جس سردار کو پہلے قتل کیا تھا اس کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں نکلے۔ لیکن عربی گھوڑے کی طرح اس میں تیزی اور پھرتی نہیں تھی۔ آپ واپس لوٹے اور اپنا گھوڑا لے کر دوبارہ میدانِ جنگ میں اترے۔ آپ نے رومی فوج کے میمنہ پر حملہ کیا اور وہاں صفوں کو ہلاتے ہوئے دو رومی شہسواروں کو قتل کر دیا۔ وہاں سے لشکر کے وسط میں پہنچے پھر میسرہ کا چکر لگایا اور تلوار سے وار کرتے گئے۔ اس کے بعد اچانک تیروں کی بارش ہونے لگی اور آپ رومی فوج کو چھوڑ کر دوبارہ میدان میں آ کھڑے ہوئے۔ آپ ابھی میدان میں آ کر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ ایک رومی آپ کی طرف بڑھا مگر آپ نے اسے اسی جگہ ڈھیر کر دیا۔ پھر ایک اور آگے آیا تو اسے بھی قتل کر دیا۔

ادھر سے جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو کہنے لگے: ”اے پروردگار! اپنی مدد خاص سے عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو محفوظ فرما کیونکہ انھوں نے ہی آج کی جنگ شروع کی ہے۔“

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو آواز دے کر فرمایا: اے عبدالرحمٰن! تجھے تیرے باپ کے بڑھاپے اور اس کی بیعت کی قسم! واپس لوٹ آؤ۔ یہ سن کر عبدالرحمٰن اپنی جگہ واپس لوٹ آئے۔

حذام بن غنم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ایسے شخص سے جو میدان یرموک میں حاضر رہا تھا، اس سے پوچھا کہ کیا مسلمان خواتین بھی اس معرکے میں تمھارے ساتھ تھیں؟ انھوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! مسلمان خواتین بھی ہمارے ساتھ تھیں، مثلاً اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا جو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ ان کے علاوہ خولہ بن ازور رضی اللہ عنہا، نفیسہ بنت کعب رضی اللہ عنہا، ام ابان رضی اللہ عنہا جو حضرت عکرمہ بن ابی جہل کی زوجہ تھیں۔ عزہ بنت عار بن عاصم ضمیری رضی اللہ عنہا اپنے خاوند مسلمہ بن عوف ضمیری رضی اللہ عنہ کے ساتھ حاضر تھیں۔ رملہ بنت طلیحہ زبیری، رعلہ، زینب، ھندہ، یعمر، لبنٰی رضی اللہ عنہن شامل تھیں۔

ان خواتین نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی صلی اللہ علیہ وسلم رضا کے لیے جنگ میں حصہ لیا۔

مسلم خواتین کا جہاد میں حصہ

علامہ واقدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مجھے عبدالملک بن عبدالحمید نے بتایا جو واقعہ یرموک میں حاضر تھے۔ فرماتے ہیں: شروع شروع میں جنگ آگ کی چنگاری کی طرح دہکتی رہی لیکن بعد میں گویا آگ کا الاؤ بھڑک اٹھا۔ آنے والا ہر لمحہ

گزرے ہوئے لمحہ سے شدید تر ہوتا جا رہا تھا۔

عمرو بن جرید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: دن کے پہلے حصے میں جنگ اتنی خاص نہیں ہوئی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے پہلے حملے کے بعد باہان نے اگلی دس صفوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ رومی حکم سنتے ہی آگے بڑھے ادھر سے مسلمانوں نے بھی امیر کا حکم پاتے ہی ہلہ بول دیا۔ اس کے بعد دونوں فریق آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اور خوب سخت مقابلہ ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ایک طرف کھڑے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ ادھر باہان بھی ایک طرف کھڑا تھا جو خود میدانِ کارزار میں نہیں آیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ معاملہ ابھی شدید ہونا ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم" پڑھا اور قرآن کریم کی ایک آیت پڑھی:

﴿ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ○ ﴾

"وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمھارے لیے جتھا جوڑا تو ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور زائد ہوا اور بولے: اللہ ہم کو بس ہے اور کیا اچھا کارساز۔"[1]

دونوں فریق مسلسل غارت گری کرتے رہے حتیٰ کہ سورج سروں کے اوپر آ گیا۔ اس وقت سے لے کر غروب آفتاب تک یونہی گھمسان کا رن پڑا رہا۔ رات کی تاریکی نے بالآخر دونوں گروہوں کو جدا کر دیا۔ دونوں جماعتیں پیچھے ہٹیں اور اپنے اپنے ساتھیوں کو نشانیاں دیکھ کر پہچاننے لگے۔ مسلمان ان کی نشانیاں دیکھ کر اور ان کے نسب بول بول کر ڈھونڈنے لگے۔ اس کے بعد دونوں گروہ اپنی صفوں میں لوٹ گئے۔ مسلمان خواتین بھی اپنے خیموں سے نکلیں اور اپنے دامن سے اپنے خاوندوں کے چہرے صاف کرتیں اور کہتیں: "اے اللہ کے دوست! آپ کو جنت کی خوش خبری ہو۔"

مسلمانوں نے خیر و سرور سے رات بسر کی اس لیے کہ پہلے دن تو دونوں طرف سے زیادہ قتل و غارت بھی نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے دن رومیوں کے بہت سے افراد جہنم واصل ہوئے جبکہ مسلمانوں کے صرف دس افراد شہید ہوئے۔ جن میں سے دو کا تعلق حضرموت سے تھا، ایک کا نام ماذن جبکہ دوسرے کا نام صارم تھا۔ تین افراد قبیلۂ عسفان میں سے تھے۔ رافع، مجلی اور علی رضی اللہ عنہم۔ ایک انصاری تھے جن کا نام عبداللہ بن اخرم رضی اللہ عنہ تھا۔ تین قبیلۂ بجیلا جبکہ ایک قبیلۂ مراد میں سے تھے جن کا نام سوید تھا۔ سوید، حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے۔

حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کو جب سوید کی عدم موجودگی کے بارے معلوم ہوا تو غمگین ہو گئے اور جان گئے کہ وہ شہید ہو چکے ہوں گے۔ لہٰذا آپ وہاں سے نکلے، قبیلے کے چند افراد بھی آپ کے ساتھ تھے۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ

[1] پارہ 4، آل عمران 173، ترجمہ کنزالایمان

معرکہ کی جگہ پہنچے اور سوید بن بہرام رضی اللہ عنہ کو ڈھونڈ نے لگے۔ کافی دیر ادھر اُدھر دیکھنے کے بعد نا کام رہے۔ آخر کار جب واپس لوٹنے لگے تو رومی لشکر کی طرف سے آگ کی روشنی میں کچھ افراد دکھائی دیئے جو جائے معرکہ کی طرف آ رہے تھے۔ وہ بھی اپنے ایک معزز سردار کی تلاش میں نکلے تھے۔

یہ دیکھ کر حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: آگ بجھا دو۔ قسم بخدا! میں اپنے بھتیجے کا بدلہ ان سے لیتا ہوں۔ یہی وہ قوم ہے جنھوں نے اسے شہید کر دیا۔ آپ کا حکم سنتے ہی آگ بجھا دی گئی اور سب لوگ مقتولوں کے ساتھ لیٹ گئے تا کہ معلوم ہو کہ یہاں کوئی نہیں آیا۔ رومی جب قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہ تقریباً سو افراد تھے۔ زبردست اسلحہ سے لیس ہو کر مسلسل آگے بڑھ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا دیکھیے! وہ سو افراد ہیں جبکہ ہم صرف سات ہیں۔ سارے دن کی تھکاوٹ بھی ابھی تک دور نہیں ہوئی۔

حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: تم جانا چاہتے ہو تو چلے جاؤ، قسم بخدا! میں انھیں موت کے گھاٹ اتارنے کے سوا کچھ نہیں چاہتا اور میں اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کا حق ادا کر کے رہوں گا۔ اس کے بعد قیس کے ساتھیوں نے حوصلہ باندھا اور اسی جگہ رکے رہے۔

ادھر رومی، مقتولوں کے درمیان چکر لگانے لگے اور ایک ایک لاش پہچاننے لگے۔ آخر کار وہ ایک لاش کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے۔ دیکھا تو یہ وہی سردار تھا جو سب سے پہلے میدانِ جنگ میں نکلا تھا اور جسے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا۔ رومی اسے اٹھا کر واپس چل دیئے۔ پیچھے سے حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ زوردار آواز دیتے ہوئے ان پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کے ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد بے دریغ ان کا قتل شروع کر دیا۔ حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ جب بھی تلوار چلاتے تو یہی کہتے: ''کہ یہ میرے بھتیجے کی طرف سے انتقام ہے'' اس طرح آپ نے سولہ رومیوں کو واصلِ جہنم کیا۔ آپ کے ساتھیوں نے بھی بہت سے رومی مار ڈالے۔ جو باقی بچے تھے، بھاگ گئے۔ حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ لڑائی سے فارغ ہو کر رومی لشکر کی طرف چل دیئے۔ راستے میں انھیں کسی کی درد بھری آواز سنائی دی تو آپ اس آواز کی طرف بڑھے اور دیکھا کہ آپ ہی کے بھتیجے سوید بن بہرام مرادی تھے۔

حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے جب انھیں دیکھا تو وہ رونے لگے۔ آپ نے پوچھا: اے بھتیجے کیوں روتے ہو؟ انھوں نے کہا: اے چچا جان! میں معرکہ کے بعد رومیوں کے پیچھے پیچھے دور تک نکل گیا تھا۔ جب واپس لوٹنے لگا تو کسی نے میرے سینے میں نیزہ گھونپ دیا جس سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ چچا جان! وہ دیکھیے سامنے حور میرے لیے کھڑی میری روح نکلنے کا انتظار کر رہی ہے۔

یہ سن کر حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا: اے بھتیجے! ہر کسی کے لیے وقت مقرر ہو چکا ہے۔ ہو سکتا ہے ابھی تمھاری زندگی باقی ہو۔

یہ سن کر سوید رضی اللہ عنہ بولے: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ ممکن ہے کہ آپ مجھے مسلمانوں کے پاس لے کر جائیں اور راستے میں ہی میری جان نکل جائے۔ آپ نے انھیں اپنی پشت پر اٹھایا اور مسلمانوں کی طرف چل پڑے۔

جب آپ سواریوں کے قریب پہنچے تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے آنے کی آواز سنی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور سوید بن بہرام رضی اللہ عنہ کے سرہانے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کی حالت دیکھ کر آپ رونے لگے۔ پھر آپ کو دیکھ کر باقی مسلمانوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ آپ نے پوچھا: اے سوید! کیسے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: خیریت سے ہوں اور اللہ عزوجل سے بخشش کا سوال کرتا ہوں۔ اللہ عزوجل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بلند درجہ عطا فرمائے! ہم نے ان کے قول مبارک کو سچا کر دکھایا۔ اے امیر! وہ دیکھیں حور مجھے آواز دے رہی ہے۔ مجھے اپنی طرف بلا رہی ہے، یہ کہتے ہی وہ شہید ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

صبح ہونے سے قبل ہی انھیں دفنا دیا گیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جب حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کے حملے کی خبر دی گئی جو انھوں نے رومیوں پر اچانک کیا تھا، تو انھیں بہت خوشی ہوئی اور جان گئے کہ یہی مددِ غیبی کی علامات ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس معرکے کے بعد مسلمانوں نے قرآن کریم کی تلاوت اور قیام کی حالت میں رات گزاری اور اپنے لیے مدد و نصرت کی دعائیں کرتے رہے۔

باہان اور اس کی قوم کا حال

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: راوی کا بیان ہے کہ جب باہان بادشاہ اپنی قوم کے پاس بیٹھا تو قوم کے سردار، پادری اور جاسوس وغیرہ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ باہان کے لیے کھانا لایا گیا اور دستر خوان بچھا دیا گیا، مگر بادشاہ نے کوئی چیز نہ کھائی۔ اس کے دماغ میں سردار کا خواب گردش کر رہا تھا جس نے باہان کو بیقرار کیا ہوا تھا۔ کبھی کبھی باہان کے دل میں یہ بات بھی آتی کہ وہ جنگ چھوڑ کر واپس چلا جائے اور جزیہ ادا کرتا رہے، مگر پھر خیال آتا کہ اس طرح تو وہ مغلوب ہو کر رہ جائے گا۔ آج لوگ اس کے ماتحت ہیں، کل وہ خود کسی کے ماتحت ہو گا۔

سرداروں، جاسوسوں اور پادریوں نے مل کر باہان سے پوچھا: آخر کیا وجہ ہے کہ کچھ بھی نہیں کھا پی رہے؟ اگر آپ جنگ میں قتل ہونے والوں کے بارے میں غمگین ہیں یا اس کے علاوہ کوئی جنگی معاملات کے بارے میں پریشانی ہے تو گھبراتے کیوں ہیں؟ یہ تو چلتا پھرتا کھیل ہے آج کسی کی جیت ہو گی تو کل کسی اور کی! بہر حال بادشاہ سلامت! قوم اب متحد ہو چکی ہے اور وہ مل کر یک بارگی حملہ کرنا چاہتی ہے۔ آپ دیکھیے گا اس حملے کے بعد مسلمانوں کا کوئی سپاہی

نہیں بچے گا۔

باہان نے کہا: تمھارے ذلیل ورسوا ہونے اور مدد غیبی نہ پانے کی وجہ جو میرے ذہن میں آئی ہے، وہ یہی ہے کہ تم اپنے دینی احکامات پورے نہیں کر رہے بلکہ ان میں تبدیلی کر رہے ہو۔ تمھاری سلطنتوں میں بغاوتیں ہو گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے عرب تم پر غالب آ رہے ہیں۔

باہان نے جب ان کی ظلم وزیادتی کا تذکرہ کیا تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: بادشاہ سلامت! خدا کرے آپ کی عمر لمبی ہو! میں بھی آپ کے دین یعنی دینِ مسیح کا ماننے والا ہوں۔ میرے پاس ایک سو بکریاں تھیں۔ میرا بیٹا تھا جو بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز آپ کی قوم کے ایک معزز سردار نے حملہ کیا اور بقدر ضرورت بکریاں اٹھا کر لے گیا اور جو بکریاں بچ گئیں وہ اس سردار کے ساتھیوں نے اٹھالیں۔ میری بیوی اس سردار کے پاس گئی اور شکایت پیش کی، نیز بکریوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ سردار نے میری بیوی کو دیکھا تو اس کو محل میں بلالیا اور کافی دیر تک روکے رکھا۔ میرے بیٹے نے جب دیکھا کہ اتنی دیر ہو گئی ماں واپس نہیں آئی، تو وہ بھی محل میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ سردار اس کی ماں سے بدکاری کر رہا ہے۔ یہ دیکھ کر میرے بیٹے نے چیخ لگائی۔ ادھر سردار نے آواز سنتے ہی اسے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ لہٰذا اس کے غلاموں نے میرے بیٹے کو قتل کر دیا۔ پھر میں اس سردار کے پاس اپنے بیٹے اور بیوی کی شکایت لے کر حاضر ہوا تو اس نے مجھے بھی قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ حکم سنتے ہی مجھ پر تلوار کا وار کیا گیا، میں نے بچنے کے لیے بازو آگے کیا تو وہ ضرب لگنے سے کٹ گیا۔ پھر اس شخص نے ہاتھ باہر نکالا اور باہان کو دکھایا، وہ بازو واقعتاً کٹا ہوا تھا۔

راوی کہتے ہیں: یہ دیکھ کر باہان غصے سے بھر گیا اور اس بیچارے سے کہا: کیا تم اس وقت اس سردار کو پہچان لو گے جس نے تم پر اس قدر ظلم کیا ہے؟

اس شخص نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ فلاں شخص وہ سردار ہے۔ باہان نے اس سردار کی طرف غصے بھری نگاہوں سے دیکھا۔ راوی کہتے ہیں: بادشاہ نے جب اس سردار کی طرف دیکھا تو وہ بھی بہت غصے میں آ گیا۔ بادشاہ کے سامنے کوئی رسوائی برداشت نہ کر سکا اور آگے بڑھا، چند ایک سردار بھی اس کے ساتھ مل گئے، شکایت کرنے والے کے قریب پہنچے اور تلواروں سے اسے قتل کر ڈالا۔

اس کاروائی کے بعد باہان کا غصہ اور بھی زیادہ ہو گیا اور کہا: خدا کرے تم سب ہلاک ہو جاؤ، مسیح کی قسم! تم ضرور رسوا ہو گے۔ تم لوگ اتنا ظلم کرتے ہو اور ساتھ مددِ خداوندی کی امید بھی رکھتے ہو؟ تمھیں ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں ہے کہ کل کیا منہ لے کر بارگاہِ خداوندی میں پیش ہو گے۔ قصاص کا تمھیں بالکل خوف نہیں ہے؟ اللہ ﷻ تم لوگوں سے ضرور انتقام لے گا۔ یہ جاہ و منزلت تم سے چھین کر کسی ایسی قوم کو دے گا جو ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' کا پیکر ہوں گے۔

خدا کی قسم! اس قدر ذلیل حرکت کر کے تم میرے نزدیک کتے کی طرح ہو چکے ہو۔ تمھیں عنقریب اس کیے کا بدلہ چکانا پڑے گا۔ دفع ہو جاؤ جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔

یہ کہہ کر بادشاہ اپنی جگہ سے اٹھا اور انھیں چھوڑ کر علیحدہ ہو گیا۔ جب سب لوگوں سے ایک طرف نکل گیا تو ایک سردار بھی باہان کے ساتھ تھا، اس نے کہا: مسلمان قوم، جس کے بارے میں آپ بھی کہتے ہیں اور میرا بھی یہی خیال ہے کہ ہم انھیں مغلوب نہیں کر سکتے۔ بادشاہ سلامت! میری بات غور سے سنئے! میں نے رات خواب میں دیکھا کہ "آسمان سے کچھ افراد اتر رہے ہیں جو ترکی نسل کے گھوڑوں پر سوار ہیں اور وہ مسلمانوں کے لشکر کو حفاظت کی غرض سے گھیرتے چلے جا رہے ہیں۔ ہم لوگ اپنی صفیں بنا کر ان کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ہم میں سے جو بھی ان کے مقابلے کے لیے نکلتا ہے وہ اسے قتل کر دیتے ہیں اسی طرح انھوں نے ہمارے اکثر لوگوں کو قتل کر دیا۔"

اس سردار نے بھی وہی بات سنائی جو اس سے پہلے باہان نے کسی اور سردار سے سنی تھی۔ باہان یہ سن کر اور بھی پریشان ہو گیا اور ساری رات اسی خواب کے بارے میں غور و فکر کرتا رہا کہ مسلمانوں کے ساتھ کیا معاملہ پیش کیا جائے۔

معرکے کا دوسرا دن

صبح ہوتے ہی مسلمانوں نے اپنی صفیں سیدھی کیں اور رومی فوج کی طرف دیکھنے لگے، لیکن وہ تاخیر کرتے رہے اور پیش قدمی کرنے سے رُکے رہے۔ مسلمانوں نے جان لیا کہ ضرور کوئی معاملہ ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انھیں اپنے حال پر چھوڑ دو اور پیش قدمی نہ کرنا کیونکہ بغاوت کرنے والے ہمیشہ رسوا ہوتے ہیں۔ ادھر رومی لشکر کے چاروں بادشاہ یعنی قناطیر، دیرجان، جرجیر اور قورین اکٹھے ہو کر باہان کے پاس گئے۔ یہ سب باہان سے حکم نامہ لے کر ہی کچھ کرتے تھے، سو اب انھوں نے باہان سے اجازت طلب کی کہ ہمیں میدانِ جنگ میں جانے دیا جائے۔

باہان نے کہا: میں ظالموں کے ساتھ مل کر کیسے لڑ سکتا ہوں؟ اگر تم اپنے آپ کو احکامات شرعیہ سے آزاد سمجھتے ہو تو جاؤ اور اپنی سلطنتوں اور حریموں کا تحفظ کرتے ہوئے لڑو۔

یہ سن کر وہ کہنے لگے: ہم جنگ کرنا چاہتے ہیں اور بس! مسیح کی قسم! ہم لوگ جب تک مسلمانوں کو شام کے علاقوں سے نکال نہ دیں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ ہمارے پاس دو ہی راستے ہیں یا تو ہم انھیں قتل کر دیں یا پھر وہ ہمیں قتل کر دیں۔ آپ ہماری بات پر یقین رکھیں اور ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ آپ جنگ کا ارادہ پکا کر لیں اور ہم میں سے ہر ایک کو مسلمانوں کے مقابلے میں بھیجئے اور دیکھئے کہ کون زیادہ طاقت کا مظاہرہ کرتا ہے اور میدانِ جنگ سے مسلمانوں کا صفایا کون کرتا ہے؟ اس طرح ہم اپنے اہل و عیال، اپنے بچوں اور مال کا تحفظ بھی کر لیں گے۔ ہم عربوں کو

ان کے مقامات پر چھوڑ کر آئیں گے اور انھیں اپنے علاقوں سے نکال کر ان کے علاقوں میں داخل کر کے آئیں گے۔ دیکھیئے گا! ہمارے مابین صرف ایک یا دو دنوں میں فیصلہ ہو جائے گا۔

باہان نے یہ سن کر کہا: خدا کی لعنت ہو! یہ تمھاری خام خیالی ہے۔ٹھیک ہے تم لوگ کچھ دن مزید رُک جاؤ میں ہرقل بادشاہ کو حالاتِ حاضرہ سے مطلع کرتا ہوں پھر جو حکم ملے گا اس پر عمل کریں گے۔اس کے بعد باہان نے ہرقل بادشاہ کو خط لکھا جس کی تحریر مندرجہ ذیل ہے۔

باہان کا ہرقل بادشاہ کے نام خط

امابعد: میں اللہ ﷻ سے آپ کے لیے دعا مانگتا ہوں کہ وہ آپ کی مدد فرمائے اور آپ کی سلطنت والوں کی بھی حفاظت فرمائے۔آپ نے مجھے لاتعداد افراد دے کر مسلمانوں کے مقابلے میں بھیجا۔ جب میں ان کے مقابلے میں پہنچا تو ان کو اپنے پاس بلا کر صلح کرنے کا مطالبہ کیا اور حتی المقدور لالچ دی لیکن وہ کسی لالچ میں نہ آئے۔ میں نے صلح کرنے کا کہا تو انھوں نے میرا مطالبہ واپس لوٹا دیا۔الغرض ان کے واپس چلے جانے کا ہر حربہ استعمال کیا مگر وہ نہ مانے۔

بادشاہ سلامت! ہمارا لشکر ان سے بہت خوفزدہ ہو چکا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہیں ہماری قوم ہمت نہ ہار دے اور ناکام نہ ہو جائے۔ کیونکہ ان کا رعب و دبدبہ ہمارے لشکر کے دلوں میں پیدا ہو چکا ہے۔اس کی وجہ یہی ہے کہ ہماری قوم کے اندر ظلم عام ہو چکا ہے۔ میں نے اپنے ساتھیوں میں سے اصحابِ رائے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ جنگی اقدامات کیا ہونے چاہئیں؟ تو انھوں نے یہی رائے دی کہ ہم مل کر ایک دم ان پر حملہ کر دیتے ہیں اور اس وقت تک پیچھے نہیں ہٹیں گے جب تک اللہ ﷻ ہمارے درمیان کوئی فیصلہ نہیں کر دیتا۔

اے بادشاہ! اگر دشمن ہم پر غالب آ گیا تو یہ اللہ ﷻ کی رضا ہوگی آپ بھی اس سے راضی رہیے گا۔ جناب کو معلوم ہے کہ دنیا ختم ہونے والی ہے۔ جو کچھ کھو جائے اس پر افسوس مت کیجیے اور جو ہاتھوں میں ہے اسے مزید

بڑھانے کی کوشش نہ کیجیے۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے ملک قسطنطنیہ میں آجائیں اور اپنی رعایا کے ساتھ حُسنِ سلوک کیجیے اس طرح اللہ ﷻ بھی آپ کے ساتھ اسی طرح معاملہ فرمائے گا۔ اگر آپ رحم کریں گے تو آپ پر بھی رحم کیا جائے گا۔ اللہ ﷻ کے سامنے تواضع اختیار کیجیے۔ اس سے اللہ ﷻ آپ کو بلند مرتبہ عطا فرمائے گا۔ اس لیے کہ وہ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

میں نے خالد بن ولید کے ساتھ حیلہ بازی سے بھی کام لیا اور اسے رغبت دی کہ کسی طرح ہمارے جال میں پھنس جائے مگر اس نے میری کسی بات کو اہمیت نہ دی۔ میں نے دیکھا کہ وہ حق پر قائم رہا۔ میں نے اس کے ساتھ دھوکا کرنے کا ارادہ بھی کیا مگر دھوکے اور غداری کے انجام کا خوف کھاتے ہوئے رک گیا۔ ان کی مدد صرف اسی لیے کی جارہی ہے کہ ان میں عدل و انصاف اور اتباعِ حق کی روح موجود ہے۔ آپس میں سلامتی کے خواہاں ہیں۔ والسلام

باہان نے خط لکھ کر لپیٹا اور اپنے اصحاب میں سے ایک سردار کو دیکر ہرقل بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

باہان پہلے معرکہ کے بعد سات دن تک یونہی رکا رہا۔ نہ تو مسلمانوں نے پیش قدمی کی اور نہ وہ مقابلے کے لیے نکلے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا، جاسوس روانہ کرنا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک جاسوس بلایا اور اس سے فرمایا: جا کر دیکھو آخر کیا وجہ ہے کہ رومی اس قدر تاخیر کر رہے ہیں؟ اس کے بعد جاسوس ایک دن رات غائب رہا۔ پھر واپس لوٹا اور اس نے خبر دی کہ باہان نے ہرقل بادشاہ کے نام خط لکھا ہے اور اب اس کی طرف سے جواب کا انتظار کر رہا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: باہان کے تاخیر کی وجہ یہی ہے کہ ہمارا خوف ان رومیوں کے دلوں میں موجزن ہو چکا ہے۔ اے امیر! آپ میرے ساتھ لشکر بھیجیں تا کہ ان کا کام تمام کر دیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں خالد! جلدی نہ کرو کیونکہ جلد بازی شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔

رومی جاسوس مسلمانوں کے لشکر میں

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بہت نرم طبیعت رکھتے تھے اور نرمی کو پسند بھی کرتے تھے۔ جب آٹھواں دن ہوا تو باہان نے دیکھا کہ مسلمان بھی اب بے پرواہ ہو چکے ہیں۔ اسے یقین ہو گیا کہ مسلمان اب ان پر حملہ نہیں کریں گے۔ باہان نے نصرانی عرب باشندے کو بلایا اور اسے کہا: عربوں کے لشکر میں داخل ہو جاؤ اور ان کی پوشیدہ حالات معلوم کر کے لاؤ۔ اور اچھی طرح معائنہ کر کے آنا کہ ان کا آئندہ کے لیے کیا ارادہ ہے؟ حکم سنتے ہی وہ عربی باشندہ جس کا تعلق لخم قبیلہ سے تھا، نکلا اور مسلمانوں کے لشکر میں داخل ہو گیا۔ ایک دن اور ایک رات مسلمانوں کے لشکر کے گرد اگرد چکر لگاتا رہا کسی مسلمان نے اسے کچھ نہ کہا۔

اس نے دیکھا کہ مسلمان بہت امن پسند ہیں ان کی طبیعتوں میں تو صرف اصلاح کا پہلو ہے۔ نماز کی ادائیگی، تلاوتِ قرآن اور تسبیح کا ورد، ان کی خصلتیں ہیں۔ ان میں باہمی دشمنی اور ظلم و زیادتی بالکل نہیں ہے۔ ایک دوسرے کا حق نہیں مارتے۔ بالآخر وہ جاسوس اس جگہ بھی پہنچا جہاں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے۔ اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا جو عربوں میں سب سے زیادہ کمزور تھے۔ کبھی تو زمین پر بیٹھ جاتے، کبھی اسی جگہ سو جاتے ہیں۔ جب نماز کا وقت ہوتا تو آپ وضو کرتے، مسلمان اذانیں پڑھتے اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ انھیں نماز پڑھاتے۔ اس لخمی نے مسلمانوں کی طرف دیکھا کہ ان کا ہر کام حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرح ہوتا۔

یہ سب دیکھ کر جاسوس نے دل میں کہا: یہی حُسنِ اطاعت ہے۔ میرے خیال میں اسی لیے ان کی غیبی مدد کی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ لخمی واپس لوٹ گیا اور باہان کو سب کچھ بتایا جو اس نے مسلمانوں میں دیکھا تھا۔ اس نے کہا:

اے بادشاہ! میں ایسی قوم سے ہو کر آیا ہوں جو دن کو روزہ رکھتے ہیں اور رات کو قیام کرتے ہیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کو انجام دیتے ہیں ان کی راتیں زہد و عبادت میں جبکہ دن جہاد میں گزرتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی چوری کرے تو چھوٹے بڑے کی تمیز کیے بغیر اس کا ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور اگر کوئی شادی شدہ مرد و عورت زنا کرے تو اسے سنگسار کر دیتے ہیں۔

ان کی نفسانی خواہشیں حق پر غالب نہیں آتیں بلکہ حق ان کی خواہشات پر غالب رہتا ہے۔ ان کا امیر، ان کی نسبت بہت کمزور ہے مگر اس کے باوجود سب اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اگر وہ کھڑا ہو تو سب تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں اور اگر وہ بیٹھ جائے تو سب بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے امیر نے انھیں جنگ کرنے سے روک رکھا ہے۔ ان کی دلی مراد اور

آخری خواہش یہی ہے کہ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جائیں۔ وہ صرف بغاوت سے بچنے کے خیال سے تمھارے خلاف جنگ سے تاخیر کر رہے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ بغاوت کی ابتداء بھی تمھاری طرف سے ہونی چاہیے۔

مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی سازش

باہان نے کہا: اسی وجہ سے اس قوم کی غیبی مدد کی جاتی ہے مگر اب میں ان کے ساتھ ایک دھوکہ کرنے والا ہوں۔

جاسوس نے کہا: اے بادشاہ سلامت! آپ کیا حیلہ بازی کرنے لگے ہیں؟

باہان نے کہا: تمھارا یہ خیال نہیں ہے کہ مسلمان حملہ کرنے میں ابتدا نہیں کریں گے؟ کیا ان کا خیال یہ نہیں ہے کہ ابتداء بھی ہماری طرف سے ہو یا بغاوت بھی ہماری طرف سے پائی جائے؟

اس نے کہا: ہاں! ایسا ہی ہے۔

باہان نے کہا: اب میں جنگ جلدی نہیں کرونگا بلکہ معاملے کو طول دوں گا حتیٰ کہ جب مسلمانوں میں غفلت پیدا ہو چکی ہوگی، اس وقت میں ان پر حملہ کر دوں گا۔ ہوسکتا ہے ایسا کرنے سے ہمیں کامیابی حاصل ہو جائے۔

راوی کا کہنا ہے: اس کے بعد باہان نے چاروں سرداروں کو بلایا اور ان کے لیے مخصوص قسم کے نشانات اور صلیب بنانے کا حکم دیا۔ حتیٰ کہ ایک سو ساٹھ صلیبیں تیار کروائی گئیں۔ ہر صلیب کے تحت دس ہزار سپاہی متعین کیے گئے۔

پہلی صلیب قناطیر کے سپرد کر کے دس ہزار سپاہی اس کی قیادت میں دے دیئے گئے۔ پھر باہان نے اسے میمنہ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ دوسری صلیب دیرجان کو دی اور اس کی قیادت میں ارمن، نجد، نوبہ، روسیہ اور صقالیہ قبائل کے سپاہی متعین کیے۔ اس کے بعد ایک صلیب ہرقل بادشاہ کے بھتیجے کو دی گئی اور اس کے ساتھ افرنج، ہرقلیہ، قیاصرہ، یرفل، دوقس کے قبائل متعین کیے۔ ایک صلیب جبلہ بن ایہم کو دی اور اس کے ساتھ قبیلۂ غسان، لخم، جذام اور رضبہ کے لوگ منتخب کر کے باہان نے کہا کہ تم فوج کے ہراول دستے کے طور پر آگے آگے رہو گے۔ کیونکہ تم عربی ہو اور تمھارا دشمن بھی عرب ہے، لوہے کو لوہا ہی کاٹا کرتا ہے۔

اس کے بعد جھنڈے لشکر میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ابھی فجر اچھی طرح نہیں ہوئی تھی اور صبح کی پو پھوٹی ہی تھی کہ لشکر کی تیاری کر لی گئی اور اسلحہ تیار کر کے صف بندی کر دی گئی۔ اس کے بعد باہان نے حکم دیا کہ یرموک کے میدان میں ایک طرف چوٹی پر خیمہ نصب کیا جائے تا کہ وہاں رہ کر وہ دونوں لشکروں کی کارگزاری ملاحظہ کرتا رہے۔ خیمہ کے دائیں جانب اسلحہ سے لیس چست و چوبند، ایک ہزار سپاہیوں کا دستہ مقرر کیا اسی طرح بائیں جانب بھی ملکیہ اور اصحاب سریر کا ایک ہزار کا فوجی دستہ متعین کیا۔ انھیں خوب بیداری سے کام لینے کا حکم دیا گیا۔

باہان نے کہا: ہمارا یہ حملہ عربوں پر بہت گراں گزرے گا کیونکہ تم لوگ مکمل تیار ہو چکے ہو جبکہ انھیں خبر تک نہیں اور نہ

ہی وہ اس وقت اسلحہ تیار کیے ہوئے ہیں۔ سورج نکلتے ہی جب تم مسلمانوں کو اسلحہ سے خالی دیکھو تو ہر طرف سے حملہ کر دینا۔ وہ ہمارے مقابلے میں سیاہ بیل کے جسم پر سفید تل کی سی حیثیت رکھتے ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

میں نے ایاز بن غالب حمیری رحمۃ اللہ علیہ سے اسی طرح سُنا تھا جو بیان کر دیا۔ ان کا شمار معمر لوگوں میں ہوتا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے جواد بن اسید سکاسکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد اسد بن علقمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بتایا: جب فجر طلوع ہوئی اور مؤذن نے اذان پڑھی تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور مسلمانوں کو نماز پڑھائی۔ مسلمانوں کو باہان کی فریب کاری کی قطعاً کوئی خبر نہ تھی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے پہلی رکعت میں سورہ فجر تلاوت کی۔ آپ نے جب ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ ''بے شک تمھارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔'' [1] والی آیت پڑھی تو ہاتف غیبی نے آواز دی۔ مسلمان نماز میں ہی رہے۔ کہنے والے نے کہا: ''تمھاری قوم کامیاب ہوگی۔ رب کی عزت کی قسم! ان کا فریب انھیں ذرا بھی فائدہ نہیں دے گا۔''

راوی کا بیان ہے: اللہ عزوجل نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی زبان پر آیت اسی لیے جاری کی تھی تا کہ بشارت مل جائے۔ مسلمانوں نے غیبی آواز سن کر تعجب کیا۔ بہر حال دوسری رکعت میں آپ نے سورۂ شمس کی تلاوت کی۔ جب آپ نے ﴿فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا﴾ ''تو اُن پر اُن کے رب نے ان کے گناہ کے سبب تباہی ڈال کر وہ بستی برابر کر دی اور اس کے پیچھا کرنے کا اسے خوف نہیں۔'' [2] کی تلاوت کی تو اچانک پھر غیب سے آواز آئی:

''فال مکمل ہوئی، رجز درست ہوئی، یہی مدد کی علامت ہے۔''

جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نماز پڑھا کر فارغ ہوئے تو مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے مسلمانو! کیا تم لوگوں نے غیبی آواز سنی؟ انھوں نے کہا: جی ہاں! ہم بھی سن چکے ہیں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہی غیبی امداد کی علامت ہے۔ تم سب کو اللہ عزوجل کی طرف سے معونت و نصرت کی خوش خبری ہو۔ اللہ عزوجل ضرور تمھاری مدد فرمائے گا اور ان رومیوں پر عذاب نازل فرمائے گا جیسا کہ پہلی قوموں پر بھی نازل فرمایا۔

---

[1] پارہ 30، سورہ الفجر: 14، ترجمہ کنزالایمان

[2] پارہ 30، الشمس 15-14، ترجمہ کنزالایمان

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خواب

پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانو! میں نے رات خواب میں بھی دشمنوں کے خلاف ملاءِ اعلیٰ کی طرف سے نصرت و مغفرت کی علامات دیکھی تھیں۔ یہ سن کر مسلمانوں نے کہا: جو کچھ امیر نے دیکھا اس سے اللہ عزوجل ان کی شان و شوکت بڑھائے! اے امیر! آپ نے خواب میں کیا دیکھا؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے دیکھا کہ میرے سامنے رومی لشکر کھڑا ہوا ہے، اچانک ہمارے اردگرد کچھ لوگ آ کر کھڑے ہونے لگے گویا کہ بطور نگہبان ہمارا احاطہ کر رہے تھے، ان کے کپڑے نہایت سفید تھے میں نے اتنے سفید کپڑے پہلے کبھی نہیں دیکھے ہوں گے کیونکہ ان کی سفیدی سے اس قدر روشنی اور نور پھوٹ رہا تھا کہ آنکھیں دیکھنے سے چندھیا رہی تھیں۔ ان کے سروں پر سبز عمامے اور ہاتھوں میں زرد رنگ کے جھنڈے تھے۔ چست و چوبند گھوڑوں پر سوار تھے۔ جب انھوں نے مجھے ہر طرف سے گھیر لیا تو کہنے لگے: اپنے دشمن کی طرف بڑھو اور خوف زدہ نہ ہو۔ پھر لشکر اسلام میں داخل ہوئے اور انھیں جام پلانے لگے ان برتنوں میں گویا شرابِ طہور تھی۔ میں نے اپنے لشکر کو دیکھا کہ وہ رومی لشکر میں جا گھسا۔ جب رومیوں نے ہماری طرف دیکھا تو بھاگ کھڑے ہوئے اس طرح وہ بزدلی دکھا کرنا کام ہو گئے۔''

خواب سننے کے بعد مسلمانوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے امیر! اللہ عزوجل آپ کو نیک بخت کرے! میں نے بھی رات کو ایک خواب دیکھا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل تجھے بھی نیک بخت کرے! تو نے کیا دیکھا؟

وہ شخص بولا: ''جناب! میں نے خواب میں دیکھا کہ ہم لوگ دشمن کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں اور ان کی صفوں سے جا ملے۔ پھر میں نے دیکھا کہ آسمان سے سفید رنگ کے پرندے اتر رہے ہیں جن کے پَر، سبز رنگ کے ہیں انکا رنگ نہایت خوبصورت ہے۔ انھوں نے عقابوں کی طرح رومیوں کو نوچنا شروع کیا۔ وہ جس شخص کو بھی چونچ لگاتے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑتا۔''

خواب سن کر مسلمانوں کی حالت

راوی کا بیان ہے کہ یہ دونوں خواب سن کر مسلمانوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے: تمھیں مبارک ہو! اللہ عزوجل نے تمھیں بے خوف کر دیا اور اپنی مدد عطا فرمائی۔ یقیناً وہ ملائکہ ہی تمھاری مدد کے لیے آسمان سے اترے ہیں جو جنگِ بدر میں بھی تمھاری امداد کے لیے آئے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خواب سن کر فرمایا: یہ تو بہت اچھا خواب ہے اور حق ہے۔ اس کی تعبیر یہی ہے کہ دشمنوں

کے خلاف تمھاری مدد کی جائے گی۔ سو میں اللہ ﷻ سے مدد و نصرت اور متقین کے لیے اچھے انجام کی امید کرتا ہوں۔

مسلمانوں میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور عرض گزر ہوا: امیر! اگر یہ سب کچھ حق ہے تو پھر ان رومیوں کو چھوڑ کر یہاں رکنا جنگ کے لیے ان کی طرف سے ابتداء کا انتظار کرنا، یہ سب کیا ہے؟ ہمارے اس طرح طوالت اختیار کرنے سے وہ کوئی چال تیار کر رہے ہیں کہ جس میں ہمیں پھنسانا چاہتے ہیں۔ ہمیں ان کی طرف سے ٹوٹ پڑنے کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جہاں تک فریب کاری کا تعلق ہے تمھاری بات اس گمان کے قریب جاتی ہے کہ وہ تاخیر کرنے سے کوئی نئی چال چلنے کا سوچ رہے ہیں۔

رومی فوجیوں کی پیش قدمی

حضرت سعید بن رفاعہ حمیری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ ابھی یہ باتیں کر رہی رہے تھے کہ اچانک مسلمانوں کی طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف یہ شور و غوغہ پھیل گیا۔ ہر شخص یہی کہہ رہا تھا کہ ''رومی فوجی آ رہے ہیں، اسلحہ تیار کر لو۔'' یہ آوازیں ہم تک بھی پہنچنے لگیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ لوگ ابھی تک نماز فجر کی ادائیگی میں ہی مصروف ہیں۔ اس لیے وہ کھڑے ہو کر حالات کا جائزہ لینے لگے۔ اس رات سعید بن زید اور عمرو بن نفیل عدوی رضی اللہ عنہما کو لشکر کی نگرانی کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ اچانک سعید بن زید رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور ''تیار ہو جاؤ!، تیار ہو جاؤ!'' کی آوازیں لگا رہے تھے۔ یہ آوازیں لگاتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے ان کے ساتھ ایک نصرانی عربی بھی تھا۔

سعید کہنے لگے: اے امیر! باہان بادشاہ مسلمانوں کے خلاف پیش قدمی کرنے والا ہے۔ اس نے اپنا لشکر تیار کر لیا ہے، اور صف بندی کر کے ہماری طرف نکل چکا ہے، وہ جنگی ہتھیاروں سے پوری طرح لیس ہے۔ جبکہ ہم نے ابھی کسی قسم کی تیاری نہیں کی اور یہ جو شخص آپ میرے ساتھ دیکھ رہے ہیں، اسلام کی رغبت رکھتے ہوئے ہماری طرف آیا ہے۔ رومیوں کے برے کردار کا ستایا ہوا ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ باہان رومی قبائل کے سرداروں کو لے کر پیش قدمی کر رہا ہے۔ ان سب کا اتفاق ہو چکا ہے کہ ہر بادشاہ باری باری اپنی فوج لے کر ہمارے مقابلے میں آئے گا اس سے وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کون سا بادشاہ زیادہ بہادری کا مظاہرہ کرے گا؟

مسلمانوں نے رومیوں کے جھنڈے دیکھے جو ان کی طرف بڑھ رہے تھے صلیب کے نشانات بھی دکھائی دے رہے تھے۔ آپ یہ دیکھ کر ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ'' پکار اٹھے۔

مسلمانوں کی جنگی تیاری

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوسلیمان خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟

ادھر سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لبیک کہتے ہوئے جواب دیا۔

آپ نے فرمایا: اے ابوسلیمان! مسلمانوں کی حفاظت کرو اور دشمنوں کا دفاع کرو مسلمان اسی وقت اپنی صفیں سیدھی کرلیں اور جنگی آلات تیار کرلیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ''آپ کا حکم سر آنکھوں پر'' کہتے ہوئے کھڑے ہوگئے۔

اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آوازیں لگائیں: زبیر بن عوام کہاں ہیں؟ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کہاں ہیں؟ فضل بن عباس کہاں ہیں؟ یزید بن ابی سفیان کہاں ہیں؟ ربیعہ بن عامر کہاں ہیں؟ میسرہ بن مسروق عبسی کہاں ہیں؟ میسرہ بن قیس کہاں ہیں؟ عبداللہ بن انیس جہنی کہاں ہیں؟ صخر بن حرب اموی کہاں ہیں؟ عمار دوسی کہاں ہیں؟ عبداللہ بن سلام کہاں ہیں؟ غانم غنوی کہاں ہیں؟ مقداد بن اسود کہاں ہیں؟ ابوذر غفاری کہاں ہیں؟ عمرو بن معدیکرب زبیدی کہاں ہیں؟ عمار بن یاسر عبسی کہاں ہیں؟ ضرار بن ازور کہاں ہیں؟ عامر بن طفیل کہاں ہیں؟ ابان بن عثمان بن عفان کہاں ہیں؟

اسی طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بلاتے رہے۔ ان میں سے ہر صحابی بذات خود ایک لشکر تھا۔ یہ حضرات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوگئے۔ اس کے بعد میدان جنگ کی طرف رخ کیا۔ ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ پیچھے صفیں مرتب کرنے لگے اور ان کو تیار کرنے لگے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے امیر! آپ عورتوں کو حکم دیجیے کہ وہ اوپر ٹیلے پر چلی جائیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں! تمھاری بات بالکل بجا ہے۔ پھر آپ نے خواتین اسلام کو ٹیلے پر چلے جانے کا حکم دیا۔ انھوں نے امیر کا حکم سنا تو ٹیلے پر چلی گئیں۔ اس طرح ان کی عزت اور ان کی اولاد بیٹے بیٹیاں محفوظ ہوگئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: خیموں کی میخیں اپنے ہاتھوں میں لے لیں اور ادھر اُدھر سے پتھر اٹھا کر اپنے پاس جمع کرلیں۔ مؤمنوں کو جنگ پر برانگیختہ کریں، اگر تو ہمیں کامیابی حاصل ہوجائے تو اپنی جگہ پر ہی ٹھہری رہنا اور اگر تم مسلمانوں میں کسی کو بزدلی دکھا کر بھاگتا دیکھو تو اسے میخیں مارنا اور پتھر اٹھا کر اسے مارنا۔ اس کے علاوہ اپنے بچوں کو میدان جنگ کا منظر دکھا کر انھیں بھی جنگ میں حصہ لینے کی عادت ڈالو اور ان سے کہو: ''تم بھی اپنے اہل اور دین اسلام کی طرف سے دفاع کرتے ہوئے لڑو۔''

خواتین اسلام نے جواب دیا: انشاء اللہ عزوجل آپ کی باتوں پر عمل ہوگا، آپ بے فکر رہیے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خواتین کو ٹیلے پر محفوظ کر کے دوبارہ لشکر کے پاس آئے اور لوگوں کو جنگ کی طرف نکالنا شروع کیا۔ میمنہ، میسرہ اور قلب کی جگہوں کو بھی اچھی طرح مرتب کر لیا گیا۔ اس کے علاوہ دائیں بائیں، دونوں طرف فوجی دستے مامور کر لیے گئے۔ علم بردار آگے آگے تھے۔ مہاجرین کے جھنڈے کا رنگ زرد تھا۔ اس میں سفید، سبز اور سیاہ رنگ کی آمیزش بھی پائی جاتی تھی۔ بہرحال ہر قبیلے کا جھنڈا الگ رنگ کا تھا۔ مہاجرین اور انصار کو لشکر کے قلب پر متعین کیا گیا۔ اس کے بعد مسلمان اسلحہ سے لیس ہو کر میدان جنگ کی طرف نکلے۔ ان کو تین صفوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک صف میں اہل یمن کے پیادہ صحابی تھے، ایک صف میں گھوڑ سوار تھے۔ گھوڑ سواروں کی پھر تین صفیں بنائی گئیں۔ ان میں سے ہر صف میں ایک ایک امیر متعین کیا گیا۔ پہلی صف میں حضرت غیاث بن حرملہ عامری رضی اللہ عنہ، دوسری صف میں حضرت مسلمہ بن سیف یربوعی رضی اللہ عنہ اور تیسری صف میں حضرت قعقاع بن عمرو تمیمی رضی اللہ عنہ مقرر کیے گے۔

مسلمان اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جس جھنڈے کے نیچے کھڑے تھے، یہ وہی جھنڈا تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شام روانہ ہونے کے وقت انھیں دیا تھا اور یہی جھنڈا خیبر کی جنگ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر چلے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس ''رایۃ العقاب'' نامی سیاہ رنگ کا جھنڈا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پیدل فوج پر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ فوج کے دائیں جانب حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جبکہ بائیں طرف حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ جب صفوں کو مرتب کر لیا گیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جنگ پر برانگیختہ کرتے ہوئے صفوں میں چکر لگانا شروع کر دیا۔ آپ قرآن کریم کی یہ تلاوت فرما رہے تھے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ﴾

''اے ایمان والو! اگر تم دین خدا کی مدد کرو گے اللہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔''[1]

جہاد کے بارے مختلف خطابات

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مسلمانو! صبر کو اپنی جانوں پر لازم ٹھہرا لو، کیونکہ صبر ہی میں نجات ہے اور اسی سے رب تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

[1] پارہ 26، محمد 7، ترجمہ کنزالایمان

اسی سے دشمن کو بکھیر سکتے ہو اور ان کا قلع قمع کر سکو گے۔ اپنی صفوں کو کبھی نہ چھوڑنا اور اپنی نیتوں میں ذرہ بھر بھی فتور نہ آنے دینا، ہر قدم پر اللہ ﷻ کا ذکر کرنا۔ جنگ تمھاری طرف سے نہیں بلکہ انھیں کی طرف سے شروع ہونی چاہئے۔ نیزے نکال کر سیدھے کیے رکھنا اور خود کو ڈھالوں میں چھپائے رکھنا۔ ذکر خداوندی کے علاوہ بالکل خاموش رہنا، ہر کام میں میرے حکم کا انتظار کرنا۔'' اس کے بعد آپ لشکر کے قلب میں آ کر کھڑے ہو گئے۔

آپ کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آگے آئے اور مجاہدوں کو ابھارتے ہوئے اِدھر اُدھر چکر لگانے لگے۔ آپ نے فرمایا:

''اے دین اسلام کے ماننے والو! اے حق و ہدایت کے حامیو! اللہ ﷻ تم پر رحم فرمائے، میری بات اچھی طرح گوش گزار کر لو! اللہ ﷻ کی رحمت اسی وقت ملتی ہے جب عمل اور نیت دونوں کا لحاظ رکھتے ہوئے کوئی کام کیا جائے۔ نافرمانیوں کی وجہ سے رحمت کی امید بھی نہیں کی جاسکتی۔ بغیر عمل کے کسی چیز کی آرزو، بیماری ہے۔ جنت میں داخلہ صرف اللہ ﷻ کی رحمت کے ساتھ اعمال صالحہ کی وجہ سے ہوگا۔ اللہ ﷻ کی وسیع رحمت و مغفرت، صابروں اور صدیقوں کو ہی ملا کرتی ہے۔ کیا تم لوگوں نے اللہ رب العزت کا یہ کلام مبارک نہیں سنا؟ اس کے بعد آپ نے مندرجہ ذیل آیت تلاوت کی:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○﴾

''اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی۔ اور ضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ میری عبادت کریں۔ میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔''[1]

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانو! اللہ ﷻ سے حیا کرو کہ وہ تم لوگوں کو اپنے دشمن سے ڈر کر بھاگتا دیکھے، حالانکہ تم اس کے قبضۂ قدرت میں ہو۔ اس کی بارگاہ کے علاوہ کوئی اور جائے پناہ نہیں ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اسی طرح نصیحتیں کرتے ہوئے اپنی جگہ لوٹ آئے۔ آپ کے بعد حضرت سھل بن عمرو رضی اللہ عنہ

[1] پارہ 18، النور 55، ترجمہ کنزالایمان

آگے بڑھے اور صفوں کے درمیان چکر لگانے لگے۔ آپ اسلحہ سے مکمل طور پر لیس تھے۔ گھوڑے پر سوار، اپنے ہاتھوں میں تلوار پکڑ رکھی تھی۔ آپ نے بھی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی باتیں دہرائیں، پھر واپس آ کر اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے آگے نکلے اور صفوں کا چکر لگانا شروع کر دیا۔ آپ بھی اسلحہ سے لیس، تلوار تھامے اور نیزہ سیدھا کیے گھوڑے پر سوار ہو کر نصیحتیں کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا:

''اے عرب کی معزز و مکرم ہستیو! تم لوگوں نے اپنے اہل و عیال اور اپنے وطن کو چھوڑ کر دیارِ غیر میں صبح کی ہے۔ خدا کی قسم! تم لوگ اپنی آنکھوں کے سامنے نیزہ بازی دیکھ کر اور اپنی جانوں پر مسلسل ضربیں برداشت کر کے ہی نجات حاصل کر سکو گے۔ اس طرح کرنے سے تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گے اور تمھارا رب تمھیں کامیابی و کامرانی سے سرفراز فرمائے گا۔

سنو! دیارِ غیر میں رہ کر یہی صبر، تمام مصیبتوں کو دور کرتا ہے اور اسی صبر کی وجہ سے غم سے نجات ملتی ہے۔ لہٰذا تم میدانِ جنگ میں صبر و صداقت کے جوہر دکھاؤ، صبر کرنے سے ہی مدد ملے گی۔ اگر تم صبر سے کام لو گے تو اس طرح تمھیں کامیابی حاصل ہو گی اور جب تم کامیاب ہو گے تو رومی ملکوں کے مالک بن جاؤ گے۔ ان کے شہر تمھارے حکم کے مطابق چلیں گے، ان کی اولادیں اور عورتیں تمھاری غلامی میں ہوں گے۔ بصورت دیگر اگر تم بزدلی کا اظہار کرتے ہوئے پیٹھ پھیر گئے تو ان جنگلوں، بیابانوں کے علاوہ تمھارے سامنے کچھ نہ ہو گا کہ جنھیں تم کثیر زادِ راہ اور میٹھے پانی کے بغیر کبھی قطع نہیں کر سکتے۔

مسلمانو! اپنے شہروں اور محلوں کی طرف ہرگز نہ پلٹنا بلکہ نکلو اور دشمن کو روک لو۔ اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کا حق ادا کرو۔ مرنا تو حالتِ ایمان میں ہی مرنا!''

خواتین سے خطاب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آپ اسی طرح نصیحتیں کرتے ہوئے صفوں سے نکلے اور خواتین کے پاس چلے گئے۔ وہ ایک چوٹی پر قیام پذیر تھیں۔ ان خواتین میں مہاجرات اور انصار کی بیٹیاں تھیں ان کے علاوہ بھی چند خواتین اپنی اولاد کے ساتھ قیام پذیر تھیں۔ آپ ان کے پاس گئے اور فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتیں عقل اور دین کے معاملے میں ناقص ہیں۔'' مگر تم ان عورتوں میں سے ہو جاؤ جنھوں نے اپنے دین کی حفاظت کی، اپنی نیتوں کو ہر کام سے مقدم رکھنا، اپنے شوہروں کو جنگ کرنے پر ابھارنا، اور جو ان میں سے راہِ فرار اختیار کرنے کا ارادہ کرے تو تم ان کے چہروں پر پتھر مارنا اسی طرح ان کے گھوڑوں کو میخیں مارنا اور اپنی اولادوں کو دکھانا کہ کس طرح تمھارے شوہر بھاگ رہے ہیں تاوقتیکہ وہ واپس لوٹ جائیں۔''

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ عورتوں کے پاس ٹھہرے رہے، وہ بھی جنگ کے لیے بالکل مستعد تھیں اور جنگی ترانے پڑھ رہی تھیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ واپس لوٹے اور یہ کہتے ہوئے اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے:

''اے مسلمانوں کے گروہ! جس وقت کا تم انتظار کرتے رہے ہو، وہ وقت آ چکا ہے۔ تمھارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت ہے جبکہ پیچھے شیطان اور جہنم ہے۔ باہان کا مکروفریب تمھیں ذرہ بھر بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

رومی لشکر کا واپس پلٹ کر آنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: باہان کو اس کی چال ذرہ بھر کام نہ آئی، وہ اپنی فوج کو لے کر مسلمانوں کی طرف چلا۔ جس وقت رومیوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو پانچ سو شہسواروں کے ہمراہ دیکھا تو ان میں خوف کی لہر دوڑ گئی، وہ واپس لوٹے اور اپنی صفوں میں جا ملے۔ مسلمان اپنی صفوں میں کھڑے رہے ان کے لشکر میں کسی قسم کی ہلچل پیدا نہ ہوئی۔ باہان اپنی فوج کو خوفزدہ دیکھ کر کہنے لگا: تمھیں لڑنے سے کس چیز نے روک دیا ہے؟ نکلو اور مسلمانوں پر حملہ کردو۔

حکم سنتے ہی رومی، مسلمانوں کی طرف بڑھنے لگے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رومی قوم کی شدت محسوس کی۔ باہان نے اپنے عظماء میں سے تین ہزار افراد کا انتخاب کیا اور انھیں میمنہ میں متعین کیا۔ تیس ہزار سپاہی آگے بڑھے، انھوں نے اپنے پیروں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں۔ ہر بیڑی میں دس افراد تھے۔ ان کا مقصد اپنی فوج کی حفاظت کرنا تھا۔ انھوں نے عیسیٰ بن مریم، صلیب، رھبانوں، پادریوں اور چاروں کلیساؤں کی قسمیں اٹھائیں کہ آخری سپاہی کے قتل ہونے تک میدانِ جنگ سے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب اس کارگزاری پر نگاہ ڈالی تو اپنے آس پاس کھڑے ساتھیوں سے فرمایا: ''معلوم ہوتا ہے کہ آج کا دن بہت سخت ہوگا۔'' پھر آپ نے دعا فرمائی:

''اَللّٰھُمَّ اَیِّدِ الْمُسْلِمِیْنَ بِالنَّصْرِ''

''اے ہمارے پروردگار! اپنی مدد و نصرت سے مسلمانوں کی تائید فرما۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: اے امیر! رومی فوج نے خود کو بیڑیوں میں جکڑ رکھا ہے اور دھاری دار تلواریں لے کر حملہ کرنے کے لیے آ چکے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج کے دن کا معرکہ ہمارے جوانوں پر بڑا بھاری ثابت ہوگا۔

پھر آپ نے مسلمانوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ہمارا دشمن بھاری تعداد لے کر آ چکا ہے، اب صبر کے علاوہ ہمارے لیے کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوسلیمان! آئندہ کے اقدامات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

مسلمانوں کی حکمت عملی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: باہان بادشاہ نے ان رومی فوجیوں کو آگے کیا جن کی طاقت اور بہادری ہر جگہ معروف تھی، اپنے علاقوں میں خاص شہرت کے حامل تھے۔ ان کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انھیں دیکھ کر اندازہ لگایا کہ وہ اہلِ فروسیہ سے ہیں جنکی قوت وشدت واقعی معروف تھی۔

انھوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میری رائے کے مطابق آپ سعید بن زید رضی اللہ عنہ کی جگہ پر چلے جائیں جو لشکر کے بالکل پیچھے کھڑے ہیں، اور انھیں اپنی جگہ کھڑا کر دیں۔ آپ اپنے ساتھ دوسو یا تین سو ساتھی لے لیں۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہوگا کہ آپ لشکر کے پیچھے کھڑے ہیں تو اول تو اللہ عزوجل سے، پھر آپ سے حیا کرتے ہوئے پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کا مشورہ پسند کیا، اور حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ ان دس افراد میں سے ایک ہیں جنھیں دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنی جگہ مقرر کیا۔ پھر دوسو یمنی شہسوار منتخب کیے جن میں مہاجرین اور انصار شامل تھے۔ آپ اپنے ساتھیوں کو لے کر حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے بالکل پیچھے لشکر کے آخر میں چلے گئے۔

ایک نوجوان کا میدانِ جنگ میں نکلنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے ورقہ بن مہلہل تنوخی رضی اللہ عنہ نے بتایا جو جنگ یرموک میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے، فرماتے ہیں: جنگ یرموک میں جکڑے رومی سپاہیوں کے خلاف سب سے پہلے قبیلۂ ازد کے ایک نوجوان لڑکے نے میدان جنگ میں آنے کی خواہش ظاہر کی اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کی:

اے امیر! میں اپنے دردِ دل کی دوا چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ اپنے اور دین اسلام کے دشمنوں سے جہاد کروں اور خود کو اللہ عزوجل کی راہ میں قربان کر دوں۔ شاید کہ میری اس خواہش سے مجھے جام شہادت نصیب ہو جائے۔ اے امیر! کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت مرحمت فرمائیں گے؟ اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں کوئی

حاجت ہو تو بتا دیجیے، میں ان کی بارگاہ میں آپ کی حاجت پیش کر دوں گا۔

نوجوان کی باتیں سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: اے نوجوان! حضور اکرم ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں میرا اسلام عرض کرنا اور انہیں بتانا کہ ''ہم نے آپ کے کیے ہوئے وعدے کو پالیا۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے اجازت اور پیغام لیتے ہی ازدی نوجوان اٹھے اور گھوڑے پر سوار ہوئے پھر میدانِ کارزار میں بے خطر کود پڑے۔ آپ کو دیکھ کر ایک رومی آگے بڑھا۔ وہ سبزی مائل گھوڑے پر سوار تھا۔ جب ازدی نوجوان نے رومی کو دیکھا تو اس کی جانب لپکے اور اپنے آپ کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں حاضر ہونے کے لیے پیش کر دیا۔ جب رومی کے قریب پہنچے تو مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

ترجمہ اشعار:

❀ نیزہ بازی اور شمشیر زنی، ہر نیزے اور دھاری دار تلوار کے ساتھ ضروری ہے۔

❀ شاید کہ عطیاتِ خداوندی کے ساتھ میں جنت الفردوس اور اعلیٰ مراتب حاصل کر کے کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو جاؤں!

اشعار کہنے کے بعد دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ ازدی نوجوان نے آگے بڑھ کر نیزے کے ایک ہی وار سے رومی کو پچھاڑ ڈالا۔ نوجوان نے اس رومی کو واصلِ جہنم کرنے کے بعد اس کا سامان اور گھوڑا لیا اور اپنے ایک ساتھی کے سپرد کر کے دوبارہ میدان میں نکل کھڑے ہوئے۔ آپ کے مقابلے میں دوسرا رومی نکلا آپ نے اسے بھی قتل کر دیا۔ اس کے بعد تیسرا نکلا تو اسے بھی پہلے والوں کی قطار میں بھیج دیا، چوتھے کو بھی قتل کیا، جب پانچواں رومی نکلا تو اس کا مقابلہ آپ نہ کر سکے۔ رومی نے میدان میں آتے ہی آپ کو شہید کر دیا۔ جب ازدی نوجوان شہید ہوئے تو یہ دیکھتے ہی قبیلہٴ ازد والے غصے میں آ گئے اور پیش قدمی کرتے ہوئے مشرکین کی صفوں کے قریب جا پہنچے۔ رومی لشکر بھی آگے بڑھا یہاں تک کہ ان کی ایک جماعت مسلمانوں کے میمنہ تک پہنچ گئی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں کو دیکھتے ہوئے فرمایا: اللہ کے دشمن تم پر حملہ آور ہو چکے ہیں سو جلدی سے انھیں روکو۔ جان لو کہ اللہ عزوجل کی مدد و نصرت تمھارے ساتھ ہے اپنی جانوں کو صبر و استقامت، صدق، اللہ عزوجل سے ملاقات اور مدد خداوندی کے ساتھ ثابت قدم کر لو۔ یہ فرمانے کے بعد آپ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیے اور دعا فرمائی:

''اے ہمارے پروردگار! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں، ہم تیری ہی توحید کے قائل ہیں، تیرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ پروردگارِ عالم! یہ تیرے دشمن تیرا اور تیری آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور

تیرے لیے اولاد کے قائل ہیں۔ یاالٰہی! ان کے قدموں میں لغزش پیدا فرما، ان کے دلوں میں رعب پیدا فرما کہ بھاگ جائیں، ہم پر سکون نازل فرما، کلمۂ تقوی ہم پر لازم فرما۔ خدایا! اپنے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔ بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اے وہ ذات جس نے قرآن عزیز میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴾

''اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو وہ تمھارا مولیٰ ہے تو کیا ہی اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مددگار۔'' [1]

رومیوں کا مسلمانوں پر حملہ

راوی کا بیان ہے: آپ اسی طرح دعا کر رہے تھے کہ رومیوں نے مسلمانوں کے میمنہ پر حملہ کیا۔ میمنہ میں قبیلہ ازد، مذحج، حضرموت اور خولان متعین تھے۔ رومیوں نے ان پر شدید قسم کا حملہ کیا لیکن انھوں نے صبر کا دامن نہ چھوٹنے دیا۔ رومیوں کے ساتھ بہادری سے مقابلہ کیا اور اپنی جگہ ثابت قدم رہے۔ اس کے بعد رومیوں کے دوسرے لشکر نے بھی اسی میمنہ پر حملہ کیا پھر بھی مسلمانوں نے صبر سے کام لیا۔ اس کے بعد تیسرے لشکر نے بھی اسی میمنہ پر حملہ کیا اور مسلمانوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیا۔ حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سامنے نکلے جو پیچھے ہٹنے والی جماعت کے امیر مقرر ہوئے تھے۔ عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی بہادری اور شجاعت جو زمانۂ جاہلیت میں مسلّم تھی، اب بھی ان کا خوب رعب داب تھا۔ جنگ یرموک میں آپ کی عمر ایک سو دس سال تھی۔ اس کے باوجود اپنی شجاعت و بہادری میں بے مثال تھے۔ جب آپ نے اپنی قوم کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو چیخ چیخ کر کہنے لگے:

''اے آل زبیر! اے آل زبیر! دشمن سے ڈر کر راہ فرار پکڑ رہے ہو؟ کیا بے شرمی اور ذلت پر راضی ہو گئے ہو؟ یہ رومی تمھارے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ عزوجل تمھارے احوال سے اچھی طرح باخبر ہے۔ اسی طرح مجاہدین اور صبر کرنے والوں سے بھی اچھی طرح باخبر ہے۔ اللہ عزوجل اپنے بندوں کو امتحان میں مبتلا کر کے آزماتا ہے اگر تو وہ اس کی رضا چاہتے ہوئے صبر سے کام لیں اور ثابت قدمی اختیار کریں تو اپنی مدد و نصرت کے ساتھ ان کی تائید فرماتا ہے اور پھر مزید صبر کی انھیں توفیق بھی عطا فرماتا ہے۔ اے آل زبیر! جنت کی نعمتوں کو چھوڑ کر کہاں بھاگ رہے ہو؟ کیا عار پر رضامندی اختیار کر چکے ہو؟ کیا دخول جہنم اور غضب خداوندی پسند کر بیٹھے ہو؟''

راوی فرماتے ہیں: جب قوم زبیر نے اپنے سردار حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی آواز سنی تو قوم زبیر والے ان کی طرف لوٹے اور اس طرح گروہ در گروہ آ رہے تھے جس طرح کوئی جانور اپنی اولاد کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ دیکھتے ہی

[1] پارہ 17، الحج 78، ترجمہ کنزالایمان

دیکھتے حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کے اردگرد پانچ سو گھوڑ سوار اور پیدل جمع ہو گئے۔ انھوں نے مل کر رومیوں پر سخت قسم کا حملہ کیا۔ ان کے ساتھ قبیلۂ حمیر، حضر موت، اور خولان کے لوگ بھی تھے، ان کے متفقہ حملے نے رومیوں کو اپنی جگہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ ادھر قبیلۂ دوس کے لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو جنگ پر برانگیختہ کر رہے تھے۔

مسلمانوں کا رومیوں پر جوابی حملہ

آپ رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے: ''اے لوگو! اللہ رب العالمین کے جوار رحمت میں حوروں سے معانقہ کرنے کی طرف جلدی کرو۔ اس میدانِ کارزار میں اللہ عزوجل کی راہ میں جان کی بازی لگا دینے سے اور کون سی جگہ خدا کے ہاں عزیز ہو گی؟ سنو! صابر لوگوں کو اللہ عزوجل دوسرے لوگوں پر فضیلت عطا فرماتا ہے۔''

قبیلۂ دوس کے لوگوں نے جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا دل سوز کلام سنا تو وہ بھی اکٹھے ہو گئے اور رومیوں پر منہ توڑ حملہ کیا۔ مسلمان چکی کی طرح میدانِ حرب میں چکر لگاتے اور رومیوں کو جہنم واصل کرنے لگے۔ اس کے بعد رومیوں نے بھی مل کر مسلمانوں کے میمنہ پر زوردار حملہ کیا یہاں تک کہ گھوڑوں نے پیچھے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔ ان کی ہمت ٹوٹ گئی۔ مسلمان میدانِ حرب سے اس طرح واپس لوٹے جیسے شیر کو دیکھ کر بکریاں منتشر ہو جاتی ہیں۔

خواتین کے جذبۂ جہاد کا مظاہرہ

خواتین اسلام نے جب گھوڑوں کو اپنی ایڑیوں کے بل مڑتے دیکھا تو انھوں نے ایک دوسرے کو آوازیں دیں: ''اے عرب کی بیٹیو! تیار ہو جاؤ، ہمارے مردوں نے ہزیمت کا شکار ہو کر واپس لوٹنا شروع کر دیا ہے۔ انھیں روکو اور میدان کارساز کی طرف لوٹا دو۔''

سعیدہ بنت عاصم خولانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں جنگ یرموک میں خواتین اسلام کے ساتھ ٹیلے پر موجود تھی۔ اچانک مسلمانوں کے لشکر میں میمنہ والا حصہ ٹوٹ گیا، لوگ واپس لوٹ کر بھاگنے لگے۔ فرماتی ہیں: بنت جبار رضی اللہ عنہا، جو ایک جانباز خاتون تھیں وہ پکارنے لگیں:

''اے عرب کی بیٹیو! اپنے مردوں کو روکو، اپنی اولادوں کو اٹھا کر ان کے سامنے لاؤ اور انھیں لڑنے پر برانگیختہ کرو''

پھر خواتین آگے بڑھیں، پتھر اٹھا اٹھا کر گھوڑوں کے مونہوں پر مارنے لگیں۔

بنت عاص بن منبہ رضی اللہ عنہا نے آواز دی: ''اس شخص کا چہرہ قبیح ہو جائے جو میدان چھوڑ کر فرار ہو''

خواتین نے اپنے خاوندوں سے یہ بھی کہہ دیا ''اگر تم ان رومی درندوں سے ہمیں محفوظ نہ کر سکے تو ہم تمھارے

ساتھ زندگی کا کوئی لمحہ نہ گزاریں گی۔"

عباس بن سھل ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خولہ بنت ازور، خولہ بنت ثعلبہ انصاریہ، کعوب بنت مالک بن عاصم، سلمیٰ بنت ہاشم، نعم دختر فیاض، ھندہ بنت عتبہ بن ربیعہ، لبنیٰ بنت جریر حمیریہ رضی اللہ عنہن، جانباز خواتین تھیں۔ خواتین کی نمائندگی کرتی ہوئی مسلمانوں کو لڑائی پر برانگیختہ کرتیں۔ خولہ رضی اللہ عنہا یہ اشعار پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کو ابھارتیں:

ترجمہ اشعار:

❀ پاکدامن عورتیں جو قابل رشک حسن و جمال اور صاحبِ اولاد ہیں انھیں چھوڑ کر بھاگنے والو!

❀ ہمیں ان دشمنوں کے سپرد کر کے چھوڑ رہے ہو جو ہماری صاحبزادیوں سمیت ہمارے مالک ہو بیٹھیں گے۔

❀ وہ برائی و بدکاری، نافرمانی کا پیکر بدمذہب و سرکش (اگر ہمیں گرفتار کر لیا تو) ہمیں بڑی رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا!

عباس بن سہل سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان خواتین کے اس طرح برانگیختہ کرنے سے مسلمان دوبارہ میدان جنگ میں لوٹ جاتے۔ ایک مرتبہ پھر رومیوں نے سخت حملہ کر کے مسلمانوں کو ایڑیوں کے بل پیچھے لوٹا دیا تو ہندہ بنت عتبہ رضی اللہ عنہا ہاتھوں میں لاٹھی لیے آگے بڑھیں آپ کے پیچھے مہاجر خواتین کی قطار لگی تھی۔ آپ نے وہی اشعار پڑھنے شروع کیے جو جنگ احد میں پڑھ کر لوگوں کو لڑنے پر ابھارتی تھیں۔

اشعار مندرجہ ذیل تھے:

ترجمہ اشعار:

❀ ہم (قبیلہ) طارق کی صاحبزادیاں ہیں جو نرم و گداز فرش پر چلتی ہیں۔

❀ (ہمارا چلنا ایسا ہے جیسے) اپنے ساتھی کی دلربا چال ہو اور ہمارے گلوں میں موتیوں کے ہار ہیں۔

❀ جس نے ہماری طرف آنے سے انکار کیا تو ہم بھی اس سے جدا ہو جائیں گی اور اگر دشمن پر غلبہ پالو تو ہم معانقہ کریں گی۔

❀ اگر روگردانی کی تو (یاد رکھو) ہماری طرف سے ہمیشہ کا فراق ہوگا۔

❀ وہ عاشق کون ہے جو اپنے چہیتوں کی خاطر سبقت کرنے والا ہے۔

راوی کہتے ہیں: "خواتین اسی طرح اشعار پڑھتی ہوئیں مسلمانوں کے میمنہ پر مامور گھوڑ سواروں کے پاس جا پہنچیں، جب وہ مسلمان بزدلی دکھا کر بھاگنے لگے تو ہندہ بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے پکار کر کہا! "اللہ عزوجل اور اس کی جنت کو چھوڑ کر کہاں بھاگے جا رہے ہو؟ حالانکہ وہ تمھارے حالات سے اچھی طرح واقف ہے۔"

ہندہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنے خاوند حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بھاگتے دیکھا تو ان کے گھوڑے کے منہ پر خیمے کی میخ مارتے ہوئے ان سے کہنے لگیں: "اے ابوصخر! کدھر جا رہے ہو؟ جنگ کی طرف واپس لوٹو اور جان کی بازی تک لگا دو۔

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کی ہوئی کوتاہیوں کے مٹ جانے تک لڑو۔''

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہندہ رضی اللہ عنہا نے جس وقت حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے اس قدر سختی سے کلام کیا تو مجھے ''جنگ احد'' والا وہ دن یاد آیا جب ہم لوگ حضور اکرم ﷺ کے اردگرد کھڑے ہوئے تھے۔ جب حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے ہندہ رضی اللہ عنہا کا کلام سنا تو واپس لوٹے آپ کو دیکھ کر اور بھی مسلمان دوبارہ میدان جنگ کی طرف لوٹ آئے۔

فرماتے ہیں: میں نے خواتین کو دیکھا وہ بھی مسلمانوں کے ساتھ مل کر رومیوں پر حملہ کرتیں۔ بعض اوقات تو مردوں سے بھی سبقت لے جاتیں۔ ہاتھوں میں میخیں لیے گھوڑ سواروں کے درمیان جا کھڑی ہوئیں۔ آپ فرماتے ہیں، میں نے ایک خاتون کو دیکھا کہ وہ ایک عظیم الجثہ رومی کے طرف بڑھیں جو ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ اس خاتون نے اسے اتنا مارا کہ وہ ہلاک ہو کر نیچے گر پڑا۔ یہ دیکھ کر وہ پکار اٹھیں: ''عورت کے ہاتھوں سے قتل ہونا مدد خداوندی کی علامتیں ہیں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مسلمانوں نے رومیوں پر خالصتاً اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لیے منہ توڑ حملہ کیا۔ ادھر قبیلۂ ازد کے لوگوں نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر حملہ کیا لیکن ان کے بہت سے افراد شہید ہو گئے کیونکہ ان لوگوں نے اپنی جانوں پر وہ صدمے برداشت کیے تھے جو کسی اور گروہ نے نہ کیے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا حملہ

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میمنہ کی جگہ بہت سخت قتل و غارت ہوئی، میمنہ پر مامور مسلمان کبھی تو ہزیمت کھاتے ہوئے بھاگ نکلتے اور کبھی واپس لوٹ آتے، کبھی صبر سے کام لیتے اور کبھی بے صبری کا مظاہرہ کرتے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے میمنہ والوں کی یہ حالت دیکھی کہ رومی مسلمانوں کو دھکیلتے ہوئے قلب تک پہنچ چکے ہیں تو آپ نے اپنے شہسواروں کو زوردار آواز لگائی اور رومیوں کی طرف متوجہ ہوئے آپ کے ساتھ چھ ہزار شہسوار تھے اس کے بعد آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے رومیوں پر حملہ کیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ دشمنِ خدا میمنہ اور قلب کو چھوڑ کر اپنے لشکر میں جا پہنچے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر قریب پہنچے تو رومی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گئے آپ نے اپنے شہسواروں کو دیکھا اور آواز لگائی:

اے اسلام اور ایمان کے محافظو! اے قرآن کے حامیو! اے رسول اللہ ﷺ کے اصحاب! رومیوں میں بزدلی واضح ہو چکی ہے ان کا کوئی بہادر باقی نہیں بچا، اللہ کریم نے ان کی بہادری خاک میں ملا دی۔ اے مسلمانو! ان کی طرف پلٹو اور شدید حملہ کرو۔ اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں خالد کی جان ہے! مجھے امید ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں ان پر غلبہ عطا فرمائے گا۔

آپ کی آواز سن کر ہر طرف سے مسلمانوں کی آوازیں آنے لگیں:

''اے ابوسلیمان! آپ حملہ کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔''

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تلوار اپنے ہاتھوں میں لی اور دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ آپ کو دیکھ کر آپ کے ساتھیوں نے بھی حملہ کر دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن حمیدی جمحی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب رومیوں پر حملہ کیا تو میں بھی اس وقت آپ کے ساتھ تھا۔ خدا کی قسم! رومی ہمارے سامنے سے منتشر ہونے لگے اور اس طرح بھاگنے لگے جس طرح شیر کو دیکھ کر بکریاں بھاگتی ہیں۔ مسلمانوں نے رومیوں کا پیچھا کیا حتیٰ کہ ان کے میمنہ پر شدید حملہ کیا۔

دیرجان کی ہلاکت

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بڑھ چڑھ کر حملہ کرتے اور ہم بھی ان کے ساتھ ساتھ رہتے۔ ہم لوگ حملہ کرتے وقت یہ الفاظ دہراتے:

"یامحمد! یامنصور!

اپنی امت کی خبر لیجئے، اپنی امت کی خبر لیجئے۔

ہم حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر برابر حملہ کرتے رہے۔ آخرکار دیرجان بادشاہ کے پاس جا پہنچے۔ دیرجان اسی جگہ کھڑا ہوا تھا جہاں باہان بادشاہ نے اسے مقرر کیا تھا۔ دیرجان کے پاس جواہرات سے مرصع ایک صلیب تھی۔ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کھڑا میدان جنگ کی ہولناکیاں دیکھ رہا تھا۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا گھوڑا دیرجان کے قریب پہنچا تو رومی بہادروں نے دیرجان سے کہا: اس وقت آپ کو ان پر حملہ کر دینا چاہئے، ہم آپ کے ساتھ ہیں اگر ایسا نہیں کرنا تو واپس بھاگ چلیں کیونکہ لشکرِ اسلام ہم میں گھل مل چکا ہے۔

اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آج کا دن بہت برا ہے میں اسے بالکل پسند نہیں کرتا۔ نہ تو میں آج کے دن کی قتل وغارت دیکھنا چاہتا ہوں اور نہ میں اس جنگ میں اب شرکت کرنا چاہتا ہوں۔ بادشاہ باہان نے مجھے جس جگہ کھڑا کیا ہے، میں اس جگہ کو نہیں چھوڑوں گا۔ ایسا کرو کہ تم اس کپڑے سے میرا چہرہ اور سر باندھ دو تاکہ جنگی ہولناکیاں مجھے نظر نہ آسکیں۔

راوی کہتے ہیں: بادشاہ کا حکم سن کر اس کے ساتھیوں نے اس کا چہرہ اور سر ایک ریشمی کپڑے سے باندھ دیا۔ ادھر جنگ کا میدان اپنے عروج پر تھا۔ آخرکار رومیوں نے شکست خوردہ ہو کر میدانِ جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا اور

سارے دیرجان کے پاس جا پہنچے، جو کپڑے میں بندھا کھڑا تھا۔ مسلمانوں نے اس جگہ بھی ہلہ بول دیا۔ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے دیرجان تک رسائی پاتے ہوئے اس پر حملہ کیا اور اسے جہنم واصل کر دیا۔

رومی سردار، قناطیر اور جرجیر کا اختلاف

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اللہ عزوجل کا کرنا ایسا ہوا کہ جرجیر اور قناطیر کا آپس میں اختلاف پڑ گیا اور ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے۔ جرجیر ارمنی قوم کے ساتھ میمنہ پر مقرر تھا جبکہ قناطیر اس کے ماتحت میسرہ پر تھا۔

جرجیر نے قناطیر سے کہا: تم رکے ہوئے کیوں ہوں؟ عربوں پر حملہ کیوں نہیں کرتے؟

قناطیر نے کہا: بہت خوب! ہمیں تو حملے کا حکم دے رہے ہو اور خود حملہ کرنے سے پیچھے ہو رہے ہو، خود حملہ کیوں نہیں کرتے؟

جرجیر نے قناطیر سے کہا: میں تمھیں کس طرح حکم نہیں دے سکتا، کیا میں تمھارا امیر نہیں ہوں؟

قناطیر نے کہا: جھوٹ مت بولو! تم میرے امیر نہیں بلکہ مَیں تمھارا امیر ہوں اور تجھ پر فوقیت رکھتا ہوں اور تم میری اطاعت کرنے کے پابند ہو۔

اس تکرار کے بعد دونوں میں اختلاف پڑ گیا۔ جرجیر نے قناطیر کی بات پر بہت غصہ کیا اور اسی حالت میں مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ یہ حملہ نہایت سخت تھا۔ قبیلۂ کنانہ، قیس، خثعم، جذام، قضاعہ، عاملہ، غسان کے لوگ اسی حملے کا شکار ہوئے۔ یہ لوگ میسرہ اور قلب پر متعین تھے۔ رومیوں نے مسلمانوں پر اس قدر زوردار حملہ کیا کہ ان کی صفیں ٹوٹنے لگیں۔ جھنڈے اٹھانے والوں کے علاوہ وہاں کوئی نہ بچا۔ انھوں نے مسلمانوں پر شدید غارت گری کی۔ رومی، مسلمانوں کو پسپا کرتے ہوئے اتنا پیچھے لے گئے کہ مسلمانوں کے لشکر کے درمیان میں گھس آئے۔

ادھر سے خواتین اسلام خیموں کی میخیں گھوڑوں کے مونہوں پر مارتیں اور پتھروں کی بارش کرتی ہوئیں آگے بڑھنے لگیں نیز مسلمانوں سے کہنے لگیں: کہاں بھاگ رہے ہو؟ اے اہلِ اسلام! اپنی ماؤں، بہنوں اور بچوں کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو؟ کیا تم لوگ انھیں رومیوں کے سپرد کرنا چاہتے ہو؟

منہال دوسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس وقت خواتین کا رویہ رومیوں سے بھی زیادہ سخت ہونے لگا تو مسلمان میدان جنگ میں ﴿وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴾[1] پکارتے ہوئے واپس لوٹے۔ اس کے بعد رومیوں پر زوردار حملہ کیا۔

[1] پارہ 30، العصر: 4.

حضرت قنامہ رضی اللہ عنہ کی بہادری

قنامہ بن الیشم کنانی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے آگے آگے تھے۔ کبھی تو تلوار سے مشرکین کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے چلے جاتے اور کبھی نیزے سے حملہ کرتے حتیٰ کہ ان کے تین نیزے ٹوٹ گئے۔ یہ حملہ کرتے وقت یہ اشعار پڑھتے:

ترجمہ اشعار:

❀ عنقریب میں اِن کتوں کی طرح بھونکنے والے رومیوں پر حملہ کروں گا اور تلوار کی کاری ضربوں سے انھیں ماروں گا۔

❀ (پھر) اللہ کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو بہترین نمائندے، رشد و ہدایت کے پیکر، غیب دان اور دین قویم کے اشرف و اعلیٰ خیر خواہ ہیں، انھیں راضی کروں گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت قنامہ بن الیشم رضی اللہ عنہ برابر رومیوں پر حملے کیے جاتے حتیٰ کہ ان کی دو تلواریں بھی ٹوٹ گئیں۔ جب بھی ان کا نیزہ یا تلوار ٹوٹتی تو آپ مسلمانوں کو آواز دے کر فرماتے: ''کون ہے جو مجھے اللہ کی راہ میں تلوار یا نیزہ بطور ادھار دے اور اللہ عزوجل سے اس کا اجر پائے'' اس کے بعد آپ ندا لگاتے: ''اے قبیلۂ قیس والو! اجر اور صبر میں سے اپنا حصہ لو، جان لو کہ صبر دنیا میں باعث عزت ہے اور آخرت میں باعث رحم و فضیلت ہے۔''

﴿ اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ ع ﴾

''صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اس امید پر کہ کامیاب ہو۔''[1]

آپ کی آواز سن کر آپ کی قوم ''لبیک'' کہہ کر جواب دیتی اور میدان جنگ میں بے دریغ کود پڑتی۔

قنامہ بن الیشم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: قناطیر اور اس کی قوم کے حملے سے زیادہ سخت کوئی حملہ نہیں تھا۔ وہ ہمارے لشکر میں آ ملے اور ہم ان کے لشکر میں مل گئے۔

فرماتے ہیں: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جنگجوؤں کی بھیڑ سے باہر نکلے، آپ کے ساتھ ایک ہزار ساتھی بھی تھے۔ انھوں نے رومیوں پر بے دریغ تلواریں چلائیں لیکن رومیوں کی کثرتِ تعداد کی وجہ سے ان کا قتل ہونا محسوس ہی نہیں ہو رہا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بہت مشکل سے حضرت قنامہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ آپ نے لوگوں کو یہ کہتے سنا:

''اللہ عزوجل قنامہ بن الیشم رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انھوں نے دینِ اسلام کی پاسبانی کی'' یہ سن کر آپ ان کے پاس گئے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے جزائے خیر کی دعائیں کیں۔

[1] پارہ 4، ال عمران: 200، ترجمہ کنزالایمان

راوی کا بیان ہے: ذرعہ بنت حارث رضی اللہ عنہا ٹیلے سے اتر کر یہ کہتی ہوئیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئیں اے خالد! آپ نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے؟ اے ابن ولید! آپ تو عرب کے باعزت شخص ہیں اور لوگ بھی آپ کے حکم کے تابع ہیں۔ اگر امراء ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں تو ان کے ماتحت لوگ بھی ثابت قدمی اختیار کرتے ہیں اور اگر امراء ہی بھاگ جائیں تو لوگ بھی ان کے ساتھ ہی بھاگ نکلتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ میں ہی تو ابھی تک دشمنوں کے مقابلے میں ڈٹا ہوا ہوں۔

یہ سن کر وہ کہنے لگیں: جو شخص بھی اپنے سردار کو میدان جنگ میں ثابت قدم دیکھے اور خود بھاگ کھڑا ہو، خدا اس کا چہرہ قبیح کر دے۔

ایک رومی سپہ سالار میدانِ جنگ میں

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: باہان بادشاہ نے اپنے لشکر کے میمنہ کی طرف نظر ڈالی جو ادھر اُدھر بکھر چکا تھا۔ اس نے ایک رومی میمنہ کی طرف بھیجا کہ انھیں جنگ کی ترغیب دے۔ اسی وقت رومیوں کا ایک آدمی جو زرہ پہنے اسلحہ سے لیس ہو کر دونوں صفوں کے درمیان آ کھڑا ہوا۔ یہ شخص رعب داب اور جسامت کے اعتبار سے پہاڑ کا ایک ٹکڑا معلوم ہو رہا تھا۔ میدان میں نکلتے ہی ادھر اُدھر چکر لگانے لگا اور اپنے مقابلے کے لیے بلانے لگا۔

قبیلۂ ازد کا ایک نوجوان اس کے مقابلے میں نکلا اور وہ بھی رومی کی طرح چکر لگاتا ہوا جب اس کے قریب پہنچا تو زیادہ دیر تک اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور شہید ہو گیا۔ ازراہ تکبر رومی نے دوبارہ اپنا مدمقابل طلب کیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس کے مقابلے میں نکلنے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے معاذ! میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اپنی جگہ پر کھڑے رہو اور جھنڈا تھامے رہو میرے نزدیک تمھارا جھنڈے کو تھامے رہنا، میدان جنگ میں نکلنے سے زیادہ عزیز ہے۔

یہ سن کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اپنی جگہ لوٹ آئے۔ اس کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ندا لگائی: "اے گروہ مسلم! کون ہے جو اللہ عزوجل کے راستے میں رومی کا مقابلہ کرے گا؟"

یہ سن کر آپ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ آئے اور کہا: اے ابا جان! میں اس کے مقابلے میں نکلوں گا۔ راوی فرماتے ہیں: عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ابھی بالغ بھی نہیں ہوئے تھے۔ بیٹے نے کہا: اگر تو میں نے صبر کا مظاہرہ کیا تو یہ مجھ پر اللہ عزوجل کا احسان عظیم ہوگا اور اگر شہید ہو گیا تو میرا الوداعی سلام قبول فرمائیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں کوئی حاجت ہو تو مجھے بتا دیجیے۔

بیٹے کی بہادری دیکھ کر حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے میرے بیٹے! میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں سلام عرض کرنا اور کہنا کہ اللہ عزوجل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپ نے فرمایا: جاؤ بیٹے! اللہ عزوجل تمھیں اپنی رضا حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن بن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ آگ کی چنگاری کی طرح اس رومی کے مقابلے میں جا کھڑے ہوئے۔ آپ اس رومی لعین کی طرف بڑھے اور وہ آپ کی طرف بڑھا۔ رومی نے آپ کے سر پر تلوار ماری تو وہ عمامے کو چیرتی ہوئی سر تک پہنچی جس سے سر میں زخم لگ گیا اور خون بہنے لگا۔ رومی نے جس وقت خون نکلتے دیکھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ شاید بچہ قتل ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ کے پیچھے کھڑا ہو کر گھوڑے سے نیچے گرنے کا انتظار کرنے لگا۔ عبدالرحمٰن بن معاذ رضی اللہ عنہ نے جب رومی کی طرف دیکھا کہ وہ مزید حملہ کرنے میں تاخیر کر رہا ہے تو آپ نے گھوڑے کو ایڑھی لگائی اور مسلمانوں کے پاس جا پہنچے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: بیٹے تمھیں کیا ہوا؟

بیٹے نے جواب دیا: رومی نے مجھے مار ڈالا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹے! اس دنیا سے کس چیز کی طلب کرتے ہو؟ بہتر تو یہ تھا کہ شہید ہو جاتے۔ اس کے بعد آپ نے بچے کے زخم پر مرہم لگائی۔ بچے کو زخمی کرنے کے بعد رومی نے مسلمانوں کے لشکر پر حملہ کرنے کی کوشش کی مگر قبیلہ ازد نے اسے بھگا دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب تم میں سے اس کا مقابلہ کون کرے گا؟

یہ سن کر حضرت عامر بن طفیل دوسی رضی اللہ عنہ نکلے۔ یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنگِ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جھنڈے اٹھانے والوں (علمبرداروں) میں سے تھے۔

حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کا میدانِ جنگ میں نکلنا

راوی کا بیان ہے: حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ نے جنگِ یمامہ والے دن خواب میں مسیلمہ کذاب کی موت دیکھی۔ خواب میں انھوں نے ایک عورت کو دیکھا، جوان سے ملی اور اس نے اپنی فرج (شرم گاہ) آپ کے لیے کھول دی۔ آپ اس میں داخل ہو گئے۔ آپ کے بیٹے نے جب دیکھا تو جلدی سے آگے بڑھے تاکہ وہ اپنے باپ کی جگہ داخل ہوں۔ اس کے بعد عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ بیدار ہو گئے اور مسلمانوں کو سارا قصہ سنایا مگر کوئی اس کی تاویل نہ بتا سکا۔

ابن طفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اس کی تاویل جانتا ہوں، انھوں نے پوچھا کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میں عنقریب شہید ہو جاؤں گا۔ کیونکہ وہ عورت جس نے اپنی فرج (شرم گاہ) میں مجھے داخل کیا تھا، وہ زمین ہے۔ میرا بیٹا بھی عنقریب زخمی

ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بھی مجھ سے آملے گا۔

راوی فرماتے ہیں: جنگِ یمامہ میں حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ نے خوب بہادری کے جوہر دکھائے مگر محفوظ رہے ان کو کسی قسم کا کوئی زخم نہ لگا۔

راوی کہتے ہیں: حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ جنگ یرموک میں حاضر تھے اور ایک رومی کے مقابلے میں میدانِ جنگ میں نکلے۔ آگ کا شعلہ یا کڑک بن کر اس کی طرف بڑھے۔ رومی سردار کے نیزہ مارا مگر وار خالی گیا۔ اس کے بعد اس کے سامنے آئے، تلوار سنبھالی اور زوردار وار کیا۔ رومی سردار کے کندھے پر تلوار ماری جو بدن چیرتی ہوئی انتڑیوں سے پار ہوگئی اور وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ جلدی سے آگے بڑھے، رومی کا گھوڑا اور دیگر سامان لیا اور مسلمانوں کے پاس آئے۔ مالِ غنیمت اپنے بیٹے کے سپرد کیا اور دوبارہ رومیوں کی طرف لوٹے اور ان کے میمنہ، میسرہ اور قلب پر حملہ آور ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے عربی نصرانیوں پر بھی حملہ کیا اور چند ایک کو موت کے گھاٹ اتار کر پھر میدان میں نکل کر اپنا مدمقابل طلب کیا۔

رومیوں کی طرف سے جبلہ بن ایہم غسانی مقابلے کے لیے نکلا۔ اس نے سونے کا کام کی ہوئی زرہ پہن رکھی تھی جس کے نیچے بھی تبابعہ کی بنائی ہوئی زرہ پہن رکھی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں آفتاب کی طرح چمکتی ہوئی تلوار تھی جبکہ قوم عاد کے گھوڑوں کی نسل کا گھوڑا اس کے پاس تھا۔ میدانِ جنگ میں حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر اس نے پوچھا: کن لوگوں سے متعلق ہو؟

آپ نے فرمایا: قبیلہ دوس سے۔

یہ سن کر جبلہ نے پوچھا: پھر تو تم میرے قریبی ہو۔ اپنی جان بچالو اور لوٹ جاؤ اور ہر قسم کا لالچ چھوڑ دو۔

حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میرے بارے میں تو تم نے پوچھ لیا اور قبیلے کے بارے میں بھی پوچھ لیا، تیرا تعلق عرب میں کن لوگوں سے ہے؟

اس نے جواب دیا: میرا تعلق قبیلۂ غسان سے ہے اور میں اس قوم کا سردار ہوں۔ میں ہی جبلہ بن ایہم ہوں۔ میں نے جب تیری اس قدر قتل و غارت کو دیکھا تو خود تیرے مقابلے میں نکلا ہوں۔ تو جانتا ہے کہ جس سردار کو تو قتل کر چکا ہے، وہ شجاعت و بہادری میں باہان اور جرجیر کا ہم مثل تھا؟ سردار کے قتل ہونے سے ہماری فوج میں جو بے چینی پیدا ہوئی ہے، اس کے لیے تم ہی کفایت کر سکتے ہو۔ لہٰذا میں تیرے مقابلے میں فقط اسی لیے نکلا ہوں کہ تجھے قتل کر کے باہان اور ہرقل کی بارگاہ میں سرخروئی حاصل کروں۔

یہ سن کر حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنی قوم کی طاقت اور شدت کا تذکرہ کر رہا ہے؟ سن! طاقت صرف اور

صرف اللہ ﷻ ہی کو لائق ہے۔ وہی بڑے بڑے بہادروں کو ہلاک کرنے والا ہے۔ بہر حال تیرا یہ کہنا کہ مجھے قتل کر کے اپنی مثل مخلوق یعنی باہان اور ہرقل کے درباروں میں سرخروئی حاصل کرے گا تو یاد رکھ! میں یہ چاہتا ہوں کہ تجھے قتل کر کے اپنے رب العالمین کے حضور سرخروئی حاصل کروں۔

حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

یہ کہتے ہوئے حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ نے جبلہ کو تلوار ماری مگر تلوار کا وار خالی گیا اور وہ بچ گیا۔ ادھر سے جبلہ نے وار کیا تو اس سے خطا نہ ہوئی اور حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کو تلوار گیسوئے مبارک سے کندھے تک کاٹتی چلی گئی۔ آپ شہید ہو کر گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔ جبلہ نے اپنے آپ کو کامیاب پایا تو ازراہِ تکبر اِدھر اُدھر گھوڑا دوڑانے لگا پھر آپ کے جسد خاکی کے پاس آ کر خود پسندی کا اظہار کرتے ہوئے اپنا ہم مقابل طلب کرنے لگا۔

حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت جندب بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس کے مقابلے میں نکلنے کا ارادہ کیا۔ انھوں نے اپنے والد گرامی کا جھنڈا اٹھایا ہوا تھا۔ آپ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے عرض گزار ہوئے: اے امیر لشکر! میرے والد محترم شہید ہو چکے ہیں، اب میری خواہش ہے کہ ان کا انتقام لوں یا خود بھی شہید ہو جاؤں۔ آپ یہ جھنڈا مجھ سے لے کر کسی اور ساتھی کے سپرد فرما دیجیے۔ قبیلۂ دوس کے جس ساتھی کو چاہیں دے دیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لیا اور قبیلۂ دوس کے کسی شخص کے سپرد کر دیا۔ اس شخص نے جھنڈا ہوا میں لہرایا اور حضرت جندب بن عامر رضی اللہ عنہ جبلہ کے مقابلے میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے نکلے:

ترجمہ اشعار:

- (راہِ خدا میں) ہمیشہ جان کی بازی لگاتا رہوں گا کیونکہ میں کریم رب سے گناہوں کی معافی کا خواستگار ہوں۔
- تمام تر کوششیں صرف کر کے اپنی تلوار سے دشمنوں میں شمشیر زنی کروں گا اور ہر ظالم اور بدبخت مردود کو قتل کر دوں گا۔
- جنت میں ہمیشہ کی زندگی حق ہے جو (راہِ خدا میں) ہر پیش قدمی کرنے والے صابر شخص کے لیے مباح ہوتی ہے۔

حضرت جندب بن عامر رضی اللہ عنہ اور جبلہ کے مابین نبرد آزمائی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہ اشعار پڑھتے ہوئے حضرت جندب بن عامر رضی اللہ عنہ جبلہ کے قریب پہنچے اور اس سے فرمایا:

"اے میرے باپ کے قاتل! اپنی جگہ ذرا ٹھہرو میں تمھارا کام تمام کیے دیتا ہوں"

جبلہ نے کہا: تمھارا مقتول کے ساتھ کیا رشتہ ہے؟

آپ نے جواب دیا: میں ان کا بیٹا ہوں۔

جبلہ نے کہا: تم لوگوں کو کیا مصیبت پڑی ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنی اولادوں کو قتل کرنے کے درپے ہوئے پڑے ہو، حالانکہ قتل نفوس یعنی اپنا ہی قتل تو حرام ہے۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی راہ میں قتل نفس حرام نہیں بلکہ لائق تعریف ہے۔ اسی کے سبب تو ہم اس کی بارگاہ میں درجات عالیہ سے سرفراز ہوتے ہیں۔

جبلہ نے کہا: میں تمھیں قتل کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا، لہٰذا لوٹ جاؤ۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اپنے باپ کو اپنی آنکھوں کے سامنے شہید ہوتا دیکھ کر دل میں غموں کا جو پہاڑ ٹوٹا ہے، اسے لے کر مایوسی کا دامن تھامے کیسے لوٹ جاؤں؟ قسم ہے پروردگارِ عالم کی! میں کبھی واپس نہیں لوٹوں گا، یا تو اپنے باپ کا انتقام لوں گا یا پھر خود بھی ان کے ساتھ جا ملوں گا۔''

یہ کہہ کر حضرت جندب رضی اللہ عنہ نے جبلہ پر حملہ کر دیا۔ اس کے بعد دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی۔ دونوں لشکروں کی نگاہیں ان پر جمی ہوئی تھیں۔

جبلہ نے جس وقت آپ کی بہادری دیکھی تو جان گیا کہ یہ کوئی تجربہ کار شدت والا جنگجو معلوم ہوتا ہے، لہٰذا اس کے دل میں آپ کا خوف بیٹھ گیا۔ قبیلۂ غسان کے لوگ ٹکٹکی باندھے اپنے سردار اور حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی لڑائی دیکھ رہے تھے۔ حضرت جندب رضی اللہ عنہ بار بار اس پر غالب آتے۔ یہ دیکھ کر قبیلۂ غسان کے لوگوں نے ایک دوسرے سے کہنا شروع کر دیا:

''بچہ جو تمھارے سردار کے مقابلے میں نکلا ہے، بہادر معلوم ہوتا ہے اگر تم لوگوں نے اسے اپنے حال پر چھوڑ دیا تو وہ تمھارے سردار پر غالب آ جائے گا لہٰذا اس کے پاس پہنچ جاؤ اور اسے کسی قیمت پر نہ چھوڑو۔'' قبیلۂ غسان کے لوگوں نے اپنے سردار کو بچانے کے لیے حملے کا ارادہ کرتے ہوئے پیش قدمی کرنا شروع کر دی۔

ادھر مسلمانوں نے حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی قوت و بہادری اور شدت انتقام کی بھڑکی ہوئی آگ پر نظر ڈالی تو خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: ''ایسے بہادر لوگ ہی اللہ عزوجل کے راستے میں اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیا کرتے ہیں'' اس کے بعد آپ نے دعا فرمائی:

''اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ لَہٗ فِعْلَہٗ''

''اے ہمارے پروردگار! جندب بن عامر کا فعل اپنی بارگاہِ رحمت میں قبول فرما!''

حضرت جندب بن عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بھی جنگ یرموک میں مسلمانوں کے ساتھ حاضر تھا۔ اس معرکے میں حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کی اتنی بہادری اور دلیری دیکھنے میں نہ آئی۔ آپ مسلسل جبلہ کے ساتھ لڑ رہے تھے۔ بعد میں آپ نے جبلہ پر زوردار وار کیا۔ وار خالی جانے کی وجہ سے ان کا ہاتھ کمزور پڑ گیا ادھر جبلہ نے موقع پاتے ہی آپ کو شہید کر دیا اور آپ کی روح جنت کی طرف پرواز کر گئی۔ اس طرح آپ نے اپنے باپ کے خواب کو سچ کر دکھایا جو انھوں نے جنگ یمامہ والے دن دیکھا تھا۔ آپ کی شہادت کے بعد جبلہ نے میدان میں گھوڑا دوڑانا شروع کر دیا اور دوبارہ اپنا مقابل طلب کرنے لگا۔ اس کی قوم نے آواز دی اور کہا:

''اے سردار! واپس لوٹ آئیں، آپ جو چاہتے تھے وہ کر چکے ہیں۔'' لہٰذا جبلہ تکبرانہ انداز اختیار کیے ہوئے اپنی قوم کی طرف لوٹ گیا اور صلیب کے نیچے جا کھڑا ہوا! اور باہان بادشاہ نے اس کا شکریہ ادا کرنے کے لیے ایک سپاہی بھیجا۔

مسلمانوں کو حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ اور ان کے لخت جگر، حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بہت صدمہ ہوا۔ قبیلۂ دوس کے لوگوں نے شدت غم میں ایک دوسرے کو کہنا شروع کر دیا:

''اپنے سردار حضرت عامر بن طفیل رضی اللہ عنہ اور ان کے سعادت مند بیٹے کا انتقام لینے کے لیے آگے بڑھو اور جنت حاصل کرو، نکلو! جنت حاصل کرو!''

قبیلۂ ازد کے لوگ بھی ان سے کافی عقیدت رکھتے تھے دونوں نے مل کر قبیلۂ غسان، لخم، اور جذام پر حملہ کر دیا اور اشعار سنا کر اپنے ساتھیوں کو لڑنے پر برانگیختہ کرنے لگے۔

مسلمانوں کا بدلہ لینا

ادھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے لوگو!

﴿ سَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ ﴾

''اپنے رب تعالیٰ سے مغفرت اور جنت کی طرف جلدی کرو۔''[1]

اور نعمتوں والی جنت میں حوروں سے معانقہ کرنے میں آگے بڑھو۔ اس جگہ سے بڑھ کر اللہ عزوجل کے ہاں اور کون سی جگہ پسندیدہ ہو سکتی ہے؟ سن لو! صبر کرنے والوں کو اللہ عزوجل ان لوگوں پر فضیلت عطا فرماتا ہے، جو صبر کا مظاہرہ نہیں

[1] پارہ 4، ال عمران 133، ترجمہ کنزالایمان

کرپاتے۔

قبیلۂ ازد کے لوگوں نے جب امیر کا بیان سنا تو قبیلۂ دوس کے ساتھ مل کر سخت قسم کا حملہ کیا۔ ان کی زبانوں پر ''اَلْجَنَّۃُ اَلْجَنَّۃُ'' کے الفاظ جاری تھے۔ یعنی ''وہ دیکھو! سامنے جنت ہے، سامنے جنت ہے۔''

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے موسیٰ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ نے عطا بن مراد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بتایا۔ عطا بن مراد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے بہت سے لوگوں سے یرموک کی جنگ میں مسلمانوں کے شعار [1] کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا شعار لفظِ ''امت امت'' تھا، عبس والوں کا شعار ''یاانصار اللہ'' تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا شعار ''یاحزب اللہ'' تھا، قبیلۂ حمیر والوں کا ''اَلْفَتْحُ اَلْفَتْحُ'' تھا، قبیلۂ دارم اور سکاسک والوں کا ''اَلصَّبْرُ اَلصَّبْرُ'' تھا اور قبیلۂ بنی مراد والوں کا شعار ''یَانَصْرَ اللہِ اِنْزِلْ'' تھا۔ جنگ یرموک میں مسلمانوں کے یہ مخصوص الفاظ تھے جن کے ساتھ وہ اپنے قبیلے والوں کو آواز دیتے۔

بہرحال جب قبیلۂ دوس نے حملہ کرنا چاہا تو قبیلۂ اَزد نے بھی ان کی حمایت کی اور ساتھ مل گئے، سب سے پہلے نصرانی عربوں کا رخ کیا خصوصاً جہاں ان کی صلیب تھی۔ مسلمان دشمنانِ خدا کو چیرتے ہوئے صلیب تک پہنچ گئے۔ پھر ایک بہادر شخص نے صلیب اٹھانے والے عیسائی کو نیزہ مارا تو صلیب اس کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی۔ قبیلۂ ازد کے اکثر لوگ اس حملے میں شہید ہوئے مگر اب وہ صرف اتنی تعداد میں ہی تھے جیسے سیاہ بیل پر سفید نشان ہو۔ ادھر قبیلۂ غسان نے جب صلیب ٹوٹتے ہوئے دیکھی تو اسے اٹھانے کے لیے آگے بڑھے اور خوب قتل و غارت کی حتیٰ کہ اس حملے میں بھی بہت زیادہ تعداد میں لوگ مارے گئے۔

جنگِ یرموک میں مسلمانوں کی تعداد

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے شام بن عمارہ سے ابوحریری سے نافع سے جبیر بن حویرث رحمہم اللہ سے عبداللہ بن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کرتے ہوئے بتایا، فرماتے ہیں میں جنگ یرموک میں شامل تھا۔ اس معرکے میں مسلمانوں کی تعداد پچیس ہزار تھی۔

حویرث رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ سنا تو غصے میں آ گئے اور فرمایا: جس نے بھی مسلمانوں کی تعداد پچیس ہزار بتائی وہ جھوٹا ہے۔ فرماتے ہیں: ''معرکہ یرموک میں مسلمانوں کی تعداد اکتالیس ہزار تھی۔ اور یہی تعداد میں نے باوثوق لوگوں سے

---

[1] یہاں دورانِ جنگ اپنی پہچان کے لیے علامت کا مخصوص کر لینا مراد ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

بھی سنی ہے۔"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے ابن ابونمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالحمید بن سھل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کر کے بتایا اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کی۔ راوی فرماتے ہیں: جنگِ یرموک میں قبیلۂ دوس اور ازد نے جب مشرکوں پر حملہ کیا تو ایک دفعہ وہ ذلت یافتہ ہو کر رہ گئے پھر انھوں نے مسلمانوں پر ہولناک حملہ کیا۔ یہ حملہ اتنا سخت تھا کہ مسلمان بکھرنے لگے اور صفیں ٹوٹنے لگیں۔

حضرت عیاض بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ، جنھوں نے ان قبائل کا جھنڈا اٹھا رکھا تھا، وہ بھی پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے، بھاگے مگر جھنڈا آپ کے ہاتھوں میں ہی رہا۔ آپ لوگوں کو چیخ چیخ کر بلا رہے تھے کہ:

"اے لوگو! ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو! قوم کا ثابت قدم رہنا، ان کے جھنڈوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔"

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جھنڈا لینے کے لیے دوڑے۔ دونوں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش میں تھے مگر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر جھنڈا لے لیا اور اس وقت تک مشرکوں سے لڑتے رہے جب تک کہ وہ بزدل ہو کر بھاگ نہ نکلے۔ اس طرح اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔

معرکے کا تیسرا دن

جنگِ یرموک کا تیسرا دن انتہائی سخت تھا۔ تین مرتبہ مسلمان شہسوار میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگے لیکن ہر مرتبہ خواتینِ اسلام نے پتھروں، اور میخوں کے ذریعے اور اپنے بچے ان کے سامنے لا کر انھیں واپس میدانِ جنگ میں لوٹا دیتیں۔ یہ دیکھ کر واپس آنے والے مسلمانوں میں جذبہ جہاد پیدا ہوتا اور وہ دوبارہ میدانِ کارزار میں لوٹ جاتے۔ یہی سلسلہ ابھی جاری تھا کہ رات کی تاریکی نے آ کر سب کو اپنے اپنے مقامات پر لوٹا دیا۔ رومی اپنی جگہ واپس لوٹ گئے۔ ان کی بھاری تعداد اس دن قتل ہوئی جبکہ مسلمان بہت کم تعداد میں شہید ہوئے۔ البتہ زخمی ہونے والوں کی تعداد خاصی زیادہ تھی۔ بہرحال جب رات کی تاریکی چھا گئی تو ہر گروہ اپنی اپنی جگہ واپس لوٹا اور سخت پہرہ داری میں رات گزاری۔

راوی فرماتے ہیں: واپس لوٹنے کے بعد مسلمانوں نے سب سے پہلے نماز کا اہتمام کیا اس کے بعد زخمیوں کی مرہم پٹی کی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی۔ بعد از فراغت آپ نے فرمایا:

اے لوگو! تم جب بھی کسی بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ تو کشادگی اور آسانی کے منتظر رہو، کیونکہ اللہ عزوجل کی طرف سے تنگی کے بعد آسانی نازل ہوا کرتی ہے۔ اپنی مشعلیں روشن کرو اور اپنے زخمیوں کا علاج کرو نیز پہرہ داری کا بندوبست کرو اور تکبیر و تہلیل کے نعرے بھی لگاتے رہو۔

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور فوج میں گھومنا شروع کر دیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ دونوں حضرات زخمیوں سے کہتے: اے لوگو! گھبراؤ نہیں تمھاری طرح دشمن بھی زخمی ہوا پڑا ہے۔ لیکن فرق یہ ہے کہ تم اللہ عزوجل سے اجر و ثواب پانے والے ہو جبکہ وہ اس کے اہل نہیں ہیں۔ انھوں نے ساری رات زخمیوں کی مرہم پٹی کرتے ہوئے گزار دی۔ صبح ہونے تک دونوں حضرات مسلمانوں کے خیموں میں چکر لگاتے رہے۔

باہان کا اپنی قوم کو سرزنش کرنا

راوی فرماتے ہیں: رومی فوج جب اپنے بادشاہ سمیت پسپا ہو کر میدان جنگ سے فرار ہوئی تو باہان نے اپنی قوم کے سرداروں کو بلایا اور انھیں سرزنش کرنا شروع کر دی، انھیں جھڑکتے ہوئے کہا:

میں نے تمھاری بہادری دیکھ لی ہے کہ تم کتنے پانی میں ہو۔ تمھارا میدان جنگ سے بھاگنا اور جزع فزع کرنا، میں دیکھ چکا ہوں، بتاؤ! بھلا اب میں تم سے کس بات کی امید رکھوں؟

انھوں نے کہا: جو ہوا ہم اس کی معذرت طلب کرتے ہیں، کل دیکھئے گا کہ ہم کس انداز سے عربوں کے مقابلے میں نکلیں گے۔ ہمارے پاس ایسے ایسے بہادر شہسوار موجود ہیں جو ابھی تک مقابلے کے لیے نہیں نکلے۔ کل ہم میدان جنگ میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کریں گے اور انھیں آگے کریں گے پھر دیکھئے گا فتح یابی ہمیں ہی حاصل ہو گی۔

یہ سن کر باہان خوش ہو گیا اور انھیں تیاری کرنے کا حکم دیا۔ دونوں گروہوں نے سخت پہرے میں رات گزاری۔ رومیوں کے بھاری تعداد میں قتل ہونے نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب و دبدبہ پیدا کر دیا۔ بہرحال مسلمانوں کے دل دین اور یقین کے لیے اور بھی پختہ ہو گئے۔

راوی کا بیان ہے: صبح ہوتے ہی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نماز خوف پڑھائی۔ اچانک صلیبوں اور جھنڈوں کے نشانات ظاہر ہونا شروع ہو گئے۔ کانٹوں اور درختوں کے پتوں کی تعداد میں رومی پیش قدمی کرتے نظر آئے۔ ان کی حالت بتا رہی تھی کہ انھوں نے ابھی کسی قسم کی لڑائی نہیں کی اور وہ ہشاش بشاش نظر آ رہے تھے اور میدان میں پہنچ کر صفیں بنا کر کھڑے ہونے شروع ہو گئے۔ باہان کے لیے اسی ٹیلے پر خیمہ نصب کیا گیا جہاں گزشتہ روز تھا تاکہ وہ سارے جنگی حالات کا مشاہدہ کرتا رہے کیونکہ وہاں سے دونوں لشکر آسانی سے دکھائی دے سکتے تھے۔ باہان نے انھیں صفیں مضبوط کرنے کا حکم دیا۔

مسلمانوں کی اگلے دن جنگ کی تیاری

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب رومیوں کی جلد بازی ملاحظہ کی تو قوم کے سرداروں کو بلایا اور انھیں لڑنے پر برانگیختہ

کرنے لگے۔ نماز پڑھ کر سب لوگ اپنے اپنے گھوڑوں کی طرف گئے اور اپنا اپنا جنگی ساز وسامان تیار کیا، پھر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ہر سردار اپنے قبیلے کے پاس گیا، انھیں وعظ ونصیحت کی اور مدد خداوندی کا وعدہ یاد دلایا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے صفوں کے درمیان چکر لگانا شروع کیا اور جہاد کی فضیلت بیان کرنا شروع کی۔ آپ نے فرمایا: کہ ''اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والے صابرین سے مدد کا وعدہ فرمایا ہے۔'' اس کے بعد آپ نے خواتین، بچوں اور مال واسباب پر حضرت عمرو بن سعید انصاری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ پیادہ لشکر کی کمان حضرت عمرو بن سعید رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ اسی طرح میسرہ (لیفٹ) اور قلب (سنٹر) پر بھی پانچ پانچ سو تیراندازوں کو متعین کیا۔ پھر آپ نے ان کے درمیان چکر لگاتے ہوئے فرمایا:

اے تیراندازو! اپنی جگہ کو ہرگز نہ چھوڑنا، جب تم رومیوں کو اپنی طرف بڑھتا دیکھو تو تیروں کی بارش کر دینا، تیر چلانے کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر ضرور کرنا، تمھارے تیر علیحدہ علیحدہ نہ نکلیں بلکہ اس طرح صادر ہوں کہ گویا سارے تیر ایک ہی کمان سے نکلے ہیں۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ میں جھنڈا لیے اپنے بیٹے حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے پاس آئے جو آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے انھیں حملہ کرنے اور جہاد کا حق ادا کرنے پر ابھارتے ہوئے فرمایا:

اے میرے بیٹے! اگر تو نے نیکی کا کام کیا تو اللہ تعالیٰ تجھے اس کا بدلہ دے گا اور تیرے ساتھ اچھا سلوک فرمائے گا، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور مضبوطی سے صبر کا دامن تھامے رکھو۔ اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے، دین حق اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرو۔ خوف وجزع کو خاطر میں نہ لانا۔ اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ فرمایا ہے، وہ ہو کر رہے گا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اولوالعزم لوگوں جیسا صبر کرو۔ اپنے آپ کو بچاؤ، اور اپنے آپ کو اس بات سے بچاؤ کہ اللہ تعالیٰ تمھیں میدان جنگ سے بھاگتا ہوا دیکھے، ورنہ تم غضب خداوندی کا شکار ہو جاؤ گے۔

حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اپنی استطاعت کے مطابق صبر کروں گا، میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے مدد ونصرت کا سوال کرتا ہوں۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا رومیوں پر حملہ کرنا

اس کے بعد حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا لہراتے ہوئے اپنے ساتھیوں کو میدانِ جنگ کی طرف نکلنے کا حکم دیا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ملکر رومیوں پر اس قدر سخت حملہ کیا کہ ان کے بڑے بڑے سورماؤں کو مار ڈالا اور دشمن پر غالب آجانے تک لڑتے رہے۔ اور خود اچھی خاصی آزمائش میں مبتلا ہوئے۔ ان حضرات کا حملہ لشکر کے قلب کی طرف

تھا۔اس طرح قتل وغارت ابھی جاری تھی کہ ایک رومی سردار، جس کے ہاتھ میں بڑا سا نیزہ اور گلے میں سونے کی صلیب ڈال رکھی تھی، دس ہزار شہسواروں کو لے کر آگے بڑھا اور مسلمانوں کے میمنہ پر حملہ کر دیا۔اس جگہ پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مقرر تھے۔ میمنہ پر مامور سب مسلمانوں نے واپس پلٹنا شروع کر دیا۔حتیٰ کہ لشکر کے شروع میں ہی جہاں جہاں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مامور تھے، رومی اس میں داخل ہو گئے۔ مسلمان کبھی تو پلٹ کر رومیوں کا مقابلہ کرتے، کبھی پسپائی اختیار کر لیتے یہاں تک کہ رومی مسلمانوں پر غالب آ گئے اور انھیں دھکیلتے ہوئے اس ٹیلے میں محصور کر دیا جہاں خواتین اسلام پناہ گزین تھیں۔ رومیوں نے اس چوٹی کو گھیر لیا، یہ منظر دیکھ کر ایک خاتون نے چیخ کر کہا: ''دین کے مددگار کہاں ہیں؟ کہاں ہیں مسلمان تیرانداز؟!

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ چونکہ آشوب چشم میں مبتلا تھے اس لیے وہ اپنی زوجہ محترمہ، اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھے آنکھوں میں دوا لگوا رہے تھے۔ آپ نے جب اس خاتون کی آواز سنی جو کہ ''دین کے مددگار کہاں ہیں؟'' کی آوازیں لگا رہی تھی تو آپ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یہ عورت کیوں اس طرح آوازیں لگا رہی ہے؟

حضرت عفرہ بنت عثمان رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے! مسلمانوں کی میمنہ والی صفیں شکست کھا چکی ہیں، رومیوں نے انھیں اس ٹیلے میں محصور کر کے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اسی لیے وہ عورت چیخ چیخ کر دین کے مددگاروں کو بلا رہی ہے۔

حضرت عفرہ بنت عثمان رضی اللہ عنہا کی بات سن کر آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

خدا کی قسم! میں دین کا مددگار ہوں۔ اس کڑے وقت میں اللہ عزوجل مجھے اس جگہ بیٹھے نہیں دیکھے گا[1] یہ فرماتے ہوئے آپ نے آنکھوں سے پٹی اتار پھینکی اور گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار ہو گئے۔ ہاتھوں میں نیزہ لیا اور یہ کہتے ہوئے رومیوں پر حملہ آور ہو گئے۔

''میں ہوں زبیر بن عوام، میں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا بیٹا''

اس کے بعد آپ نے رومیوں پر مسلسل نیزہ بازی کی یہاں تک کہ انھیں گھیراؤ چھوڑ کر واپس بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ ان کے گھوڑے بدک بدک کر بے ساختہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

حضرت لیث بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو سعادت مند فرمائے جنھوں نے بالکل تنہا رومیوں پر حملہ کر کے انھیں واپس لوٹنے پر مجبور کر دیا۔ عرب کا کوئی شخص آپ کے ساتھ نہ تھا حتیٰ کہ جب آپ رومیوں کو دھکیلتے ہوئے ان کے لشکر تک لے گئے تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کو میدان جنگ میں واپس

[1] یعنی شرم کی بات ہے کہ مسلمان اس قدر مشکل میں ہوں اور میں اس جگہ بیٹھا رہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

لاتے ہوئے آواز لگائی:

''مسلمانو! پلٹ آؤ! پلٹ آؤ! دلیری سے کام لو، اے اہل اسلام! صبر، صبر......اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھی دوبارہ میدان کارساز میں لوٹ آئے اور رومیوں پر منہ توڑ حملہ کیا۔

مسلمانوں کا ہزیمت کھانا اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کا سرزنش کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جرجیر بادشاہ نے تیس ہزار ارمنی فوج کے ساتھ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کیا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ جو وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا کرتے تھے، رومیوں نے جب حملہ کیا تو آپ کے پانچ سو ساتھیوں کے علاوہ کوئی نہ بچا، سب بھاگ گئے لیکن حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے ارمنی فوج پر حملہ کیا۔ آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:

''اے اہل اسلام! موت سے ڈر کر راہِ فرار اختیار نہ کرو بلکہ صبر کا دامن تھامو اور ڈٹے رہو۔''

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ سن کر آپ کے ساتھی لوٹے اور رومیوں پر حملہ کیا اور انھیں ایڑھیوں کے بل واپس لوٹا دیا۔ ارمنی فوج کو اتنا مارا اور اس قدر غارت گری کی کہ کسی نے بھی انھیں اتنی مصیبت میں مبتلا نہ کیا ہوگا۔ ارمنیوں کو بھگا دینے کے بعد حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ واپس لوٹے۔ آپ کے ساتھی بھی آپ کے ساتھ تھے، آپ نے انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا:

تم لوگوں پر کیا مصیبت نازل ہوگئی تھی کہ ان کفار کے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوئے؟ حالانکہ تم تو زبردست قسم کے جنگجو ہو، تم تو اہل قرآن ہو اور رحمان جل شانہ کے بندے ہو، کیا تم نے اللہ عزوجل کا یہ کلام نہیں سنا:

﴿ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴾

''اور جو اس دن انھیں پیٹھ دے گا مگر لڑائی کا ہنر کرنے یا اپنی جماعت میں جا ملنے کو تو وہ اللہ عزوجل کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ ہے پلٹنے کی۔''[1]

اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ ﴾

''بے شک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں اس بدلے پر کہ ان کے لیے

[1] پارہ 9، الانفال: 16، ترجمہ کنزالایمان

جنت ہے۔''[1]

اس کے بعد بھی تم لوگ شکست خوردہ ہو کر بھاگ رہے ہو۔

یہ سن کر آپ کے ساتھی بولے: اے رسول اللہ ﷺ کے صحابی! احد اور حنین کی طرح آج بھی شیطان نے ہمیں اپنے چنگل میں پھنسانے کی کوشش کی ہے۔ بہرحال اب ہم لوگ آپ کے ساتھ ہیں آپ حملہ کریں، ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر حملہ کریں گے۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دعائے خیر کی اور سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ متصل اپنی جگہ پر جا کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد آپ اور آپ کے ساتھی اپنی جگہ مضبوطی سے ثابت قدم رہے اور حفاظتی اقدامات سرانجام دینے کے لیے اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہلے۔

مسلمانوں کا دوبارہ حملہ کرنا

حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت شرجیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو واپس اپنی جگہ سنبھالتے دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو مخصوص الفاظ کے ساتھ بلاتے ہوئے رومیوں پر حملہ کیا۔ ان کے مخصوص الفاظ یہ تھے:

''یَا نَصْرَاللهِ اِنْزِلْ یَا مَنْصُوْرُ اُمَتْ اُمَتْ''

''اے مدد خداوند نازل ہو! اے مؤید خداوند (یعنی حضور اکرم ﷺ) امت (کی خبر لیجیے)۔''

بدر و اُحد کی جنگ میں بھی یہ الفاظ استعمال کر کے ساتھیوں کو مخاطب کیا جاتا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رومیوں کی دائیں جانب حملہ کیا جبکہ حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ نے بائیں جانب حملہ کیا اس کے بعد شدید قتل و غارت کی۔ اللہ عزوجل حضرت زبیر بن عوام، حضرت ہاشم بن مرقال اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہم پر رحمتیں نازل فرمائے! انھوں نے رومیوں پر اتنا زوردار حملہ کیا کہ باہان کے خیموں تک پہنچ گئے۔ رومیوں نے بھاگ کر باہان کے خیموں کی حفاظت کی۔ باہان نے جس وقت یہ نازک صورتحال دیکھی تو نشست سے اٹھ کر بھاگ کھڑا ہوا اور رومیوں کو چیخ چیخ کر بلانے لگا اور انہیں زجر و توبیخ کرنے لگا۔ بادشاہ کا حکم سن کر رومی لوٹے اور دوبارہ لڑنے لگے۔

ادھر سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو یہ الفاظ بول کر آواز دی:

''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ یَا مَنْصُوْرُ اُمَتْ اُمَتْ''

[1] پارہ 11، التوبہ: 111، ترجمہ کنزالایمان

اے تائید خداوند قدوس (ہماری مدد کے لیے) اتر! اے لوگو! ثابت قدمی اختیار کرو، ثابت قدمی اختیار کرو۔

یہ سن کر مسلمان آگے بڑھے اور بے دریغ قتل کرنے لگے۔ مسلمان اسی طرح لڑائی میں مگن تھے کہ اچانک کسی کہنے والے کی آواز بلند ہوئی۔

”یَا نَصْرَ اللّٰہِ اَنْزِلْ یَا نَصْرَ اللّٰہِ اَقْرِبْ اَیُّھَا النَّاسُ اَلثَّبَاتُ اَلثَّبَاتُ“

حضرت عامر بن اسلم رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ہم لوگوں نے آواز دینے والے کے بارے میں غور وفکر کیا تو یہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ تھے جو اپنے بیٹے حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے کھڑے ہوئے تھے۔

مسلمانوں کے امراء نے ملکر رومیوں پر سخت قسم کا حملہ کیا اور شدید قتل وغارت گری کی۔ زنجیروں میں جکڑے رومی بہادر اپنی جگہ کھڑے رہے۔ اپنی طرف آنے والے ہر شخص کو روک رہے تھے۔ رومی تیراندازوں کی تعداد ایک لاکھ تھی انھوں نے یکبارگی تیراندازی شروع کی تو ان کے تیروں نے سورج کو اپنی آغوش میں چھپا لیا۔ اگر مددِ خداوندی مسلمانوں کے شامل حال نہ ہوتی تو سب ہلاکت کا شکار ہو جاتے۔ تیروں کے چلنے سے مسلمانوں نے ادھر ادھر بکھرنا شروع کر دیا البتہ خوشی خوشی واپس لوٹنے لگے کیونکہ مشرکوں کی بھاری تعداد ہلاک ہو چکی تھی۔

اس کے بعد ایک رومی بہادر میدانِ کارزار میں نکلا اس کی جسامت اور قد کاٹھ گویا تناور درخت کی طرح تھا۔ سنہری زرہ پہن رکھی تھی، جواہرات سے مرصع صلیب اس کے اوپر تھی اور گھوڑے پر سوار ہو کر آیا، جس پر لوہے کی بنی زرہ رکھی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں نیزہ تھامے متکبرانہ انداز میں اپنا مقابل طلب کرنے لگا۔ مسلمانوں نے اس کے دراز قد اور فربہ قسم کی جسامت دیکھی تو دیکھتے ہی رہ گئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانو! اس کی جسامت دیکھ کر خوفزدہ نہ ہو جانا، کیا تم نہیں جانتے کتنے ہی عظیم الخلقت تم نے دیکھے، مگر کتنے بزدل تھے تم میں سے جو بھی اس کا مقابلہ کرنا چاہے جا سکتا ہے، اور اللہ عزوجل سے اس کے خلاف مدد طلب کرو۔

حضرت ذوالکلاع حمیری رضی اللہ عنہ کی بہادری

راوی کا بیان ہے کہ ایک عربی غلام جس کے ہاتھ میں ایک تلوار اور ڈھال تھی، پاپیادہ اس نے رومی کے مقابلے میں نکلنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اس کے آقا حضرت ذوالکلاع حمیری رضی اللہ عنہ نے آواز دی: ”ارے غلام! واپس لوٹ۔“ پھر آپ خود ہی اس رومی کے مقابلے میں نکل کھڑے ہوئے۔

آپ قوت وشدت کا پیکر تھے۔ دونوں کے پاس نیزے تھے لہٰذا اول تو دونوں نے نیزہ بازی شروع کی۔ ان کی نیزہ بازی چنگاریوں سے بھی زیادہ شدید تھی۔ پھر انھوں نے تلواریں ہاتھوں میں لیں اور ایک دوسرے کی جانب بڑھے۔

ایک مرتبہ رومی حضرت ذوالکلاع رضی اللہ عنہ پر حملہ کرتا اور ایک مرتبہ آپ اس رومی پر حملہ کرتے۔ رومی کی تلوار انتہائی تیز تھی اس نے زوردار وار کیا جو حضرت ذوالکلاع رضی اللہ عنہ کی ڈھال، اور اس کے نیچے والے کپڑے کو چیرتی ہوئی دائیں پہلو تک پہنچ گئی جس سے آپ شدید زخمی ہو گئے۔ حتیٰ کہ ایک بازو بوجھ بن کر رہ گیا۔ حضرت ذوالکلاع رضی اللہ عنہ نے جب رومی کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو محسوس کیا تو گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور مسلمانوں کی طرف رخ کر لیا۔ رومی نے جب آپ کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو تعاقب میں خوب کوشش کی مگر ناکام رہا اور حضرت ذوالکلاع رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے پاس جا پہنچے۔ آپ کی قوم آپ کے پاس آ گئی۔ زخم سے خون بہہ رہا تھا۔ آپ نے اپنی قوم کے شہسواروں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے حمیر کے شہسوارو! جنگ میں اسلحہ اور دیگر ساز و سامان پر بھروسہ نہ کرو، بلکہ اللہ عزوجل پر بھروسہ کرتے ہوئے لڑو۔

انھوں نے جواب دیا: اے ہمارے سردار! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اسلحہ اور دیگر جنگی ساز و سامان کے بغیر جنگ کریں؟

آپ نے فرمایا: میں نے اس غلام کے پاس جنگی آلات نہ دیکھ کر ازراہ شفقت اسے واپس بلا لیا اور دل میں سوچا کہ میں اس سے بڑا شہسوار ہوں اور میرے پاس آلات بھی زیادہ ہیں۔ یہ جو میری حالت تم لوگ دیکھ رہے ہو، اسی لیے ہوئی ہے۔ خدا کی قسم! اس سے پہلے مجھے کبھی اتنا گہرا زخم نہیں لگا۔ بہرحال آپ کے زخم پر مرہم پٹی لگائی گئی پھر آپ اپنی جگہ پر جا کھڑے ہوئے اور زوردار آواز میں اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے قبیلۂ حمیر کے جوانو! اگر تم میں تمھارا سردار جنگ کی تاب نہ لاتے ہوئے میدان جنگ سے واپس لوٹ آئے تو تم میں کون اس کا انتقام لے گا؟

یہ سن کر قبیلۂ حمیر کے شہسواروں میں سے ایک مجاہد نکلے جن کے پاس یمنی تلوار اور نیزہ تھا۔ وہ آگ کی چنگاری کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ جوش انتقام کی وجہ سے وہ رومی پہلوان کی طرف دوڑے اور اس کے اردگرد چکر لگانے شروع کر دیئے پھر اچانک اس قدر زور سے نیزہ مارا، جو کہ اس کے سینے میں پیوست ہو کر رہ گیا اس طرح وہ رومی واصلِ جہنم ہو گیا۔ حمیری نوجوان نے گھوڑے سے اتر کر اس کا ساز و سامان اٹھانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ رومی لشکر کا ایک چھوٹا سا فوجی دستہ آگے بڑھا تاکہ وہ حمیری نوجوان کو سامان اٹھانے سے روک سکے مگر اس مجاہد نے ان رومیوں کو بھی ذلیل کر کے بھگا دیا۔ پھر اس مقتول کی طرف لوٹ آئے اور اس کا ساز و سامان اٹھا کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ آپ نے سارا سامان اسی نوجوان کو دے دیا۔ اس حمیری نوجوان نے وہ سارا ساز و سامان اپنی قوم کے کسی شخص کے سپرد کیا اور دوبارہ میدان جنگ میں جا کھڑے ہوئے۔

دوسرا رومی مقابلے میں نکلا مگر قتل ہو گیا۔ تیسرا نکلا تو وہ بھی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، پھر چوتھا رومی نکلا تو اس

نے حمیری نوجوان کو شہید کر دیا۔ رومی اپنے گھوڑے سے اترا اور حمیری نوجوان کا ساز وسامان اتارنے لگا کہ ادھر سے انصاری تیز اندازوں میں سے کسی نے تیر کا ایسا وار کیا جو اس رومی کا سینہ چیرتے ہوئے پار ہو گیا اور وہ رومی اسی جگہ ڈھیر ہو گیا اور جلد ہی اس کی روح دوزخ میں جا پہنچی۔

راوی کا بیان ہے کہ اس رومی کے قتل کے بعد رومیوں کے دل ہل گئے۔ ان کے چہرے متغیر ہونے لگے اور مسلمانوں کے خوف سے ہیبت زدہ ہو کر رہ گئے۔ کیونکہ اس مرتبہ قتل ہونے والا، ایک سردار تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ والیٔ نابلس تھا۔ جب اس کی قوم میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی، تو باہان بادشاہ نے زوردار آواز لگا کر ان کو تسکین دی۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا بادشاہِ لان سے مقابلہ

رومی فوج کی طرف سے ''ریاست لان'' کا بادشاہ نکلا، جس کا نام ''مربوس'' تھا۔ اس نے شاہانہ زرہ اور ریشم کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ اور جواہرات سے مرصع کمر بند باندھ رکھا تھا، اس نے میدان جنگ میں پہنچ کر ادھر اُدھر چکر لگانا شروع کر دیئے۔ اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا:

''میں مَلکِ لان (شہنشاہِ لان) ہوں میرے مقابلے میں تمھارا امیر ہی آنا چاہیے۔''

اس کی آواز سن کر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ جو کاتب وحی تھے، نکلے۔ ان کے ہاتھ میں جھنڈا تھا، لوہے کی زرہ پہن رکھی تھی، انھوں نے بھی بادشاہِ لان کی طرح کمر بند باندھا ہوا تھا، آپ گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ مقابلے کے لیے کون نکلا ہے؟ جواب دیا گیا: حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ۔ آپ نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ جسے مناسب خیال کرتے ہیں، جھنڈا دے دیں اور بغیر غور و فکر اس کے مقابلے میں نکلیں۔

جب حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے امیر کا حکم نامہ سنا تو اپنی قوم کے ایک شخص کو جھنڈا سپرد کیا اور فرمایا: جھنڈا لے کر میری جگہ پر کھڑے رہو اگر تقدیر کا لکھا مجھ پر غالب آ جائے تو یہ جھنڈا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے جانا اور انھیں دے دینا پھر وہ جسے چاہیں دے دیں بصورت دیگر میں واپس لوٹ آیا تو میں خود لے لوں گا۔

یہ سن کر اس نے جھنڈا لے لیا اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ لان کے بادشاہ کے مقابلے میں مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے میدانِ جنگ میں جا پہنچے۔

ترجمہ اشعار:

- عنقریب میں دشمنوں کی بد بخت اولاد پر تیز آہنی نیزے سے حملہ آور ہوں گا۔
- اس وقت قیصرِ روم کے لیے ہلاکت نازل ہو گی اور گروہ روم اپنے شہروں کی طرف دُم دبا کر بھاگیں گے۔

رومی نے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے اشعار سنے مگر فصیح عربی زبان نہ سمجھنے کے باعث اشعار کا مفہوم سمجھنے سے قاصر رہا۔ کہنے لگا: اے عربی! کیا کہہ رہے ہو؟

آپ نے جواب دیا: میں وہ کلام پڑھ رہا ہوں کہ جسے ہم جنگ کے دوران پڑھیں تو ہمارے دلوں میں بہادری کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور اس کے ذریعے ہمارا اللہ عزوجل کے اس وعدے پر یقین پختہ ہو جاتا ہے، جو اس نے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرمایا ہے۔

اس نے کہا: تمہارے بارے میں اللہ عزوجل نے تمہارے نبی علیہ السلام سے کس بات کا وعدہ فرمایا ہے؟

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اللہ عزوجل نے ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ طول وعرض کی فتوحات ہمیں حاصل ہوں گی اور ملکِ شام ہماری ملکیت میں آجائے گا، اللہ عزوجل کی مدد و نصرت کے ساتھ ہم کامیابی سے ہم کنار ہوں گے۔

یہ سن کر شہنشاہِ لان بولا: اللہ عزوجل ظلم و سرکشی کرنے والوں کی کبھی مدد نہیں کیا کرتا حالانکہ تم لوگ تو ہم پر اس قدر ظلم کر رہے ہو۔ یاد رکھو! تم لوگ ناحق چیز کو طلب کر رہے ہو کہ جس پر تمہارا کوئی حق نہیں۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے ہمیں جہاد کرنے کا حکم دیا ہے، سو ہم کر رہے ہیں۔ زمین کی ملکیت تو اللہ عزوجل ہی کے لیے ہے وہ جسے چاہے اس کا وارث بنا دے اور اچھا انجام تو متقین ہی کے لیے ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: میں محسوس کر رہا ہوں کہ تو عربی زبان کی پہچان رکھتا ہے، اگر تو صلیب کی عبادت چھوڑ کر دین اسلام میں داخل ہو جائے تو تُو جنتی بن جائے گا اور اس طرح تو سعادت مند ہو جائے گا۔

اس نے جواب دیا: میں دین مسیح کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ یہ دین ہی دین حق ہے۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نہ کہہ کہ مسیح، معبود ہیں اور نہ ہی یہ اعتقاد رکھ کہ ان کو سولی دی گئی اور وہ فوت ہو گئے بلکہ اللہ عزوجل نے جب تک چاہا انھیں دنیا میں زندہ رکھا پھر آسمان کی طرف اٹھالیا۔

اس نے کہا: میں اپنی بات سے کسی صورت میں بھی رجوع نہیں کروں گا۔ پھر اس نے صلیب اپنی گردن سے اتاری، دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بلند کی پھر اپنی آنکھوں سے لگائی۔ بعد میں اس سے مدد و نصرت مانگنے لگا۔

یہ صورتحال دیکھ کر حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ غضبناک ہو کر بولے: تباہ و برباد ہو جاؤ تم اور جو تیرے ساتھ ہے نیز ہر وہ شخص جو تیری طرح کے اعتقادات باطلہ کا قائل ہے یہ کہہ کر آپ نے اس پر حملہ کر دیا۔ پھر دونوں میں اتنی زبردست قسم کی لڑائی ہوئی کہ دونوں فوجوں کی آنکھیں حیرت زدہ ہو کر رہ گئیں۔ مسلمانوں نے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے لیے مدد خداوندی کی دعا کی۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے اس کافر کی شدت وقوت دیکھی تو تدبیر کرتے ہوئے اس کے سامنے سے بھاگ نکلے اِدھر

دشمنِ خدا بھی آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ جب حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا کہ وہ قریب آ چکا ہے تو اچانک آپ نے گھوڑے کی لگام واپس کھینچی، نیزہ ہاتھ میں لے کر اس کے سینے پر مارنے کا ارادہ کیا تو وہ مشرک نیزہ لگنے سے خوفزدہ ہو گیا۔ آپ نے نیزہ مارا مگر اسے نہ لگا اور اس طرح وہ بچ گیا۔

اس کے بعد وہ بولا: اے گروہ عرب! تم لوگ مکر وفریب کرنے سے باز نہیں آ سکتے؟

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا تجھے ہلاک کرے! کیا تو نہیں جانتا کہ جنگ تو ہے ہی مکر وفریب کا دوسرا نام۔"

اس نے کہا: "تو پھر تیرے اس حیلے بازی نے تجھے کیا نفع دیا؟

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس کے بعد دونوں اس قدر سختی سے لڑے کہ دونوں کی تلواریں ٹوٹ گئیں پھر دونوں ایک دوسرے کے بغل گیر ہو گئے اور لڑنے لگے۔

مشرک کا جسم خوب موٹا اور فربہ تھا جبکہ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کثرت صیام وقیام کے باعث نہایت کمزور ہو چکے تھے اس لیے مشرک نے آپ کو دبوچ لیا، جس سے آپ کو تکلیف محسوس ہوئی۔ مشرک نے گھوڑے پر سواری کی حالت میں زین پر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ ادھر دونوں فریق اس خوفناک منظر کو دیکھ رہے تھے۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کا بادشاہِ لان کو قتل کرنا

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: دونوں کی لڑائی دیکھ کر اور مشرک کی طاقت دیکھ دیکھ کر خدا کی قسم! میرا دل غصہ سے بھر گیا۔ میں نے دل میں سوچا "اے ضرار! تو برباد ہو جائے، مشرک، کاتب وحی حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو قتل کر رہا ہے اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے؟ کس چیز نے تمھیں ان کی مدد کرنے سے روک رکھا ہے؟"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

دبلی پتلی ہرنی کی طرح حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے ان کی جانب گئے حتیٰ کہ قریب جا پہنچے۔ دونوں کو حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کی آمد کا قطعاً علم نہ تھا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں خنجر تھا، انھوں نے وہ خنجر ملک لان کی پشت میں مارا جو اس کا دل چیرتا ہوا پار ہو گیا اور وہ قتل ہو کر گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اس طرح حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے رومی کے چنگل سے نجات پائی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب شہنشاہ لان گھوڑے کی پشت سے نیچے گرا تو شرحبیل رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے سے اترے اور رومی کا سارا ساز وسامان اتار لیا۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ رومی کے گھوڑے پر سوار ہو گئے اور دونوں مسلمانوں کے پاس لوٹ آئے۔ مسلمانوں نے

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو مبارکباد دی اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو رومی سے بچایا۔

اس کے بعد حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت اٹھایا تو ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے جھگڑا کیا اور فرمایا: سامان پر میرا حق ہے، اس لیے کہ رومی کو میں نے قتل کیا ہے۔ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سامان پر میرا حق ہے کیونکہ مقابلے کے لیے میں نکلا تھا۔ [1]

دونوں حضرات فیصلہ کرانے کے لیے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں میرے فیصلے سے عدمِ رضامندی کا اظہار نہ کریں، لہٰذا انھوں نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا:

"اے امیر المؤمنین! ایک شخص مقابلے کے لیے میدان جنگ میں نکلا اور رومی سے اس کا مقابلہ ہوا، اس نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ رومی کو قتل کردے۔ مسلمانوں میں سے ایک اور شخص نکلا اور اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرتے ہوئے رومی کو قتل کردیا۔" "مال غنیمت کا سامان کس کے لیے ہے؟"

آپ رضی اللہ عنہ نے خط میں دونوں میں سے کسی کا بھی نام خط میں ذکر نہ کیا۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے جواب آیا کہ سامان قاتل کے لیے ہے۔ لہٰذا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سامان حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو دیدیا اور فرمایا:

﴿ ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ط ﴾

"یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔" [2]

یکے بعد دیگرے رومی سرداروں کی موت

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے لان کے بادشاہ کو قتل کیا تو رومیوں میں غیض وغضب کی لہر دوڑ گئی۔ اسی وقت ایک بہادر شہسوار میدان میں نکلا اور اپنا مدمقابل طلب کرنے لگا۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے میں نکلے اور جاتے ہی اسے واصلِ جہنم کردیا اور آپ نے اس کا سازوسامان اتارلیا۔ اس کے بعد دوسرا پھر تیسرا اور پھر چوتھا آیا، انھیں بھی بہت جلد موت کے گھاٹ اتاردیا اور ان سب کا بھی سازوسامان اتارلیا۔

---

[1] ان کا جھگڑا کرنا یقیناً مال کی محبت میں نہ تھا بلکہ حکمِ شرعی کی تعمیل کی غرض سے تھا۔ (مترجم عفی عنہ)

[2] پارہ 6، المائدہ 54، ترجمہ کنزالایمان

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے بہادروں کو مار کر انھیں بے دست و بازو کر کے رکھ دیا۔ انھوں نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر اپنی جان کو خطرے میں ڈال دیا۔ اب تھکاوٹ کی وجہ سے مجھے ان کے بارے میں خوف سا محسوس ہو رہا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بات سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو آواز دی اور انھیں قسم دے کر واپس آنے کا حکم دیا۔ امیر کی آواز سن کر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اپنی جگہ آ کر کھڑے ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک اور رومی سردار نکلا اور میدانِ کارزار میں آ کھڑا ہوا۔ اس مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے میں گئے۔ یہ سردار لان کے بادشاہ کا داماد تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد اس کا ساز و سامان، تاج، کمر بند، صلیب اور زرہ اتار لی ان ساری چیزوں کی قیمت پندرہ ہزار درہم بنی۔

یوم تعویر

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب باہان بادشاہ کو اس سردار کے قتل کی خبر دی گئی تو وہ آگ بگولہ ہو کر بولا: ''ایک دن میں ہمارے دو سردار قتل ہو گئے، میرے خیال میں مسیح علیہ السلام نے ہماری مدد کرنا چھوڑ دی ہے۔'' یہ کہہ کر باہان نے تیراندازوں کو مخاطب کر کے حکم دیا کہ یک بارگی تیر چھوڑیں۔ تیراندازوں نے تیر کمانیں سنبھالیں اور مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک ہی وقت میں ایک لاکھ تیر چھوڑے گئے۔ مسلمانوں پر بارش کی طرح تیر برسنے لگے جن کی زد میں آ کر بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔ سات سو مسلمان اس حملے میں یک چشم ہو گئے۔ اسی وجہ سے اس دن کو ''یوم تعویر'' کا نام دیا گیا یعنی کانا کرنے والا دن۔

اس روز جن اصحاب کی ایک آنکھ جاتی رہی، ان میں مغیرہ بن شعبہ، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل تمیمی، ابوسفیان بن صخر بن حرب اور راشد بن سعید رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔

بعد میں ان حضرات سے جو شخص بھی ملتا وہ پوچھتا: تمھاری آنکھوں کو کیسے تکلیف پہنچی؟ وہ جواب دیتے: اسے تکلیف و مصیبت مت کہو بلکہ یہ تو اللہ عزوجل کی طرف سے آزمائش تھی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تیروں کے لگنے سے مسلمانوں میں شدید قسم کی بے تابی پھیل گئی حتیٰ کہ ہر طرف سے یہی آواز سنائی دے رہی تھی:

''وَاعَیْنَاہُ وَابْصَرَاہُ وَاحَدَ قَتَاہُ''

ہائے ہماری آنکھ، ہائے ہماری بینائی، ہائے ہماری آنکھ کا ڈھیلا۔

مسلمانوں کی اضطرابی حالت عروج پکڑتی گئی اور وہ گھوڑوں کو موڑ کر بھاگنے لگے۔ جب باہان لعین نے مسلمانوں کی اضطرابی حالت دیکھی تو تیراندازوں کو اور زیادہ تحریض (ہلا شیری) دی پھر بیڑیوں میں جکڑے ہوئے رومیوں کو مسلمانوں کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا تو وہ آگے بڑھنے لگے۔

جرجیر، قناطیر اور قورین نے بھی حملہ کرنے کی خواہش کی مگر باہان نے کہا: تم لوگ ابھی ٹھہرو! تیراندازوں کو اپنا کام کرنے دو، لہٰذا تیراندازوں نے اور زیادہ تیراندازی شروع کر دی۔ بیڑیوں میں جکڑے رومیوں نے اپنی تلواریں لیں اور حملہ آور ہو گئے۔ ان کی تلواریں سورج کی کرنوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ جنگ دوبارہ اپنے عروج تک پہنچ چکی تھی۔

اس رومی حملے سے مسلمانوں کو جو تکالیف درپیش آئیں مسلمانوں نے اپنی جانوں پر شفقت کرتے ہوئے ان سے واپس لوٹنا مناسب خیال کیا۔

مسلمانوں کا میدانِ جنگ چھوڑ دینا

حضرت عباد بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رومی لشکر کو دیکھا کہ وہ ہماری طرف آ رہے ہیں، ادھر مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ بھاگ رہے ہیں اور ان کے گھوڑے بھی کوتاہی کرنے لگے ہیں۔ جب میں نے یہ صورتحال دیکھی تو لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھنا شروع کیا اور دعا کی کہ "اے ہمارے پروردگار! ہم پر ویسی ہی مدد و نصرت نازل فرما جو تو نے ہر جگہ ہم پر نازل فرمائی۔"

پھر میں نے چیخ چیخ کر قبیلۂ حمیر کو مخاطب کر کے کہا: "جنت کو چھوڑ کر آگ کی طرف بھاگ رہے ہو؟ یہ بھاگنا کیسا ہے؟ میدانِ جنگ سے بھاگ کر جو خدا کے حضور شرمندہ ہونا پڑے گا، کیا تمھیں اس کا ذرہ بھر بھی خوف نہیں ہے؟ کیا تمھیں اس جبار کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہونا؟ کیا اللہ عزوجل پوشیدہ امور کا علم نہیں رکھتا کہ تم کفار سے خوفزدہ ہو کر راہِ فرار اختیار کر رہے ہو؟"

آپ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میری بات کا کسی نے بھی جواب نہ دیا گویا کہ وہ بہروں کی طرح بالکل سن ہی نہیں رہے تھے۔

میں نے سوچا کہ تیرا قبیلہ تو گونگا ہو چکا ہے جواب کیسے دے گا؟ لہٰذا میں نے سارے عرب قبائل کو مخاطب کر کے آوازیں لگائیں مگر ہر شخص اپنی جان بچانے کی فکر میں تھا۔ میں نے اب کثرت سے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کا ورد شروع کر دیا۔

کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اللہ عزوجل کی مدد و نصرت نازل ہوئی۔ وہ اس طرح کہ مسلمان میدان جنگ چھوڑ کر اس ٹیلے کا رخ کرنے لگے، جہاں خواتین پناہ گزین تھیں۔ میدان جنگ میں جھنڈے اٹھانے والوں کے علاوہ کوئی نہ بچا۔

حضرت عبداللہ بن قرط اسدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ملک شام کی ساری جنگوں میں شامل رہا تھا مگر یوم تعویر (روز چشم گل) سے زیادہ سخت جنگ میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ میں نے دیکھا کہ گھوڑے اپنی دموں کے بل پیچھے لوٹ رہے تھے جبکہ مسلمان امراء اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھے مسلسل لڑ رہے تھے حالانکہ جھنڈے بھی ان کے ہاتھوں میں تھے۔ حضرت ابوعبیدہ، یزید بن سفیان، عمرو بن عاص، مسیب بن نجیبہ فزاری، عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہم بھی تنگ لڑائی میں مشغول تھے۔

مسلم خواتین کا جذبۂ جہاد

آپ فرماتے ہیں: میں نے دل میں سوچا کہ یہ چند نفوس، کتنے رومیوں کو قتل کر سکیں گے کیونکہ ان کی تعداد تو رومیوں کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ حتیٰ کہ میں نے دیکھا کہ مسلمان خواتین، جنھیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگوں میں دیکھا جو تھکے ماندے لوگوں کو پانی پلاتیں اور خود بھی بعض اوقات میدان جنگ میں نکل کھڑی ہوتیں۔ میں نے قبیلۂ قریش کی کسی خاتون کو نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد میں اور نہ ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگِ یمامہ میں اس قدر بہادری کے ساتھ لڑتے دیکھا، جتنی بہادری سے وہ جنگِ یرموک میں لڑیں۔

آپ فرماتے ہیں: یرموک کی جنگ میں مسلمان خواتین میدانِ جنگ میں نکلیں اور رومیوں میں جا گھسیں۔ اس کے بعد تلواروں کے ساتھ خواب لڑائی کی۔ [1]

مہاجر خواتین دوسری خواتین کے ساتھ مل گئیں۔ اس وقت جنگ اپنے عروج پر تھی، خواتین اپنا نسب، ماں (قوم و ملت) اور لقب کا ذکر کر کر کے آوازیں دیتیں اور مشرکوں کو موت کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔ میخوں کے ساتھ گھوڑوں کے مونہوں پر ضرب لگاتیں اور اپنے بچے اٹھا اٹھا کر ان کے سامنے لاتیں۔ بعض خواتین تو مشرکین کے ساتھ لڑ رہی تھیں جبکہ بعض مسلمانوں کو مار مار کر مشرکین کی طرف لوٹا رہی تھیں۔ بعض خواتین مسلمانوں کو پانی پلا رہی تھیں جبکہ بعض زخمیوں کو مرہم پٹی لگا رہی تھیں۔

معرکہ اسی طرح جاری تھا کہ رومی فوجیوں کا ہجوم ہو گیا تب قبیلۂ لخم، جذام اور خولان کی خواتین میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئیں۔

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا ام حکیم بنت حرث رضی اللہ عنہا سلمیٰ بنت لوی رضی اللہ عنہا سامنے آئیں اور بھاگنے والی خواتین کے چہروں اور سروں پر مارنا شروع کر دیا اور کہنے لگیں: ''ہمارے سامنے سے ہٹ جاؤ اور لوٹ جاؤ! کیونکہ تم نے ہماری جماعت

[1] حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت ہی میں ایسا دیکھنے کو ملا تھا۔ (مترجم عفی عنہ)

کو بھی کمزور کر دیا ہے۔"

راوی کا بیان ہے: یہ سن کر لخم اور جذام کی خواتین دوبارہ میدان جنگ میں نکل آئیں اور خوب بہادری سے لڑیں۔

اس روز ہر خاتون کی زبان سے نصیحت آمیز الفاظ ہی صادر ہو رہے تھے۔ حضرت ام حکیم بنت حارث رضی اللہ عنہا نے آواز دی: "اے گروہ عرب! ان بے ختنہ لوگوں کو تلواروں سے اڑا کر رکھ دو۔"

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے خاوند حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے شانہ بشانہ تھیں۔ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جب کسی رومی کو مارتے تو آپ بھی اسی طرح مارتیں۔

مسلمانوں نے جب خواتین اسلام کو قتل و غارت کرتے دیکھا تو وہ بھی میدان جنگ میں لوٹ آئے۔ جو بھی ایک دوسرے کو ملتا تو کہتا: اگر ہم ان خواتین کی طرح نہیں بھی لڑ سکتے تو ہمیں عام عورتوں کی طرح چوڑیاں پہن کر پردہ نشین ہو جانا چاہئے۔

اللہ عزوجل قریش کی خواتین کو جنگ یرموک میں بہادری کا مظاہرہ کرنے پر سعادت مند فرمائے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے عبدالرحمٰن بن فضل رحمۃ اللہ علیہ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے انھوں نے حضرت مکول رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بتایا کہ جنگ یرموک پندرہ ہجری کے ماہ رجب میں لڑی گئی۔

حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کا جہاد

حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک رومی سپاہی ہماری طرف حملہ کرنے کے لیے بڑھا تو حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا نے اس پر حملہ کر دیا اور اسے تلوار سے مارنا شروع کر دیا۔ مگر اس ظالم نے آپ کے سر پر تلوار کا وار کیا جس سے خون نکلنا شروع ہو گیا اور آپ زمین پر گر گئیں۔

حضرت عفیرہ بنت عثمان رضی اللہ عنہا نے جب ان کو زمین پر گرتے دیکھا تو چیخ مار کر کہا: خدا کی قسم! حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اپنی بہن کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہو گئے انھوں نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کا سر اپنے گھٹنوں پر رکھا۔ سر میں گہرے زخم کی وجہ سے بال خون سے رنگے ہوئے تھے۔ حضرت عفیرہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں:

آپ کیسی ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: میں خیریت سے ہوں لیکن عنقریب یقیناً جامِ شہادت نوش کر لوں گی...... کیا تمھیں میرے بھائی کی کوئی خبر ہے؟

حضرت عفیرہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے انھیں کہیں نہیں دیکھا۔

یہ سن کر حضرت خولہ ﷞ بولیں: اے پروردگارِ عالم! میرے بھائی کی جگہ فدیہ کے طور پر مجھے لے لے اور اسلام کی خاطر انھیں کوئی دردوالم نہ پہنچانا۔

حضرت عفیرہ ﷞ فرماتی ہیں: میں نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح سے وہ کھڑی ہوں اور میرے ساتھ چلیں مگر بے سود۔ پھر ہم خواتین نے انھیں اٹھالیا اور خیموں میں ان کی جگہ لے آئیں۔

آپ فرماتی ہیں کہ جب رات کا وقت ہوا تو میں نے ان کو دیکھا کہ لوگوں کو پانی پلاتی ہوئیں ادھر اُدھر جارہی ہیں گویا کہ انہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچی تھی۔

ان کے بھائی حضرت ضرار ﷛ نے جب ان کے سر میں زخم کا نشان دیکھا تو دریافت فرمایا کہ ''تمھیں کیا ہوا؟'' وہ بولیں: رومی سپاہی نے مجھے مارا تھا جسے بعد میں حضرت عفیرہ ﷞ نے قتل کر دیا، یہ اسی زخم کا نشان ہے۔

حضرت ضرار ﷛ نے یہ سن کر فرمایا: پیاری بہن! جنت کی خوش خبری لو اور خوش ہو جاؤ۔ میں نے تمھارے اس زخم لگنے کا انتقام لینے میں بہت سے رومیوں کو پکڑا اور موت کے گھاٹ اتارا۔

علامہ واقدی ﷫ لکھتے ہیں:

دن کے پہلے حصے میں ہی جنگ شروع ہوگئی تھی لیکن جوں جوں شام کا وقت قریب آرہا تھا جنگ میں پہلے سے زیادہ شدت ہونے لگی۔

حضرت ابوعبیدہ ﷛ ہاتھ میں جھنڈا لیے مسلسل لڑتے رہے۔ دشمن بھی آپ کی طرح پوری قوت سے لڑے یہاں تک کہ رات کی تاریکی نے دونوں گروہوں میں جدائی ڈالی۔ ''یوم تعویر'' (روز چشم گُل) میں چار ہزار رومی ہلاکت کا شکار ہوئے۔ اس سے زیادہ تعداد بھی ہوسکتی ہے۔ حضرت خالد بن ولید ﷛ کے بارے میں بتایا گیا کہ ان کی نو تلواریں اسی دن ٹوٹ گئیں۔

علامہ واقدی ﷫ لکھتے ہیں:

ہمیں اس شخص نے جو یرموک کی جنگ میں شامل رہا تھا، بتایا کہ میں نے ایک سو بہادر دیکھے جنھیں خالد بن ولید ﷛ نے اپنی تلوار سے واصلِ جہنم کیا۔

حضرت حازم بن معن ﷛ فرماتے ہیں: مشرکوں کے لشکر کے قلب کی جانب سے ریشم کا لباس پہنے ابلق نسل کے گھوڑوں پر سوار مشرکین نکلے، ان کی صفیں پہاڑوں کی طرح مضبوط تھیں۔ جب وہ میدان میں نکلے تو انھوں نے مسلمانوں کے لشکر کے قلب پر یکبارگی حملہ کر دیا۔ جواہرات سے مرصع کی ہوئی صلیبیں ان کے درمیان میں بلند ہو رہی تھیں۔ ان کے میمنہ نے ہمارے میسرہ اور ان کے میسرہ نے ہمارے میمنہ پر حملہ کر دیا۔ رومی فوج مسلمانوں کو ایک مرتبہ پھر دھکیلتے ہوئے عورتوں کے خیمے تک لے آئی۔ ادھر سے خواتین نے مارنا شروع کر دیا، وہ چیخ چیخ کر یہ کہہ رہی تھیں:

''اللہ اللہ! اپنی شکست کی وجہ اسلام کو تو کمزور مت کرو، مسلمانو! اللہ عزوجل سے ڈرو۔''

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک نڈر شخص تھا جس کا نام حضرت نجم بن مفرح رضی اللہ عنہ تھا۔ اس کا شمار چوٹی کے خطباء میں ہوتا تھا۔ فصیح عربی زبان بولنے کا ماہر تھا، نہایت دقیق الفاظ میں گفتگو کرتا۔ اس کی آواز میں اس قدر چاشنی تھی کہ عرب کے لوگ اور فصحاء اس کا نظم ونثر کلام سننے کے لیے آیا کرتے تھے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عبدالملک نے مجھے محمد رحمۃ اللہ علیہ سے انھوں نے اپنے باپ سے، انھوں نے حسن بن کعب رحمۃ اللہ علیہ سے وہ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ سے وہ عوف رحمۃ اللہ علیہ سے انھوں نے موسیٰ بن عمران یشکری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بتایا کہ میں نے نصر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کو جامع النیل میں واقعہ یرموک کا قصہ بیان کرتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا:

تقدیر کے فیصلہ کے مطابق لوگ میدانِ جنگ چھوڑ کر واپس اپنے مورچوں میں لوٹ گئے مگر بنی محارب کا ایک نوجوان اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اس نوجوان کو نجم بن مفرح رضی اللہ عنہ کہا جاتا تھا۔ وہ جب بھی تکلم کرتا تو نہایت اچھے انداز میں کرتا۔ مُسَجَّع کلام کرتا، ہم نے معرکۂ یرموک کے بارے اُس کا کلام سنا اور بعد میں اسی انداز میں بیان کرتے تھے۔ مجھے یہ خبر ملی کہ متاخرین فصحاء و بلغاء مثلاً اصمعی اور ابوعبیدہ لغوی رحمہما اللہ بھی اس کے حُسنِ کلام سے متاثر ہو کر اس کی پیروی کیا کرتے تھے۔

حضرت نجم بن مفرح رضی اللہ عنہ کا خطاب

مسلمانوں کی ہزیمت کے وقت بالجملہ جو اس نے مقررانہ انداز میں بیان کیا، وہ اس طرح تھا:

''اے لوگو! اس دن کے بعد ایک اور دن بھی آنے والا ہے جب تم اپنا کیا دھرا دیکھو گے، جنت میں داخلہ اسی صورت میں ملے گا کہ سخت مصائب پر صبر کا دامن تھاما جائے۔ خدا کی قسم! جہاد کو ناپسند کرنے والا کبھی جنت تک رسائی نہ پا سکے گا۔ پھر شعر پڑھا:

ترجمہ اشعار:

❀ اللہ عزوجل کی جنت آسمان کی وسعت کی طرح بہت وسیع اور طویل وعریض ہے لیکن وہ مشقتوں اور تکلیفوں سے گھری ہوئی ہے۔

اعلیٰ درجہ، شہادت کا درجہ ہے۔ سو اللہ عالم الغیب والشھادۃ کو راضی کر لو۔ دیکھو! جہاد اب فرض ہو چکا ہے اور جنگ بھی اپنے عروج پر ہے۔ نفاق کے بادل ہر سو چھا چکے ہیں، تم لوگ تو زمانے کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہو! پھر ثابت

قدمی اور مدد و نصرت سے مایوسی کیسی؟

آؤ! اپنی ثابت قدمی سے محمد مصطفیٰ ﷺ کی مقدس روح کو خوش کر دو، اپنی نیتوں کو صاف کر کے میدان جنگ میں ڈٹے رہو، اپنے آپ کو ہزیمت زدہ ہو کر واپس لوٹنے سے بچاؤ! ورنہ عذاب نار اور جبّار و قہّار کے غیض و غضب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

قسم ہے اس ذات کی جو تقدیر کا پیدا فرمانے والا ہے اور نظامِ کائنات چلانے والا ہے! اس کے پاس ہر چیز مقدر ہو چکی ہے، تمھارے لیے ایسی خوبرو حوریں مزین کی گئیں ہیں، جو اپنے ہاتھوں میں ماءِ معین لیے تمھارے انتظار میں ہیں۔ تو جو دارِ بقاء کا طلبگار ہے وہ ہر مصیبت کو گلے لگا لے۔

مسلمانو! صبر کا دامن مضبوطی سے تھامو گے تو تمھارے نامۂ اعمال میں اس کا اجر لکھا جائے گا۔ اپنے حُسنِ عمل کے سبب مومنوں کو خوش کر دو، راہ ہدایت سے بھٹکنے سے بچو اور کفار کے ساتھ جہنم میں جھلنے کی موافقت پیدا نہ کرو بلکہ اپنے اسلاف کے نقش قدم پر چل کر ان کے ساتھ موافقت قائم کرو۔

سنو! قرآن کریم میں ارشاد باریٰ تعالیٰ ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ص وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝﴾

"اللہ نے وعدہ دیا ان کو جو تم میں سے ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ضرور انھیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو دی اور ضرور ان کے لیے جما دے گا ان کا وہ دین جو ان کے لیے پسند فرمایا ہے اور ضرور ان کے اگلے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ میری عبادت کریں میرا شریک کسی کو نہ ٹھہرائیں اور جو اس کے بعد ناشکری کرے تو وہی لوگ بے حکم ہیں۔"[1]

مسلمانو! آگے بڑھو کیونکہ آگے بڑھنے والے ہی سبقت لے جاتے ہیں، جہاد کرو! کیونکہ جہاد کرنے والے ہی کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝﴾

[1] پارہ 18، النور 55، ترجمہ کنزالایمان

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔''[1]

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سرخ رنگ کی پٹی سر پر باندھی اور رومیوں پر حملہ کر دیا۔ آپ اپنا نام لے کر انھیں خوفزدہ کر رہے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ایمان افروز واقعہ

ایک اور سردار جس کو نسطور کہا جاتا تھا، ریشمی لباس زیب تن کیے میدان جنگ میں نکلا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے اپنی طرف بلانے لگا۔ آپ لڑائی میں اس قدر منہمک تھے کہ اس کی للکار کی طرف توجہ نہ دی اور ویسے بھی وہ نہ سمجھ آنے والے الفاظ میں آواز دے رہا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب اس کی بڑبڑانے کی آواز سنی تو اندازہ لگا لیا کہ مقابلے کے لیے بلا رہا ہے، تو آپ بھی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس کے بعد دونوں کے درمیان شدت کی لڑائی ہوئی۔ دونوں اسی طرح لڑنے میں مصروف تھے کہ اچانک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا گھوڑا منہ کے بل نیچے گرا تو آپ بھی اس کے سر کی جانب جھک گئے۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں نے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھنا شروع کر دیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ گھوڑے کو اٹھانے کے لیے اسے جی، جی کہنے لگے۔ ادھر سے سردار نسطور نے تلوار کا دستہ آپ کی کمر پر مارا جس سے آپ کی کلاہ (ٹوپی) نیچے گر گئی۔ آپ نے چیخ کر فرمایا: ''میری ٹوپی، اللہ عزوجل تم پر رحمت فرمائے! اسے اٹھاؤ۔''

بنی مخزوم کا ایک آدمی آگے بڑھا اور اس نے کلاہ اٹھا کر آپ کو دے دی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ٹوپی پہن لی۔ بعدازاں جب آپ سے پوچھا گیا:

اے ابوسلیمان! آپ لڑائی میں اس قدر نازک حالت میں تھے اور حال یہ تھا کہ آپ ''میری ٹوپی میری ٹوپی'' کی آوازیں لگا رہے تھے؟

آپ نے جواب دیا: حجۃ الوداع کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک کے بال اتروائے تو میں نے آپ کے بال مبارک اٹھا لیے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''اے خالد رضی اللہ عنہ! تم انھیں کیا کرو گے؟''

---

[1] پارہ 4، آل عمران: 102، ترجمہ کنزالایمان

تو میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللّٰہ علیك وسلم! میں ان کے وسیلے سے برکت حاصل کروں گا اور میں ان کے وسیلے سے دشمنوں کے ساتھ لڑتے وقت مدد طلب کروں گا۔ یہ سن کر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تک تیرے پاس یہ بال موجود رہیں گے، تیری مدد کی جاتی رہے گی۔'' [1]

سُبْحَانَ اللهِ، اَللهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی لیے میں نے ان موئے مبارک کو اپنی ٹوپی کی اگلی جانب رکھا ہوا ہے۔ میں جب بھی اس کلاہ کو پہنتا ہوں تو دشمنِ خدا، رسول اللہ ﷺ کے بال مبارک کی برکت سے شکست کھا جاتا ہے (اسی لیے میں ''میری ٹوپی'' کی آواز میں لگا رہا تھا)۔

بہرحال آپ نے سرخ پٹی کے ساتھ کلاہ کو مضبوطی سے باندھا اور دوبارہ نسطور نامی سردار پر حملہ کیا۔ اس بار آپ نے ایسی ضرب لگائی جو اس کے دونوں شانوں کو چیرتی ہوئی پار نکل گئی۔ باقی کھڑے سرداروں نے جلدی سے اسے پیچھے کھینچ لیا مگر وہ ہلاک ہو چکا تھا۔ اس کے بعد کسی سردار کو آگے آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انھیں مقابلے کے لیے بلاتے رہے مگر کوئی بھی ان کے مقابلے کے لیے نہ نکلا۔ آپ مسلسل رومیوں سے لڑتے رہے حتیٰ کہ تھک کر نڈھال ہو گئے۔

حارث بن ہشام مخزومی رضی اللہ عنہ کا دل پسیج کر رہ گیا وہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنی ذمہ داری ادا کر دی ہے اور تلوار کا بھی حق ادا کر دیا ہے، اب آپ انھیں ذرا آرام کرنے کا حکم دیں۔

یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان کی طرف گئے اور ان سے فرمانے لگے: تجھے قسم ہے! آگے مت بڑھو۔ میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ واپس لوٹ آؤ اور ذرا آرام کر لو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اے امیر! خدا کی قسم! میں تو پوری طرح کوشش کر رہا ہوں کہ کسی طرح شہادت کا جام نوش کر لوں، اگر میں نے اس عمل میں کوئی خطا کی ہے تو اللہ ﷻ میری نیت سے بخوبی واقف ہے۔

یہ کہہ کر انھوں نے دوبارہ حملہ کیا اور اپنے حملے سے اس وقت تک واپس نہ لوٹے جب تک دشمن کے ساتھ لڑائی کا نتیجہ ظاہر نہ ہو گیا۔

---

[1] اس واقعے میں کتنا واضح اشارہ موجود ہے کہ اللہ ﷻ کی بارگاہ میں وسیلہ صرف اعمال ہی نہیں بلکہ مقبول بندوں سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے نیز جب ان سے نسبت رکھنے والی چیزوں کو وسیلہ بنانا جائز ہو تو خود ان ہستیوں کو وسیلہ بنانا کس طرح ناجائز ہو سکتا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

رومیوں کی شکست

نتیجہ یہ نکلا کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا تو آپ کے ساتھ مل کر دوسرے مسلمانوں نے بھی حملہ کیا۔ دشمنوں کو ہزیمت کا شکار کرتے ہوئے ان پر چڑھائی کرتے رہے۔ خواتین بھی اس بار پیش پیش تھیں۔ دونوں گروہوں کے درمیان میدانِ جنگ کافی گرم رہا پھر رومیوں نے اپنی ایڑیوں کے بل بھاگنا شروع کیا۔ ان کے ہزاروں سپاہی مارے گئے۔

رہی بات زنجیروں میں جکڑے رومیوں کی، تو ان میں سے بھی اکثر تو مارے گئے اور بعض گھوڑوں کے پیروں تلے روندے گئے۔ لڑائی کی کشمکش اسی طرح جاری تھی کہ غروب آفتاب درمیان میں حائل ہو گیا۔ اس طرح دونوں گروہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے۔ رومیوں کا بہت زیادہ خون بہا۔ سرزمین یرموک، ان کے مقتولوں سے بھری پڑی تھی۔ زخمیوں کی حالت بھی ایسی ہی تھی۔ مسلمانوں کی بنسبت رومیوں کا خون زیادہ بہا تھا۔ ہر قوم اپنی اپنی جگہوں پر واپس لوٹی اور اپنے زخمیوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنے لگی۔ بعض خواتین اسلام نے کھانا تیار کرنا شروع کیا اور بعض زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے اور پیاسوں کو پانی پلانے میں مشغول ہو گئیں۔

اس رات حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کسی کو بھی مسلمانوں کی نگرانی پر مامور نہ فرمایا کیونکہ وہ تھکاوٹ سے بہت زیادہ نڈھال ہو چکے تھے بلکہ بذات خود چند مسلمانوں کے ساتھ نگرانی کے لیے نکلے۔ دوران گشت آپ نے دو گھوڑ سواروں کو دیکھا وہ بھی مسلمانوں کے اردگرد چکر لگا رہے تھے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب بھی ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهِ'' کا نعرہ لگاتے تو ان کی طرف سے ''مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کی آواز آتی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب ان کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ یہ تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ نے دونوں کو سلام کیا اور فرمایا:

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھو کے بیٹے! تم دونوں کیوں باہر نکلے ہوئے ہو؟

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہم مسلمانوں کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا مجھ سے کہنے لگیں: یا ابن عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مسلمان آج سارا دن جہاد کرنے کی وجہ سے تھک چکے ہیں اب ان کو آرام کی بھی ضرورت ہے جبکہ رات کے وقت ان کی نگرانی کرنا بھی ضروری ہے تو کیا آپ اس معاملے میں میرا ساتھ دیں گے؟ تو میں نے ان کی درخواست قبول کی اور اب ہم اپنا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دونوں کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آپ دونوں واپس لوٹ جائیں مگر دونوں نے واپس لوٹنے سے معذرت طلب کی اور پوری رات یونہی مسلمانوں کی خبرگیری کرتے ہوئے گزار دی۔

رومیوں کی ہلاکت کا ایک سبب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے ابوعبیدہ نے صفوان بن عمرو بن عبدالرحمٰن بن جبیر سے روایت کر کے بتایا کہ ابوالجعید اہلِ حمص کے رؤساء میں سے ایک رئیس تھا۔ جب مسلمانوں کے خلاف رومی فوج میدانِ یرموک میں جمع ہونے لگی تو رومی حمص میں داخل ہوئے۔ انھوں نے زراعہ نامی ایک وادی میں پڑاؤ ڈالا۔ اس کے بعد ابوالجعید نے خوشگوار آب و ہوا اور پانی کی فراوانی کی وجہ سے زراعہ میں ایک گھر تعمیر کروایا اور حمص کو چھوڑ کر وہاں آبسا۔ اتفاق سے رومی فوج بھی وادیٔ زراعہ میں پڑاؤ ڈال چکی تھی۔ اس روز ابوالجعید کی شادی تھی۔ اس کی نئی نویلی دلہن بیاہ کر اس کے گھر لائی گئی۔

رومی فوج کو دیکھ کر ابوالجعید نے سوچا چلو ان کی بھی ضیافت کیے دیتے ہیں۔ سو اس نے رومیوں کی خاصی مہمان نوازی کی، انھیں کھانا کھلایا اور بعد میں شراب کے دور چلے، جب کھانے سے فراغت حاصل ہو چکی تو رومی بولے: اپنی بیوی کو ہمارے پاس لا۔ یہ سن کر ابوالجعید نے انکار کیا اور انھیں سب و شتم بھی کیا مگر وہ مسلسل دلہن کی طلب کرتے رہے۔ جب تکرار بڑھنے لگا تو رومی خود ہی اٹھے زبردستی دلہن کو پکڑا اور باقی تمام رات اس سے بدکاری کرتے رہے۔

ابوالجعید غمگین ہو کر رونے لگا اور رومیوں کو بددعائیں دینے لگا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے ابوالجعید کے بیٹے کو مار ڈالا۔ علامہ فرماتے ہیں اس بچے کی ماں جو ابوالجعید کی پہلی بیوی تھی، اپنے بچے کے پاس گئی اور ادھ موئی حالت میں اس کا سر اپنی گود میں اٹھا لیا۔ پھر وہ اس سر کو لے کر اس لشکر کے سردار کے پاس گئی۔ اس کے سامنے سر رکھ کر اپنی شکایت پیش کی اور کہنے لگی: دیکھ تیرے ساتھیوں نے میرے بچے کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے، سو تم میرے بچے کا قصاص دلاؤ۔ یہ عورت فریاد کرتی رہی مگر سردار نے مطلق توجہ نہ دی اور اس کی باتوں سے اعراض کرتا رہا۔

بچے کی ماں نے کہا: "خدا کی قسم! عربوں کی تمھارے خلاف ضرور مدد کی جائے گی یہ کہہ کر وہ عورت لوٹ آئی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھوں رومی ہلاک ہو گئے۔

ابوالجعید کا رومیوں کو دامِ فریب میں پھنسانا

بہرحال جنگِ یرموک میں جب نسطور قتل ہو گیا اس کے بعد ابوالجعید نامی ایک شخص مسلمانوں کے پاس آیا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: یاد رکھو! اگر رومی جو تم لوگوں کے سامنے کھڑے ہیں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، اگر وہ خود ہی قتل ہونے کے لیے اپنے آپ کو تمھارے حوالے کر دیں پھر بھی ان کو قتل کرنے کے لیے طویل مدت

درکار ہے۔ میں تمھیں ایک ایسی چال بتاتا ہوں کہ جس پر عمل کر کے اسی رات میں رومیوں کی تعداد کم کر سکتے ہو جس سے تمھیں کامیابی بھی ہوگی۔ تو بتاؤ مجھے اس کے عوض کیا دو گے؟

مسلمانوں نے جواب دیا: ہم تمھیں اتنا اتنا مال دیں گے اس کے علاوہ تمھارا اور تمھاری اولاد مع گھر والوں کا جزیہ معاف ہوگا۔ ہم تیری پوری زندگی تک کا اقرار نامہ لکھ دیتے ہیں کہ تجھ سے جزیہ نہیں لیا جائے گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب ابوالجعید مسلمانوں سے باوثوق تحریر لے چکا تو رومیوں کی طرف چل پڑا۔ رومیوں کو اس کی چال کا قطعاً علم نہ تھا وہ ایک ایسی عظیم ندی میں پہنچا جو پانی سے بھری ہوئی تھی رومیوں کا لشکر اس ندی کے ایک طرف پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔

ابوالجعید نے رومیوں سے کہا: یہ عربوں کی گزرگاہ ہے میں تمھیں ایک ایسی چال بتائے دیتا ہوں کہ جس پر عمل کر کے تم مسلمانوں کو ہلاکت کا نشانہ بنا سکتے ہو۔ یہ کہہ کر اس نے رومیوں کو ایک ایسی جگہ لا کھڑا کیا کہ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان میں وہ ندی حائل ہوگئی کوئی ایک رومی بھی اس ندی کی گہرائی سے واقف نہیں تھا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تعویر (کانا کرنے والے) والے دن ابوالجعید کو یقین ہو چکا تھا کہ اب مسلمانوں کے پاس غیبی مدد و نصرت آ پہنچی ہے وہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ اس وقت رات کی تاریکی میں گشت کر رہے تھے مہاجرین کی چھوٹی سی جماعت بھی آپ کے ساتھ تھی۔ اس نے کہا: آپ لوگ بے فکری سے بیٹھے ہوئے ہیں؟

انھوں نے کہا: اور ہم کیا کریں؟

ابوالجعید نے کہا: کل رات بہت زیادہ مشعلیں روشن رکھنا۔

اس کے بعد وہ رومیوں کے پاس گیا تاکہ انھیں اپنی چال میں مزید پختگی سے پھنسا لے۔ جب دوسرا دن ہوا تو مسلمانوں نے دس ہزار سے بارہ ہزار مشعلیں روشن کیں۔ جب خوب روشنی دیکھی تو ابوالجعید آیا۔

مسلمانوں نے کہا: تمھاری رائے کے مطابق ہم نے مشعلیں روشن کر لیں، اس کے بعد کیا کرنا ہے؟

اس نے کہا: مجھے پانچ سو بہادر قسم کے جوان چاہئیں تاکہ آئندہ پیش قدمی کے بارے میں انھیں مطلع کروں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسلمانوں میں سے پانچ سو افراد کا انتخاب کر لیا گیا جن میں یہ حضرات بھی شامل تھے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ، رافع رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن یاسر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن اوس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق اور غانم بن عبداللہ رضی اللہ عنہم۔

جب یہ سب حضرات جمع ہو گئے تو ابوالجعید سب کو لے کر ایک غیر معروف راستے پر چل پڑا جو رومیوں کی طرف ہی جاتا تھا۔ جب یہ لوگ رومیوں کے لشکر میں جا گھسنے کے قریب ہوئے تو ابوالجعید نے چند افراد کو لیا اور انھیں ایسے غیر معروف راستے کی طرف رہنمائی کی جسے ابوالجعید کے علاوہ یرموک میں کوئی نہیں جانتا تھا۔

اس نے کہا: تم لوگ رومیوں پر دھاوا بول دینا پھر بھاگ نکلنا میری اور ان رومیوں کی پروانہ کرنا ہمیں اپنے حال پر چھوڑ دینا۔

مسلمانوں نے ایسے ہی کیا، قریب جا کر پہلے تو زور دار چیخیں لگائیں پھر حملہ کر دیا اس کے بعد جلد ہی اسی غیر معروف راستے کی طرف بھاگ نکلے۔ عین اسی وقت ابوالجعید نے زور دار چیخ لگائی اور کہا:

اے رومیو! وہ دیکھو مسلمان ہزیمت کا شکار ہو کر بھاگ رہے ہیں دیکھو! انھوں نے اپنی مشعلیں جلا رکھی ہیں نکلو اور ان پر حملہ کر دو۔

رومیوں کا وادیٔ ناقوصہ میں غرق ہونا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: رومی جلدی سے اٹھے اور اس کے پیچھے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے انھوں نے سمجھا کہ وہ شخص سچ بول رہا ہے۔ بعض لوگ تو گھوڑوں کی ننگی پشتوں پر سوار ہو گئے اور بعض پیدل ہی نکل کھڑے ہوئے اور شکست خوردہ لوگوں کا پیچھا کرنے کی غرض سے ابوالجعید کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ابوالجعید ان کے آگے آگے دوڑتا رہا۔ یہاں تک کہ انھیں اسی وادی ناقوصہ کے سامنے لا کھڑا کیا۔ ابوالجعید نے رومیوں سے کہا: اس وادی کو عبور کرو دیکھو! سامنے لشکر نظر آ رہا ہے رومی ٹڈیوں کی طرح پانی میں اترتے گئے اور اتنے ہلاک ہوئے جن کا شمار کرنا مشکل ہو گیا۔ رومیوں کی اس کمزوری کی وجہ سے ہی اس وادی کا نام وادیٔ ناقوصہ رکھا گیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ چال رومیوں کے بارے میں اچھی رہی۔ بھاگنے والوں میں آگے والا شخص یہ نہیں جانتا تھا کہ پیچھے والے کے ساتھ کیا بیتی۔ اسی طرح رومی ہلاکت کا شکار ہوتے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ مسلمانوں نے اپنی جگہوں پر کھڑے ہو کر دیکھا کہ رومی بری طرح رات کی تاریکی میں ہلاکت کا شکار ہو چکے تھے اب ان کی تعداد بہت کم ہو چکی تھی۔

رومی ایک دوسرے سے کہنے لگے: رات کے وقت چیخیں لگانے والا کون تھا؟

دوسرا کہتا: یہ وہی شخص تھا جس کی بیوی سے اس رات بدکاری کا ارتکاب کرتے رہے تھے اور جس کے بیٹے کو تم لوگوں نے قتل کر ڈالا تھا، دیکھو اب کس طرح برے طریقے سے وہ اپنا انتقام لے گیا ہے۔

صبح ہوئی تو باہان بادشاہ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا گیا اپنے ساتھیوں کی ہلاکت کا سن کر باہان کو یقین ہو گیا کہ اس

کی ہلاکت بھی لامحالہ ہونیوالی ہے اور مسلمانوں کو عنقریب فتح ملنے والی ہے۔ لہٰذا اس نے قورین بادشاہ کو بلایا اور کہا:

عرب ہم پر غالب آچکے ہیں تمھارے خیال میں اب ہمیں کیا کرنا چاہئے کیونکہ اگر وہ حملہ کردیں تو ہم میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچ سکے گا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ ان سے جنگ کو مؤخر کرنے کا سوال کیا جائے تاکہ ہم اپنی جانوں کی خلاصی پانے کے لیے کوئی حیلہ تلاش کرسکیں؟

قورین بادشاہ نے کہا ایسا کر کے دیکھ لیں۔

باہان کا مسلمانوں کے پاس قاصد بھیجنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: باہان نے قبیلہ لخم کے ایک آدمی کو بلایا اور اسے مسلمانوں کی طرف پیغام دے کر بھیجا کہ دیکھو جنگ ایک عروج وزوال کا کھیل ہے، دنیا عنقریب زائل ہونے والی ہے۔ تم لوگوں نے ہمارے ساتھ مکروفریب سے کام لیا ہے تو اب مزید ظلم وسرکشی نہ کرو کیونکہ ظلم کرنے والا ہمیشہ ہارا کرتا ہے۔ آج کے دن جنگ میں تاخیر کردو، جنگ کل ہوگی تو جو ہمارے تمھارے درمیان فیصلہ ہوگا، ہوجائے گا۔ لخمی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا اور باہان کا پیغام نامہ پیش کیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب لکھنے کا ارادہ کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے منع کرتے ہوئے اپنی عرض پیش کی: اے امیر! ایسا ہرگز مت کیجیے کیونکہ اس کے بعد بھی اس قوم سے بھلائی کی کوئی توقع نہیں ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے رومی سے فرمایا: اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ جا اور انھیں کہہ دے کہ ہم جنگ مؤخر نہیں کرسکتے ہمیں اپنے معاملات بہت جلد حل کرنے ہیں۔

وہ لخمی واپس باہان کے پاس آیا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا جواب سنایا تو اسے بہت صدمہ ہوا اور غصہ بھی آیا، کہنے لگا: عربوں سے انتظار کی درخواست صرف اس لیے کی تھی کہ صلح کی کوئی راہ نکلے، مگر وہ امید بھی ختم ہوگئی۔ باہان نے کہا: صلیب کی قسم! میرے علاوہ اب ان کے مقابلے میں کوئی نہیں نکلے گا۔

اس کے بعد اس نے رومیوں اور صاحبِ منصب سرداروں کو بلایا۔ ان میں وہ رومی بہادر بھی شامل تھے جن پر شدید مشکلات میں اعتماد کیا جاتا تھا۔ باہان نے انھیں جمع کر کے حکم دیا کہ سامانِ حرب اٹھائیں اور تیاری کرلیں، یہ کہہ کر باہان لشکر کے آگے آگے چلنے لگا جبکہ صلیب اس کے سامنے تھی۔ مسلمانوں کے سامنے پہنچ کر انھوں نے صفیں بنانا شروع کردیں۔

اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہوکر جنگ کے لیے تیار ہونے کا حکم دیا۔ اس کے بعد ان کی جگہیں متعین کرنے لگے۔ مسلمانوں نے فوراً جنگ کی تیاری کرلی۔ انھیں یقین تھا کہ دشمنوں

کے خلاف ان کی مدد ونصرت ضرور ہو گی۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈے اٹھانے والوں کی صف بندی کی پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ زحف کے شہسواروں کی صف میں جا کھڑے ہوئے۔ سورج پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور جرجیر کے مابین نبرد آزمائی

جرجیر جو رومی بادشاہوں میں شمار کیا جاتا تھا میدان جنگ میں نکلا اور اپنا مقابل طلب کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میرے مقابلے میں تمھارے امیر کے علاوہ کوئی نہ آئے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا: تم ہی اس کے حق دار ہو۔ اے ابو سلیمان! اگر تو میں واپس لوٹ آیا تو واپس لے لوں گا بصورت دیگر اگر دشمن نے مجھے شہید کر دیا تو امیر المؤمنین کے حکم ملنے تک اسے اپنے پاس رکھنا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ابھی رہنے دیں، میں اس کے مقابلے میں نکلتا ہوں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں! اس نے مجھے ہی طلب کیا ہے، لہٰذا میرا نکلنا ضروری ہے۔ البتہ اجر وثواب میں تم بھی میرے ساتھ شریک ہو گے۔

یہ فرماتے ہوئے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ میدان جنگ کی طرف نکلے کوئی مسلمان ایسا نہیں تھا جس نے آپ کو نہ روکا ہو مگر آپ نے رُکنا پسند نہ کیا۔ مسلمان انھیں روکنے کے لیے آگے بڑھے مگر وہ مسلسل انکار کرتے رہے پھر سب نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جب جرجیر کے قریب پہنچے تو اس نے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا: تم ہی اس لشکر کے امیر ہو؟

آپ رضی اللہ عنہ نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ہاں! میں ہوں، تو نے ہی مجھے اپنے مقابلے میں نکلنے کی خواہش کی تھی، سو میں نے تیری خواہش قبول کی۔

اب تو ہے اور یہ وسیع میدان۔ اب یہ ہو سکتا ہے یا تو تم لوگ شکست کھا کر بھاگ نکلو گے اور اگر بھاگنا عار سمجھتے ہو تو پھر میں پہلے تجھے قتل کروں گا اور پھر تمھارے بادشاہ باہان کو بعد میں قتل کروں گا۔

جرجیر نے کہا: صلیب کی امت تم لوگوں پر ضرور غالب آئے گی۔ یہ کہہ کر جرجیر نے حملہ کر دیا، ادھر سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی حملہ کیا۔ دیر تک دونوں میں لڑائی ہوتی رہی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آپ کی طرف دیکھا اور مدد وسلامتی کی دعا کی۔ مسلمانوں نے بھی آپ کے لیے دعا کی۔

جرجیر کی ہلاکت

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جرجیر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے سے ایک طرف ہٹا اپنے لشکر کا رخ کیا اور میمنہ کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا تعاقب کیا۔ اچانک جرجیر بجلی کی طرح واپس مڑا اور اس کے بعد دونوں میں دوبارہ لڑائی شروع ہوگئی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ وار کرنے میں سبقت لے گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی تلوار جرجیر کے شانے پر لگی تو وہ چیرتی ہوئی دوسری جانب نکل گئی۔ اس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے نعرہ تکبیر بلند کیا، ادھر مسلمانوں نے بھی جواباً نعرہ تکبیر بلند کیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جرجیر کی لاش کے قریب کھڑے ہوگئے اور اس کی ہاتھی جیسی لاش کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے، لیکن اس کے ساز وسامان کی کوئی چیز بھی نہ اتاری۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے آواز دے کر آپ کو بلایا اور کہا: اے امیر! اللہ عزوجل آپ کو انعامات سے نوازے، اپنے جھنڈے کی طرف واپس لوٹ آئیں، آپ پر جو چیز لازم تھی آپ نے اس کا حق ادا کر دیا۔ اس کے باوجود حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ واپس نہ لوٹے پھر مسلمانوں نے قسمیں دے کر انھیں واپس لوٹنے کا کہا تب وہ واپس لوٹ آئے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے اپنا جھنڈا لے لیا۔

باہان نے جب جرجیر کو قتل ہوتے دیکھا تو اس کو شدید صدمہ ہوا۔ کیونکہ جرجیر رومی بادشاہوں کا ایک رکن تھا۔ اس کے بعد اس نے بھاگنے کا ارادہ کیا پھر اچانک اس کے دل میں خیال آیا ''اگر میں بھاگ گیا تو ہرقل بادشاہ کے دربار میں میرا عذر کیا ہوگا؟'' بس اب ضروری ہے کہ میں خود میدان جنگ میں نکلوں، اگر میں قتل ہوگیا تو کم از کم عار سے تو بچ جاؤں گا اور اگر سلامت رہا تو یہ میرے پیٹھ پھیرنے سے بہر حال اچھا ہوگا۔''

اس خیال کے بعد اس نے اپنے سپاہیوں کو مطلع کیا کہ وہ خود میدان جنگ میں نکلنے کا ارادہ رکھتا ہے لہٰذا اس نے جنگی سامان لیا اور لباس زیب تن کیا۔ سونے کے چمکتے ہوئے پہاڑ کی طرح نمودار ہوا۔ پھر اس کے آس پاس، سردار، پادری، رہبان سب جمع ہوگئے۔ باہان نے ان سے کہا:

ہرقل بادشاہ تم لوگوں سے زیادہ اس معاملے سے واقف تھا، اس نے صلح کا ارادہ کیا تھا لیکن تم لوگوں نے مخالفت کی۔ اب میں خود مسلمانوں کے مقابلے کے لیے نکل رہا ہوں۔ اسی دوران معزز سرداروں میں سے ایک سردار آگے بڑھا جو دینِ مسیح کا مسلّم پادری تھا، معزز کنیساؤں اور پادریوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ انجیل میں بیان کردہ احکامات کی پیروی کیا کرتا تھا اس کے علاوہ نسب میں بھی جرجیر کا قریبی تھا۔ جب اسے جرجیر کی ہلاکت کا علم ہوا تو بہت غمگین ہوا اور کہا:

صلیب کی قسم! میں مسلمانوں کے مقابلے میں ضرور نکلوں گا اور جرجیر کا بدلہ لوں گا، یا تو خود بھی قتل ہو کر جرجیر کے ساتھ جا ملوں گا یا جرجیر کے قاتل کا کام تمام کروں گا۔

پھر باہان سے کہنے لگا: مجھ پر جہاد لازم ہو چکا ہے، مسیح کے اس فرض کو میں ادا کروں گا، اس لیے میرا میدانِ جنگ میں نکلنا ضروری ہے۔

جرجیس کا میدانِ جنگ میں نکلنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: باہان نے اسے اجازت دے دی اور وہ میدان جنگ میں نکل کھڑا ہوا، اس سردار کا نام جرجیس تھا۔ اس نے ایک زرہ پہن رکھی تھی۔ اس کے اوپر پھر لوہے کا لباس پہنا ہوا تھا۔ گلے میں تلوار لٹکائی ہوئی تھی۔ پادریوں نے اس کے لیے دعا کی اور کنیساؤں میں استعمال ہونے والی بخور سے اسے دھونی دی۔ اس کے بعد عموریہ کا ایک راہب اس کے پاس آیا اور اپنے گلے سے صلیب اتار کر اسے دیتے ہوئے کہا:

یہ صلیب حضرت مسیح کے زمانے سے اب تک راہبوں کو وراثت میں ملتی آئی ہے، لوگ اس سے مسح کیا کرتے تھے، اسے لے جا! یہ تیری مدد کرے گی۔

جرجیس نے وہ صلیب لے لی اور میدانِ کارزار میں نکل کر فصیح عربی زبان میں مدمقابل طلب کیا۔ لوگوں نے اس کا فصیح عربی کا انداز سن کر گمان کیا کہ یہ کوئی نصرانی عربی ہے۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ آگ کے شعلے کی طرح اس کی طرف نکلے۔ جب اس کے قریب پہنچے اور اس کی جسامت وغیرہ دیکھی تو دشمن کے مقابلے میں نکلنے پر نادم ہوئے۔ دل میں سوچنے لگے: اگر موت کا وقت آ چکا ہے تو اس قدر بے تکلف لباس بھی شاید بے نیاز نہ کر سکے گا یہ سوچتے ہی واپس لوٹے لوگوں نے تو یہ گمان کیا کہ رومی سے ڈر گئے ہیں بلکہ بعض نے تو یہ بھی کہنا شروع کیا: ''ضرار رضی اللہ عنہ رومی سے شکست کھا کر بھاگ رہے ہیں۔ اس سے مقابلہ کی سکت ان میں کہاں؟ یہ تو بھاگ نکلے ہیں؟''

لیکن حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ نے کسی سے بات نہ کی حتیٰ کہ اپنے خیمہ میں پہنچ گئے، تہہ بند کے علاوہ سب کچھ اتار دیا۔ اس کے بعد آپ نے نیام لی، تلوار گردن میں حمائل اور ڈھال ہاتھوں میں لے کر میدانِ جنگ کی طرف لوٹے۔

آپ نے حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ آپ سے پہلے ہی میدانِ جنگ میں پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ کا قد اس قدر دراز تھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر چلتے تو پاؤں زمین پر گھسٹتے تھے۔ حضرت ضرار نے مالک نخعی کی طرف دیکھا وہ جرجیس کو پکار کر کہہ رہے تھے:

اے دشمنِ خدا! اے صلیب کے پجاری! ایک شریف اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار کی طرف آ۔ اس نے آپ کی بات کا

کوئی جواب نہ دیا کیونکہ اس کے دل میں خوفِ شریعت بیٹھ چکا تھا۔

جرجیس کی ہلاکت

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ نے جرجیس کے اردگرد چکر لگایا اور نیزہ مارنے کا ارادہ کیا مگر جرجیس نے لوہے کا لباس اس طرح پہنا ہوا تھا کہ کوئی جگہ ایسی دکھائی نہ دی جہاں نیزہ مارا جائے۔ پھر آپ نے گھوڑے کی سرین کے ایک طرف نیزہ مارا جو چیرتا ہوا دوسری جانب نکل گیا۔ نیزہ لگنے کی صورت میں گھوڑا بدک کر بھاگا۔ آپ نے نیزہ نکالنے کی کوشش کی مگر وہ پسلیوں تک پیوست ہو چکا تھا جس کی وجہ سے آپ اسے نہ نکال سکے۔ جرجیس گھوڑے کی پشت پر سوار ہوا بیٹھا تھا۔ زین کے ساتھ زنجیروں میں بندھے ہونے کی وجہ سے وہ حرکت نہ کر سکا۔

مسلمانوں نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا وہ ہرنی کی طرح جلدی سے جرجیس کی طرف دوڑے، اس کے پاس پہنچ کر تلوار کا اس کے سر پر اس طرح وار کیا کہ سر دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جرجیس کا جنگی سامان اتارا۔ حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ آئے اور کہنے لگے: اے ضرار رضی اللہ عنہ! یہ کیا بات ہے تم میرے شکار میں کیوں شریک ہوئے؟

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں تمھارا شریک کہاں؟ یہ سامان تو میرا ہے میں ہی اس کا مالک ہوں تو شرکت کیسی؟

حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے گھوڑے کو تو میں نے ہی قتل کیا تھا۔

حضرت ضرار نے جواب دیا: بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کوشش کرنے والے بیٹھے رہتے ہیں اور ناکارہ لوگ کھا جاتے ہیں۔

یہ سن کر حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ مسکرا دیئے اور فرمایا: لے لو، یہ تمھارا ہی شکار تھا، اللہ عزوجل تجھے مبارک کرے۔

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں تو آپ کے ساتھ محض مزاح کر رہا تھا، یہ ساز و سامان آپ لے لیجئے۔ خدا کی قسم! میں اس میں سے ذرہ بھر نہ لوں گا، یہ آپ کا ہے اور آپ ہی مجھ سے زیادہ اس کے حقدار ہیں۔

پھر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے ساز و سامان اٹھایا اور اپنے کندھے پر اٹھا کر چل دیئے۔ سامان اتنا بھاری تھا کہ آپ پسینے میں شرابور ہو گئے۔

زہیر بن عابد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ سامان اٹھائے پیدل آ رہے تھے جبکہ حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار تھے۔ مسلمانوں کے پاس پہنچے تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ سیدھے حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں گئے اور سامان وہاں رکھ دیا۔

یہ دیکھ کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ فرمانے لگے: ''میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں! خدا کی قسم! یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنی جانیں اللہ عزوجل کے سپرد کر دیں انھیں دنیا کی کوئی چاہت نہیں۔

باہان کا میدانِ جنگ میں نکلنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: جب جرجیس قتل ہو گیا تو باہان کے بازو کمزور ہو کر رہ گئے۔ اس نے چیخ کر اپنی قوم کو آواز دی سب کو جمع کر کے کہنے لگا:

''اے ہرقل بادشاہ کے ساتھیو! بادشاہ کو میرا پیغام پہنچا دو کہ دینِ مسیح کی مدد و نصرت میں مَیں نے ذرا کوتاہی نہیں کی۔ میں بادشاہ کی حمایت کرتا رہا ہوں اس کی نعمتوں کے بدلے میں لڑتا رہا مگر آسمان کے رب پر غلبہ نہ پا سکا کیونکہ اس نے عربوں کی مدد کی اور ان کی چھوٹی سی ریاست کو ہمارے شہروں پر غلبہ دے دیا۔ کون سا منہ لے کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوں گا، یہی ہے کہ خود میدان جنگ میں نکلوں اور نیزہ اور تلواروں کی دھار پر خود کو حاضر کروں۔

میں چاہتا ہوں کہ اپنی صلیب تم میں سے کسی کو دے کر خود میدان جنگ میں نکلوں، اگر قتل کر دیا گیا تو کم از کم بادشاہ کے دربار میں ندامت سے چھٹکارا مل جائے گا اور اس طرح بادشاہ کی زجر و توبیخ بھی سننے کو نہ ملے گی۔ بصورت دیگر اگر میں کامیاب ہو گیا اور مسلمانوں سے انتقام لے لیا نیز صحیح سلامت واپس لوٹ آیا تو بادشاہ کو بھی علم ہو جائے گا کہ واقعی میں نے اس کی مدد و نصرت میں کوئی کوتاہی نہیں کی تھی۔

یہ سن کر باہان کی قوم نے کہا: بادشاہ سلامت! ہمارے جنگ کے میدان میں نکلنے تک آپ نہ نکلیں بلکہ آپ سے پہلے ہم جائیں گے اگر ہم بھی قتل ہو گئے تو ہمارے بعد جو چاہے کیجیے گا۔

باہان نے چاروں کنیساؤں کی قسم دی اور کہا: مجھ سے پہلے کوئی نہیں نکلے گا۔

جب باہان نے قسم دی تو اس کی قوم رک گئی پھر اسے میدان جنگ میں نکلنے سے نہ روکا۔ پھر باہان نے اپنے بیٹے کو بلایا اور صلیب اس کے سپرد کرتے ہوئے کہا:

صلیب لو اور میری جگہ کھڑے ہو جاؤ۔ اس کے بعد باہان کے سامنے جنگی سامان حاضر کیا گیا جسے پہن کر بالکل تیار ہو کر کھڑا ہو گیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

مجھے بتایا گیا کہ باہان جو جنگی لباس پہن کر میدان جنگ میں نکلا تھا اسکی مالیت ساٹھ ہزار دینار کے مساوی تھی کیونکہ ہر چیز جواہرات سے مرصع تھی۔ جب باہان نے نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک پادری آیا اور کہنے لگا:

اے بادشاہ سلامت! میدان جنگ میں نکلنے سے آپ کو کچھ حاصل نہ ہو گا اس لیے میں آپ کا میدان جنگ میں

نکلنا ناپسند کرتا ہوں۔

باہان نے کہا: وہ کیوں؟

پادری نے کہا: میں آپ کے بارے خواب دیکھ چکا ہوں لہٰذا میدانِ جنگ میں نکلنے کا ارادہ ترک کر دیں، آپ کی جگہ کوئی اور نکلے تو بہتر ہو گا!

باہان نے کہا میں اس طرح نہیں کر سکتا۔ ندامت اٹھانے سے بہتر ہوتا ہے کہ انسان قتل ہو جائے۔ میرے نزدیک بہترین حل یہی ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بادشاہ نے جب مسلسل انکار کیا تو پادریوں نے مل کر اسے دھونی دی اور اس کے لیے مدد و مغفرت کی دعائیں کیں۔ باہان میدانِ جنگ میں اس طرح نکلا گویا سونے کا پہاڑ چمک رہا تھا۔ آگے بڑھا اور دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہو کر اپنا مقابل طلب کرنے لگا۔ اپنا نام لے لے کر خوف زدہ کر رہا تھا۔

سب سے پہلے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے پہچانا اور فرمانے لگے یہ باہان ہے۔ یہی اس قوم کا بادشاہ ہے جو مقابلے کے لیے نکل کھڑا ہوا ہے، خدا کی قسم! رومیوں کے پاس اب کوئی بہادر نہیں بچا جو باہان خود مقابلے کے لیے نکل آیا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

باہان اس طرح اپنا نام لے کر رعب ڈال رہا تھا، قبیلۂ اوس کا ایک غلام جلدی سے یہ کہتے ہوئے نکلا: خدا کی قسم! ''میں جنت کا مشتاق ہوں'' اتنے میں اس غلام نے باہان پر حملہ کر دیا۔ باہان کے ہاتھوں میں سونے کا بنا ہوا عمود (یعنی گرز) تھا جو گھٹنوں کے نیچے رکھا ہوا تھا اس نے عمود اٹھایا اور اس غلام کے دے مارا جس سے وہ شہید ہو گیا۔ اس طرح جلد ہی اس کی روح جنت کی طرف پرواز کر گئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب غلام نیچے گرا تو میں نے اس کی طرف دیکھا کہ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے آسمان کی طرف اشارہ کر رہا تھا، باہان کے عمود گرز مارنے کا درد تو گویا اسے ہوا ہی نہیں تھا، فرماتے ہیں: میں نے جان لیا کہ خوبرو حوریں جو اس کے استقبال کے لیے آ رہی ہیں انھیں دیکھ کر خوش ہو رہا ہے۔

باہان تکبرانہ انداز میں غلام کی لاش کے گرد گھومنے لگا۔ اس سے اس کے دل کو ذرا تقویت ملی۔ باہان نے دوبارہ اپنے مقابلے کے لیے للکارا۔ اس مرتبہ سب مسلمانوں نے پیش قدمی کی، ہر ایک کی زبان پر یہ دعا تھی:

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ قَتْلَهٗ عَلٰى يَدِيْ''

''پروردگارِ عالم! اسے میرے ہاتھوں قتل کر۔''

حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ کا باہان کے مقابلے میں نکلنا

سب سے پہلے حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے میں نکلے اور اس کے برابر جا کھڑے ہوئے۔ حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ نے کلام کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

اے غیر مختون بادشاہ! اس غلام کو شہید کر کے خوش نہ ہو، ہم میں سے ہر شخص اپنے رب سے ملاقات کا مشتاق ہے، ہمارا ہر ساتھی جنت کا طلبگار ہے۔ اگر تو بھی جنت میں ہمارا پڑوس چاہتا ہے تو زبان سے کلمۂ شہادت کا اقرار کر لے یا دوسری صورت یہ ہے کہ جزیہ ادا کر کے جان کی امان لے لے۔ اگر جزیہ بھی نہیں ادا کرنا تو سن! لامحالہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

باہان نے کہا: میرے خیال میں تم خالد بن ولید ہو؟

حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا: نہیں! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی مالک نخعی ہوں۔

باہان نے کہا: میں تجھ سے ضرور لڑوں گا اس کے بعد باہان نے حملہ کیا، باہان نہایت ہی بہادر آدمی تھا۔ دونوں نے اپنی طرف سے خوب جان ماری۔ پھر باہان نے گرز نکالا اور حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ کے سر پر اس زور سے مارا کہ پیشانی تک شگاف پڑ گیا۔ پیشانی پر اس قدر گہرا زخم لگا کہ آنکھ کا ایک ڈیلہ الٹ گیا۔ اسی دن سے آپ کا نام "اشتر" پڑ گیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

باہان کی ضرب سے حضرت مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہ کو بہت تکلیف ہوئی، انھوں نے میدان چھوڑنے کا عزم کر لیا پھر ذرا رک کے اور سوچا کہ "اللہ عزوجل میری مدد فرمائے گا۔"

باہان بادشاہ کا میدانِ جنگ سے بھاگنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ دشمن خدا، باہان نے گمان کیا کہ اس کا مقابل شہید ہو چکا ہے اس لیے وہ کھڑا ہو کر حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے گرنے کا انتظار کرنے لگا۔

پھر اچانک حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا تو مسلمانوں کی آوازیں گونج اٹھیں: اے مالک! اللہ عزوجل سے مدد طلب کرو، وہ تمھاری اس حال میں مدد فرمائے گا۔

حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "اس وقت میں نے اللہ عزوجل سے مدد طلب کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجا پھر باہان پر زوردار وار کیا۔ میری تلوار سے اسے غیر معمولی نوعیت کا زخم لگا۔ میں نے جان لیا کہ موت ابھی گویا کہ قلعوں میں بند ہے۔ باہان زخم کی تاب نہ لا سکا اور بھاگ کر اپنے لشکر میں جا گھسا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب باہان، حضرت مالک نخعی رضی اللہ عنہ کے سامنے سے شکست کھا کر بھاگا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چیخ کر کہا:

''اے دینِ اسلام کے مددگارو! جب تک ان کے دلوں میں تمھاری دہشت موجود ہے، ان پر حملہ کرتے رہو۔''

پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ رومیوں پر حملہ کیا۔ مسلمان امراء نے بھی آپ کے ساتھ ساتھ حملہ کیا۔ تکبیر و تہلیل کے نعروں میں ایک دوسرے کی پیروی کرتے ہوئے رومیوں سے لڑنے لگے۔ رومیوں پر اسی طرح مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹتے رہے حتیٰ کہ سورج غروب ہوگیا۔ جس وقت آسمان پر تاریکی چھا گئی تو رومی فوج نے شکست خوردہ ہوکر میدان سے بھاگنا شروع کر دیا، مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ جس طرح چاہتے انھیں قید اور قتل کرتے چلے جارہے تھے۔ ایک لاکھ رومی سپاہی قتل ہوئے، اتنے ہی قید ہوئے اس کے علاوہ جو ناقوصہ (ندی) میں غرق ہوئے ان کی تعداد معلوم نہیں کتنی تھی۔

رومی لشکر کی شکست اور مقتولین کی تعداد

رومی لشکر متفرق ہوکر پہاڑوں، جنگلوں اور جہاں راہ ملی، ادھر ہی بھاگ نکلا۔ مسلمان شہسوار رومیوں کا تعاقب کرتے ہوئے ان کے پیچھے پیچھے تھے انھیں قتل کیے جاتے اور قیدی بنا بنا کر لاتے رہے، پہاڑوں سے بھی قیدی لائے گئے۔ قید و قتل کا یہی سلسلہ رات گئے تک جاری رہا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم صادر فرمایا: ''رومیوں کو صبح ہونے تک اپنے حال پر چھوڑ دو'' مسلمان واپس لوٹ آئے۔ ان کے پاس مالِ غنیمت میں قیمتی پردے، سونے چاندی کے برتن، تکیے، بچھونے اور غالیچے شامل تھے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے چند افراد کو مالِ غنیمت کی دیکھ بھال کے لیے مامور کیا اور مسلمانوں نے مدد خداوندی کے ساتھ خوشی خوشی رات گزاری۔ صبح ہوئی تو رومیوں کی کوئی خبر نہ ملی، اکثر تو رات کے وقت ناقوصہ میں گر کر غرق ہوگئے۔

حضرت عامر بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے نوفل بن عردی رحمۃ اللہ علیہ از جابر بن نصر رحمۃ اللہ علیہ از حامد بن مجید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بتایا کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مشرکین کی تعداد کا اندازہ لگانا چاہا مگر شمار نہ کر سکے۔ پھر آپ نے جنگ سے شاخیں توڑ کر لانے کا حکم دیا، پھر ہر لاش پر ایک ایک شاخ رکھی، پھر شاخوں کو جمع کر کے گنا گیا تو مقتولین کی تعداد ایک لاکھ پانچ ہزار ہوئی جبکہ قیدیوں کی تعداد چالیس ہزار تھی، ناقوصہ میں ڈوبنے والوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی۔ مسلمانوں میں شہید ہونے والوں کی تعداد چار ہزار تھی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے میدانِ یرموک میں ایسے سر بھی پائے جن کے بارے میں علم نہ ہوسکا، آیا مسلمان ہیں یا

رومی مشرک۔

باہان بادشاہ کی ہلاکت

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی نمازِ جنازہ ادا کی۔ اس کام سے فراغت حاصل کر کے آپ نے مسلمانوں کو جنگلوں پہاڑوں کی طرف بھیج دیا۔ جنگل میں ایک چرواہا سامنے سے آتا دکھائی دیا، مسلمانوں نے اس سے پوچھا کیا تم نے کسی رومی کو گزرتے دیکھا ہے؟

اس نے کہا: ہاں! میرے قریب سے ایک سردار گزرا تھا جس کے ساتھ کم وبیش چالیس ہزار فوج تھی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

چرواہے کی بات سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ باہان اور اس کے سپاہی تھے۔ سو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ رومیوں کے نقشِ قدم کے اثرات پر چلتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر زحف کے ساتھ سرزمین دمشق میں انھیں جا پکڑا۔ جب رومی سامنے دکھائی دینے لگے تو مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا پھر اسی جگہ قتل وغارت کا میدان گرم ہو گیا۔ باہان اپنے گھوڑے سے اتر کر پیدل بھاگنے لگا۔ ایک قول کے مطابق یہ ہے کہ باہان پہلے ہی پیدل تھا جو خود کو چھپاتا ہوا قتل ہونے سے محفوظ کر رہا تھا۔ اچانک سامنے سے ایک مسلمان سپاہی آیا اور باہان پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قتل کرنے والے حضرت نعمان بن جہل ازدی رضی اللہ عنہ تھے یا حضرت عاصم بن خوال یربوعی رضی اللہ عنہ۔ بہرحال قاتل کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ باہان کو ان دونوں میں سے کس نے قتل کیا تھا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اہل دمشق حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے: ہم لوگ اس عہد پر راضی ہیں جو ہمارے اور آپ کے مابین ہو چکا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے اسی عہد پر قائم رہو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومیوں کی تلاش میں نکلے، جہاں کہیں کوئی رومی ملتا قتل کر دیتے۔ اس طرح آپ "ثنیۃ العقاب" پہنچے۔ ایک دن وہاں قیام کے بعد حمص کی جانب روانہ ہوئے پھر وہیں ٹھہر گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو آپ کے حمص میں پہنچنے کی خبر ملی تو وہ بھی وہیں آ گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسلمانوں کے امراء رومیوں کی تلاش کرتے ہوئے پورے شام میں پھیلے ہوئے تھے۔ پھر سب جمع ہوئے تو دمشق چلے گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت جمع کیا، اس میں پانچواں حصہ بیت المال کے لیے علیحدہ کر لیا۔

بارگاہِ امیر المؤمنین میں رومیوں کی شکست کی خبر بھیجنا

اس کے بعد امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بشارت و فتح کی خبر دینے کے لیے خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ عزوجل کی رحمت کاملہ نازل ہو اس کے رسول مجتبیٰ اور نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر

از طرف ابوعبیدہ بن جراح، امیر المؤمنین کی خدمت عالیہ میں

اما بعد: میں اللہ عزوجل کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اس کی عطا کی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہوں۔ بالخصوص اس بات پر شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے امت کے شفیع و رحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہمیں اپنی نوازشوں کے لیے خاص کیا۔

جناب مطلع ہوں کہ میں مسلمانوں کو لے کر یرموک کے میدان میں گیا۔ باہان بادشاہ اپنا رومی لشکر لے کر ہمارے قریب ہی پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے اتنا بڑا لشکر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا مگر اللہ عزوجل نے دشمن کو کمزور کر دیا اور اپنے فضل و کرم اور مہربانی سے ان کے خلاف ہماری مدد کی۔ ہم نے ان کے ایک لاکھ پانچ ہزار فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ چالیس ہزار قیدی بنائے جبکہ مسلمانوں کے چار ہزار افراد شہید ہوئے۔ اللہ عزوجل نے ان کے لیے شہادت لکھ رکھی تھی۔ معرکہ میں میں نے چند ایسے سر بھی پائے جن کے بارے میں یقینی طور پر معلوم نہ ہو سکا کہ مسلمان ہیں یا مشرک۔ بہر حال میں نے ان کی نماز جنازہ ادا کر کے دفنا دیا۔ باہان کو عاصم بن خوال رضی اللہ عنہ نے دمشق میں جا کر قتل کیا۔ دونوں لشکروں سے جدا ہونے سے پہلے اہل حمص کا ایک ابوالجعید نامی سردار، جس نے رومیوں کے ساتھ عمدہ چال کا مظاہرہ کرتے ہوئے انھیں وادی ناقوصہ میں غرق کر دیا۔ بہر حال بھاگنے

والوں میں جنھیں ہم نے جنگلوں اور پہاڑوں میں جا کر گرفتار کیا ان کی تعداد تیس ہزار تھی۔ اب ہم ان کے ملک، گھوڑے، قلعوں اور شہروں کے مالک ہیں۔ فتح پانے کے بعد میں نے آپ کو خط لکھا ہے۔ اس وقت ہم لوگ سرزمینِ دمشق میں ہیں۔ تمام مسلمانوں کو سلام۔ والسلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ نے خط پر مہر ثبت کی، لپیٹ کر حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور انھیں دے دیا۔ مہاجرین وانصار کے دس افراد ان کی معیت میں روانہ کیے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: فتح وبشارت بھرا خط لے کر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں جاؤ اور انھیں خوشخبری دو، اللہ عزوجل تمھیں اجر عطا فرمائے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خط لیا اور اسی وقت دس افراد کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ وقت گزرتا گیا وہ سفر کرتے رہے۔ ایک دن رات کی مسافت کے بعد یہ لوگ مدینہ منورہ کے قریب پہنچ گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عبداللہ بن عوف مالکی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے جب رومیوں کو میدان یرموک میں شکست سے دوچار کیا تو اسی رات جب رومی شکست کھا کر بھاگے تھے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خواب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روضۂ مبارک میں تشریف فرما ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کیا اور کہنے لگے: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیك وسلم! جنگ یرموک میں حاضر مسلمانوں کے بارے میں میرا دل پریشان ہے۔ معلوم نہیں اللہ عزوجل نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا ہوگا، مجھے خبر پہنچی ہے کہ رومیوں کی تعداد آٹھ لاکھ ساٹھ ہزار ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! خوش ہو جاؤ، اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو فتح عطا فرما دی ہے اور ان کے دشمن شکست کھا کر بھاگ گئے ہیں نیز اتنے اتنے قتل ہوئے ہیں۔[1] پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ﴾

[1] کیا بات ہے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی، پردہ فرما جانے کے بعد بھی امت کے احوال پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں اور حسب موقع پردے اٹھا کر اطلاعات بھی دیتے رہتے ہیں۔ (مترجم عفی عنہ)

''یہ آخرت کا گھر ہم ان کے لیے کرتے ہیں جو زمین میں تکبر نہیں چاہتے اور نہ فساد۔''[1]

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

صبح ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز فجر پڑھائی پھر اپنا خواب سنایا۔ مسلمانوں مین خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ مسلمان بہت خوش ہوئے انھیں یقین تھا کہ شیطان کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اختیار نہیں کرسکتا۔ بعد میں ہوا بھی ایسے، مسلمانوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خواب کی تاریخ نوٹ کر لی پھر جب خبر ملی تو وہی ہوا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بہرحال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنا خواب لوگوں کو سنایا تو سجدۂ شکر ادا کیا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط پہنچا تو آپ نے لوگوں کو پڑھ کر سنایا ہر طرف تکبیر وتہلیل کے نعرے بلند ہونے لگے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک پڑھنے کی صدائیں آنے لگیں۔

امیر المؤمنین کا خط امیر لشکر کی طرف بھیجنا

خط پڑھنے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے حذیفہ! کیا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت تقسیم فرمادیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ کے خط اور حکم کے منتظر ہیں۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوات اور کاغذ منگوا کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا جس میں آپ نے مندرجہ ذیل مضمون لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ عزوجل کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے گورنر شام کے نام
السلام علیکم! بعداز سلام میں اللہ عزوجل کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں درود پاک پڑھتا ہوں۔
اللہ عزوجل کی مدد ونصرت سے مسلمانوں کو فتح یابی اور دشمن کی شکست پر مجھے

[1] پارہ 20، القصص 83، ترجمہ کنزالایمان

بہت خوشی ہوئی۔ میرا یہ خط جب تمہارے پاس پہنچے تو مالِ غنیمت تقسیم کر دینا۔ سبقت کرنے والوں کو زیادہ دینا۔ ہر حقدار کو اس کا حصہ پورا پورا دینا۔ مسلمانوں کی نگہداشت کرو، ان کے صبر اور ہمت پر شکریہ ادا کرو۔ میرے آئندہ حکم کے آنے تک وہیں ٹھہرے رہنا۔ تم پر اور تمام مسلمانوں پر سلامتی اور خدا کی رحمت و برکت نازل ہو۔

آپ نے خط لپیٹ کر حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے خط لیا اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ دمشق میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے ملے۔ آپ کو اور تمام مسلمانون کو سلام کیا پھر خط کھول کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو خط پڑھ کر سنایا پھر مال غنیمت تقسیم فرمانا شروع کیا۔

مالِ غنیمت کی تقسیم

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت کی تقسیم شروع فرمائی تو ہر سوار مجاہد کا حصہ چودہ چودہ مثقال سونا جبکہ پیدل کا حصہ آٹھ آٹھ مثقال اور اتنی ہی مقدار چاندی مقرر فرمائی۔ اس کے بعد جس مجاہد کے پاس سست و کمزور گھوڑا تھا اسے ایک حصہ جبکہ عمدہ نسل اور چست وچو بند گھوڑے کے دو حصے متعین کیے، تاتاری نسل کے گھوڑوں کو عربی نسل گھوڑوں کے ساتھ ملایا گیا۔ حصص متعین کرنے کے بعد دوغلے گھوڑوں والے مجاہدین نے مطالبہ کیا کہ ان کا حصہ بھی عربی گھوڑوں کے حصے جتنا ہونا چاہئے لیکن آپ نے فرمایا کہ جو تقسیم میں نے کر دی ہے یہ بعینہ اسی طرح ہے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدین میں فرمایا کرتے تھے۔ بہرحال جب ان لوگوں کا مطالبہ اصرار کی شکل اختیار کرنے لگا تو آپ نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک مکتوب ارسال کیا جس میں کمزور اور دوغلے اور عربی گھوڑوں نیز لوگوں کا اس تقسیم کے بارے میں جو مطالبہ تھا، اسے بھی لکھ بھیجا۔ خط ملتے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جواباً مکتوب تحریر فرمایا، جس کا مضمون حسبِ ذیل ہے:

امابعد: ابوعبیدہ! تم نے مالِ غنیمت کی تقسیم میں وہی اصول روا رکھا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضع فرمایا اور اس میں ذرہ بھر بھی ناانصافی سے کام

نہیں لیا لہٰذا عربی گھوڑوں کے دو حصے جبکہ دوغلے گھوڑوں کا ایک حصہ ہی رکھو۔ بہر حال یہ اصول اچھی طرح یاد رکھو کہ عمدہ نسل کے گھوڑے کو عمدہ نسل اور دوغلے کو دوغلہ ہی شمار کرنا اور ان کے حصے مقرر کرتے وقت اصل نسل کے گھوڑے کے دو حصے جبکہ دوغلے کا ایک حصہ ہی مقرر کرنا۔ والسلام

امیر المومنین کا مکتوب ملتے ہی حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے سامنے پڑھ کر سنایا اور فرمایا: قسم بخدا! اپنے ذہنوں سے یہ بات نکال دو کہ ابو عبیدہ تم میں سے کسی کو حقیر سمجھ کر حصص میں ہیر پھیر کرنے لگا ہے، بلکہ میں نے تو یہ تقسیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہوئے مقرر کی ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جس وقت مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے اسی دوران حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کسی شخص کی سفارش لے کر حاضر ہوئے اور کہنے لگے:

امیر لشکر! فلاں شخص نے مجھے سفارشی بنا کر بھیجا ہے، اس شخص کا مطالبہ ہے کہ اس کے ست (دوغلے) گھوڑے کو عربی گھوڑے کے حصے کے برابر شمار کرتے ہوئے اسے بھی دو حصے عنایت فرماویں۔

لیکن آپ نے فرمایا:

"خدا کی قسم! اگر ایسا ہی کرنا ہے تو اس سے بہتر ہے کہ میں خاک چھاننا شروع کر دوں۔"

حضرت غنم بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے جد امجد حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے پاس معرکہ یرموک میں دو گھوڑے تھے۔

ایک دن تو ایک گھوڑے پر جبکہ دوسرے دن دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر لڑا کرتے تھے۔ فتح یرموک کے بعد جب مال غنیمت کی تقسیم کا وقت ہوا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو تین حصے دیئے۔

ایک حصہ تو آپ کا جبکہ دو حصے دو گھوڑوں کے۔

اس تقسیم پر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ اے امیر! کیا آپ مجھے وہی حصے عنایت نہیں فرمائیں گے جو غزوۂ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عنایت فرمائے تھے، اس دن بھی میرے پاس دو ہی گھوڑے تھے جن پر باری باری سواری کیا کرتا تھا۔ لیکن مال غنیمت کی تقسیم کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پانچ حصے مرحمت فرمائے تھے، چار حصے میرے دو گھوڑوں کے جبکہ ایک حصہ میرا تھا اس طرح آپ بھی مجھے پانچ حصے ہی عنایت فرمائیں۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی بات سن کر حضرت مقداد بن عمر رضی اللہ عنہ عرض گزار ہوئے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر میرے پاس دو گھوڑے تھے، میرے علاوہ کسی کے پاس بھی کوئی گھوڑا نہیں تھا لیکن مال غنیمت کی تقسیم کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہر گھوڑے کا ایک ایک حصہ مقرر فرماتے ہوئے مجھے تین حصے ہی عنایت فرمائے تھے۔ ان کی گواہی سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو پانچ حصے دے دیئے۔

جب باقی مسلمانوں کو اس بات کا علم ہوا تو جن کے پاس چار چار یا پانچ پانچ گھوڑے تھے، وہ بھی حاضر ہو گئے اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو دلیل بنا کر اپنے حق کا مطالبہ کرنے لگے۔

لہٰذا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے مطالبات تحریر فرما کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ارسال کر دیئے اور انھیں کے حکم پر فیصلہ موقوف کر دیا۔

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی طرف سے جو جواب موصول ہوا اس کا متن یہ ہے:

''زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اپنے قول میں سچے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے موقع پر انھیں پانچ حصے ہی عنایت فرمائے تھے، لہٰذا اب بھی انھیں پانچ حصے دے دو جبکہ اور کسی کو اتنے حصے نہ دو۔''

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو ''عمان'' کے مال غنیمت سے ایک غلام ملا تھا، جو بعد میں کسی طرح بھاگ گیا تھا۔ پھر جب جنگِ یرموک سے حاصل ہونے والے مال غنیمت کی تقسیم کا وقت آیا تو آپ نے اسی غلام کو دیکھا کہ وہ بھی مالِ غنیمت میں آیا ہوا ہے، آپ نے اسے پہچانتے ہی فوراً پکڑ لیا لیکن پہرے دار نے آپ کو ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا کہ میں آپ کو ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گا تا آنکہ مالِ غنیمت کی تقسیم ہو جائے۔

بحث و تکرار اسی طرح جاری تھی کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے، آپ نے وجہِ تکرار کا سبب پوچھا تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

یہ غلام میرا ہے، ''عمان'' کی مال غنیمت میں مجھے ملا تھا پھر بعد میں کسی طرح بھاگ نکلا، چونکہ اب اسے میں نے پا لیا ہے تو اس پر میرا حق ہی مقدم ہوگا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھو زاد بھائی! ہاں یہ غلام آپ ہی کا ہے اور میں نے ہی ''عمان'' کی مال غنیمت سے آپ کو دیا تھا۔ یہ فرمانے کے بعد آپ نے وہ غلام حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہرقل کو اصحابِ رسول ﷺ کے ہاتھوں فتح یرموک نیز اپنی فوج کی شکست کی خبر ملی تو کہنے لگا: مجھے تو پہلے ہی یقین ہو چکا تھا اس معرکے میں مسلمان ہی فتح حاصل کریں گے!۔اس معرکے کے بعد اب ہرقل بادشاہ مسلمانوں کی طرف سے اگلی کارروائی کا انتظار کرنے لگا۔
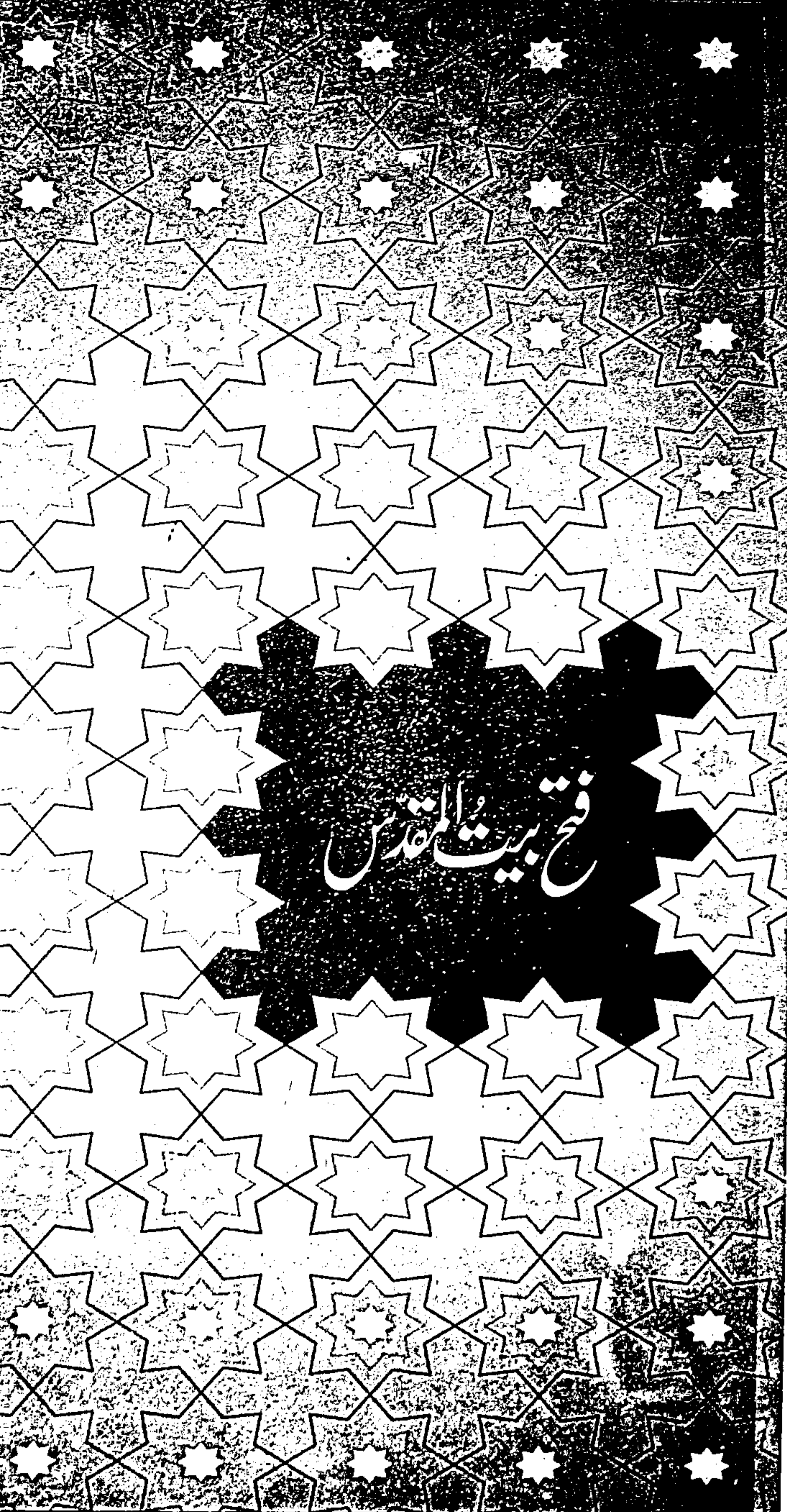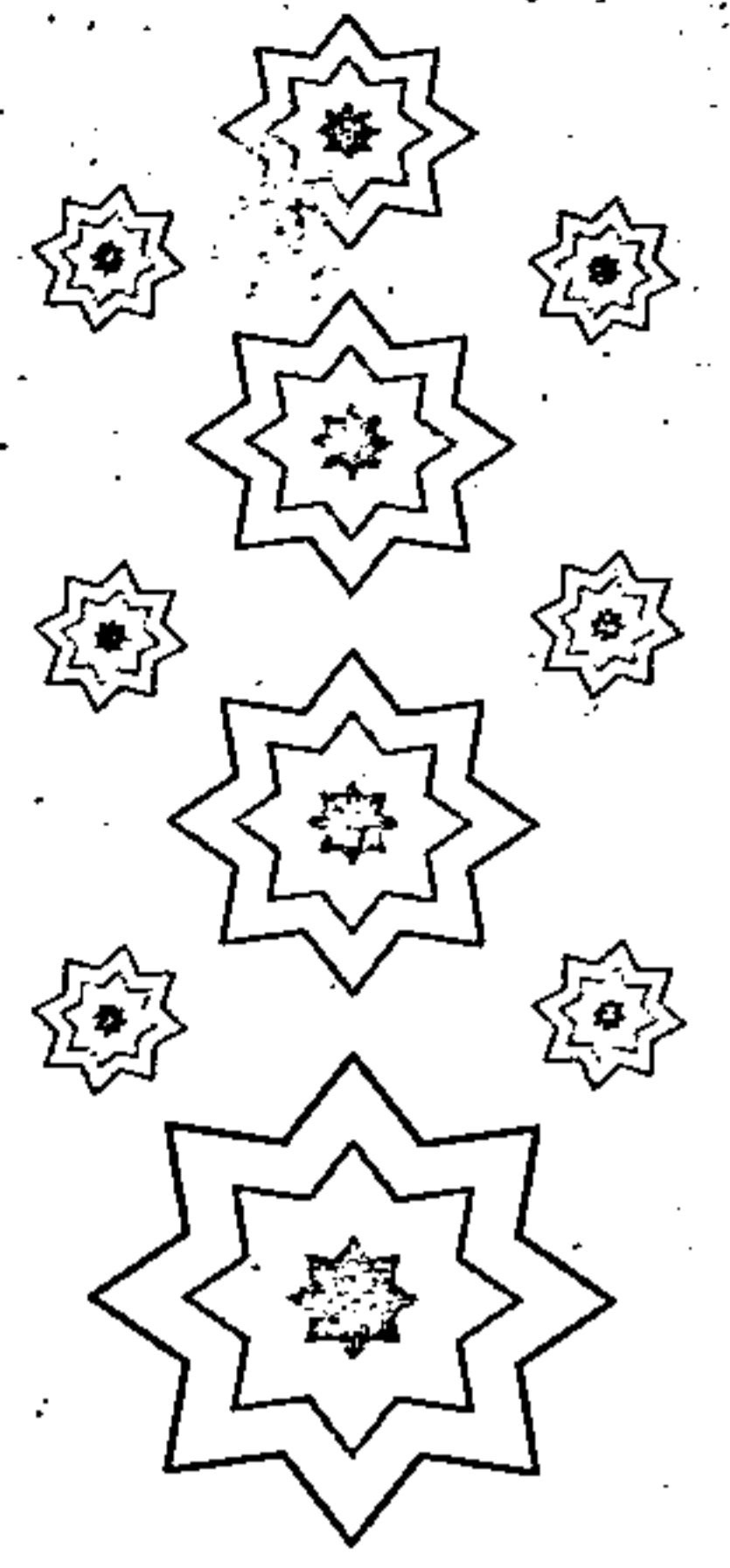
فتح بیت المقدس

فتح بیت المقدس

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمان ایک ماہ تک سرزمینِ دمشق میں رہے پھر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے مختلف قبائل کے سرداروں کو جمع کر کے ان سے فرمایا: یرموک تو فتح ہو چکا، مجھے مشورہ دو کہ میں آئندہ کے لیے کیا لائحہ عمل تیار کروں، اور کس طرف کا رخ کرنا چاہیے؟

مسلمانوں کی آراء اس بات پر متفق ہو گئیں، یا تو قیساریہ کی طرف جانا چاہیے یا بیت المقدس کی طرف۔

آپ نے فرمایا: ان دونوں علاقوں میں کیا خاص بات ہے، جو تم نے دیکھی؟

امراء عرض گزار ہوئے: آپ ''امین الامتہ'' کے مقام پر فائز ہیں! آپ جس طرف بھی کوچ کریں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر! امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں خط لکھ بھیجئے وہ جس طرف بھی اشارہ فرمائیں آپ پیش قدمی کیجیے اور اللہ عزوجل سے مدد طلب کیجیے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ! تیری رائے بالکل درست ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے امراء سے مشورہ لینے کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں خط بھیجا جس میں لکھا:

جناب کی بارگاہ میں گزارش ہے کہ قیساریہ یا بیت المقدس میں کسی ایک طرف پیش قدمی کا ارادہ ہے، آپ کے حکم کا انتظار ہے۔ والسلام

آپ نے حضرت عفرجہ بن ناصح نخعی رضی اللہ عنہ کو خط دیا اور فوراً نکلنے کو فرمایا۔ حضرت عفرجہ بن ناصح نخعی رضی اللہ عنہ مسلسل سفر کرتے ہوئے مدینہ طیبہ پہنچے اور امیر المؤمنین کی بارگاہ میں خط پیش کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو خط پڑھ کر سنایا۔ اس کے بعد ان سے مشورہ طلب کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے امیر المؤمنین! انھیں بیت المقدس کی جانب پیش قدمی کرنے کا حکم دیجیے کہ وہاں جا کر بیت المقدس کا گھیراؤ کر لیں اور اہل شہر سے لڑیں۔ میرے خیال میں یہی بہتر رہے گا کیونکہ جب بیت المقدس فتح ہو گیا تو قیساریہ فتح کرنا آسان ہو جائے گا۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ بیت المقدس کو فتح کریں پھر قیساریہ کی جانب جائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح مجھے بتایا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابن طالب! آپ نے بالکل سچ کہا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ عزوجل کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے عامل شام کے نام
السلام علیکم! امابعد: میں اس اللہ واحد و یکتا جل شانہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے اوراس کے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں درود بھیجتا ہوں۔ تمھارا خط مجھے ملا، مجھ سے مشورہ طلب کیا کہ کس علاقے کی طرف پیش قدمی کی جائے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف نے بیت المقدس کی طرف کوچ کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اللہ عزوجل تمھارے ہاتھوں بیت المقدس فتح فرمائے! والسلام

آپ نے خط لپیٹ کر حضرت عفرجہ رضی اللہ عنہ کو دیا اور فرمایا کہ جلدی سے جاؤ۔ حضرت عفرجہ رضی اللہ عنہ خط لے کر چلے گئے، مقامِ جابیہ میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو ان کو خط پیش کیا۔ آپ نے خط پڑھ کر مسلمانوں کو سنایا تو وہ بیت المقدس کی طرف کوچ کرنے کا حکم نامہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

بحکم امیر المؤمنین مسلمانوں کی بیت المقدس کی طرف روانگی

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا، انھیں ایک جھنڈا دیا اور لشکر زحف کے پانچ ہزار شہسوار دیکر بیت المقدس کی طرف روانہ کیا۔ پھر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بلایا ایک جھنڈا ان کے سپرد کیا اور پانچ ہزار سپاہی ان کی قیادت میں دیتے ہوئے حکم دیا کہ بیت المقدس پہنچ کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل جانا۔
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ تم مسلمانوں کے خیر خواہ ہو، شہر ایلیاء

پہنچ کر تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کرنا اور حضور اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاء کرام اور صلحاء امت جو بیت المقدس میں آرام فرما ہیں، ان کے توسل سے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں بیت المقدس کے فتح ہونے کی دعا کرنا۔ [1]

امیرِ لشکر کی نصیحت سن کر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کوچ کر گئے۔ ان کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی صحابی رسول حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو بلایا، امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انھیں بھی ایک جھنڈا دیا اور پانچ ہزار یمن کے سپاہی مقرر کر کے فرمایا: اپنے ساتھیوں کو لے کر بیت المقدس کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ ساتھیوں کا خوب خیال رکھنا اور جو تم لوگوں سے پہلے مسلمان وہاں جا چکے ہیں ان کے ساتھ خلط ملط نہ ہونا۔

ان کے بعد مرقال بن ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ پانچ ہزار سپاہی ان کے ماتحت کیے گئے اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے رہنے کا حکم دیا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ بیت المقدس کے شہر سے متصل کسی جگہ پڑاؤ ڈالنا اور اپنے سے پہلے روانہ ہونے والوں کے ساتھ نہ ملنا بلکہ ان سے علیحدہ رہنا۔

پھر پانچواں جھنڈا لیا اور حضرت میّب بن نجیہ فزاری رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ قبیلۂ نخع اور اس کے علاوہ دوسرے قبائل کے پانچ ہزار افراد ان کے ماتحت متعین کرتے ہوئے انھیں بھی کوچ کرنے کا حکم دیا گیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے چھٹا جھنڈا حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا، پانچ ہزار سپاہی ان کی قیادت میں دیتے ہوئے پہلے والوں کے پیچھے جانے کا حکم دیا۔

پھر ساتواں جھنڈا لیا اسے حضرت عمرو بن مہلہل بن زید الخیل رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ پانچ ہزار کا لشکر ان کی قیادت میں دیتے ہوئے انھیں کے پیچھے چلنے کا حکم دیا۔

اس طرح مجموعی طور پر پینتیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کی جانب روانہ کیا۔ سات سردار، سات دنوں میں روانہ ہوئے یعنی ہر روز ایک سردار۔ یہ ساری کارروائی صرف اس لیے کی گئی تاکہ ہر روز جب ایک سردار اپنا لشکر لے کر پہنچے گا تو اس سے دشمنانِ خدا کے دلوں میں رعب پیدا ہوگا۔

بیت المقدس میں لشکرِ اسلام کی آمد

شہر بیت المقدس میں سب سے پہلے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنا جھنڈا لہراتے ہوئے داخل ہوئے۔ جب اہلِ شہر نظر آئے تو آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا آپ کے ساتھیوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا۔

اہلِ بیت المقدس نے جب فلک بوس نعروں کی آوازیں سنیں تو گھبرا گئے ان کے دل دہل گئے اور قلعہ کی دیواروں

[1] حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان واضح طور پر ہماری رہنمائی کر رہا ہے کہ مقربین بارگاہ کی قبور پر حاضری دے کر ان کو اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اگر ناجائز ہوتا تو صحابیٔ رسول حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ یقیناً اس قسم کی بات ارشاد نہ فرماتے۔ (مترجم عفی عنہ)

پر چڑھ کر نظریں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ لیکن جب مسلمانوں کی قلیل تعداد دیکھی تو حقارت بھری نظروں سے دیکھنے اور گمان کرنے لگے شاید یہی کل تعداد ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ''مقام اریحا'' کے قریب اپنے ساتھیوں سمیت پڑاؤ ڈالا۔ دوسرے روز حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ تیسرے روز حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ، چوتھے روز حضرت مرقال بن ہاشم رضی اللہ عنہ، پانچویں روز حضرت مسیّب بن نجیبہ رضی اللہ عنہ، چھٹے روز حضرت قیس بن ہبیرہ رضی اللہ عنہ اور ساتویں روز حضرت عروہ بن مہلہل بن زید الخیل رضی اللہ عنہ نے مقام رملہ سے متصل راستوں میں خیمے نصب کیے۔

حضرت عبداللہ بن عامر ربیعہ غطفانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مسلمانوں کا لشکر چونکہ باری باری ہر روز آ رہا تھا تو جو بھی بیت المقدس کے شہر میں داخل ہوتا تو نعرہ تکبیر بلند کرتا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود کا نذرانہ پیش کرتا، نصرتِ خداوندی اور دشمنوں پر غلبہ و کامیابی کی دعا کرتا ہوا داخل ہوتا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ راوی فرماتے ہیں: جب لشکر کو بیت المقدس کی جانب روانہ کر دیا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، باقی تمام مسلمان، خواتینِ اسلام اور بچے اور مالِ غنیمت میں جو کچھ اللہ عزوجل نے دیا مثلاً گھوڑے اونٹ اور دیگر مال و دولت وغیرہ یہ سب وہیں اپنے مقام پر رہے، کسی دوسری جانب رخت سفر نہیں باندھا۔

راوی کا بیان ہے: مسلمانوں کے لشکر نے تین روز بیت المقدس میں قیام کیا مگر اہلِ بیت المقدس لڑائی کے لیے میدان میں نہ اترے۔ نہ ہی اہلِ بیت المقدس کا کوئی پیغام ان کے پاس آیا۔ کسی شہری نے مسلمانوں سے کوئی کلام نہ کیا مگر اپنی منجنیقوں، تلواروں، ڈھالوں اور دیگر جنگی آلات سے قلعہ کو مستحکم کر لیا۔

حضرت مسیّب بن نجیبہ فزاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگوں نے زیب و زینت اور خوبصورتی کے لحاظ سے بیت المقدس سے بڑھ کر کسی شہر کو پرتکلف نہیں دیکھا تھا۔ ہم لوگ جہاں کہیں بھی ٹھہرتے، وہاں کے لوگ ہمیں دیکھ کر دہل جاتے، ان کے دلوں میں ہماری دہشت طاری ہو جاتی اور وہ ہیبت زدہ ہو کر رہ جاتے مگر بیت المقدس والوں کو ان کی طرح نہ پایا۔ ہم لوگ تین دن ان کے سامنے رہے کسی ایک نے بھی ہمارے ساتھ بات نہ کی سوائے اس کے کہ انھوں نے سخت قسم کے حفاظتی اقدامات مکمل کر کے قلعہ کو مستحکم کر لیا۔

بیت المقدس والوں کو اپنے مطالبات بتانا

جب چوتھا دن ہوا تو ایک دیہاتی آدمی نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اس قوم کے لوگ بہرے معلوم ہوتے ہیں، جو کچھ سنتے ہی نہیں، یا پھر گونگے ہیں کہ بولتے ہی نہیں یا اندھے کہ انھیں کچھ دکھائی نہیں دے رہا، ان پر حملہ

کر دینا بہتر ہے۔

پانچواں دن ہوا تو مسلمانوں نے نماز فجر ادا کی، اس کے بعد سب سے پہلے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اہلِ بیت المقدس سے بات چیت کرنے کے لیے سوار ہوئے۔ اسلحہ سے پوری طرح لیس ہو کر قلعے کی دیوار کے قریب گئے۔ آپ نے ایک ترجمان بھی ساتھ لے لیا تا کہ ایک دوسرے کی گفتگو کا ترجمہ کر کے بتاتا رہے۔ آپ قلعے کی دیوار کے سامنے اس طرح کھڑے ہوئے جہاں سے اہل شہر بآسانی آپکی باتیں سن سکتے تھے، مگر اہل شہر بالکل خاموش رہے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے ترجمان سے فرمایا: انھیں کہو، اہلِ عرب کے امیر کا کہنا ہے کہ اسلام اور حق کی دعوت نیز کلمہ اخلاص یعنی ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' قبول کرنے کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟ تا کہ مذکورہ کلمۂ توحید و رسالت قبول کر لینے سے تمھارے سابقہ گناہوں کو معاف کر دیا جائے نیز اس کے ساتھ تمھاری جان اور تمھارے مال بھی محفوظ ہو جائیں گے اگر تم لوگوں کو ہماری دعوت قبول نہیں اور انکار کرتے ہو تو دوسری صورت یہ ہے کہ ان شہروں کی طرح جو فوج اور طاقت کے لحاظ سے تم سے کہیں زیادہ مستحکم تھے، ہماری صلح میں آ جاؤ۔ اگر ان دونوں شرطوں کا انکار کرو گے تو یاد رکھو! ہلاکت کا شکار ہو کر رہ جاؤ گے اور تمھارا ٹھکانہ دوزخ ہو گا۔

ترجمان نے آپ کی بات سن کر بیت المقدس والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: تم میں سے کون میرے ساتھ مخاطب ہو گا؟

یہ سن کر ایک پادری آگے بڑھا، جس نے بالوں سے بنا ہوا لباس پہن رکھا تھا، کہنے لگا: میں ان کی طرف سے مخاطب ہوں، کہو کیا چاہتے ہو!

ترجمان نے کہا: مسلمانوں کے امیرِ لشکر تمھیں تین باتوں میں سے ایک کی دعوت دے رہے ہیں، یا تو دینِ اسلام میں داخل ہو جاؤ یا جزیہ ادا کر کے ان کی صلح میں آ جاؤ یا پھر تلوار (یعنی جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ)۔

ترجمان کی بات سن کر پادری نے پیچھے کھڑے ہوئے ساتھیوں کو سب کچھ بتایا تو اونچی اونچی آواز میں کلمات کفریہ سنائی دینے لگے۔ وہ کہنے لگے: ہم اپنے عزت دار دین کو چھوڑ کر تمھارے دین کو قبول نہیں کریں گے، ہمارا قتل ہو جانا اس ترکِ دین سے بہتر ہے۔

ترجمان نے جو کچھ سنا، حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ آپ واپس لوٹے اور دوسرے سرداروں کو اس بات کی اطلاع دی۔ سرداروں سے کہا: تو پھر کس بات کا انتظار ہے؟

بقیہ سرداروں نے جواب دیا: امیرِ لشکر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں جنگ و جدال کا ابھی کوئی حکم نہیں دیا بلکہ صرف پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ ہاں! ہم امین الامت رضی اللہ عنہ کو خط لکھتے ہیں اور حالات حاضرہ سے باخبر کرتے ہیں۔ اگر وہ ہمیں لڑنے کا حکم دے دیں تو ہم حملہ کر دیں گے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس والوں کا جواب لکھ کر بھیجا اور پوچھا کہ اب آپ کا کیا حکم ہے؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط کے جواب میں لکھا کہ حملہ کر دیا جائے اور وہ خود بھی اس خط کے پیچھے آ رہے ہیں۔

مسلمانوں کے پاس جب خط پہنچا تو پڑھ کر بہت خوش ہوئے پھر صبح کے انتظار میں رات بسر کی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے خبر دی گئی کہ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے حملہ کرنے کا حکم نامہ پہنچا تو مسلمانوں نے وہ رات اس طرح گزاری گویا شدتِ اشتیاق سے آنے والے کا انتظار کیا جا رہا ہو۔ انھیں بیت المقدس کی خاطر لڑنے کی بے حد خوشی تھی۔ ہر سردار کی یہی خواہش تھی کہ اس کے ہاتھوں بیت المقدس فتح ہو تا کہ سب سے پہلے وہ اس میں نماز ادا کرے اور آثارِ انبیاء کرام علیہم السلام کی زیارت کرے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فجر طلوع ہوئی تو اذان دی گئی، پھر مسلمانوں نے نماز فجر ادا کی۔ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے نماز میں یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿ يَاقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خَاسِرِيْنَ ○ ﴾

''اے قوم! اس پاک زمین میں داخل ہو جو اللہ نے تمھارے لیے لکھی ہے اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے۔''[1]

اللہ عزوجل نے اس نماز میں سردارانِ اسلام کی زبانوں پر جاری کر دیا کہ اس مذکورہ آیت کی تلاوت کریں گویا کسی وعدے کے مطابق انھوں نے اپنی اپنی نمازوں میں اسی آیت کی تلاوت کی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے قبیلۂ حمیر اور اھلِ یمن نے حملہ کیا۔ مسلمانوں نے جوشیلے شیر کی طرح میدانِ جنگ میں قدم رکھا۔ بیت المقدس والوں نے جب مسلمانوں کے میدانِ جنگ میں نکلنے کو ملاحظہ کیا تو وہ بھی گروہ در گروہ نکلنا شروع ہو گئے۔ اس کے بعد دونوں گروہوں میں غروب آفتاب تک جنگ کا میدان گرم رہا۔ دشمنان اسلام ٹڈیوں کی طرح جنگ کے میدان میں نکلتے رہے۔ قتل شدید کے باوجود بھی بیت المقدس والوں پر ذرہ بھر بھی ہیبت طاری نہ ہوئی اور نہ ہی ان کے

[1] پارہ 6، المائدہ 21، ترجمہ کنزالایمان

دلوں پر رعب و دبدبہ کا اثر ظاہر ہوا اور وہ اپنے شہر کی خاطر کسی قسم کا لالچ خاطر میں نہ لاتے۔

سورج غروب ہوتے ہی وہ لوگ واپس اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ گئے۔ مسلمان بھی واپس لوٹے اور سب سے پہلے فرائض کی ادائیگی کی پھر اپنے دوسرے امور کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب نماز کی ادائیگی اور کھانے پینے سے فارغ ہو گئے تو انھوں نے آگ جلا کر روشنی کی۔ چونکہ لکڑیوں کی بہتات تھی اس لیے انھوں نے لکڑیاں جمع کر لیں۔

اس کے بعد بعض مسلمان تو نماز پڑھنے لگے، بعض قرآن حکیم کی تلاوت کرنے لگے، بعض خداوند قدوس کی بارگاہ میں گریہ زاری کرنے لگے اور بعض جو سارے دن کے تھکے ماندے تھے سو گئے۔

دوسرے دن صبح ہوتے ہی مسلمان میدانِ جنگ میں نکلے۔ انھوں نے کثرت سے اللہ ﷻ کا ذکر کیا، اس کی ثنا بیان کی اور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ پر درود بھیجا۔

تیر اندازوں کو آگے کیا اور وہ اللہ ﷻ کا ذکر کر کے تیر پھینکتے اور اللہ ﷻ کی بارگاہ میں فتح و نصرت کی دعائیں کرتے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی بیت المقدس آمد

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمان کئی روز مسلسل بیت المقدس والوں سے لڑتے رہے، اپنی طرف سے خوشی کا اظہار بھی کرتے مگر ان کے دلوں میں نہ تو کوئی رعب پیدا ہوتا نہ انھیں کوئی پریشانی ہوتی۔ جب گیارہواں دن ہوا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا جھنڈا دکھائی دیا جسے آپ کے غلام سالم نے اٹھا رکھا تھا۔ آپ کے ساتھ مسلمان پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں جانب تھے جبکہ بائیں جانب حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم تھے۔ خواتینِ اسلام اور دیگر ساز و سامان بھی ساتھ تھا۔ ان کو دیکھتے ہی تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند ہونے لگے۔ ان کی آوازیں سن کر دوسرے قبائل نے بھی جواباً تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کیے۔ یہ دیکھ کر بیت المقدس والوں کے دلوں میں رعب پیدا ہو گیا۔

بیت المقدس کے بڑے بڑے سردار اور قابل عزت افراد مل کر بہت بڑے ''قمامہ'' نامی عبادت خانے میں گئے۔ وہاں ایک بڑے پادری (پوپ) کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے جس کی سارے بیت المقدس والے تعظیم کرتے تھے اور اسی کے سامنے اپنی مشکلات پیش کیا کرتے تھے۔

جس وقت اہلِ بیت المقدس نے نعروں کی آوازیں سنیں تو اس پوپ کے سامنے کھڑے ہو کر نہایت عاجزی و انکساری سے عرض گزار ہوئے: اے ہمارے باپ! اس قوم کا امیر اور بقیہ مسلمان بھی آ چکے ہیں اور یہ نعروں کی آوازیں اسی لیے سنائی دے رہی ہے۔

جب ان کے بڑے پادری یعنی پوپ نے سنا تو اس کا رنگ اڑ گیا۔ چہرہ متغیر ہو گیا اور کہنے لگا: افسوس! ہائے افسوس!

لوگ عرض گزار ہوئے: اے ہمارے بڑے باپ! کیا ہوا!

اس نے کہا: انجیل مقدس کی قسم! اگران کا امیر آچکا ہے تو تمھاری ہلاکت و بربادی بھی قریب آچکی ہے۔

انھوں نے پوچھا وہ کیسے؟

پادری نے جواب دیا: اس لیے کہ ہمارے متقدمین علماء سے جو کچھ ہمیں ورثے میں ملتا آیا ہے ہم نے اس میں دیکھا کہ طول وعرض کے لحاظ سے روئے زمین کو جو شخص فتح کرے گا وہ گندم گوں رنگ کا ایک شخص ہوگا جس کا نام ''عمر'' ہوگا اور اپنے نبی محمد ﷺ کا صحابی ہوگا۔

اگر تو وہ آچکا ہے تو جنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی تمھارے اندر ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت ہے۔ اب جو بات ضروری ہے وہ یہ ہے کہ میں ان کے امیر کو دیکھتا ہوں اس کی شکل وصورت ملاحظہ کرتا ہوں۔ اگر تو وہی ہوا تو پھر میں اس سے مصلحت قائم کرتے ہوئے جو وہ چاہے گا قبول کرلوں گا، بصورت دیگر اگر اس کے علاوہ کوئی اور ہوا تو میں اس کی بات کبھی نہ مانوں گا کیونکہ جو میں نے بتایا ہے اس کے علاوہ کوئی اور شخص اس شہر کو فتح نہ کر سکے گا۔

یہ کہہ کر پوپ کھڑا ہوگیا۔ چھوٹے بڑے درجے کے سب پادری اور رہبان اس کے اردگرد حلقہ بنائے کھڑے ہو گئے، صلیب اس کے سر پر بلند کی، ہاتھوں میں انجیل کھول کر پکڑ لی اور دیوار کے اس جانب اوپر چڑھا جس جانب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نظر آرہے تھے۔ اس نے مسلمانوں کو دیکھا جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو سلام اور ان کی تعظیم کرتے ہوئے میدانِ جنگ میں نکل کھڑے ہوتے۔

پوپ کے سامنے کھڑے ایک شخص نے زوردار آواز لگائی: اے مسلمانوں کے گروہ جنگ بند کرو، ہم تم لوگوں سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لوگ جنگ کو چھوڑ کر ایک طرف ہو گئے۔ پھر ایک آدمی نے فصیح عربی زبان میں آواز لگائی: مخصوص صفات کا حامل ایک شخص جو ہمارے شہر کے ساتھ ساتھ پوری روئے زمین کو فتح کرے گا، وہ اگر تمھارا امیر ہوا تو ہم تم سے جنگ نہیں کریں گے بلکہ اپنا شہر تمھارے سپرد کر دیں گے اور اگر وہ شخص تمھارا امیر نہ ہوا تو ہم کبھی بھی اپنا شہر تمھارے حوالے نہیں کریں گے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب مسلمانوں نے یہ بات سنی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور جو کچھ سنا تھا، بیان کر دیا۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نکلے اور ان کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

پوپ نے آپ کی طرف نظر ڈالی اور کہنے لگا: یہ وہ شخص نہیں ہے، تمھیں مبارک ہو اپنے دین، شہر اور حریموں کا دفاع

کرتے ہوئے لڑو۔

اہلیانِ شہر نے بڑے پادری کی بات سنی تو بلند آواز میں کفریہ کلمات بکنا شروع کر دیئے۔ دشمنانِ خدا آگے بڑھے اور شدت کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ پوپ واپس قمامہ کی طرف لوٹ گیا اس نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کوئی بات نہ کی۔ بلکہ قوم کو دوبارہ جنگ کرنے کا حکم دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس لوٹ آئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے امیر! کیا بات ہوئی؟

آپ نے فرمایا: مجھے تو صرف یہی علم ہے کہ میں ان کی طرف گیا تھا، جیسا کہ تم لوگوں نے بھی دیکھا پھر ان کا گمراہ کرنے والا ایک شیطان میرے سامنے آیا۔ وہ مجھے غور سے دیکھنے لگا اور مسلسل تامل کرتا رہا پھر اچانک یک زبان ہو کر کلمات کفریہ بکنے لگا اور وہ شیطان مجھ سے بات کیے بغیر واپس چلا گیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: مجھے شک پڑتا ہے کہ اس میں ضرور کوئی نہ کوئی حکمت ہے ہم اس کا سراغ لگائیں گے اور اصل حقیقت معلوم کریں گے۔

پھر آپ نے مسلمانوں کو شدید حملہ کرنے کا حکم دیا تو مسلمانوں نے بڑی شدت کے ساتھ ان کے ساتھ لڑائی کی۔

تیراندازوں کا حملہ اور ایک سردار کی ہلاکت

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں نے سخت سردی اور برفباری والے ایام میں بیت المقدس میں پڑاؤ ڈالا تھا۔ رومیوں نے گمان کیا کہ ان مشکل دنوں میں مسلمان ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔

مسلمان مقابلے کے لیے نکلے، یمنی تیراندازوں کو آگے کیا گیا۔ انہوں نے بے تحاشا تیراندازی کی حتیٰ کہ دشمنانِ خدا اپنی بے شعوری کے سبب پشتوں کے بل گرنے لگے مسلمانوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

عون بن مہلہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل یمنی تیراندازوں کو خوش نصیب فرمائے، میں نے انہیں تیراندازی کرتے دیکھا تو دشمن ایک ایک کر کے شہر پناہ کی دیواروں سے گرنے لگے، پھر جب شہر والے تیراندازی کی تاب نہ لا سکے تو قلعہ کی دیوار، چمڑے کی ڈھالوں اور ہر وہ چیز جس کے ذریعے تیروں سے محفوظ رہا جا سکے، اس میں چھپ کر خود کو بچایا۔

آپ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ مسلسل آگے بڑھتے ہوئے قلعہ کے بڑے دروازے کی جانب جا رہے تھے جس کے اوپر ایک سردار پادری پُرتکلف لباس زیب تن کیے بیٹھا تھا۔ جواہرات سے مرصع صلیب اس کے اوپر تھی، ارد گرد غلام تھے جن کے ہاتھوں میں چلہ چڑھی کمانیں اور عمود تھے۔ سردار انہیں حملہ کرنے پر ابھار رہا تھا اور وہ مسلسل حملہ کرتے چلے جا رہے تھے۔

ابن مہلہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اس سردار کی جانب بڑھے خود کو ڈھال میں چھپاتے ہوئے اس برج کے قریب پہنچ گئے جس پر سردار بیٹھا ہوا تھا۔ پھر آپ نے تیر چھوڑا، فرماتے ہیں ایک دفعہ تو میں نے تیر کی طرف نظر کی پھر اونچی دیوار کی طرف، کمان اور دیوار کی بلندی کا موازنہ کر کے میں نے دل میں خیال کیا کہ اتنی بلندی پر تیر کس طرح پہنچے گا؟ اگر پہنچ بھی گیا تو سردار کے پُر تکلف جنگی لباس کی وجہ سے اسے کیا نقصان پہنچا سکے گا؟

فرماتے ہیں: خدا کی قسم! دیوار کی اتنی بلندی کے باوجود سردار کو جب تیر لگا تو جسم میں پیوست ہوتا چلا گیا اور وہ الٹے پاؤں دیوار سے نیچے جا گرا پھر اچانک آہ و بکا کی آوازیں بلند ہوئیں جسے سن کر میں جان گیا کہ وہ سردار ہلاک ہو چکا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

پورے چار ماہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بیت المقدس رہے، ہر روز میدانِ جنگ میں شدید لڑائی ہوتی۔ مسلمانوں نے سردی، برف باری اور سخت بارشوں میں بھی صبر کا دامن نہ چھوڑا۔

بیت المقدس کے پوپ اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو

جب اہلِ بیت المقدس نے محاصرے اور مسلمانوں کی طرف سے لاحق ہونے والی تکالیف محسوس کیں تو قمامہ نامی عبادت گاہ میں گئے اور پوپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ پھر اس کے سامنے سجدہ کیا اور اس کی تعظیم بجا لاتے ہوئے عرض گزار ہوئے:

اے ہمارے بڑے باپ! ہم پر مسلمانوں کا محاصرہ بہت طویل ہو چکا ہے، آپ ہرقل بادشاہ سے مدد کے لیے کچھ کیجیے بلاشبہ وہ ہماری مدد کرے گا کیونکہ اسے اپنے لشکر کی شکست کا بھی افسوس ہوگا۔ ویسے بھی وہ جنگی کاموں میں ہم سے زیادہ دلچسپی رکھتا ہے۔ جس دن سے عربوں نے ہمارے شہر میں پڑاؤ ڈالا ہے، اس دن سے اب تک نہ تو ہم نے ان سے کوئی بات کی ہے اور نہ ہی ازراہ حقارت ان کی بات کا جواب دینا پسند کیا ہے۔ مگر اب معاملہ ذرا مشکل ہو رہا ہے ہم آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ ان عربوں کے پاس جا کر پوچھئے کہ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟

اگر تو ان کے مطالبات ماننے والے ہوئے تو ٹھیک ہے، ہم مان لیں گے اور اگر معاملہ سخت ہوا یعنی ان کے مطالبات میں سختی ہوئی تو پھر ہم قلعہ کے دروازے کھول کر یکبارگی حملہ کر دیں گے پھر یا تو ہم ان کے آخری شخص تک کا خون بہا ڈالیں گے یا خود شکست کھا لیں گے۔

پوپ نے ان کی بات مانتے ہوئے عمدہ لباس زیب تن کیا اور ان کے ساتھ قلعہ کی دیوار پر چڑھا، اس کے سامنے

صلیب کا نشان بلند کیا گیا، اردگرد رہبانی پادری جن کے ہاتھوں میں انجیل کھلی ہوئی تھی، کھڑے تھے۔ یہیں سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سامنے دکھائی دے رہے تھے۔

ایک شخص نے فصیح عربی زبان میں کہا: اے گروہِ عرب! دینِ نصرانیت کا بڑا عالم (رکن) اور امیرِ شریعت تمھارے ساتھ مخاطب ہونا چاہتا ہے، اپنے امیر کو ہمارے پاس بھیجو۔"

مسلمانوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خبر دی تو آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل کی قسم! اس نے مجھے دعوت دی ہے تو میں ضرور اسے قبول کروں گا۔

پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، دیگر سرداروں اور ترجمان کو لے کر نکل کھڑے ہوئے۔ اور اس بڑے پادری عالم کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

ترجمان نے ان سے کہا: اے اہلِ عرب! اس شہر مقدس میں ہم سے کیا چاہتے ہو؟ جس نے بھی اس شہر مقدس کی طرف میلی آنکھ سے دیکھا ہے، اللہ عزوجل ضرور اس سے ناراضگی فرماتا ہے اور اسے ہلاک کر دیتا ہے۔ ترجمان نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

آپ نے فرمایا: ان سے کہہ دو! بلاشبہ بیت المقدس قابلِ تکریم مقام ہے اسی مقام سے ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کی سیر کروائی گئی پھر وہ اپنے رب سے "مقام قاب قوسین اوادنی" کے مقام پر فائز ہوئے۔ یہی بیت المقدس انبیاء کرام علیہم السلام کا شہر رہا ہے۔ ان کی منور قبریں بھی یہیں ہیں، تمھاری نسبت ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں، ہم یہاں سے کبھی نہیں جائیں گے۔ یہاں تک اللہ عزوجل دوسرے شہروں کی طرح یہ شہر بھی ہماری ملکیت میں کر دے۔

پوپ بولا: تم لوگوں کا مطالبہ کیا ہے؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تین شرطیں ہیں: پہلی یہ کہ تم لوگ "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" کا اقرار کرلو۔ جب تم اس کلمے کا اقرار کرلو گے تو تم لوگوں پر وہی فرائض عائد ہوں گے جو ہم پر ہیں اور ہم پر بھی وہی فرائض عائد ہوں گے جو تم پر ہوں گے۔

پوپ نے کہا: یہ تو بہت عظیم کلمہ ہے۔ ہم بھی اس کا اقرار کرتے ہیں مگر تم کہتے ہو کہ تمھارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جبکہ ہم ان کی رسالت کے قائل نہیں ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے دشمنِ خدا! جھوٹ بکتے ہو! اس طرح تو تم توحید کا اقرار نہیں کر رہے۔ ہمیں قرآن کریم سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تم مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہو جبکہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور جس طرح تم کہتے پھرتے ہو اس سے وہ پاک ہے اور بڑی عظمت والا ہے۔

بڑا پادری (پوپ) بولا: بہرحال یہ شرط ہمیں منظور نہیں۔ دوسری شرط بیان کرو کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: چپ چاپ اپنا شہر ہمارے حوالے کر دو اور ہمیں جزیہ ادا کرتے رہو اور تم لوگ شام کے دوسرے شہروں کی طرح جزیہ کی ادائیگی کے باوجود ہمارے ماتحت اور کمتر ہو کر رہو گے۔

پوپ نے کہا: ''اگر ہم نہ مانیں تو؟''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر ہم مسلسل تم سے جنگ کریں گے تاوقتیکہ اللہ عزوجل ہمیں فتح و کامرانی نصیب فرما دے۔ تو ہم تمہاری عورتوں اور بچوں کو غلاموں لونڈیوں کی طرح رکھیں گے اور جو بھی کلمہ توحید کا انکاری ہو گا اسے قتل کر دیں گے۔

پوپ نے کہا: ہم کسی شرط پر بھی اپنا شہر تمہارے حوالے نہیں کریں گے اگرچہ ہمارا آخری شخص بھی ہلاک کر دو۔ ہم یہ کر بھی کیسے سکتے ہیں حالانکہ ہمارے پاس اسلحہ اور دیگر جنگی آلات کی فراوانی ہے۔ اس کے علاوہ بہادر قسم کے فوجی بھی بہت زیادہ ہیں۔ ہم لوگ ان کی طرح نہیں ہیں جنھیں تم لوگ پہلے ملتے رہے ہو اور جزیے وصول کرتے رہے ہو کیونکہ وہ قومیں ایسی تھیں جن پر مسیح سخت ناراض تھے اسی لیے وہ تمہاری اطاعت میں آ گئے جبکہ ہم ایک ایسے شہر مقدس کے مقیم ہیں کہ جب مسیح خدا کی بارگاہ میں دعا کریں تو ضرور درِاجابت تک پہنچتی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے دشمنِ خدا! خدا کی قسم! تو جھوٹ بولتا ہے۔

﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ج قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ط كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ ط﴾

''مسیح بن مریم نہیں مگر ایک رسول، اس سے پہلے بہت سے رسول ہو گزرے اور اس کی ماں صدیقہ ہے، دونوں کھانا کھاتے تھے۔''[1]

پوپ بولا: میں مسیح کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر تم لوگ بیس سال بھی یہاں ٹھہرے رہو تو اس شہر کو فتح نہ کر سکو گے کیونکہ اس شہر کو جو شخص فتح کرے گا اس کی صفات ہماری کتابوں میں مذکور ہیں جو تم لوگوں میں سے کسی کے اندر موجود نہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے شہر کو فتح کرنے والے اس شخص کی صفات کیا ہیں؟

پوپ نے جواباً کہا: ہمیں جو کچھ اپنی کتابوں میں ملا ہے اور جسے ہم پڑھتے آئے ہیں وہ یہ ہے کہ اس شہر مقدس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ''عمر'' نامی صحابی فتح کرے گا جو فاروق کے لقب سے مشہور ہو گا۔ وہ شخص بہت بہادر ہو گا، اللہ عزوجل کے معاملات کی ادائیگی میں کسی ملامت گر کی ملامت، خاطر میں نہ لائے گا۔

پھر پوپ نے کہا لیکن یہ ساری صفات ہم تمہارے کسی شخص میں نہیں پاتے۔

---

[1] پارہ 6، المائدہ 75، ترجمہ کنزالایمان

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوپ کی باتیں سنیں تو مسکرانے لگے اور فرمایا: ربِ کعبہ کی قسم! ہم نے شہر فتح کرلیا۔
پھر آپ اس پوپ کے قریب گئے اور فرمایا: اگر تم اس شخص کو دیکھ لو تو پہچان لو گے؟
اس نے کہا: کیوں نہیں! میں کیسے نہیں پہچان سکوں گا حالانکہ اسکی صفات، اس کی عمر کے سال اور دن تک میرے پاس محفوظ ہیں!

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! وہی شخص ہمارا خلیفہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے۔
پوپ بولا: اگر معاملہ اسی طرح ہے جیسا کہ تم بیان کر رہے ہو تو میں بھی دیکھوں گا، اگر واقعی سچ ہوا تو ٹھیک ہے اس طرح ہمارے تمہارے خون ضائع ہونے سے محفوظ ہو جائیں گے۔ تم لوگ جاؤ اور اپنے امیر المؤمنین کو ہمارے پاس لاؤ تاکہ ہم ابھی ان کو دیکھیں، اگر ان میں وہ خصلتیں موجود ہوئیں تو بغیر چون و چراں ہم اپنا شہر ان کے حوالے کر دیں گے اور جزیہ ادا کرنے لگیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان کی طرف پیغام بھیجتا ہوں کہ تشریف لے آئیں۔ جنگ کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جاری رہے یا ہم لوگ ہاتھ روک لیں؟
پوپ بولا: اے گروہِ عرب! کیا تم لوگ اپنے ظلم سے باز نہیں رہ سکتے؟ کیا ہم نے خون محفوظ رکھنے کی خاطر سب کچھ سچ سچ بیان نہیں کر دیا جبکہ تم لوگ صرف جنگ پر اڑے ہوئے ہو۔
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! یہ بات ٹھیک ہے کیونکہ اپنی زندگیوں سے زیادہ ہمیں اسی کی چاہت ہے، اسی سے ہم لوگ اپنے رب کی بارگاہ سے معافی اور بخشش کی امید کرتے ہیں۔
علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جنگ بندی کا حکم دیا اور پوپ بھی واپس لوٹ گیا۔
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے قوم کے سرداروں اور مسلمانوں کو اپنے پاس بلا کر پوپ سے ہونے والی گفتگو کی خبر دی تو ہر طرف تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند ہونے لگے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گزارش کی کہ آپ امیر المؤمنین کو خط لکھ بھیجیں ہوسکتا ہے وہ ہماری طرف تشریف لے آئیں اس طرح یہ شہر آسانی سے فتح ہو جائے گا۔
حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ابھی آپ رہنے دیجیے، ہم اہالیانِ بیت المقدس سے کہہ دیتے ہیں کہ خلیفہ ہمارے ساتھ موجود ہیں اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بطور خلیفہ آگے کر دیں گے۔ جب وہ ان کی طرف دیکھیں گے تو قلعہ کے دروازے کھول دیں گے۔ اس طرح ہم لوگ مزید تکلیف اٹھانے سے بھی بچ جائیں گے۔
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کافی مشابہت رکھتے تھے۔ جب صبح ہوئی تو

ترجمان نے آواز لگائی کہ ''خلیفۃ المسلمین آچکے ہیں۔''

اس سے قبل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرما دیا تھا کہ چند سواروں کو اپنے ساتھ لے لیں۔ انھوں نے قلعہ کی دیواروں کے قریب جا کر کہا ''جس امیر کا تم لوگوں نے مطالبہ کیا تھا وہ آچکے ہیں۔''

یہ سن کر اہلیانِ شہر نے پوپ کو بتایا، وہ جلدی قلعہ کی دیوار کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر ترجمان سے کہنے لگا: انھیں ہمارے سامنے کرو تا کہ میں انھیں پہچان سکوں۔ یہ سنتے ہی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔

آپ کو دیکھ کر پوپ بولا: مسیح کی قسم! لگتا تو وہی شخص ہے مگر اس کے اندر باقی علامات نہیں پائی جا رہیں، تمھیں اپنے دین کی قسم! سچ بتانا تم کون ہو؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنے نبی علیہ السلام کا ایک صحابی ہوں۔

پوپ بولا: اے عرب والو! کب تک اس طرح دھوکہ کرتے رہو گے۔ مسیح کی قسم! جب تک ہم وہ شخص دیکھ نہ لیں جس میں اس شہر کو فتح کرنے والے شخص کی علامات پائی جائیں گی اس وقت تک تم کسی صورت میں بھی فتح یاب نہ ہو سکو گے۔ اب ہم میں سے کوئی شخص تمھارے ساتھ کلام نہیں کرے گا اگرچہ بیس سال تک یہیں قیام کیے رکھو، یہ کہہ کر پوپ واپس لوٹ گیا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے اصرار کیا: اے امیرِ لشکر! حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھ دیں اور انھیں صورتحال سے مطلع کریں۔ امید ہے کہ وہ تشریف لے آئیں گے اور اس شہر مقدس کو بھی اپنے قدموں سے شرف بخشیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس تشریف لانے کی درخواست کرنا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از طرف والیٔ شام ابوعبیدہ، اللہ عزوجل کے بندے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام

السلام علیکم!

میں اللہ عزوجل کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اس کے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجتا ہوں۔

جناب کو معلوم ہو گا کہ ہم شہر ایلیاء میں مقیم ہیں چار ماہ سے ہر روز ہماری لڑائی ہو رہی ہے۔ سردی، برفباری اور بارش سے مسلمان بہت مشقت میں مبتلا ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ صبر سے کام لے رہے ہیں اور رب تعالیٰ کی بارگاہ سے امید لگائے ہوئے ہیں۔ آج جبکہ میں نے آپ کی خدمت میں خط لکھ کر بھیجا ہے۔ بیت المقدس کے شہر کا پوپ ہمارے سامنے آیا اہلیانِ شہر کی اس کی بہت تعظیم بجالاتے ہیں۔ وہ آیا اور کہنے لگا کہ وہ اپنی کتابوں میں یہ بات پاتے ہیں کہ بیت المقدس کو ہمارے نبی ﷺ کا عمر نامی صحابی فتح کر سکے گا۔ ان کی کتابوں میں مذکور ہے کہ اس فتح کرنے والی شخصیت کی نشانیاں فلاں فلاں ہیں۔ انھوں نے ہم سے اپنے خون محفوظ رکھنے کا سوال کیا ہے۔

آپ جناب سے گزارش ہے کہ تشریف لے آئیں، شاید کہ اللہ ﷻ آپ کے ہاتھوں بیت المقدس فتح فرما دے۔ والسلام

یہ لکھ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط لپیٹ کر مہر ثبت فرمائی اور پھر فرمایا:

اے گروہِ مسلم! کون ہے جو میرا یہ خط لے کر امیر المؤمنین کے پاس جائے گا۔ اس کا اجر اللہ ﷻ ہی عطا فرمائے گا۔

حضرت میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ جلدی سے اٹھے اور عرض کی: میں خط لے کر جاؤں گا، امید ہے کہ امیر المؤمنین میرے ساتھ ضرور آئیں گے ان شاء اللہ ﷻ۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے مکتوب ان کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا: اللہ ﷻ تیرے معاملات میں برکت پیدا فرمائے! یہ لو خط اور جاؤ۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے خط لیا اور ''کوماء'' نسل کی اونٹی (ابھری ہوئی کوہان والی اونٹنی) پر سوار ہو گئے پھر مسلسل سفر کرتے رہے حتیٰ کہ مدینہ منورہ داخل ہو گئے۔ اس وقت رات کا وقت تھا جب آپ مدینہ شریف پہنچے۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خدا کی قسم! وہاں کوئی بھی شخص نہیں تھا، میں نے مسجد کے دروازے کے پاس جا کر اونٹنی باندھی اور مسجد نبوی میں داخل ہوا۔

رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام پیش کر کے مسجد کے ایک کونے میں آ کر لیٹ گیا۔

کافی دنوں کی مسلسل بیداری کی وجہ سے لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اذان کی آواز نے مجھے بیدار کیا۔رات کی تاریکی میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اذان پڑھی۔اذان کے بعد یہ فرماتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے:
اَلصَّلٰوۃُ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ نماز کا وقت ہو چکا ہے، اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے۔

حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اٹھا، وضو کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز فجر ادا کی۔نماز سے فارغ ہو کر آپ محراب شریف سے نکل کر جانے لگے تو میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور سلام عرض کیا۔

جب آپ نے مجھے دیکھا تو مجھ سے مصافحہ کیا اور بہت خوش ہو کر فرمایا: ''ربِ کعبہ کی قسم! یہ تو میسرہ ہیں''!

پھر آپ نے لشکرِ اسلام کے بارے دریافت فرمایا: اے ابن میسرہ! پیچھے والوں کے حالات سناؤ، کیسے ہیں؟

میں نے عرض کیا: خیریت اور سلامتی میں ہیں اور ساتھ ہی میں نے خط کھول کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

آپ نے مسلمانوں کو وہ خط پڑھ کر سنایا اور پھر ان سے مشورہ طلب کرتے ہوئے پوچھا:

اللہ عزوجل تم سب پر رحم فرمائے، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جو خط بھیجا ہے اس کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے؟

بیت المقدس جانے کے لیے امیر المؤمنین کا مشورہ طلب کرنا

سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے لب کشائی کی۔آپ نے فرمایا:

اے امیر المؤمنین! اللہ عزوجل نے رومیوں کو ذلیل وخوار کر دیا ہے اور انھیں ملکِ شام سے نکال دیا ہے اور مسلمانوں کو اپنی مدد خاص عطا فرمائی ہے۔ہمارے ساتھیوں نے شہر ایلیاء کا محاصرہ کر رکھا ہے اس طرح ان پر زمین تنگ کر رکھی ہے۔وہ ہر روز ذلت، کمزوری اور ضعف کا شکار ہو رہے ہیں اگر آپ یہیں مدینہ شریف میں ہی مقیم رہیں اور ان کی طرف نہ جائیں تو وہ یہ سمجھیں گے کہ خلیفۃ المسلمین کی بارگاہ میں ہمارا مطالبہ نہایت حقیر اور ہمارا قتل ایک معمولی کھیل تصور کیا گیا اس لیے آپ وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیں تا کہ وہ اسی طرح ذلیل ہو کر خود بخود جزیہ ادا کرنے لگیں۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو ان کے لیے جزائے خیر کی دعا کرتے ہوئے فرمایا: اس معاملے میں تم میں سے کوئی اور مشورہ دینا چاہے گا؟ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے: ہاں! میں اس بارے میں مشورہ دینا چاہتا ہوں جو آپ کے لیے مفید بھی ہوگا، اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو الحسن! تمھاری کیا رائے ہے؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اہلیانِ بیت المقدس نے آپکی بارگاہ میں سوال کیا ہے۔ان کا سوال کرنا ہی مسلمانوں کی فتح کی علامت ہے۔دیکھئے! مسلمانوں کو سردی، برفباری، جنگ اور طویل عرصہ گزرنے کی وجہ سے کافی مشکلات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔سو میرا یہی مشورہ ہے کہ آپ ان کی طرف جائیں اللہ عزوجل ضرور آپ کے ہاتھوں بیت المقدس کی

فتح نصیب فرمائے گا۔ اس کے علاوہ بھی ہر قدم پر راستے کی تکالیف، بھوک پیاس اور ہر اونچائی عبور کرنے کے عوض اللہ ﷻ آپ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔ جب آپ وہاں پہنچیں گے تو مسلمانوں کے لیے امن و عافیت اور فتح و صلح کا سامان مہیا ہو گا ورنہ میرا نہیں خیال کہ اہلِ بیت المقدس مایوس ہو کر صلح کر لیں گے اور اپنا شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیں، بلکہ دوسرے شہروں کے سرداروں سے مدد طلب کر کے سرکشی و بغاوت کا بازار گرم کیے رکھیں گے۔ ویسے بھی چونکہ بیت المقدس عظیم جگہ ہے اس لیے کسی قسم کی کوتاہی اختیار کر کے پیچھے نہیں ہٹیں گے لہٰذا میرا مشورہ یہی ہے کہ ان کی طرف جانے کا ارادہ فرمائیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مشورہ سن کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا: عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے دشمن سے چال چلنے کی طرف نظر کی تھی جبکہ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے مسلمانوں کی حالت پر نظر کرتے ہوئے مشورہ دیا۔ دونوں اپنی جگہ درست ہیں اللہ ﷻ دونوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

میں علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے مشورے کو ہی ترجیح دیتا ہوں کیونکہ علی بن ابی طالب، محمود المشورہ ہیں اور ان کی ذات میں خیر و برکت کے سوا کچھ نہیں۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو کوچ کرنے کے لیے سامان اور زادِ راہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے جلدی سے ساری تیاریاں مکمل کیں۔ سامانِ سفر خدمت میں حاضر کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے تیار ہو کر مسجد نبوی میں چار رکعتیں ادا کیں پھر نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر گئے اور سلام پیش کیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سلام پیش کیا۔ [1]

اس کے بعد حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو شہر کا خلیفہ مقرر فرمایا اور مدینہ سے کوچ کر گئے۔ مدینہ طیبہ کے لوگ گروہ در گروہ آپ کو الوداع کہہ رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مدینہ منورہ سے بیت المقدس کی طرف روانگی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سرخ اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اونٹ کے اوپر دو بورے (تھیلے) تھے، جن میں سے ایک میں ستو اور دوسرے میں کھجوریں تھیں۔ سامنے پانی سے بھرا مشکیزہ رکھا، پیچھے دیگر زادِ راہ ساتھ رکھ لیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چھوٹی سی جماعت بھی آپ کے ساتھ ہو لی جن میں

---

[1] عمل فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ملاحظہ فرمائیں کہ نیک مہم کا آغاز مقبولانِ بارگاہ خدا ﷻ کے دربار مبارک پہ حاضری دے کر فرما رہے ہیں۔ بلکہ اہلِ عرب کا معمول رہا ہے کہ جب بھی سفر پر جاتے یا واپس آتے تو سب سے پہلے حضور اکرم ﷺ کی قبرِ انور پر حاضری دیتے اور سلام پیش کرتے تھے۔ مزید تفصیل کے لیے قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی شفاء شریف ملاحظہ فرمائیں۔ (مترجم عفی عنہ)

وہ حضرات بھی شامل تھے جنھوں نے جنگِ یرموک میں حصہ لیا تھا، پھر فتح کے بعد مدینہ لوٹ آئے تھے۔ ان میں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ شامل تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی جانب مسلسل سفر کرتے رہے۔ رات ہوتے ہی کسی جگہ ٹھہر جاتے، صبح ہوتے ہی نمازِ فجر پڑھاتے پھر مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر دعا فرماتے:

''تمام تعریفوں کے لائق وہ ذات وحدہ لاشریک ہے جس نے ہمیں اسلام کی وجہ سے عزت بخشی اور ایمان کی بدولت معزز بنایا، ہمیں اپنے نبی علیہ السلام کا امتی بنایا، گمراہی کے گڑھوں سے نکال کر ہدایت کا راستہ دکھایا، گمراہی اور سرکشی سے نجات دیکر کلمہ تقویٰ و توحید پر جمع کیا، جس نے ہمارے دلوں میں باہم الفت پیدا فرمائی، ہمیں دشمنوں کے خلاف مدد و نصرت سے سرفراز کیا، اپنے شہروں میں ہمیں متمکن کیا، آپس میں محبت پیدا کر کے سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔

سو اے لوگو! اللہ عزوجل کی اس نعمتِ عظمیٰ اور احسان پر اس کی تعریف کیا کرو، اللہ عزوجل اپنی نعمتوں کی طرف رغبت اور زیادتی طلب کرنے والوں کو اور زیادہ عطا فرماتا ہے اور شکر کرنے والوں کو کامل نعمتوں سے نوازتا ہے۔''

اس کے بعد آپ پیالہ نکال کر اسے ستو سے بھر دیتے کھجوریں بھی ساتھ رکھ کر فرماتے ''مزے سے پیٹ بھر کر کھاؤ۔'' پھر آپ بھی کھاتے اور آپ کے ساتھی بھی کھاتے، پھر آپ اسی طرح مسلسل سفر میں رہتے۔

قبیلۂ حزام کا ایک مسئلہ حل فرمانا

حضرت عمرو بن مالک عبسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملک شام کی طرف روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ قبیلۂ حزام کے چشموں پر سے آپ کا گزر ہوا۔ وہاں حزام کا ایک چھوٹا سا قبیلہ آباد تھا۔ یہ جگہ جہاں سے پانی بہہ رہا تھا ''ذات المنار'' کے نام سے مشہور تھی۔ آپ اس جگہ تشریف فرما ہوئے، آپ کے ساتھی آپ کے اردگرد موجود تھے۔ اچانک قومِ حزام کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! ہمارے قبیلہ میں ایک شخص ہے جس کی دو بیویاں ہیں اور وہ یہ دونوں بیویاں، ماں باپ کی طرف سے سگی بہنیں ہیں۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا: ''اسے میرے سامنے لاؤ'' حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس شخص کو بلا لیا گیا۔

آپ نے فرمایا: یہ دونوں عورتیں کون ہیں؟

وہ شخص بولا: دونوں میری بیویاں ہیں۔

آپ نے فرمایا: کیا ان کے درمیان کوئی رشتہ ہے؟

اس نے کہا: ہاں! دونوں بہنیں ہیں۔

آپ نے فرمایا: کس دین کے پیروکار ہو، کیا مسلمان نہیں ہو؟

اس نے کہا: کیوں نہیں!

آپ نے فرمایا: کیا تمھیں اس بات کا علم نہیں کہ ایسا کرنا تجھ پر حرام ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ط ﴾

"(حرام ہوئیں تم پر) دو بہنیں اکٹھی کرنا مگر جو ہو گزرا۔" [1]

وہ شخص بولا: مجھے اس بات کا بالکل علم نہیں، نہ ہی میں یہ جانتا ہوں کہ یہ دونوں مجھ پر حرام ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا: قسم بخدا! تو جھوٹ بولتا ہے بلاشبہ ایسا کرنا تجھ پر حرام ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلو ورنہ تمھاری گردن اڑا دوں گا۔

اس شخص نے کہا: کیا آپ مجھ پر زبردستی حکم نافذ کر رہے ہیں؟

آپ نے فرمایا: ہاں! خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں (زبردستی حکم نافذ کروں گا)۔

وہ شخص بولا: پھر تو میں نے اس دین میں کوئی بھلائی نہیں دیکھا کیونکہ اس دین میں داخل ہونے سے پہلے تو میں بے نیاز تھا۔

آپ نے فرمایا: ذرا میرے قریب آؤ۔ وہ قریب ہوا تو آپ نے اس کے سر پر درے لگائے۔ پھر فرمایا: اے اللہ عزوجل اور اپنی ذات کے دشمن! دینِ اسلام کو عیب لگاتا ہے؟ حالانکہ یہ دینِ اسلام ہی وہ دین ہے جسے اللہ عزوجل نے اپنے ملائکہ اور رسولوں کے لیے منتخب کیا۔ اور پھر اپنی مخلوق کے لیے اسی دین کو بہترین دین قرار دیا۔ بربادی گلے میں نہ ڈال بلکہ دونوں عورتوں میں سے ایک کو منتخب کرلے ورنہ افتراء کی حد لگا کر کوڑے لگانے کا حکم جاری کردوں گا۔

وہ شخص بولا: میں ان دونوں میں سے کیسے منتخب کروں حالانکہ دونوں سے بہت محبت کرتا ہوں۔ ہاں! ایک صورت ہے آپ دونوں میں قرعہ ڈالیں، جس نام کا قرعہ نکلے گا میں اسے اپنے پاس رکھ لوں گا اور دوسری کو چھوڑ دوں گا۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قرعہ ڈالا تو جس کا نام نکلا اسے مرد کے ساتھ رہنے دیا جبکہ دوسری کا راستہ چھوڑ دیا یعنی اب وہ نکاح میں نہ رہی۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا: اے قبیلۂ حزام کے شخص! میری بات اچھی طرح گوش گزار کرلے۔ "جو شخص ہمارے دین میں داخل ہو جائے پھر اس سے رجوع کرنا چاہے تو ہم اسے قتل کر دیتے ہیں لہٰذا دینِ اسلام چھوڑنے سے بچتے رہنا اور اگر آئندہ مجھے یہ خبر ملی کہ جس عورت کو تجھ سے جدا کیا ہے تو دوبارہ اس کے پاس گیا

---

[1] پارہ 4، النساء 23، ترجمہ کنزالایمان

تھا تو یاد رکھنا! میں تجھے سنگسار کردوں گا۔

راستے میں مختلف قبائل کے مسائل اوران کا حل فرمانا

علامہ واقدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ دوبارہ سفر کے لیے روانہ ہوگئے حتیٰ کہ بنی مرہ کے ایک قبیلے کے پاس پہنچے وہاں ان کی قوم کے چند افراد کو بطور سزا دھوپ میں کھڑا کیا ہوا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: ان لوگوں کو کیا ہوا؟ انھیں کیوں سزا دی جارہی ہے؟

عرض کیا گیا کہ ان کے ذمہ ٹیکس ہے جو ادا نہیں کرتے اسی وجہ سے انھیں سزا دی جارہی ہے۔

آپ نے فرمایا: ٹیکس کی ادائیگی کے بارے میں یہ کیا کہتے ہیں۔

بتایا گیا: وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ ہم ٹیکس ادا کرسکیں۔

آپ نے یہ سن کر حکم دیا: ان کو چھوڑ دو، جس چیز کی وہ طاقت نہیں رکھتے اس کی انھیں سزا مت دو۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا، آپ نے فرمایا:

((لَا تُعَذِّبُوا النَّاسَ فِي الدُّنْيَا يُعَذِّبُكُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

"دنیا میں لوگوں کو وہ عذاب نہ دو جو وہ بروز قیامت تمھیں دے گا۔"[1]

آپ نے ان کو چھوڑنے کا حکم دیا اور آپ روانہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ وادی قریٰ پہنچے تو آپ کو بتایا گیا، چشمے کے پاس ایک بوڑھا شخص رہتا ہے اس کے ساتھ اس کا ایک دوست بھی ہے جسے وہ بوڑھا پسند کرتا ہے۔

بوڑھے کے دوست نے اس سے کہا: اگر تو اپنی بیوی میں مجھے شریک کرلے اور حصہ دار بنائے تو میں تیرے اونٹ وغیرہ چرایا کروں گا۔ شرط یہ ہوگی کہ عورت پر ایک دن ایک رات میرا حق ہوگا پھر ایک دن ایک رات تیرا حق ہوگا۔

بوڑھے نے کہا: ٹھیک ہے تو جو کرنا چاہتا ہے، میں اس سے راضی ہوں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر دی گئی تو آپ نے دونوں کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ بوڑھا اور اس کا نوجوان دوست حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

خدا کرے ہلاکت کا شکار ہو جاؤ! کس دین کے پیروکار ہو؟

انھوں نے کہا: اسلام کے۔

آپ نے فرمایا: مجھے تمھارے بارے میں کوئی خبر ملی ہے۔

---

[1] ؟؟؟

انھوں نے کہا: کیسی خبر؟

آپ نے جوان کے بارے میں جو کچھ سنا تھا انھیں بتایا۔

بوڑھے نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ نے بالکل درست سنا ہے۔ معاملہ اسی طرح ہے۔

آپ نے فرمایا: تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ اسلام میں ایسا کرنا حرام ہے۔

انھوں نے کہا: خدا کی قسم! ہم بالکل نہیں جانتے۔

پھر آپ نے بوڑھے کو مخاطب کر کے فرمایا: تمھیں اس قدر قبیح (بُری) حرکت کرنے پر کس چیز نے آمادہ کر دیا؟

بوڑھے نے جواب دیا: میں چونکہ عمر رسیدہ آدمی ہوں، مجھے کسی پر پورا یقین اور بھروسہ نہیں تھا میں نے اس نوجوان سے کہا کیا تم میری طرف سے جانوروں کے چارے اور پانی کا بندوبست کرو گے اس کے عوض میں اور تو کچھ نہیں دے سکتا البتہ میری بیوی میں تمھارا بھی حصہ ہوگا۔

اے امیر المؤمنین! اب جبکہ مجھے علم ہو گیا ہے کہ ایسا کرنا حرام ہے تو آئندہ میں ایسا کام کبھی نہیں کروں گا۔

آپ نے فرمایا: اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑو اور لے جاؤ، اس کا کوئی قصور نہیں۔

پھر آپ اس نوجوان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اس عورت کے قریب جانے سے بچتے رہنا۔ اگر مجھے خبر ملی تو یاد رکھنا! تیری گردن اڑا دوں گا۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے حتیٰ کہ ملک شام کے ابتدائی علاقوں کے قریب پہنچ گئے۔

اسلم بن برقان رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، کہتے ہیں: جب ملک شام کے علاقے دکھائی دینے لگے تو ہم نے مسلمانوں کے چند گھوڑے آتے ہوئے دیکھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جلدی سے جاؤ اور دیکھو یہ شہسوار کون ہیں۔ حکم پاتے ہی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جلدی سے گئے اور ان کے قریب جا پہنچے۔ دیکھا کہ یہ یمنی گھوڑوں پر سوار مسلمان تھے جنھیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خبر گیری کے لیے روانہ کیا تھا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: انھوں نے مجھے سلام کر کے پوچھا: اے جوان! کہاں سے آ رہے ہو؟ میں نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے۔

انھوں نے پوچھا: اہل مدینہ کے بارے میں سناؤ! کیسے ہیں؟

میں نے جواب دیا: خیریت سے ہیں۔

پھر انھوں نے پوچھا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتاؤ وہ آ رہے ہیں یا نہیں؟

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟

انھوں نے جواب دیا: ہم یمنی عرب کے لوگ ہیں، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خبر معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہے۔

یہ سن کر حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انھیں صورتحال سے آگاہ کیا۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے انھیں میرے پاس لاؤ۔

فرماتے ہیں کہ وہ یمنی ہمارے پاس آئے، انھوں نے سلام کیا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا کہ کہاں ہیں؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ادھر آؤ! میں یہاں ہوں، تم لوگ کیا چاہتے ہو؟

انھوں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! ہماری آنکھیں انتظار کرتے کرتے تھک چکی ہیں، راہ تکتے تکتے گردنیں تھک چکی ہیں۔ آپ جلدی سے تشریف لے آیئے شاید اللہ عزوجل آپ کے ہاتھوں بیت المقدس فتح فرمادے۔

بیت المقدس پہنچنے پر "امیر المؤمنین" کا والہانہ استقبال

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں کا وہ فوجی دستہ جسے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا وہ واپس آیا، جب مسلمانوں کا لشکر اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سامنے نظر آئے تو اس فوجی دستے نے زور زور سے آوازیں لگانی شروع کر دیں: اے مسلمانو! "امیر المؤمنین کے آنے کی خوشخبری ہو" یہ سنتے ہی مسلمانوں کے دل بیتاب ہو گئے۔ ہر شخص امیر المؤمنین کا استقبال کرنے کے لیے اپنی سواریوں پر سوار ہونے کے لیے دوڑا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"میں ہر شخص کو قسم دیتا ہوں کہ اپنی جگہ سے نہ ہلے" پھر آپ مہاجرین وانصار کے چند افراد اپنے ساتھ لے کر چلے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس پہنچے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اسلحہ سے لیس ہو کر تیر کمان کندھے پر لٹکائے اونٹنی پر سوار ہو کر آرہے تھے۔ اس اونٹنی پر سوت (کاٹن) کی جھول رکھی ہوئی جبکہ لگام بالوں کی بنی ہوئی تھی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب امیر المؤمنین کو دیکھا تو رُک گئے اور اونٹنی بٹھائی اور پیدل ہو گئے۔ ادھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو وہ بھی رُک گئے اونٹنی بٹھائی اور پیدل ہو گئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مصافحہ کے لیے بازو پھیلائے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مصافحہ فرمایا پھر دونوں نے معانقہ کرتے ہوئے ایک دوسرے کو سلام کیا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی مسلمانوں نے بھی سلام کیا۔ سلام کے بعد

امیرالمؤمنین وامیرلشکر دونوں اپنی اپنی اونٹنیوں پر سوار ہوکر مسلمانوں کے آگے آگے چلنے لگے۔ گزشتہ ایام کے بارے باتیں کرتے ہوئے چلتے رہے یہاں تک کے بیت المقدس پہنچ گئے۔

مسلمانوں نے اس جگہ پڑاؤ ڈالا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نمازِ فجر پڑھائی پھر اس کے بعد نہایت ہی عمدہ خطبہ ارشاد فرمایا:

امیرالمومنین کا لشکر اسلام سے خطاب

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں جو لائق حمد اور عظمت والا ہے، جو غالب اور طاقت والا ہے، جس چیز کا بھی ارادہ فرمائے، اس کو پیدا فرمانے والا ہے۔

اللہ عزوجل نے دینِ اسلام کے صدقے ہمیں عزت بخشی، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں ہدایت کے راستے پر چلایا، ہمیں گمراہی کی گھاٹیوں سے نکالا، قبائلی تفرقہ بازی مٹا کر ہمیں اکٹھا کیا، غیض وغضب نکال کر ہمارے دلوں میں الفت پیدا فرمائی۔ سوائے مسلمانو! اس وحدہ لاشریک ذات کی اس نعمتِ کبریٰ پر اس کی حمد کرو اور ان احسانات میں مزید اضافے کی دعائیں کیا کرو۔

امابعد: میں تمھیں تقوی اختیار کرنے کی وصیت کرتا ہوں، اس اللہ وحدہ لاشریک سے ڈرو جسے ابداً ابداً بقا ہے، اس کے سوا ہر چیز فنا ہونیوالی ہے۔ وہ ذات جس کی اطاعت کی جائے تو اپنا دوست بنا کر اس بندے کو نفع بخشتا ہے اور اگر اس کی نافرمانی کی جائے تو اپنے دشمن کو فنا کر دیتا ہے۔

اے لوگو! اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کیا کرو تا کہ اس سے تمھارے دلوں میں پاکیزگی پیدا ہو مگر تمھارے نفس اس کے بدلے میں مخلوق سے جزا طلب نہ کریں اور نہ ہی دوسروں کو اپنا شکریہ ادا کرنے پر ابھاریں۔ جو نصیحتیں تمھیں کی جارہی ہیں، انھیں سمجھو، کیونکہ دانا وہی شخص ہے جو اپنے دین کو محفوظ کرلے اور خوش نصیب وہی شخص ہے جو دوسروں سے نصیحت حاصل کرے۔

خبردار! اچھی طرح سن لو! بدترین امور، دین میں نئی نئی چیزیں پیدا کرنا ہیں، اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ کو مضبوطی سے تھامو، اسے اپنے لیے لازم کرلو کیونکہ سنت میں "اقتصاد (میانہ روی) اختیار کرنا، بدعات میں اجتہاد کرنے سے بہتر ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ اس میں شفا بھی ہے ثواب بھی۔

اے لوگو! جس طرح میں تمھارے سامنے کھڑا ہوں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز کھڑے ہوکر ارشاد فرمایا تھا:

میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقے کو مضبوطی سے تھام لو پھر ان کے بعد ان لوگوں کی سنت جو ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملے (یعنی تابعین) پھر ان لوگوں کی جو ان سے ملیں (یعنی تبع تابعین) پھر جھوٹ ظاہر ہو گا حتیٰ کہ جس سے گواہی طلب نہیں کی جائے وہ گواہی دے گا اور وہ شخص قسم اٹھائے گا جسے اٹھانے کا کہا ہی نہ جائے گا۔ [1]

تم میں سے جو جنت کے وسط میں جانے کا خواہاں ہے وہ جماعت کو لازم پکڑ لے اور شیطان سے پناہ طلب کرتے رہو۔ تم میں کوئی بھی غیر محرم کے ساتھ تنہائی اختیار نہ کرے کیونکہ وہ شیطان کی رسیاں ہوتی ہیں۔

جس شخص کو اپنی نیکیاں اچھی لگتی ہوں اور اپنی برائیاں بری معلوم ہوں تو وہی شخص مومن ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: نماز لازم کر لو! نماز لازم کر لو!

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اذان دینا

جب آپ خطبہ ارشاد فرما کر فارغ ہوئے تو بیٹھ گئے پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جنگ یرموک میں رومیوں سے لڑائی کا واقعہ سنانا شروع کر دیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سن کر حیران ہو گئے۔ آپ کبھی تو رونے لگتے اور کبھی خاموش ہو جاتے۔ اسی طرح گفتگو جاری رہی حتیٰ کہ ظہر کا وقت ہو گیا۔

لوگوں نے عرض کی: امیر المؤمنین! حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہیے کہ اذان پڑھیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت بلال رضی اللہ عنہ ملکِ شام کے کسی شہر میں تھے جب انھیں معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں تشریف لا رہے ہیں تو وہ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے۔ انھوں نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔

جب نمازِ ظہر کا وقت ہوا تو لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان پڑھنے کا حکم دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اصحاب رسول اللہ تم سے اذان پڑھنے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور مبارک یاد دلانے کا سوال کر رہے ہیں۔

امیر المؤمنین کی بات سن کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا "جیسے امیر المؤمنین کا جو حکم ہو مجھے منظور ہے" پھر آپ نے اذان پڑھنی شروع کی:

جب آپ نے "اللہ اکبر" کہا تو لوگوں کے دل ہل گئے، جسم تھر تھر کانپنے لگے۔

جب آپ نے "اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ" "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ" کہا تو لوگوں نے سن کر زار و قطار

---

[1] حدیث مبارکہ کے الفاظ اس طرح ہیں: ((اَلْزِمُوْا اَصْحَابِیْ، ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ یَظْهَرُ الْكِذْبُ حَتّٰی یَشْهَدَ مَنْ لَّمْ یُسْتَشْهَدْ وَیَحْلِفَ مَنْ لَّمْ یَحْلِفْ)) (مستدرك امام حاكم، ج1، حدیث نمبر: 197)

رونا شروع کر دیا۔ غمِ فراق سے یہ حالت ہوگئی کہ قریب ہی تھا کہ اللہ ﷻ اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر سے دل پھٹ جاتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دے کر فارغ ہوئے تو امیر المؤمنین کے پاس بیٹھ کر عرض کرنے لگے:

اے امیر المؤمنین! مسلمانوں کے سردار اور شام کے دیگر فوجی، پرندوں کے گوشت اور عمدہ کھانے کھاتے ہیں مگر کمزور مسلمانوں کو یہ چیزیں نہیں مل سکتیں اور نہ ہی ہمارے کمزور مسلمانوں کے پاس اتنا سرمایہ ہے کہ قسم قسم کے کھانے خرید سکیں حالانکہ تمام لوگوں نے فنا ہونا ہے اور اسی مٹی میں جانا ہے، ہمارا ٹھکانہ وہی ہے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کہنے لگے: ہمارے شہروں کا نرخ سستا ہے اسی قیمت میں جس میں ہم لوگ ایک مدت تک گزارا کر سکتے ہیں، یہ چیزیں جسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کر رہے ہیں مل جاتی ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر یہ بات ہے تو خوب مزے سے پیٹ بھر کر کھاؤ۔ میں اس وقت یہاں سے واپس نہ جاؤں گا حتیٰ کہ تم میرے سامنے فہرست پیش نہ کر دو۔ میں شہروں دیہاتوں میں رہنے والے کمزور مسلمانوں کے لیے بجٹ لکھ دیتا ہوں پھر جس مسلمان کو جتنی ضرورت ہو گی اس بجٹ میں سے ہر گھر کے لیے گندم، جو، شہد اور زیتون وغیرہ ادا کر دیا کرو گے۔

پھر آپ نے ان کمزور، کم سرمایہ دار مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: میں نے تمھارے لیے جو فہرست تیار کی ہے تمھارے سردار تمھیں یہ سب کچھ دیا کریں گے اور یہ سب کچھ اس کے علاوہ ہو گا جو میں بیت المال سے تمھارے لیے بھیجا کروں گا۔ اگر کوئی سردار تمھیں یہ چیزیں نہ دے تو مجھے اطلاع دینا، پھر میں فوراً ہی اسے معزول کر دوں گا۔

امیر المؤمنین کی عاجزی اور لباس

یہ معاملات طے کرنے کے بعد آپ نے شہرِ بیت المقدس کی طرف جانے کا حکم دیا۔ جب آپ اونٹنی پر سوار ہونے لگے تو اس وقت آپ نے اون سے بنا ہوا لباس پہن رکھا تھا جس میں چودہ پیوند لگے ہوئے تھے کچھ پیوند چمڑے سے لگائے گئے تھے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے معتبر حضرات نے بتایا کہ آپ نے اون کا بنا ہوا لباس پہنا ہوا تھا جس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے۔

مسلمانوں نے کہا: اے امیر المؤمنین! اگر اونٹنی کے بدلے گھوڑے پر سواری کریں اور اس پیوند لگے ہوئے لباس کی بجائے سفید لباس زیب تن فرما لیں تو اچھا لگے گا۔

امیر المؤمنین نے مسلمانوں کی بات مانتے ہوئے ویسا ہی کیا۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے خیال میں وہ سفید لباس مصر کا بنا ہوا تھا جس کی قیمت پندرہ ہزار کے

برابر تھی۔ لباس زیب تن کرنے کے بعد آپ نے ایک رومال کندھے پر رکھا جو نہ تو نیا تھا اور نہ زیادہ پرانا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ رومال آپ کو دیا تھا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے تاتاری نسل کے گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا آپ کے سامنے حاضر کیا گیا۔ جب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے تو بدکنے لگا۔ جب آپ نے اس کی حرکتیں دیکھیں تو فوراً نیچے اتر آئے اور فرمایا: میری یہ خطا معاف کر دو بروز قیامت اللہ عزوجل تمھاری خطائیں معاف فرمائے گا۔ تکبر اور خوش پسندی کی وجہ سے قریب تھا کہ امیر المؤمنین ہلاکت کا شکار ہو جاتے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنَ الْكِبْرِ))

''جس شخص کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔''[1]

تمھارے اس سفید لباس اور چست و چوبند بہترین گھوڑے نے مجھے ہلاکت کے قریب لا کھڑا کیا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سفید لباس اتار کر وہی پیوند لگا اونی لباس پہن لیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ایک دن ہم لوگ امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک کے پاس بیٹھے شام اور بیت المقدس کی فتوحات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ عبادہ بن عوف دینوری رحمۃ اللہ علیہ ان فتوحات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ عبادہ بن عوف دینوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اہلِ فضل حضرات میں ہوتا تھا، وہ کلام کو مقفّی[2] انداز میں ڈھال کر گفتگو کیا کرتے تھے۔ جس وقت وہ تذکرہ سناتے ہوئے یہاں تک پہنچے کہ ''حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پیوند لگے کپڑے دوبارہ پہن لیے'' تو کہنے لگے اب میں جو بیان کرنے والا ہوں شاید اس میں تسامح ہو جائے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

میں نے کہا، آپ بیان کریں، سچ بیان کرنے سے مت ڈریں، حقیقت چھپانا دوزخ کی طرف دھکیل دیتا ہے کیونکہ صدق امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔

یہ سن کر عبادہ بن عوف دینوری رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے:

جس وقت امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سفید لباس کی بجائے وہی پیوند لگے اونی لباس کو ترجیح دیتے ہوئے اپنی فقیرانہ حالت پسند فرمائی تو اس وقت کائنات آپ کے زہد و صبر کی طرف دیکھ کر تعجب کرتی رہ گئی۔ کائنات نے

---

[1] مسند امام احمد، جلد 1، حدیث: 416.

[2] یہ کلام کی ایک قسم ہے اور اس میں متکلم اپنی بات کا آخری لفظ ہم وزن استعمال کرتا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

اس وقت قسم قسم کے لباس مزین کر کے دکھائے، اپنی خواہشات کے زیورات اپنی تمناؤں میں لپیٹ لپیٹ کر وہ لباس فاخرہ سامنے رکھنے لگی، اپنی شہوات کا سامان، آئینے میں رکھ کر آپکی جانب بڑھنے لگی، آپ کے مجاہدہ کے زوال کی طلب لیے بے نقاب ہو کر آپ کے سامنے آن کھڑی ہوئی، اپنے خوبصورت حسین وجمیل ملبوسات اور بناؤ سنگھار لے کر آپ کے زہد کی برابری کیے لیے خراماں خراماں قریب ہونے لگی۔"

یہ سب کچھ محض وصال حاصل کرنے کا ذریعہ تھا جسے کائنات نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا مگر آپ نے عصمت کے ہاتھ اس کی عریاں طاقت سے پیچھے ہٹا لیے۔ جس وقت کائنات نے اپنی خواہشات اور قربت کی رسیاں پھیلا دیں حالانکہ آپ نے اس کی خواہشات اپنی خواہشات میں شریک کرنے کے لیے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا تو وہ بولی:

اے عمر! تو نے تو مجھ سے منہ موڑ لیا؟ حالانکہ امورِ سلطنت کے قیام کے لیے میری ضرورت ہوتی ہے کیونکہ سلطنت اسی وقت تک قائم رہتی ہے جب شاہانہ لباس، عمدہ قسم کے مشروبات، رعایا کے ساتھ ظلم وزیادتی کا لحاظ رکھا جائے، ان کے بغیر تو مملکت کا قیام ناممکن ہے۔

آپ نے اس کو دھتکارتے ہوئے فرمایا: دفع ہو جا! میں ان لوگوں میں سے نہیں جو تیری تمناؤں کے جال کے قیدی ہو جائیں اور نہ ہی تو مجھے اپنی زیب وزینت بناؤ سنگھار دکھا دکھا کر اپنی گرفت میں لے سکتی ہے۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ تیرے ساتھ مقابلہ کرنے کے لیے میں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہے پھر مجھے تیرا مشاہدہ کرنے کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ سن! میں نے اپنے آپ کو دعوتِ دین کے لیے خاص کر رکھا ہے تاکہ روم وعجم کو فتح کر کے ان میں دعوتِ دین کا فریضہ ادا کر سکوں۔ پھر آپ نے جہاد کرتے ہوئے اس کے چہرے کی تواضع کی اور اللہ عزوجل کے اس ارشاد مبارک کے معنٰی کی تصدیق فرمادی:

﴿ وَجَاهِدُوْا فِی اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾

''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا حق ہے جہاد کرنے کا۔'' [1]

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے کلام بہت پسند آیا جسے میں نے اس کتاب میں لکھ دیا اس جگہ مجھے حضور مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک بھی یاد آیا، آپ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا ﴾

---

[1] پارہ 17، الحج 77، ترجمہ کنزالایمان

''بعض باتوں میں جادو ہوتا ہے۔''[1]

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بہرحال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک ٹیلہ تھا آپ جب اس پر چڑھنے لگے تو آپ نے مسلمانوں کی ایک ایسی قوم دیکھی جنھوں نے جنگ یرموک سے حاصل ہونے والے ریشمی لباس پہن رکھے تھے۔ آپ نے انھیں دیکھ کر حکم دیا کہ ان کے مونہوں پر مٹی ڈالی جائے اور کپڑے پھاڑ دیئے جائیں۔ پھر آپ اسی طرح مسلسل مسافت کرتے رہے حتیٰ کہ بیت المقدس پہنچ گئے۔

آپ نے بیت المقدس کی طرف دیکھتے ہی ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا اور دعا کی:

''اے ہمارے پروردگار! ہمارے لیے اس شہر کی فتح آسان فرما اور ہمیں دشمن پر غلبہ کی قوت عطا فرما۔''

پھر آپ آگے چلے۔ مسلمانوں کے قبائل اور علمبرداروں نے آگے بڑھ کر آپ کا استقبال کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جگہ ٹھہرے جہاں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی جگہ تھی۔ اس جگہ آپ کے لیے بالوں کا بنا ہوا خیمہ نصب کیا گیا پھر آپ وہیں زمین پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ کھڑے ہو گئے اور چار رکعت نماز ادا کی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے تشریف لانے پر مسلمانوں کے تکبیر و تہلیل کے نعروں نے ہر طرف گونج پیدا کر دی۔ جب اہلِ بیت المقدس نے گونج دار نعروں کی آوازیں سنیں تو ان کے بڑے پادری (پوپ) نے کہا: عربوں کو دیکھو کیا ہو گیا ہے، بغیر وجہ کے ہی نعرے لگانا شروع کر دیتے ہیں۔ جاؤ اور معلوم کرو کہ انھیں کیا ہوا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عربی زبان جاننے والا ایک شخص آیا اور کہنے لگا: اے گروہِ عرب! ہمیں بتاؤ کہ اب تمھیں کیا ہو گیا ہے؟

مسلمانوں نے جواب دیا: ہمارے امیر المؤمنین مدینہ طیبہ سے تشریف لا چکے ہیں۔ مسلمان ان کی آمد کی خوشی میں نعرے لگا رہے ہیں۔

وہ شخص مسلمانوں کا جواب سن کر پوپ کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ مسلمانوں کے امیر تشریف لا چکے ہیں۔ یہ سن کر پوپ زمین کو گھور گھور کر دیکھنے لگا اور کسی سے کوئی بات نہ کی۔ صبح ہوئی تو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نماز فجر پڑھائی۔ پھر آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ! اس قوم کے پاس جا کر بتاؤ کہ میں آچکا ہوں۔

---

[1] مشکوۃ شریف، کتاب الآداب، باب: بیان والشعر فصل الاول، حدیث نمبر: 4571.

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ گئے اور انھیں آواز دے کر کہا:

اے شہر بیت المقدس والو! ہمارے امیر المؤمنین تشریف لا چکے ہیں اپنے قول وقرار کے مطابق اب کیا خیال ہے؟

پوپ کو اس بات کی خبر دی گئی تو وہ اپنے کنیسہ سے بالوں کا بنا ہوا لباس پہنے ہوئے نکلا۔ چھوٹے بڑے درجے کے پادری اور رہبانی اس کے ساتھ ہو لیے۔ پوپ کے سامنے انھوں نے صلیب بلند کر رکھی تھی جسے عید کے دنوں کے علاوہ کبھی نہیں نکالا کرتے تھے۔ والیٔ بیت المقدس بھی ساتھ ساتھ چلنے لگا اور پوپ سے کہنے لگا:

اے ہمارے مقدس باپ! اگر آپ نے اسے اچھی طرح پہچان لیا تو بجا، ورنہ وہ کبھی فتح حاصل نہ کر سکے گا۔ اس کے بعد ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دیجیے گا۔ پھر یا تو ہم ان عربوں کا کام تمام کر دیں گے یا وہ ہمارا کام تمام کر دیں گے۔

پوپ نے کہا: ہاں! ایسا ہی کروں گا۔ پھر پوپ نے کہا: اے عربی شیخ! کیا چاہتے ہو؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہمارے امیر المؤمنین تشریف لا چکے ہیں ان کے اوپر اور کوئی امیر نہیں ہے۔ تم اپنے وعدہ کے مطابق اب نکلو اور ان سے امان، ذمہ اور ادائے جزیہ کا معاہدہ کر لو۔

پوپ بولا: اے جوان! اگر تمھارے امیر، جس کے اوپر کوئی امیر نہیں، تشریف لا چکے ہیں تو انھیں ہمارے قریب بھیجو تاکہ ان کی صفات دیکھ کر ہم پہچان سکیں۔ ان کے ساتھ اور کوئی نہ آئے بلکہ اکیلے ہی آئیں اور ہمارے سامنے کھڑے ہوں تاکہ ہم انھیں پہچان سکیں۔ اگر تمھارے امیر وہی ہوئے جن کی صفات انجیل میں پائی جاتی ہیں تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ ان کی ذمہ داری میں آتے ہوئے ادائے جزیہ کا اقرار کر لیں گے بصورت دیگر اگر وہ امیر انجیلِ مقدس میں پائی جانے والی صفات کے حامل نہ ہوئے تو پھر جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوگا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور بتایا کہ وہ یہ باتیں کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی چلنے کا ارادہ کیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی:

اے امیر المؤمنین! آپ تنہا ان کے پاس جا رہے ہیں؟ حالانکہ اس پیوند لگے لباس کے علاوہ آپ کے پاس کوئی جنگی آلہ نہیں ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں وہ لوگ آپ کو تنہا دیکھ کر غداری اور فریب کاری نہ کریں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَاۤ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَاۚ هُوَ مَوْلٰىنَاۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۝﴾

”تم فرماؤ ہمیں نہ پہنچے گا مگر جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا وہ ہمارا مولا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔“ [1]

[1] پارہ 10، التوبہ 51، ترجمہ کنزالایمان

فتح بیت المقدس

پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اونٹنی حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اونٹنی لائی گئی تو آپ اس پر سوار ہو گئے۔ اس وقت آپ کے بدن پر اسی (80) پیوند لگے لباس کے علاوہ اس کے اوپر کوئی اور لباس نہیں تھا۔ سر مبارک پر سوتی کپڑا رکھا تھا جس نے سر کو ڈھانپ رکھا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے چل رہے تھے۔

شہر پناہ کی دیوار کے قریب پہنچے اور پوپ اور والیٔ بیت المقدس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے لوگو! یہ ہمارے امیر المؤمنین ہیں!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ سن کر پوپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف گھور گھور کر دیکھتا رہا پھر زوردار آواز میں چلا کر کہا:

یہی ہیں! خدا کی قسم! یہی وہ امیر ہیں جن کی صفات ہماری کتاب میں مذکور ہیں اور انہی کے ہاتھوں ہمارا شہر فتح ہوگا۔

پھر پوپ نے اہلِ بیت المقدس سے مخاطب ہو کر کہا: تمھارا ناس ہو! جلدی سے ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ اور ان کے ذمہ وامان میں رہنے کا عہد کر لو۔ خدا کی قسم! یہی محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابی ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب رومیوں نے پوپ کی باتیں سنیں تو فوراً بھاگ کھڑے ہوئے۔ چونکہ کافی عرصہ سے محاصرہ کی وجہ سے تنگ بھی آ چکے تھے انھوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے جوق در جوق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عہد و میثاق کا سوال کرنے لگے اور ساتھ ہی ادائے جزیہ کا اقرار کرنے لگے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو اسی جگہ اونٹنی کی پالان پر سجدہ شکر ادا کیا پھر آپ نیچے اترے اور فرمایا:

''اپنے شہر کو لوٹ جاؤ، تمھارے لیے عہد و ذمہ کا اعلان کرتے ہیں کیونکہ تم لوگوں نے خود ہی اس کا سوال کیا ہے اور ساتھ ادائے جزیہ کا بھی اقرار کر لیا ہے۔''

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ سن کر قوم اپنے شہر کی جانب لوٹ گئی مگر دروازے اب بند نہ کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے پاس لوٹ آئے اور انہی کے پاس رات گزاری۔ دوسرے دن آپ بروز اتوار شہر بیت المقدس میں داخل ہوئے پھر جمعہ تک وہیں رہے۔ مشرقی جانب آپ نے محراب بناتے ہوئے خط کھینچا۔ اسی جگہ وہ مسجد ہے جو آپ کے نام سے مشہور ہوئی (مسجد عمر)۔

آپ نے اپنے ساتھیوں کو نماز بھی پڑھائی۔ اُدھر رومیوں نے غداری کرنے کا ارادہ کیا۔ ابوالجعید، جو رومیوں کے ساتھ پہلے بھی بڑی عمدگی سے فریب کاری کر چکا تھا، بیت المقدس کے کچھ لوگ اس سے کہنے لگے: ان عربوں کے ساتھ غداری کرنے کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے، کیونکہ جب وہ نماز پڑھ رہے ہوں گے اس وقت ان کے پاس نہ تو کوئی جنگی آلہ ہوگا نہ ہی کوئی چیز جس سے وہ ہمارے حملے سے محفوظ ہو سکیں!

ابوالجعید نے کہا: اے قوم! ایسا ہرگز نہ کرنا، ان کے ساتھ اس طرح غداری مت کرنا ورنہ میں انھیں تمھارے ارادوں سے باخبر کر دوں گا۔

انھوں نے کہا: تو پھر ہم کیا کریں؟

ابوالجعید نے کہا: عربوں کے سامنے دنیا کی زیب و زینت اور مال و دولت لا کر رکھ دو کیونکہ کوئی شخص بھی ان چیزوں کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکتا۔ اگر وہ ان چیزوں کی طلب کرنے لگے تو سمجھ لینا کہ تمھاری غداری کامیاب رہی اور یہی تو تم لوگ چاہتے ہو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اس کے بعد انھوں نے اپنی طاقت کے مطابق ہر قسم کا متاعِ دنیا اور زیب و زینت کا سامان لا کر ہر چھوٹے بڑے راستے میں قطاروں کی شکل میں رکھ دیا۔ مسلمان جب آتے جاتے ان کی طرف دیکھتے تو تعجب کرتے رہ جاتے لیکن کوئی بھی ان کی طرف مائل نہ ہوتا اور نہ ہی انھیں چھونے کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتا۔ مسلمان جب بھی اس متاعِ دنیا کو دیکھتے تو کہتے:

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے یہ سب کچھ رکھنے والی قوم کے شہروں کا ہمیں وارث بنایا۔ اگر اس متاعِ دنیا کی اللہ عزوجل کے نزدیک ایک مچھر کے پر جتنی بھی وقعت ہوتی تو کوئی کافر پانی کا قطرہ بھی نہ پی سکتا۔

عوف بن سالم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! کسی مسلمان نے بھی اس سامان کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا اور نہ ہی مس کرنے کی خواہش کی۔

ابوالجعید نے کہا: یہی وہ قوم ہے جس کی صفتیں تورات و انجیل میں مذکور ہیں، یہ لوگ ہمیشہ حق پر رہیں گے اور اس وقت تک ان کے قریب کوئی نہ جا سکے گا جب تک یہ قوم اپنے اس فعل پر پختہ رہے گی۔

بیت المقدس فتح ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہاں کتنا عرصہ قیام رہا؟

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دس روز بیت المقدس میں قیام فرمایا۔ شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا انھوں نے کہا: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جس وقت اہلِ بیت المقدس

کے ساتھ اپنی صلح فرمائی اور پھر وہاں دس روز قیام فرمایا تو میں ان کے پاس گیا اس وقت میں فلسطین کے ایک گاؤں میں مقیم تھا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام کیا اور پھر اسلام قبول کیا۔

وہ فرماتے ہیں: واقعہ اس طرح ہوا کہ میرا باپ ان احکام کا، جو اللہ ﷻ نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل فرمائے، لوگوں میں سب سے زیادہ علم رکھتا تھا۔ انھیں مجھ سے بہت محبت تھی اور مجھ پر بہت شفقت کیا کرتے تھے۔ انھوں نے مجھے ہر وہ علم سکھایا جو وہ خود جانتے تھے۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب ہوا تو مجھے بلا کر کہنے لگے:

''اے میرے بیٹے! تم جانتے ہو کہ جو کچھ میرے پاس تھا، میں نے تجھے سکھا دیا کچھ بھی نہیں چھپایا اس لیے کہ مجھے اس بات کا خوف ہے کہیں بعض جھوٹے دعویٰ کرنے والے لوگ ظاہر ہوں اور تو ان کی پیروی نہ کرنے لگے۔ دیکھو میرے پاس یہ دو ورق ہیں جو تم بھی دیکھ رہے ہو، میرے بیٹے! ان سے روگردانی نہ کرنا اور نہ ہی ان میں اس وقت تک دیکھنا جب تک تو اس نبی کی بعثت کی خبر نہ سن لے جسے اللہ ﷻ آخری زمانے میں معبوث فرمائے گا۔ اس کا نام محمد ﷺ ہوگا۔ اگر اللہ ﷻ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو تُو ان کی پیروی کرنا'' اس کے بعد وہ فوت ہو گئے۔

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے انھیں دفن کیا، ان کی وفات کے بعد سب سے زیادہ محبت مجھے ان دو ورقوں کے ساتھ تھی۔ میں نے ان کو کھولا اور پڑھا تو لکھا ہوا تھا:

> ''اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ وہ خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ان کی جائے ولادت مکہ میں اور ہجرت کرنے کی جگہ طیبہ میں ہے، وہ نہ تو بد اخلاق ہیں، نہ سخت مزاج اور نہ ہی ادھر اُدھر کی چھوڑنے والے۔ ان کی امت اللہ ﷻ کی حمد بجا لانے والی ہوگی ہر حال میں ان کی زبانیں تکبیر و تہلیل سے تر رہیں گی، اپنے تمام مخالفوں پر فتح یاب ہوں گے، اپنے چہروں کو دھوئیں گے اور درمیانے جسم کو ڈھانپ کر رکھیں گے۔ ان کے دل پاکیزہ ہوں گے، آپس میں اس طرح نرمی و رحمت سے پیش آئیں گے جس طرح انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کے ساتھ۔ بروز قیامت سب سے پہلے وہی جنت میں داخل ہوں گے۔''

حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب میں نے یہ سب پڑھا تو دل میں سوچا کہ میرے باپ نے اس سے بہتر اور کوئی چیز مجھے نہیں سکھائی۔ فرماتے ہیں: ان کی وفات کے بعد میں انتظار کرنے لگا جب تک اللہ ﷻ نے چاہا پھر مجھے خبر ملی کہ ان صفات کے حامل ایک نبی مکہ میں معبوث ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا خدا کی قسم! یہ وہی نبی ہیں جن کی صفات میں نے ان دو ورقوں میں پڑھی تھیں۔ پھر میں مسلسل ان کے حالات معلوم کرتا رہا۔ پھر مجھے خبر ملی کہ وہ مکہ چھوڑ کر یثرب چلے گئے ہیں۔ میں ان کے حالات معلوم کرتا رہا پھر انھوں نے غزوات کا سلسلہ شروع کیا اور دشمنوں پر غلبہ پایا۔

یہ حالات جان کر میں فوراً ان کی طرف چلا کہ ان کی بارگاہ میں حاضر ہو جاؤں لیکن مجھے خبر ملی کہ وہ وصال فرما چکے ہیں اور سلسلۂ وحی منقطع ہو چکا ہے۔ میں نے دل میں سوچا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن کا میں انتظار کرتا رہا ہوں، شاید یہ وہ نہ ہوں بلکہ کوئی اور ہوں!

پھر میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں، ملائکہ گروہ در گروہ زمین پر اتر رہے ہیں کسی کہنے والے نے کہا: ''رسول اللہ ﷺ وصال فرما چکے ہیں اور سلسلۂ وحی منقطع ہو چکا ہے۔''

فرماتے ہیں: پھر میں اپنی قوم کے پاس آیا مجھے خبر ملی کہ ان کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نام کے صحابی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے ہیں۔ میں نے دل میں سوچا: اب مجھے ان کی بارگاہ میں حاضر ہونا چاہیے۔ اسی دوران مجھے خبر ملی کہ انھوں نے ملک شام کی طرف اپنے لشکر روانہ کیے ہیں۔ کچھ عرصے بعد مجھے معلوم ہوا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وصال فرما گئے ہیں۔ پھر معلوم ہوا کہ ان کے بعد ''عمر'' نامی ایک صحابی خلیفہ مقرر ہوئے ہیں۔ میں نے سوچا اب میں حقائق معلوم کر کے ہی اس دین میں داخل ہوں گا، یہ سوچ کر میں اپنے علاقے میں ہی ٹھہرا رہا۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں تشریف لائے اور اہل شہر کی ان کے ساتھ مصالحت ہو گئی ہے تو پھر میں نے ان کی لوگوں کے ساتھ وفائے عہد کو دیکھا اور جو اللہ عزوجل نے انہیں غلبہ عطا فرمایا، اسے دیکھا تو دل میں سوچا یہی اس اُمی نبی کی امت ہے۔ اس کے بعد میں نے دینِ اسلام قبول کرنے کا پختہ عہد کر لیا۔ آپ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! ایک روز میں اپنے گھر کی چھت پر تھا، اچانک مسلمانوں میں سے ایک شخص کی مجھے آواز آئی جو کہہ رہا تھا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝ ﴾

''اے کتاب والو! ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے اتارا تمھارے ساتھ والی کتاب کی تصدیق فرماتا قبل اس کے کہ ہم بگاڑ دیں کچھ مونہوں کو تو انہیں پھیر دیں ان کی پیٹھ کی طرف یا انھیں لعنت کریں جیسی لعنت کی ہفتہ والوں پر اور خدا کا حکم ہو کر رہے گا۔''[1]

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب میں نے یہ آیت مبارکہ سنی تو خدا کی قسم! مجھے خدشہ لاحق ہو گیا کہ کہیں صبح ہونے سے قبل میری شکل بگڑ نہ جائے اس صبح سے زیادہ میرے نزدیک کوئی چیز محبوب نہ تھی۔ صبح ہوتے ہی میں اپنے علاقے سے نکلا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں پوچھا تو مجھے بتایا گیا کہ وہ اس وقت بیت المقدس میں قیام پذیر

[1] پارہ 5، النساء 47، ترجمہ کنزالایمان

ہیں۔ جب میں وہاں پہنچا تو آپ اپنے ساتھیوں کو نماز فجر پڑھا رہے تھے۔ فراغت کے بعد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ انھوں نے میرے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا: تم کون ہو؟

میں نے جواب دیا: میرا نام کعب الاحبار ہے اور میں دینِ اسلام میں داخل ہونا چاہتا ہوں میں نے کتب منزلہ میں حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت کی صفات پائی تھیں۔

اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ:

''اُمت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ میرے نزدیک امتوں میں کوئی امت محبوب نہیں۔ اگر اسے پیدا نہ کرنا ہوتا تو نہ جنت پیدا کرتا، نہ جہنم، نہ آسمان پیدا کرتا نہ زمین، یہ امت تمام امتوں میں بہتر اور ان کا دین تمام دینوں سے بہتر ہوگا، میں انھیں (رسول اللہ ﷺ) آخری زمانے میں معبوث کروں گا، ان کی امت مرحومہ ہوگی، وہ نبی رحمت والے ہوں گے، وہ نبی امی، تہامی، قرشی اور ایمان والوں پر رحمت فرمانے والے ہوں گے، کفار پر سختی فرمانے والے ہوں گے، ان کا باطن، ظاہر کی مثل ہوگا۔ ان کا قول اپنے فعل کے خلاف نہ ہوگا۔ قریب وبعید ان کے نزدیک برابر ہوگا، ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں نرم دل اور صلہ رحمی کرنے والے ہوں گے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعَزَّنَا وَاَکْرَمَنَا وَشَرَّفَنَا وَرَحِمَنَا بِرَحْمَةِ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ وَّهَدَانَا بِمُحَمَّدٍ ﷺ''

''تمام تعریفیں اس اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہیں جس نے ہمیں عزت دی، شرف بخشا اور اپنی رحمت جو ہر شے کو محیط ہے، اس کے ساتھ خاص کیا اور ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعے ہدایت عطا فرمائی۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو پھر تم دینِ اسلام میں داخل ہونا چاہو گے؟

حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: اللہ عزوجل نے جو کتاب تم لوگوں کی طرف نازل فرمائی، اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیوں نہیں، پھر آپ نے مندرجہ ذیل آیات پڑھیں:

﴿ وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ لا اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْم بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ ﴾

''اور اسی دین کی وصیت کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے کہ اے میرے بیٹو! بے شک اللہ نے یہ دین تمہارے لیے چن لیا تو نہ مرنا مگر مسلمان۔ بلکہ تم اُن میں خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کرو گے بولے ہم پوجیں گے اسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسماعیل و اسحاق کا ایک خدا اور ہم اس کے حضور گردن رکھے ہیں۔''[1]

﴿مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾

''ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ ہر باطل سے جدا مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔''[2]

﴿اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ﴾

''تو کیا اللہ کے دین کے سوا اور دین چاہتے ہیں اور اسی کے حضور گردن رکھے ہیں۔''[3]

﴿وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ج﴾

''اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔''[4]

﴿قُلْ اِنَّنِيْ هَدَانِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ دِيْنًا قِيَمًا﴾

''تم فرماؤ! میرے رب نے مجھے سیدھی راہ دکھائی ٹھیک دین۔''[5]

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ ط هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ لا مِنْ قَبْلُ ۝﴾

''اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی تمہارے باپ ابراہیم کا دین اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے اگلی کتابوں میں۔''[6]

حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب میں نے یہ قرآنی آیات سنیں تو میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔

[1] پارہ 2، البقرہ 132-133، ترجمہ کنزالایمان
[2] پارہ 3، آل عمران 67، ترجمہ کنزالایمان
[3] پارہ 3، آل عمران 83، ترجمہ کنزالایمان
[4] پارہ 3، آل عمران 85، ترجمہ کنزالایمان
[5] پارہ 8، الانعام 161، ترجمہ کنزالایمان
[6] پارہ 17، الحج 78، ترجمہ کنزالایمان

ملکِ شام کی تقسیم اور امیر المومنین کی مدینہ واپسی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ کے اسلام لانے پر بہت خوش ہوئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: کیا تم میرے ساتھ مدینہ طیبہ جانا پسند کرو گے؟ تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور کی زیارت کرنا اور پھر اس زیارت سے فیض بھی حاصل کر لینا۔ [1]

حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے کہا: جی ہاں! اے امیر المومنین! میں ایسا ضرور کروں گا۔

بیت المقدس سے مختلف شہروں کی جانب اسلامی لشکروں کی روانگی

اہلِ بیت المقدس کی جزیہ کی ادائیگی کا اقرار لینے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر مقام جابیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ نے وہاں پہنچ کر قیام فرمایا اور ایک فہرست تیار کی جس میں لشکر والوں کے نام مرتب تھے۔ پھر آپ نے مالِ غنیمت، جو اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو عطا فرمایا، اس میں سے خمس نکالا، اس کے بعد ملک شام کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ حوران سے حلب تک اور اس کے مضافات پر مشتمل تھا جس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ آپ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو حلب کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ جب تک اللہ عزوجل حلب کو تمھارے ہاتھوں فتح نہ کر دے اس وقت تک لڑتے رہیں۔

پھر آپ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اہل قیساریہ سے اس وقت لڑیں جب تک اللہ عزوجل ان کے ہاتھوں اس کو فتح نہ فرما دے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فوج کا اکثر حصہ بمع حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مصر کی طرف روانہ کیا۔ پھر عمرو بن سعید انصاری رضی اللہ عنہ کو حمص کے عہدۂ قضا پر (چیف جسٹس) مامور فرمایا۔

ان امور سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ کو ساتھ لیا اور مدینہ شریف روانہ ہوئے۔

ادھر اہل مدینہ گمان کرنے لگے کہ کہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کی عمدہ چیزیں، بہترین پھل اور سستے نرخ دیکھ کر وہیں نہ ٹھہر جائیں کیونکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ بیت المقدس انبیاء کرام علیہم السلام کا شہر ہے اور مقدس سرزمین ہے اور یہی جگہ

---

[1] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دعوت دینا اس فعل کے جائز ہونے کی دلیل ہے کہ آج کچھ لوگ کہتے ہیں کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت نہ کر کے جاؤ بلکہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کرو، ان کو غور کرنا چاہئے۔ نیز یہ بھی قابل ذکر امر ہے کہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

ہے جہاں محشر کے روز سب کو جمع کیا جائے گا۔

اہلِ مدینہ ہر روز گردنیں اٹھا اٹھا کر آپ رضی اللہ عنہ کی راہیں تکتے رہتے۔ جب عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ واپس تشریف لے آئے تب ان کے دلوں کو تسکین ہوئی پھر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہ کو مدینہ طیبہ کی طرف آتے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ آپ کو سلام کرتے، مرحبا مرحبا کہتے ہوئے استقبال کرنے لگے اور بیت المقدس کی فتحیابی پر مبارکبادیں پیش کرنے لگے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور پر سلامی دینے کے لیے حاضر ہوئے پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبرِ انور پر سلام پیش کیا اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا اور فرمایا:

اے کعب! تم نے جوان دو ورقوں میں دیکھا تھا، مسلمانوں کو بھی سناؤ تاکہ ان کے ایمان میں مزید زیادتی ہو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے احمد بن حسین بن عباس رحمۃ اللہ علیہ جو ابی سفیان حربی کے نام سے مشہور ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو جعفر بن احمد بن عبید ناسخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، ان سے عبداللہ بن اسلم زہری رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا، انھیں عبداللہ بن یحییٰ زرقی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا، یہ وہی روایات کرنے والے ہیں جن کے نام کتاب کے اول حصے میں گزر چکے بہر حال احادیث مختلف طریق سے ایک دوسرے سے ملتی جلتی اور مفہوماً قریب قریب ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کتاب کی تالیف میں اگر کوئی کمی زیادتی ہو جائے تو اللہ عزوجل اپنی امان میں رکھے اس لیے کہ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ اللہ عزوجل کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں جو چھپی ہوئی اور ظاہر سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔ میں نے "فتوح الشام" لکھنے میں صرف اور صرف سچی خبروں پر ہی اعتماد کیا ہے اور میں نے جو کوئی حدیث بھی ذکر کی، وہ قاعدۂ حق کے مطابق ہے تاکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل اور ان کے جہاد کے تذکرے کرتے ہوئے اہلِ سنت سے خارج ہونے والے اہلِ خوارج کا منہ کالا کر سکوں کیونکہ مشیتِ خداوندی اگر ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاملِ حال نہ ہوتی تو اتنے علاقوں کی فتوحات کیونکر حاصل ہوتی اور اس کے بعد دینِ اسلام کا جھنڈا ہر طرف نہ لہراتا۔

میں تو بے اختیار دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے جنھوں نے جہاد کا حق ادا کر دیا اور اس معاملے میں ذرا بھر بھی کوتاہی نہیں کی۔ اللہ عزوجل نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ ﴾

”تو ان میں سے کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی راہ دیکھ رہا ہے۔“ [1]

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر شام بنا کر حلب، انطاکیہ، مفرق اور ان کے مضافاتی علاقوں کی طرف بھیجا، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو مصر کی طرف، اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو شام کے ساحل کی طرف بھیجا۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا جانب قیساریہ جانا

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ لشکر کو لے کر مقامِ قیساریہ میں اترے۔ یہ علاقہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے پُر تھا۔ ہرقل بادشاہ کا بیٹا قسطنطین اس علاقے کا والی (گورنر) تھا۔ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جب اس علاقے میں پہنچے تو قسطنطین کے ساتھ اسی ہزار فوج تھی جن میں رومی، عربی نصاری اور قبیلۂ دوسی کے لوگ شامل تھے۔

جب قسطنطین کو حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے پڑاؤ ڈالنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنے باپ ہرقل بادشاہ سے مدد طلب کی۔ بیٹے کا پیغام ملتے ہی اس نے والی مرعش اور بیس ہزار فوج اس کی مدد کے لیے بھیجی جس میں دوسی بہادر بھی تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے ہر طرف اسلحہ، زادِ راہ اور اس کے علاوہ دیگر ضروری سامان کی فراوانی ہونے لگی۔ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے جب یہ سب کچھ دیکھا تو محسوس کیا اب رومیوں کا مقابلہ کرنے کی شاید طاقت نہ رہے سو انھوں نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شام کے بعض علاقوں کے عامل (گورنر) یزید بن ابی سفیان
کی طرف سے امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نام
میں اپنی فوج کے ساتھ قیساریہ میں پڑاؤ ڈال چکا ہوں۔ قیساریہ میں لوگوں کی کثرت ہے اور بہت بڑی فوج موجود ہے جس کا مقابلہ کرنا ذرا مشکل ہے۔ قسطنطین نے اپنے باپ سے مدد طلب کی تو اس نے والی مرعش اور

[1] پارہ 21، الاحزاب 23، ترجمہ کنز الایمان

بیس ہزار امدادی فوج بھیج دی ہے۔ ہر روز اسلحہ اور دیگر ساز و سامان کی فراوانی ہو رہی ہے جو کافی پریشان کن مرحلہ ہے۔ لہٰذا میں آپ سے امدادی دستہ ارسال کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ والسلام

خط لکھ کر آپ نے سالم بن حمید نخعی رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں بھیجا۔ وہ خط لے کر جب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو انھیں سلام کیا اور خط حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ آپ نے پوچھا: یہ خط کس کی طرف سے لائے ہو؟ انھوں نے عرض کیا: یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی طرف سے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خط اول تا آخر پڑھا کہ نہ جانے اس وقت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کس مشکل میں ہیں۔ اسی دوران حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خط دیا اور فرمایا کہ وہ (یزید بن ابی سفیان) مقام قیساریہ میں کمک (امداد) طلب کر رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانوں کے بارے میں غمگین نہ ہوں، اللہ عزوجل ضرور ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمائے گا۔ آپ، یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے لیے مدد بھیجیے اور ان کی طرف جوابی خط بھی لکھ بھیجیے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے لیے کمک بھیجنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو حلب، انطاکیہ، مفرق اور ان سے متصل علاقوں کی طرف روانہ کیا تو اس وقت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیس ہزار کا لشکر تھا جبکہ حضرت عمرو عاص اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم کے ساتھ دس دس ہزار سپاہی تھے۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے تین ہزار سپاہی، حرب بن عدی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دے کر روانہ کر دیا۔ اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس سترہ ہزار سپاہی باقی بچے جن میں سے اکثر یمنی تھے۔ اہلِ قنسرین و عواصم (انطاکیہ کے مضافاتی علاقے) نے پندرہ ہزار مثقال سونے، اسی مقدار میں چاندی، ایک ہزار ریشمی جوڑے اور پانچ سو وسق انجیر و زیتون دیکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح کر لی۔ جب صلح ہو چکی تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کو لے کر ان کے شہروں میں گئے اور مسلمانوں کی ضمانت میں رہنے اور چند دیگر شرائط لکھ کر انھیں دیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور مسلمانوں کے دیگر سردار شہر میں داخل ہوئے اور وہاں ایک مسجد کی تعمیر کے لیے بنیاد رکھی۔

فتوح الشام
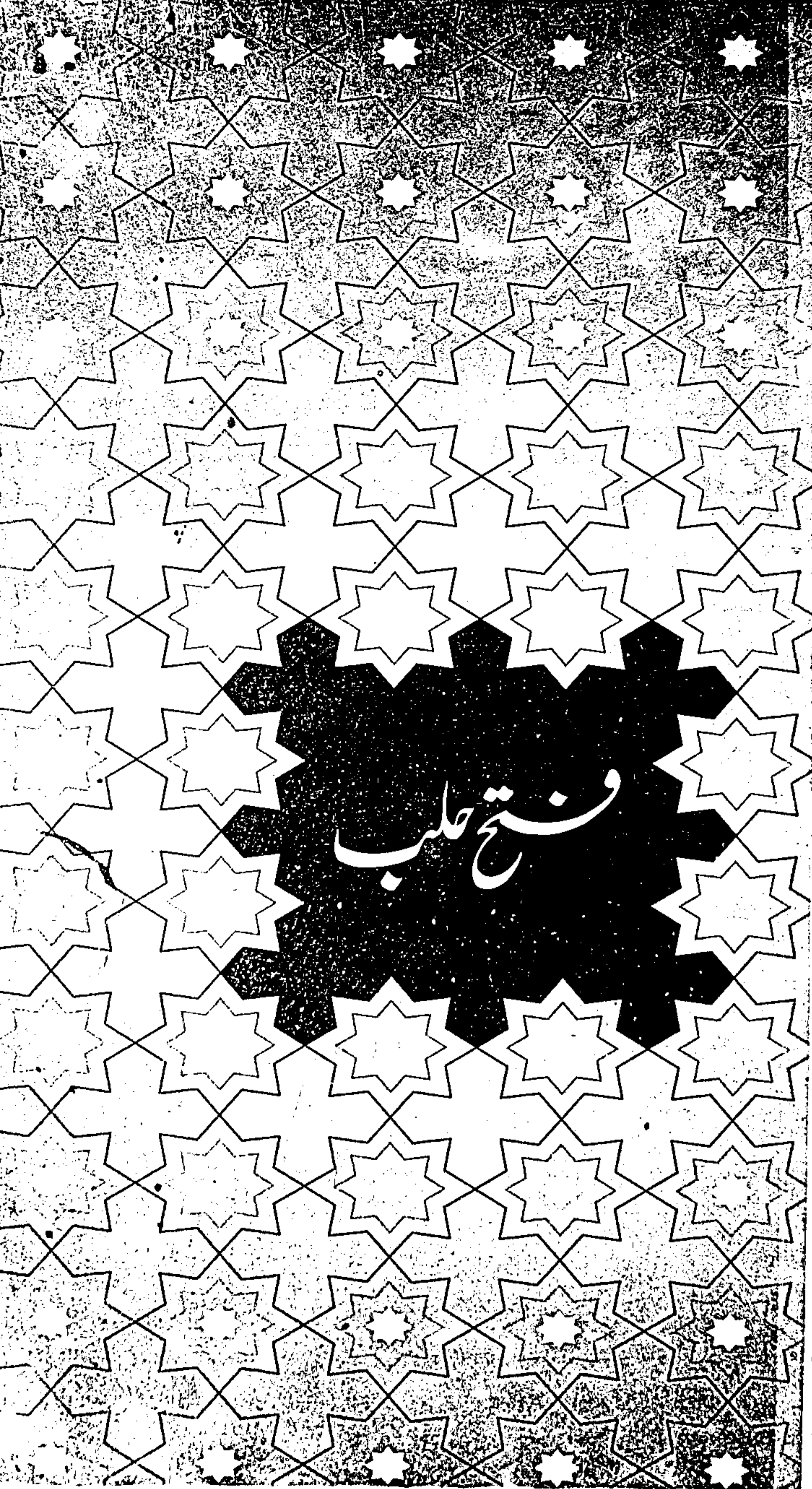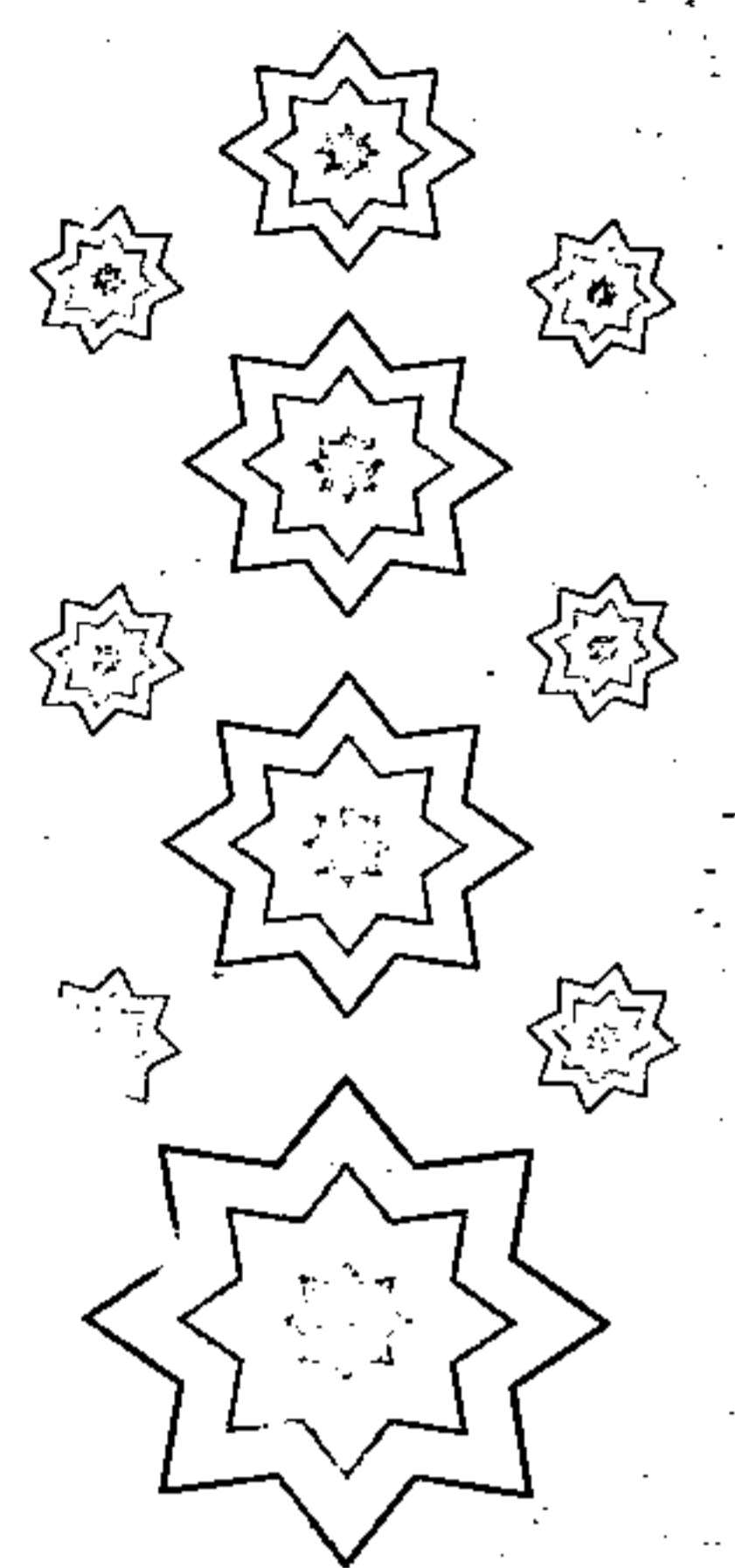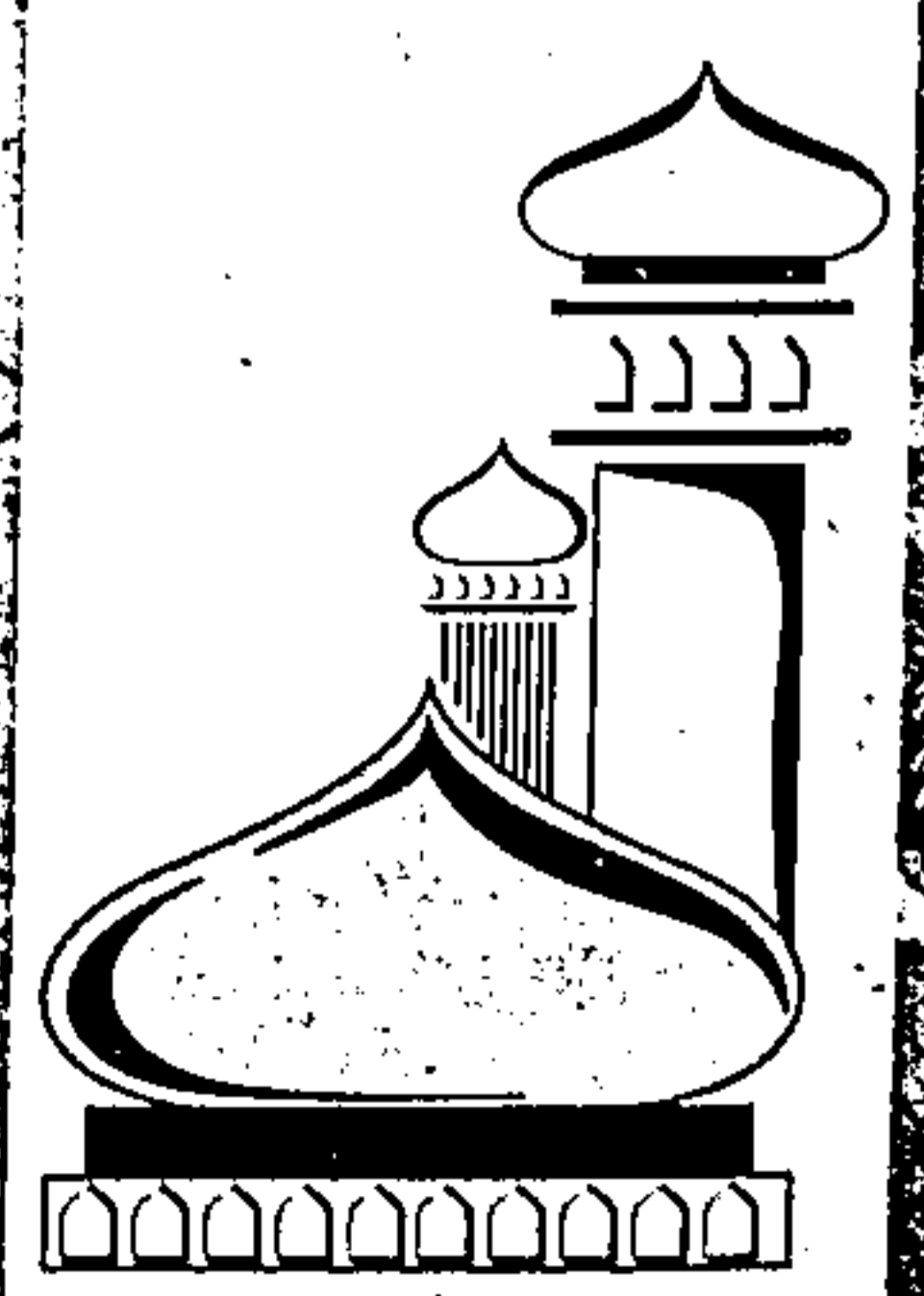
فتح حلب

فتح حلب

حلب اور والیانِ حلب کے حالات

اہل حلب کو جب اہلِ قنسرین کی صلح اور عربوں کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو بہت بیتاب ہو گئے۔ حلب میں دو شہزادے حکمران تھے جو سگے بھائی تھے۔ دونوں بھائی ایک قلعہ میں سکونت پذیر تھے۔ یہ قلعہ شہر حلب کے احاطے میں نہیں تھا بلکہ شہر سے علیحدہ تھا۔ دونوں سرداروں میں سے ایک کا نام ''یوقنا'' اور دوسرے کا نام ''یوحنا'' تھا۔ ان کا باپ اس شہر کا والی تھا جس کی ملکیت میں بہترین قابلِ کاشت زمینیں اور مضافاتی علاقے، ایک طرف پہاڑوں اور دوسری طرف فرات کی حدود تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس نے شہر حلب پر کئی سال بادشاہت کی، کسی نے بھی اس کے ساتھ جنگ وجدال نہ کیا۔ حتیٰ کہ ہرقل بادشاہ کو بھی اس کام کی جرأت پیدا نہ ہو سکی تھی اور وہ بھی اس والیٔ حلب سے ڈرتا تھا اور اس کی عزت کیا کرتا تھا۔ والیانِ ہرقل اس سے اس قدر خائف رہتے تھے کہ اپنے ملکوں کی بقاء اور رعایا کی حفاظت کے لیے والیٔ حلب کے ساتھ لڑنے سے کتراتے تھے۔

اس نے روم کے بڑے بڑے اور دور دراز کے شہروں کو اس قدر ڈرا رکھا تھا کہ کسی کو اس کے خلاف آنے کی جرأت نہ ہوتی کیونکہ یہ نہایت چالاک، سیاسی تدبر اور سمجھ بوجھ کا مالک تھا۔

بہرحال جب والیٔ حلب انطاکیہ کے مضافاتی علاقوں میں آیا تو اپنے لیے شہر حلب میں قلعہ تعمیر کروایا، عمارتیں بنوائیں، نیز شہر کی چار دیواری بنوائی اور رعایا کو قلعہ میں رکھنے کا بندوبست کیا گیا۔

جب یہ بادشاہ مر گیا تو اس کا بڑا بیٹا یوقنا، جو بڑا بہادر، طاقتور، مال و دولت کی فراوانی رکھنے والا، بے خطر جنگی اقدام کرنے والا، جنگ کی شعلہ نوائیوں سے بے خوف اور کام کا ایسا دھنی تھا کہ جب وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتا تو اس کو اس کے ارادے سے ٹالا نہیں جا سکتا تھا۔

جبکہ دوسرا چھوٹا بھائی یوحنا، دینی آدمی تھا۔ ریاستی امور سے کوسوں دور رہتا اور دنیا سے کنارہ کش تھا، اپنے دور کا بہت بڑا عالم تھا۔

جب اسے خبر ملی کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ان کی طرف روانہ ہونے والے ہیں تو بڑے بھائی یوقنا سے کہنے لگا: کیا

ارادہ ہے؟

یوقنا نے کہا: عربوں سے جنگ کا ارادہ ہے، میں کسی صورت میں بھی انھیں اپنے ملک میں داخل نہیں ہونے دوں گا اور عربوں کو بھی پتا چل جائے کہ میں دوسرے سردارانِ شام کی طرح نہیں ہوں، جن سے وہ پہلے لڑ چکے ہیں یا لڑائی کے بغیر ہی ان سے مصالحت کر چکے ہیں۔

یوحنا چونکہ انجیل کا عالم تھا اور مزامیر بھی پڑھا ہوا تھا، اس کی تمام تر کوششیں کنیساؤں اور گرجا گھروں اور صومعوں کو آباد کرنے اور پادریوں راہبوں کی خدمت کے لیے صرف تھیں۔ پادریوں اور راہبوں کے قیام، طعام اور دیگر آسائش زندگی کا ذمہ لے لیا کرتا۔

جب ان دونوں بھائیوں کو اسلامی لشکر کی آمد کا علم ہوا کہ وہ عواصم اور قنسرین کو صلح کر کے فتح کر چکے ہیں اور اب مسلمان ان شہروں میں مقیم ہیں۔ اور یہ بھی خبر ملی کہ ان کے گھوڑے فرات عواصم اور بقاع تک پہنچ چکے ہیں تو یوحنا نے بڑے بھائی یوقنا سے کہا: میں رات کے وقت تنہائی میں تجھ سے ملنا چاہتا ہوں، اسی وقت آئندہ کے لیے پیش قدمی کرنے کے بارے میں مشورہ دوں گا، اس طرح جو حقیقت میرے دل و دماغ میں ہے تجھے بتاؤں گا۔

یوقنا نے کہا: ٹھیک ہے۔

والیانِ حلب کے مابین لشکرِ اسلام کے بارے مشاورت

رات کے وقت دونوں نے اپنے باپ کے اس گھر میں ملاقات کی جو قلعے میں واقع تھا۔ دونوں بیٹھ گئے۔

یوقنا نے کہا اے بھائی: کیا تم نے ان بھوکے، عریاں جسم عربوں کے حالات ملاحظہ کیے کہ وہ ہماری طرف پیش قدمی کر رہے ہیں؟ اور تم نے یہ بھی ملاحظہ کر لیا ہو گا کہ اہل شام کے ساتھ کس طرح قتل و غارت کرتے ہوئے ان سے مال لے لے کر ان کے شہروں پر قابض ہوتے جا رہے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ملکِ شام کے جن شہروں کی طرف گئے انھیں فتح کر کے ان کے باشندوں کے مالک بن گئے۔ اس سے قبل کہ وہ ہمارے ساتھ ٹکرائیں، آپ مشورہ دیں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

یوحنا نے کہا: بھائی! میں آپ کو مشورہ کے ساتھ ساتھ نصیحت بھی کرنا چاہتا ہوں، اگر آپ نے میری نصیحت قبول کر لی تو کبھی رسوا نہ ہوں گے اور آپ کو کوئی پریشانی نہ ہو گی۔ عمر میں اگرچہ آپ سے چھوٹا ہوں مگر علم کے لحاظ سے آپ پر فوقیت رکھتا ہوں۔ یوحنا نے کہا: مسیح و قربان کی قسم! اگر آپ نے میرے مشورے پر عمل کیا تو آپ کا معاملہ آسان ہو جائے گا اور اس طرح مال و جان بھی محفوظ ہو جائیں گے۔

یوقنا نے کہا: اے بھائی! واقعی میں تمھیں اپنا خیر خواہ سمجھتا ہوں، بتلایئے کیا رائے ہے؟

یوحنا نے کہا: میری رائے کے مطابق آپ عربوں کے پاس ایلچی بھیجیں اور جو وہ چاہتے ہیں اسے قبول کرلیں اور ان سے صلح کا سوال کرلیں نیز مدت معلومہ تک ان کے ساتھ معاملہ طے کرلیں جب تک وہ غالب رہیں ہر سال کچھ نہ کچھ ادا کرتے رہیں۔

یوقنا نے جس وقت اپنے بھائی کا مشورہ سنا تو آگ بگولہ ہوکر بولنے لگا:

مسیح تمھارا چہرہ بگاڑ ڈالے! میرا یہ خیال نہیں تھا کہ تم اس قدر بزدل نکلو گے، تیری ماں نے تو تمھیں پادری ہی جنا ہے نہ کہ کوئی بادشاہ، جنگجو یا کوئی بہادر! مسور کی دالیں، زیتون اور گندم کھا کھا کر پادریوں کے دل مردہ ہو جاتے ہیں، نہ تو گوشت کھاتے ہیں اور نہ ہی دیگر نعمتوں کی معرفت رکھتے ہیں انھیں کیا معلوم کہ جنگی امور کیسے نبھانے پڑتے ہیں اور نہ ہی یہ جانتے ہیں کہ کس طرح لڑائی میں ایک دوسرے کا مقابلہ ہوتا ہے۔

بہر حال میں ایک بادشاہ کا بیٹا ہوں، سو میرے اور عربوں کے درمیان جنگ کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ تو نے آج تک کسی بادشاہ کو بزدل نہیں دیکھا ہوگا! مسیح (خدا) کرے تو ہلاک ہو! بغیر جنگ و جدال ہم اپنا ملک اور اس کی قیادت کس طرح ان کے حوالے کر دیں!

یوحنا نے جب بڑے بھائی کی باتیں سنیں تو کھلکھلا کر مسکرانے لگا اور کہنے لگا: بھائی جان! مسیح کی قسم آپ کی موت بالکل قریب محسوس ہو رہی ہے کیونکہ آپ سرکشی پر اتر آئے ہیں جو خون بہانے کو پسند کر رہے ہیں۔ لیکن اس طرح آپ اپنے آپ کو خود ہی ہلاکت کے حوالے کر رہے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ ہرقل نے جو لشکر یرموک اور دوسرے علاقوں میں بھیجا تھا تیرا لشکر اس سے بڑا ہوگا۔

بھائی یاد رکھنا! عربوں کی اللہ ﷻ تائید فرما رہا ہے اس لیے اس اللہ ﷻ سے ڈر اور خود کو ہلاکت میں ڈالنے پر جلدی نہ کر۔

یوقنا نے جب یوحنا کی باتیں سنیں تو اس کے دل میں اور زیادہ غصہ پیدا ہو گیا۔ یوقنا نے کہا: بھائی! عربوں کی مدح سرائی میں تم حد سے بڑھ رہے ہو، ہرقل بادشاہ کی بے طاقت جماعت جیسا مجھے مت سمجھو۔ میں ان کی طرح ہوں اور نہ ہی مجھے ان پر قیاس کیا جائے، ایک بات یاد رکھنا! جن شہروں کا تو نے ذکر کیا کہ عربوں نے جنگ کے ذریعے ان کو فتح کیا یا صلح کے ذریعے، انھوں نے اپنے شہر کو بغیر جنگ و جدال کے عربوں کے حوالے نہیں کیا بلکہ اپنی طرف سے پوری کوششیں کرتے رہے۔ میں نے اپنے پاس اتنا سامانِ حرب جمع کر رکھا ہے کہ اس کے ذریعے اچھی طرح دشمن کو ختم کر سکوں گا اور سپاہیوں کی ایک بڑی جماعت بھی عربوں سے جنگ کے لیے تیار کر رکھی ہے۔

اگر صلیب کی طرف سے مدد عطا ہوتی رہی اور میں مسیح کی نگاہِ خاص سے کامیاب ہوتا رہا تو دیکھنا! میں ان عربوں کو

دھکیلتا ہوا حجاز تک لے جاؤں گا اور پھر شکست کھانے والے بادشاہوں کا منہ کالا کرتے ہوئے ہرقل بادشاہ کو بتاؤں گا کہ ان میں اتنی ہمت نہیں کہ عربوں کا مقابلہ کر سکیں۔

اگر بدقسمتی سے مجھے شکست ہوئی تو میں اپنے اس قلعہ میں پناہ لے لوں گا اور یہیں زندگی گزاروں گا کیونکہ میں نے اس قلعہ میں کھانے پینے اور دیگر ضروری چیزیں جمع کر لی ہیں جو کافی عرصے تک میری کفایت کر سکیں گی پھر مرنے تک اسی قلعے میں باعزت زندگی گزاروں گا۔ بغیر کسی وجہ کے میں عربوں کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالوں گا اور نہ ہی اپنا مال (بطور جزیہ) ان کے سامنے پیش کروں گا۔

بھائی! عربوں کے معاملے میں میرے ساتھ اب کوئی بات نہ کرنا اور نہ ہی صلح کی بات، ورنہ ایسا نہ ہو کہ ان سے پہلے مجھے تمھارے ساتھ دو دو ہاتھ کرنا پڑیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یوقنا کے دل میں شیطان بری طرح سرایت کر چکا تھا اور اسے برابر جنگ پر ہی برانگیختہ کرنے لگا۔ جب یوحنا نے بڑے بھائی کے مذکورہ الفاظ سنے تو کہنے لگا: تمھارے ساتھ کلام کرنا اس وقت تک حرام ہے جب تک کہ تم میری رائے پر عمل نہ کرو گے۔ یہ کہہ کر یوحنا غصے سے بھرا ہوا اٹھا اور چل دیا۔

صبح ہوئی تو یوقنا نے ارمن اور نصرانی عربوں کے سپاہیوں کا لشکر جمع کیا۔ یوقنا ان کے پاس آیا اور جسے ضرورت تھی اسے اسلحہ دیا پھر ان کو دیگر مال اور زادِ راہ دیا۔ یوقنا نے اس کے بعد اپنی جماعت سے عربوں کی حقارت بیان کرتے ہوئے کہا:

عرب لوگ تو بالکل تھوڑے ہیں اور ہم ان کی نسبت بہت زیادہ ہیں، ان کی جماعت کا کچھ حصہ تو قیساریہ کی طرف جا چکا ہے اور کچھ مصر کے شہروں کی طرف، اس طرح وہ لشکر تقسیم ہو کر رہ گیا ہے۔

والیٔ حلب یوقنا کی مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس سے پہلے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شہر حلب کی طرف پیش قدمی کرتے، یوقنا نے جنگ کا پختہ ارادہ کر لیا۔ پھر یوقنا نے اپنی قوم سے "کراکس" نامی سردار کو بلایا۔ ایک ہزار سپاہی اس کی قیادت میں دے کر ملک کی حفاظت کے لیے مامور کیا اور خود اپنے ساتھیوں کو لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف روانہ ہو گیا جبکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارہ ہزار فوج کے علاوہ باقی سپاہی غیر مسلح تھے۔ یوقنا جھنڈے اور صلیبی نشان آگے آگے کیے مسلسل پیش قدمی کرتا رہا۔ ایک صلیب سونے سے بنی ہوئی تھی۔ یوقنا کے ارگرد سونے کا حاشیہ لگا لباس پہنے ایک ہزار غلام تھے۔

ابن ثعلبہ کندی رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے: قنسرین کی فتح کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ شہرِ قنسرین میں تھے جب انہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط ملا کہ قیساریہ میں حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے لشکر کا کچھ حصہ بھیج دیں۔ حکم نامہ ملتے ہی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ تین ہزار اسلحہ سے پوری طرح لیس سپاہی روانہ کر دیئے۔ اس کے بعد آپ نے قلعہ حلب کی طرف توجہ فرمائی۔ بنی ضمرہ کے کعب بن ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ ایک شخص کو بلایا جو انتہائی تجربہ کار اور بہترین جنگجو تھا۔ جب یہ ضمری بہادر میدانِ جنگ میں نکلتے تو ان کے سامنے لشکر کا قلیل ہونا یا کثیر ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار سپاہی ان کی قیادت میں دیئے اور فرمایا: اے کعب! حلب کی طرف جاؤ اگر تو ان کا مقابلہ کر سکو تو بجا، ورنہ جنگ نہ کرنا۔ ان کے لشکر کے بارے معلوم کرو میں تمھارے پیچھے پیچھے آرہا ہوں۔

حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ لشکر کو لے کر حلب کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر یوقنا بھی پیش قدمی کر رہا تھا۔ مسلمانوں کی جاسوسی کرنے کے لیے اس نے چند آدمی بھیجے انھوں نے آکر بتایا کہ مسلمانوں کا لشکر ہماری طرف آرہا ہے۔

یوقنا نے پوچھا: عربوں کی تعداد کتنی ہے؟

انھوں نے بتایا: ایک ہزار شہسوار ہیں جو حلب سے چھ میل دور پڑاؤ ڈال چکے ہیں۔

یوقنا نے آدھی فوج کمین گاہ میں متعین کی اور باقی بہادروں اور قوم کے سرداروں کو لے کر مسلمانوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ جس وقت لشکر مسلمانوں کے قریب پہنچا تو دیکھا وہ نہر کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ مسلمان اپنے گھوڑوں کو پانی پلانے اور وضو کرنے میں مشغول تھے کہ اچانک یوقنا اپنا لشکر لے کر نمودار ہوا۔ صلیب کا نشان ان کے آگے آگے تھا، مسلمان مجاہدین ایک دوسرے کو آوازیں دیتے ہوئے گھوڑوں کی پشتوں پر سوار ہو گئے۔

حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سب سے آگے آگے تھے۔ یوقنا کے لشکر کے پاس جا کر اندازہ لگایا کہ ان کی تعداد پانچ ہزار ہے۔

یوقنا نے اپنا لشکر دو حصوں میں تقسیم کیا اور ایک حصہ تو کمین گاہ میں متعین کیا جبکہ باقی ماندہ حصہ لے کر مسلمانوں کے مقابلے میں آکھڑا ہوا۔

دونوں لشکروں کا ٹکراؤ اور مسلمانوں کی آزمائش

جب کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے یوقنا کے لشکر کو قریب سے جا کر دیکھا پھر واپس لوٹے اور فرمانے لگے: اے دینِ خدا کے مددگارو! میں نے دشمن کا لشکر دیکھ کر اندازہ لگایا ہے کہ وہ پانچ ہزار سپاہی ہیں ان سے ہمیں بہت بڑی مقدار میں مالِ غنیمت مل سکتا ہے۔ کیا تم میں سے ہر ایک پانچ افراد قتل کرے گا؟

صحابہ رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: کیوں نہیں! قسم بخدا! ہم ضرور ان کا مقابلہ کریں گے۔ اس کے بعد مسلمان شانہ بشانہ گروہ

در گروہ آگے بڑھے۔

ادھر یوقنا نے اپنے ساتھیوں، سپاہیوں، غلاموں اور قوم کے سرداروں کو چیخ کر کہا کہ ''مسلمانوں پر حملہ کر دو!'' یوقنا کا حکم ملتے ہی اس کے سپاہیوں نے یک بارگی زور دار حملہ کیا ادھر سے مسلمانوں نے بھی حملہ کیا اس کے بعد دونوں لشکر اس طرح ملے کہ میدانِ جنگ بھڑک اٹھا۔ دونوں طرف سے خون کی ندیاں بہا دی گئیں۔ مسلمانوں نے کامیابی اور حصولِ غنیمت کا پختہ یقین کر لیا پھر اچانک کمین گاہ میں چھپے فوجی بھی نکل آئے پھر انھوں نے مل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

مسعود بن عون عجی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جو لشکر بھیجا تھا میں بھی ان میں شامل تھا۔ خصوصاً جب یوقنا اور مسلمانوں کا لشکر ملا تو میں اس وقت جنگ میں شریک تھا۔ ہم جنگ میں مصروف تھے، ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ ہمارے پیچھے کمین گاہ میں یوقنا کا آدھا لشکر چھپا ہوا ہے۔ اچانک گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں بلند ہوئیں اور وہ ایک دم ہم پر حملہ آور ہو گئے۔ اس کے بعد جبکہ ہمیں دشمن پر یقینی غلبہ حاصل ہو چکا تھا، مگر اب ہمیں ہلاکت کا یقین ہو گیا۔ ہم لوگ دشمن کے درمیان محصور ہو کر رہ گئے وہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا بس جنگ کرنا ہی ضروری سمجھا جانے لگا۔ مسلمانوں کا لشکر تین حصوں میں تقسیم ہو گیا، ایک حصہ تو ہزیمت زدہ ہو کر ادھر اُدھر بھاگنے لگا، دوسرا کمین گاہ سے نکلنے والے دشمنوں سے لڑنے لگا جبکہ باقی حصہ یوقنا کے ساتھیوں سے لڑ رہا تھا، جن میں حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

مسعود بن عون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل مسلمانوں کے اس روز لڑنے والے لشکر کو اجرِ عظیم عطا فرمائے! انھوں نے بہت سخت لڑائی کی اور اچھی خاصی آزمائشوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ انھوں نے اپنی جانیں بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتے ہوئے جنگ لڑی اور ایک ہی جگہ سو آدمی قتل کیے گئے۔ کمین گاہ سے نکلنے والوں کا ردِ عمل بہت سخت تھا۔

حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کا دل مسلمانوں کی وجہ سے بہت پریشان تھا، اپنے ہاتھوں میں جھنڈا لیے لشکر کا چکر لگاتے ہوئے یہ آوازیں بلند کرنے لگے:

''يَا مُحَمَّدُ يَا مُحَمَّدُ يَا نَصْرَ اللّٰهِ اِنْزِلْ يَا مَعَاشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِثْبُتُوْا اِنَّمَا هِيَ سَاعَةٌ وَّيَاْتِيَ النَّصْرُ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ''

''یا محمد یا محمد اے مددِ خدا! مسلمانوں کے لشکر پر نازل ہو'' مسلمانو! ثابت قدم رہو یہی امتحان کا وقت ہے مددِ خداوندی ضرور آئے گی اور تم ہی غالب رہو گے۔ [1]

---

[1] بعد از وصالِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حلب سے مسلمان مشکل پڑنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حرفِ نداء کے ساتھ پکار کر مدد مانگتے ہیں لہٰذا مسلمانوں پر یہ اعتراض کرنا کہ بعد از وصال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دور سے پکارنا ناجائز ہے، یقیناً صحابہ کے عمل کے خلاف ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

مسلمان اس مرتبہ بہت زیادہ زخمی ہوئے۔ایک سوستر مسلمان شہید ہوئے جن میں مندرجہ ذیل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔عبادہ بن عاصم نخعی رضی اللہ عنہ، زمر بن عامر راضی رضی اللہ عنہ، حازم بن شہاب مقری رضی اللہ عنہ، سھل بن اشیم رضی اللہ عنہ، رفاعہ بن محسن رضی اللہ عنہ، غانم بن برد رضی اللہ عنہ اور سہیل بن مفلج رضی اللہ عنہ۔ جو یومِ سلاسل اور جنگِ یرموک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور جنگِ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ شامل رہے تھے۔

مسعود بن عون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: قسم بخدا! ہمیں ان کے شہید ہونے کا بہت افسوس تھا، ان کے جسم پر چالیس زخم تھے اور سارے زخم سینے پر تھے۔ پیٹھ پر کوئی زخم نہ لگا تھا۔

مسلمانوں کے چالیس سرداروں نے جامِ شہادت نوش کیا کیونکہ ان میں سے ہر ایک نے مشرکین کے بہت سے افراد کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔مشرکوں نے مسلمانوں کے قتل ہونے اور ان کی اس قدر قابل رحم حالت کے باوجود ثابت قدمی ملاحظہ کی تو ہزیمت کھانے لگے۔

یوقنا نے اپنے لشکر کو ثابت قدمی اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے کہا: خدا کرے ہلاک ہو جاؤ! کس لیے بھاگنے لگے ہو؟ عرب تو مکھیوں کی طرح ہیں کہ جنھیں اگر اڑا دیا گیا تو اڑ جائیں گے ورنہ اگر چھوڑ دیا گیا تو طمع وحرص کی وجہ سے مزید بہادر ہو جائیں گے۔

حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نے اپنے جھنڈے تلے شہید ہونے والوں کو دیکھا تو شدید غم میں نڈھال ہو گئے۔آپ گھوڑے سے نیچے اترے، زرہ کے اوپر ایک اور زرہ پہنی، کمر بند باندھا۔آپ نے گھوڑے کے منہ اور سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے تھپکی دی پھر گھوڑے کی پیشانی پر بوسہ دیا۔یہ گھوڑا بہت سے موقعوں میں اور جہادوں میں آپ کے ساتھ رہا۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام ''ھطال'' رکھا ہوا تھا۔حضرت کعب نے گھوڑے کو تھپکی دیتے ہوئے فرمایا:

اے ھطال: انجام کے اعتبار سے آج کا دن تیرے لیے محمود ہے، اطاعتِ خداوندی بجا لا اور میدانِ جنگ میں ثابت قدم رہنا۔یہ کہہ کر آپ اس کی پشت پر سوار ہو گئے۔آپ مسلمانوں کی وجہ سے فکر مند تھے اور جھنڈا ہاتھوں میں لیے ہوئے تھے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا انتظار کرنے یا کسی اور مدد کی امید لگائے رہے مگر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا کوئی نام ونشان نظر نہ آیا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے تشریف لانے میں تاخیر کا سبب

تاخیر کا سبب یہ بنا کہ اہلِ حلب کے چند لوگ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے جس کی وجہ سے آپ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس نہ پہنچ سکے۔

ہوا یوں کہ جب یوقنا اپنا لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلے میں نکل کھڑا ہوا تو بعد میں اہلِ حلب کے مشائخ اور دوسی قبیلہ کے لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے:

اے قوم! تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ دین نصاریٰ وصلیب والوں نے ان عربوں کی پیروی میں رہنا قبول کر لیا ہے اور ان کے دین میں داخل ہو گئے ہیں۔ بعضوں نے تو اپنے ہی دین پر قائم رہتے ہوئے ان کی ذمہ داری قبول کر لی جبکہ بعضوں نے ان سے لڑنے کے بعد ان کا دین قبول کیا یا ان کی ذمہ داری میں آئے۔ بہرحال جس نے بھی ان عربوں سے لڑنے کی جسارت کی، وہ نقصان میں رہا۔

تمھارا کیا خیال ہے کہ ہمیں مسلمانوں کے امیر کے پاس جا کر صلح کا سوال کرنا چاہیے تاکہ ہم اپنا شہر ان کی ذمہ داری میں دیتے ہوئے جو وہ چاہیں گے بطور فدیہ مال دے دیں؟ اگر مسلمانوں نے یوقنا کو شکست دے کر کامیابی پالی تو ہم قتل و غارت سے بے خوف رہیں گے اور اس طرح کرنے سے ہمارے جان و مال محفوظ رہیں گے۔ نیز کسی تکلیف کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ اگر تو یوقنا مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لے تو ہم اس سے پہل کر چکے ہوں گے اور اگر یوقنا کامیاب ہو کر حلب واپس لوٹ آیا تو ہم اسے صلح کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتائیں گے۔ سب نے اس پر اتفاق کا اظہار کیا۔

اہلِ حلب کے تیس رئیس نکلے اور یوقنا سے بچتے بچاتے کسی غیر معروف راستے پر چلتے ہوئے مسلمانوں کے لشکر کے سامنے جا پہنچے۔ انھوں نے الغوث! الغوث! پکارنا شروع کیا۔

عربوں کو معلوم تھا کہ الغوث رومی لفظ ہے، جس کا معنیٰ ''امان'' ہے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جس شخص کے منہ سے یہ آواز سن لو (یعنی الغوث الغوث) تو قتل کرنے میں ہرگز جلدی نہ کرنا کیونکہ اللہ عزوجل بروز قیامت اس کے بارے میں سوال فرمائے گا۔ اس کے علاوہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا کرنے سے برأت ظاہر کی ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مسلمانوں نے ان کی پکار سنی تو چونکہ اس لفظ کا مطلب تو جانتے ہی تھے، اس لیے جلدی سے ان اہلِ حلب کے پاس آئے اور سب کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا۔

اہلِ حلب کی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے پوشیدہ معاہدۂ صلح کی کوشش

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لگتا ہے یہ لوگ صلح کا مطالبہ کر رہے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی جانوں کی امان بھی مانگ رہے ہیں اور یہ بھی شک پڑتا ہے کہ یہ اہلِ حلب ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اللہ عزوجل سے یہی امید تھی کہ ایک روز یہ لوگ ضرور صلح کا مطالبہ لے کر آئیں گے۔ اب اگر تو انھوں نے صلح کا مطالبہ کیا تو میں ان سے صلح کرلوں گا۔ آپ کو حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ اور یوقنا کی لڑائی کا مطلق علم نہ تھا۔

جس وقت اہلِ حلب صلح کا سوال لے کر مسلمانوں کے پاس پہنچے تو اس وقت ہر طرف لشکر کے سامنے مشعلیں جلا کر روشنی کی گئی تھی۔ بعض مسلمان تو نمازوں میں مشغول تھے، جبکہ بعض قرآن کریم کی تلاوت کر رہے تھے۔ یہ دیکھ کر اہل حلب ایک دوسرے سے کہنے لگے:

اسی خوبی کی وجہ سے ان لوگوں کی مدد غیبی سے تائید ہوتی ہے۔ ترجمان نے اہل حلب کی باتیں سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ وہ آپس میں کیا سرگوشیاں کر رہے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ایسی قوم ہیں کہ جس پر اللہ عزوجل نے انعامات وعنایات کو خاص طور پر نازل فرمایا، ہمارے پیش نظر صرف اور صرف اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا ہوا کرتی ہے، دشمنوں سے لڑنے میں جزع فزع نہیں کرتے۔

ترجمان نے یہ سب کچھ سن کر انھیں بتایا۔

پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟

انھوں نے کہا: ہم اہل حلب ہیں اور ہمارا تعلق تاجروں، رئیسوں اور عام طبقہ کے لوگوں سے ہے، ہم آپ کے پاس صلح کا مطالبہ لے کر آئے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمھارے ساتھ صلح کس طرح کرسکتا ہوں؟ مجھے خبر ملی ہے تمھارے بادشاہ یوقنا نے ہمارے ساتھ لڑنے کا پختہ ارادہ کر رکھا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس نے قلعہ بھی بنالیا ہے اور اس میں اتنا مال جمع کر رکھا ہے کہ کئی سالوں تک اس کو کفایت کر سکے گا۔ اس کے علاوہ اس نے ہمارے مقابلے کے لیے لشکر بھی تیار کرلیا ہے جبکہ تم لوگ صلح کی باتیں لیے پھرتے ہو؟

انھوں نے کہا: اے امیر! ہمارے ساتھی تمھارے ساتھ جنگ وجدال کی غرض سے نکل چکے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کب؟

انھوں نے کہا: آج صبح ہی۔ ہم ان کی روانگی کے بعد ہی ایک غیر معروف راستے سے چلتے ہوئے آئے ہیں۔ ہمارے خیال میں یوقنا ضرور لڑے گا کیونکہ سرکشی اس کے سر پر سوار ہو چکی ہے اور کسی صورت بھی صلح پر رضامند نہیں ہوگا بلکہ اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے اور شرک کے انتہائی درجے پر پہنچ گیا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب یوقنا کے جنگ کی خاطر نکل کھڑے ہونے کی خبر سنی تو اپنے بھیجے ہوئے فوجی دستے

کے بارے میں خوف زدہ ہو گئے۔ اور آپ ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ'' پڑھنے لگے۔ اور فرمایا کہ کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھی شہید ہو گئے ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' پھر آپ سر جھکا کر انتہائی غم کا اظہار کرنے لگے۔

اہل حلب کے مشائخ ایک دوسرے سے کہنے لگے: امیر سے صلح کے بارے میں بات کرو!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جب انھوں نے صلح کی بات کی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جھڑکتے ہوئے فرمایا: ہم تمھارے ساتھ ہرگز صلح نہیں کر سکتے۔

یہ سن کر اہل حلب کے مشائخ کو اپنی جانوں کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ اہل حلب نے کہا: ہمارے پاس حلب کے تاجروں اور عوام نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ اگر آپ لوگ ہمیں اپنی صلح میں لے لیں تو ہم اپنے شہر کی سرزمین آپ کے لیے خالی کر دیں گے اور دوسرے علاقوں کو فتح کرنے میں بھی آپ کی مدد کریں گے۔ نیز آپ کے سایۂ عدالت میں رہیں گے۔ اے امیر! اگر آپ نے انکار کر دیا تو یہ لوگ متنفر ہو کر بھاگ جائیں گے اور دور دراز شہروں میں جا بسیں گے۔ اگر انھیں معلوم ہو گیا کہ آپ صلح نہیں کر رہے تو کوئی بھی آپ کے پاس باقی نہ بچے گا۔

ترجمان نے ساری باتیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بتائیں تو آپ ان کی طرف دیکھنے لگے۔ پھر اہل حلب میں سے خون کی طرح سرخ چہرے والا ایک شخص آگے بڑھا جو رومیوں کے اہل دانش لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا اور وہ فصیح عربی زبان بولنا جانتا تھا۔ کہنے لگا:

اے امیر! اللہ عزوجل نے انبیاء کرام علیہم السلام پر جو کچھ نازل کیا ان میں چند ایک علم کی باتیں بیان کرتا ہوں، آپ ذرا سماعت فرمائیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہہ! اگر تو بات واقعی حقیقت میں انھیں علوم منزلہ میں سے ہوئیں تو ہم بھی سنیں گے اور حقیقت نہ ہوا تو نہ ہم تیری بات سنیں گے اور نہ ہی عمل کریں گے۔ کہا جاتا ہے اس کا نام دحداح تھا۔

وہ کہنے لگا: اے امیر! اللہ عزوجل نے انبیاء کرام علیہم السلام سے فرمایا:

میں کائنات والوں کا پالنہار اور رحم فرمانے والا ہوں، میں نے رحمت پیدا کی اور مؤمنوں کے دل میں رکھ دی، حُسنِ سلوک سے پیش آنے والوں پر جو شخص رحم نہیں کرے گا میں بھی اس پر رحم نہیں کروں گا، جو شخص حد سے تجاوز کرے گا، میں اسے ضرور اس کا بدلہ دوں گا، جو دوسروں کو معاف کرے گا، میں اس کو معاف کروں گا۔ جو میری طلب میں نکلا وہ مجھے پالے گا، جو شخص کسی مظلوم کو امان دے گا بروز قیامت میں بھی اسے امن میں رکھوں گا، میں اس کے رزق میں وسعت پیدا کر دوں گا اور اس کی عمر میں بھی برکت رکھ دوں گا۔ اس کے اہل میں کثرت پیدا کر دوں گا اور دشمن کے خلاف اس کی

مدد کروں گا، جس نے احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کیا تو یقیناً اس نے میرا شکریہ ادا کیا۔

اے امیر! ہم مظلوم، خوفزدہ ہو کر آپ لوگوں کے پاس آئے ہیں، ہمارے ساتھ نرمی فرمائیے اور ہماری رعایا کو امن دیجیے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دحداح کی باتیں سن کر رونے لگے پھر قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴾

"بے شک بھلائی والے اللہ کے محبوب ہیں۔"[1]

پھر آپ نے فرمایا: اے پروردگار! حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت کاملہ نازل فرما اور اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام پر بھی۔ اسی رحمت کا پیکر بنا کر اللہ عزوجل نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا۔ ہم اللہ عزوجل کی حمد کرتے ہیں کہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف ہدایت بنا کر بھیجا۔

پھر آپ اپنے اردگرد بیٹھے ہوئے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے جن میں سردار، مہاجرین اور انصار کے افراد شامل تھے، آپ نے فرمایا:

تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں اسی کی طرف سے ہدایت عطا کرنے پر یہ لوگ جو میرے ساتھ صلح کرنے کی غرض سے آئے ہیں ان میں تاجر، عوام اور جاگیردار سبھی لوگ ہیں۔ میرے خیال میں ہمیں ان پر احسان کرتے ہوئے صلح کر لینی چاہیے اس طرح ان کے دلوں میں صفائی پیدا ہو گی اس کے علاوہ جب ہم ان کے شہر میں جائیں گے تو کھانے پینے کی چیزیں اور دیگر ضروری سامان ہمیں فراہم کریں گے، ہمارے دشمن کے ارادوں سے ہمیں مطلع رکھیں گے نیز ہر لحاظ سے معاون ثابت ہوں گے۔

یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص بولا: اللہ عزوجل امیر لشکر کی اصلاح فرمائے! دیکھیے اس قوم کا شہر بادشاہی قلعہ کے بالکل قریب ہے، ہم اس قوم کی طرف سے بے خوف نہیں رہ سکتے۔ یہ لوگ ہمارے حالات معلوم کر کے بادشاہ کو بتائیں گے۔ یہ لوگ تو محض مکر و فریب کا جال بچھانے کے لیے آئے ہیں کیونکہ آپ نے بھی سنا کہ ان کا سردار یوقنا ہمارے ساتھ جنگ کی غرض سے نکل کھڑا ہوا ہے تو ان لوگوں سے کیسے صلح کر سکتے ہیں۔ بلاشبہ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ بھی دھوکا کر چکے ہوں گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بتوفیق اللہ تمہارا خیال اچھا ہے، اللہ عزوجل ہمارا حامی و ناصر ہے وہ ہمیں دشمنوں پر

[1] پارہ 2، البقرہ: 195، ترجمہ کنزالایمان

غلبہ عطا فرمائے گا۔ اللہ ﷻ رحم فرمائے اس شخص پر جو اچھی بات کرے یا خاموش رہے۔ آپ نے فرمایا: مسلمانوں کی بھلائی کے لیے میں ان کے ساتھ چند شرائط مقرر کرتا ہوں، جس پر صلح ہوگی۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ ہمارے ساتھ صلح میں اتنا ہی مال دو جتنا اہلِ قنسرین نے دیا۔

وہ کہنے لگے اے امیر! اہلِ قنسرین تو بہت مالدار ہیں اور ان کی آبادی بھی بہت ہے جبکہ ہمارے شہری تو یوقنا کے ساتھ چلے گئے اور مال واسباب اور غلہ وغیرہ بھی ساتھ لے گئے ہیں جس کی وجہ سے ہمارا شہر اب خالی ہے۔ کچھ مال تو یوقنا نے اپنے قلعے میں بھی رکھوا دیا ہے۔ کمزور طبقہ کے لوگ ہی شہر میں بچے ہیں جن کے پاس مال و دولت، کچھ بھی نہیں ہے۔ ہم آپ سے نرمی برتنے، احسان اور عدل وانصاف کا سوال کرتے ہیں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو پھر اپنی صلح میں کتنا مال دے سکتے ہو؟

انھوں نے کہا: ہم اہلِ قنسرین کے مال کا نصف دے سکتے ہیں۔

اہلِ حلب کے ساتھ صلح

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے میں قبول کرتا ہوں لیکن ساتھ یہ بھی شرط ہوگی کہ جب ہم تمھارے شہر میں پڑاؤ ڈالیں گے تو تم لوگ خوراک اور دیگر ضروریات کا ساز و سامان ہمیں پہنچاتے رہوگے، ہمارے لشکر میں بھی تمھاری خرید وفروخت ہوتی رہے گی، ہمارے دشمنوں کے متعلق کوئی بھی خبر جسے تم جانتے ہوگے، ہم سے ہرگز نہ چھپاؤ گے، ہمارے لشکر میں کوئی جاسوس نہیں چھوڑو گے، تمھارا سردار یوقنا جب شکست کھا کر واپس بھاگے تو تم لوگ اسے قلعے تک نہیں پہنچنے دو گے بلکہ سامنے اسے روکو گے۔

انھوں نے کہا: اے امیر! باقی شرائط تو ہمیں بھی منظور ہیں مگر آخری شرط کہ ہم اپنے سردار کو قلعہ میں پہنچنے سے منع کریں، ہم اس کام کی طاقت نہیں رکھتے اور جس کام کی طاقت ہم میں نہیں، اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس کے ساتھ جو لشکر ہے وہ اس کے نگہبان ہیں ان کا مقابلہ ہم لوگ نہ کرسکیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو ٹھیک ہے آخری شرط میں اٹھائے دیتا ہوں، تم لوگ اپنے سردار کے قلعے تک پہنچنے کے لیے کچھ نہیں کرو گے، بہرحال باقی شرائط تم پر اللہ ﷻ کا عہد و میثاق ہوگا۔ پختہ ایمان کے ساتھ اقرار کرو کہ ان شرائط میں سے کسی شرط کی خلاف ورزی نہیں کرو گے بلکہ ہر شرط پوری کرو گے، تب یہ معاہدہ و صلح ہوگی۔

اس کے بعد آپ نے ان کے ایمان کے مطابق حلفیہ بیان لیے۔ اہل حلب کے باشندگان نے حلفیہ بیان اور اپنے شہریوں، بیٹوں، خواتین، غلاموں، اہل وعیال کے سارے افراد الغرض چوپایوں کے بارے میں بھی صلح کی۔

حلف برداری کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ حلف اٹھا چکے ہو اور ہم تمھارا قول واقرار اور تمھاری قسمیں قبول کر چکے ہیں تو اگر کسی شخص نے وعدہ خلافی کی یا سردار کے بارے میں اسے معلومات تھیں اور ہمیں اس سے مطلع نہ کیا تو یاد رکھو! وہ واجب القتل ہوگا اس کا مال واولاد ہمارے لیے حلال ہوں گے، جس وقت تم لوگوں نے شرائط توڑ دیں تو اس کے بعد تمھارے ساتھ کوئی عہد باقی نہ ہوگا اور نہ ہی ہم پر تمھاری ذمہ داری ہوگی۔ ہر سال مقررہ جزیہ تم سے وصول کیا جائے گا۔

سعید بن عامر تنوخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جو شرائط عائد کیں اور ان سے عہد لیا، اہلِ حلب نے اس سے رضامندی کا اظہار کیا۔ عہد و پیمان کر لینے کے بعد آپ نے ان کے نام لکھے، اس کے بعد انھوں نے اپنے شہر واپس لوٹنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

میں ایک ساتھی تمھارے ساتھ بھیجتا ہوں تاکہ وہ تمھارے شہر تک تمھیں چھوڑ آئے کیونکہ تمھارے اپنے شہروں میں امن وامان سے پہنچنے تک کی حفاظت کرنا ہم پر لازم ہو چکا ہے۔

دحداح نے کہا: اے امیر! ہم اسی راستے سے واپس لوٹ جائیں گے جہاں سے ہم لوگ سردار سے بچتے بچاتے آئے تھے۔ آپ ہمارے ساتھ کسی کو نہ بھیجیے۔ پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ساری رات کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں بیقراری سے گزاری۔

اہلِ حلب کے ساتھ صلح کا راز فاش ہونا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اہل حلب مصالحت کے بعد اسی رات تاریکی میں واپس لوٹے۔ ان کے حلب پہنچنے سے پہلے بیاض صبح کے چہرے سے پردے اٹھ چکے تھے۔ جس وقت وہ لوگ حلب پہنچے تو یوقنا کے ایک سردار نے انھیں واپس لوٹتے دیکھ لیا۔ سردار ان کے پاس جا کر پوچھنے لگا: کہاں سے آرہے ہو؟ اور کیا کر کے آرہے ہو؟

ان لوگوں نے خیال کیا کہ شاید کوئی شہری باشندہ ہے لہٰذا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صلح نامے کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ سردار نے سنا تو معاملہ نظرانداز کرتے ہوئے آگے چل دیا۔

اس کے بعد یہ لوگ اہل حلب کے پاس پہنچے تو سب نے ان سے صلح کے بارے میں پوچھا۔ اس وفد نے جب ساری حقیقت حال سے آگاہ کیا تو اہل حلب بہت خوش ہوئے۔

سردار نے جب وفد سے صلح کے بارے میں سنا تو فوراً یوقنا کے لشکر کی طرف چل دیا۔ جب وہاں پہنچا تو وہ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا اور اس نے مسلمانوں کو گھیر رکھا تھا۔ یوقنا یقین کر چکا تھا کہ جیت اسی کی ہوگی۔ صبح ہوتے ہی سردار، یوقنا کے پاس پہنچا تو کہنے لگا:

اے سردار کیا آپ اپنے اوپر اترنے والی مصیبت سے غافل ہیں؟

یوقنا نے کہا: کم بخت! کیا ہوا؟

اس نے کہا: شہر والوں کی خبر لو! انھوں نے عربوں کے ساتھ مصالحت کر لی ہے، جلد ہی عرب لوگ تمھارے قلعے، مال واسباب اور رعایا کے مالک بن جائیں گے۔

یوقنا کو اس کی بات سنتے ہی اپنے قلعے کی فکر لاحق ہوگئی کہ کہیں اس کی غیر موجودگی میں عرب لوگ قلعے پر قابض نہ ہو جائیں، فوراً ہی یوقنا اپنے قلعے کی طرف روانہ ہوگیا اور جنگ کو بالکل نظرانداز کر دیا حالانکہ اصحابِ رسول ﷺ یقینی کامیابی حاصل کر چکا تھا۔ اس معرکے میں دو سو مسلمان شہید ہو چکے تھے۔

حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ دل چھوڑ چکے تھے، انھیں یقین ہو گیا تھا کہ لامحالہ مسلمان ہلاکت کا شکار ہو جائیں گے۔ آپ فرماتے ہیں: اس روز میں لشکر کا سپہ سالار تھا، دورانِ جنگ میں لشکر والوں کو ثابت قدم رہنے کی تلقین کر رہا تھا۔ میں انھیں ہمت دیتا اور ان کی طرف آنے والوں کو دفع کرتا، ایک دفعہ تو میں لڑتا ہوا دشمنوں کے چنگل میں جا پھنسا پھر اچانک اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ آیا۔ اس وقت بھی اللہ عزوجل سے کشادگی کی امید رکھتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کی طرف گردن اٹھا اٹھا کر دیکھتا مگر کچھ بھی نظر نہ آیا۔ ایک دن رات کی جنگ کی ہولناکیاں جاری تھیں اسی اثناء میں دوسرے دن کی صبح دونوں گروہوں کی لڑائی کرنے کے لیے بیدار ہوئی۔ مجھے قسم ہے اللہ عزوجل کی اگر کسی ایک شخص نے بھی نماز پڑھی ہو یا کچھ بھی کھایا پیا ہو۔ میں اسی ناامیدی کی کشمکش میں بار بار قنسرین کے راستے کی طرف دیکھتا کہ اب اسلام کا جھنڈا لہراتا ہوا دکھائی دے گا، مگر ایسا نہ ہوا۔

صبح ہوتے ہی میں نے دیکھا کہ یوقنا کے لشکر میں بیقراری کی لہر دوڑ گئی۔ پھر ہر طرف سے شور وغوغہ بلند ہونے لگا۔ میں نے خیال کیا کہ یا تو اہلِ حلب کے شہری اس کی مدد کو آ پہنچے ہیں یا ہرقل بادشاہ کی طرف سے کمک آ پہنچی ہے۔ میں نے یہ دیکھتے ہی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی قسم! میں نے ابھی یہ کلمہ پڑھا ہی تھا کہ اگلے ہی لمحے دشمنوں کے لشکر میں عجیب سی اضطرابی حالت پیدا ہوئی کہ اپنی ایڑیوں کے بل واپس لوٹنے لگے۔ میں اس صورتحال کی طرف دیکھ کر دعا کرنے لگا۔

"اَلْحَمْدُ لِلهِ حَمْدُ الشَّاكِرِيْنَ" ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس طرح کہ شکرگزار اس کی حمد کرتے ہیں۔

میں نے گمان کیا کہ کسی آسمانی چیخ نے انھیں خوفزدہ کر کے بھگا دیا ہے یا یومِ بدر کی طرح آج بھی فرشتے ہماری مدد کو اتر آئے ہیں۔ بہرحال دیکھتے ہی دیکھتے یوقنا اپنے ساتھیوں سمیت بھاگ گیا۔

آپ فرماتے ہیں: میں نے ارادہ کیا کہ دشمنوں کا تعاقب کروں مگر مسلمانوں نے پیچھے سے آواز دی:

اے کعب رضی اللہ عنہ! کدھر جارہے ہیں؟ کیا ہمارا صبر ابھی رنگ نہیں لایا، واپس لوٹ آیئے اور تھکاوٹ دور کرنے دیجیے، ہمیں فرائض کی ادائیگی کا وقت دیں، اور ہمارے گھوڑوں کو بھی اب ذرا آرام کرنے دیں۔ اللہ عزوجل کی مشیت وقدرت کے ساتھ دشمن بھاگ چکا ہے۔

یہ سن کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ واپس لوٹ آئے۔ مسلمانوں نے پانی پیا، وضو کیا اور فوت شدہ نمازیں پڑھنے لگے۔ اس کے بعد کھانا کھایا اور آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔

لشکرِ اسلام کا حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آملنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر والوں کے ساتھ جو کچھ ہوتا رہا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملنے میں بہت دیر ہوگئی۔ اہل حلب کے باشندے جب واپس چلے گئے تو اسی صبح حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نمازِ فجر پڑھائی پھر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا:

اے ابوسلیمان! تیرا بھائی ابوعبیدہ، مسلمانوں کے بارے میں بہت غمگین ہے۔ بہرحال اہلِ حلب کے ساتھ جو ہماری صلح ہوچکی اس کے بارے میں ہمیں اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ لیکن کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں میرے دل میں عجیب قسم کی بیقراری لگی ہوئی ہے کہیں وہ شہید نہ کردیئے گئے ہوں کیونکہ وہ لوگ جو صلح کرنے کے لیے آئے تھے انھوں نے بتایا تھا کہ یوقنا اپنا لشکر لے کر ان کے مقابلے میں نکل چکا ہے۔ اب جبکہ ان کی کوئی خبر بھی نہیں ملی تو شک پڑتا ہے ان کہ کے سارے ساتھی شہید ہوچکے ہوں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا: قسم بخدا! میں بھی ساری رات مسلمانوں کے غم میں ایک پل بھی نہیں سوسکا، ہمیں حکم دیں کہ آئندہ کے لیے کارروائی کرنے کے بارے میں آپ کا کیا ارادہ ہے؟

انھوں نے جواب دیا: کوچ کرنے کا ارادہ ہے۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ پھر مسلمانوں نے حلب کی طرف رختِ سفر باندھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر کے آگے آگے چلنے لگے جبکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ باقی لشکر کو لے کر پیچھے پیچھے رہے۔ زیادہ وقت نہیں گزرنے پایا تھا کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ سب سو رہے ہیں ایک شخص پہرہ دے رہا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے جبکہ جھنڈا ان کے سر کے اوپر لہرا رہا تھا۔ پہرے دار نے جب دور سے جھنڈا دیکھا تو خوفزدہ ہوکر کہ کہیں دشمن تو نہیں آرہا چیخ کر کہنے لگا: اے دینِ اسلام کے مددگارو! لشکر! لشکر!

اس کی آواز سنتے ہی مسلمان شیروں کی طرح چنگھاڑتے ہوئے اٹھے اور گھوڑوں کی ننگی پشتوں پر سوار ہو کر دکھائی دینے والے جھنڈے کی طرف دوڑ پڑے۔ انھوں نے جب قریب جا کر جھنڈے کی طرف غور کیا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے: قسم بخدا! یہ تو اسلام کا جھنڈا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ انھیں دیکھ کر گھوڑے سے نیچے اترے اور انھیں سلام کیا۔ اتنے میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بھی بقیہ لشکر لے کر پہنچ گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو حمد باری تعالیٰ بجا لائے اور اس کی ثناء بیان فرمائی۔ پھر آپ نے میدانِ جنگ میں شہداء کی لاشوں پر ایک نگاہ ڈالی تو ان کی ساری خوشیاں غم میں بدل گئیں۔ مقتولین کو دیکھ کر سب نے ''لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْم، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھنا شروع کر دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تمھارے ساتھی کیسے شہید ہوئے اور انھیں کس نے شہید کیا؟

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: یوقنا کے ساتھ لڑائی میں یہ ساتھی شہید ہوئے ہیں، جو اپنی فوج لے کر ہمارے مقابلے میں آیا تھا۔ ہم ان سے اتنا لڑے کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے۔ ہمارے بازوؤں میں حرکت کرنے کی طاقت باقی نہ رہی، ہم اس رات سو گئے۔ جب صبح بیدار ہوئے تو اچانک چیخ و پکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں پھر دیکھتے ہی دیکھتے یوقنا اور اس کا لشکر لڑے بغیر واپس لوٹ گئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پاک ہے وہ ذات جو اسباب پیدا کرنے والی ہے۔ کاش! ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ان شہداء کے سامنے شہید ہو جاتا اور یہ لوگ میرے جھنڈے تلے شہید نہ ہوتے!

پھر آپ نے لاشوں کی تدفین کا حکم دیا۔ مقتولین کو ایک جگہ جمع کیا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی پھر شہداء کو انھیں کپڑوں کے ساتھ خون میں لت پت اسی طرح دفن کر دیا گیا۔ بعد از تدفین آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا:

((يَحْشُرُ اللّٰهُ الشُّهَدَآءَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَدِمَاءُ هُمْ عَلٰى اَجْسَادِهِمْ اَللَّوْنُ لَوْنُ الدَّمِ، وَالرِّيْحُ رِيْحُ الْمِسْكِ، وَالنُّوْرُ يَتَلَأْ لَأُ عَلَيْهِمْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ))

''قیامت کے دن اللہ عزوجل ان شہداء کو جو اس کی راہ میں لڑتے ہوئے مارے گئے اس طرح اٹھائے گا اور جمع فرمائے گا کہ وہ خون میں لت پت ہوں گے، ان کے جسم خون سے رنگین ہوں گے، ان کے بدنوں سے مشک کی خوشبو آ رہی ہوگی، ان کے چہروں پر نور چمک رہا ہوگا اور وہ اسی حالت میں جنت میں داخل ہو جائیں گے۔'' [1]

[1] ؟؟؟

جب شہداء کرام کی تدفین سے فراغت حاصل ہو چکی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: دشمنِ خدا، یوقنا اپنی قوم کی طرف لوٹ چکا ہے، اگر اسے اہل حلب کے ہماری صلح میں آنے کا علم ہو گیا تو ان پر سختی سے پیش آئے گا، تم جلدی سے ان کے پاس پہنچو کیونکہ وہ ہماری ذمہ داری میں ہیں لہٰذا ان کی حفاظت ہم پر لازم ہے۔

یوقنا کی اہلِ حلب پر ستم ظریفی

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لشکر لے کر حلب کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب حلب کے قریب پہنچے تو آپ نے یوقنا کے سپاہیوں کو دیکھا کہ انھوں نے شہر حلب کا محاصرہ کر رکھا تھا اور یوقنا انھیں قتل کرنا چاہتا تھا۔

یوقنا نے اہلِ حلب سے کہا: بدبختو! تم نے عربوں کے ساتھ مصالحت کر لی اور ان کے مددگار بن بیٹھے ہو؟

انھوں نے جواب دیا: ہم نے ان سے مصالحت اسی لیے کی ہے کہ وہ امداد یافتہ قوم ہیں۔

یوقنا نے کہا: بدبختو! مسیح تمہاری اس حرکت سے کبھی راضی نہ ہوں گے۔ مسیح کی قسم! میں تمھارے آخری شخص تک کو قتل کر دوں گا، اگر جان پیاری ہے تو میرے ساتھ نکلو اور مسلمانوں کے ساتھ لڑو نیز ان سے کیے ہوئے عہد و میثاق توڑ ڈالو، مجھے جلدی سے جواب دو کون میری اطاعت کرنے میں پہل کرتا ہے تاکہ میں اپنی اگلی کاروائی شروع کروں۔

یوقنا کی بات سن کر کسی نے بھی اس کی اطاعت نہ کی چنانچہ وہ آگ بگولہ ہو گیا اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ انھیں پکڑ پکڑ کر میرے پاس لاؤ تاکہ انہیں قتل کر کے کیفر کردار تک پہنچاؤں۔ مجھے فلاں سردار نے بتایا تھا، جو ان صلح کرنے والے گروہ سے ملا تھا کہ فلاں فلاں شخص اس وفد میں شریک تھا۔ انھیں ذرا میرے سامنے لاؤ۔

حکم سنتے ہی غلام اہل حلب پر ٹوٹ پڑے، انھیں زبردستی گرفتار کرنے لگے اور ان کے گھروں کے دروازوں اور صحنوں میں ہی قتل کرنے لگے۔

یوقنا کا بھائی یوحنا قلعے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے جب اہل حلب کی آہ و بکا کی آوازیں سنیں تو اس نے قلعے میں سے اپنے بھائی، یوقنا کی طرف دیکھا کہ وہ کس بیدردی سے اہل حلب کو قتل کر رہا ہے، اس وقت یوقنا تین سو افراد کو قتل کر چکا تھا۔ یہ دیکھ کر یوحنا چیختا ہوا یوقنا کے پاس پہنچا اور کہنے لگا:

بھائی! ایسا مت کرو ورنہ مسیح تجھ پر غضبناک ہو جائیں گے۔ انھوں نے تو ہمیں دشمنوں کو قتل کرنے سے بھی روکا ہے پھر اپنوں کو قتل کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟

یوقنا نے کہا: انھوں نے عربوں سے مصالحت اختیار کر لی ہے اور ان کے مددگار بنے بیٹھے ہیں۔

یوحنا نے کہا: یہ بات ہے تو مسیح کی قسم! عرب تجھے کبھی نہیں چھوڑیں گے وہ تجھ سے ان کا قصاص ضرور لے کر

رہیں گے۔

یوقنا نے کہا: مجھ سے قصاص کون لے سکتا ہے؟

یوحنا نے کہا: جس طرح تو نے ان بے گناہ لوگوں کو قتل کیا ہے مسیح بھی تجھے قتل کر دیں گے۔

یوقنا نے کہا: لگتا ہے تو نے ہی انھیں ایسا کرنے پر ابھارا ہوگا اور تو ہی بغاوت کرنے والوں میں پہلا شخص ہے۔ یہ کہہ کر یوقنا اپنے بھائی کی طرف لپکا اور اسے پکڑ لیا اور اسے اپنے ہاتھوں میں دبوچنے لگا۔ اس کے بعد تلوار نیام سے نکال کر بلند کر لی۔

یوحنا کا قبولِ اسلام اور شہادت پانا

یوحنا نے جب اپنے بھائی کی یہ حرکت دیکھی کہ اس نے تلوار سونت لی ہے تو جان لیا کہ اب وہ ضرور قتل کر ڈالے گا تو یوحنا نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور کہنے لگا:

اے پروردگار عالم! تو گواہ ہو جا کہ بیشک میں مسلمان ہوں میں اس دینِ مسیح کی مخالفت کرتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ﷻ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔

اس کے بعد اپنے بھائی سے کہا: اب جو چاہتا ہے کر لے، اگر تو نے مجھے قتل کر بھی دیا تو میں سیدھا جنت النعیم میں پہنچوں گا۔

یوحنا کا اسلام قبول کرنا یوقنا کے لیے اہلِ حلب کی طرف سے پہنچنے والے غم و غصے سے بھی زیادہ گراں گزرا۔ مسلمانوں سے تو پہلے ہی دشمنی رکھتا تھا لہٰذا یوقنا نے اپنے بھائی پر حملہ کر دیا اور تلوار کے ایک ہی وار سے اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔

یوحنا کو قتل کرنے کے بعد یوقنا شہر والوں کی طرف متوجہ ہوا اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ اہلِ شہر استغاثہ کرتے رہے، رحم و کرم کا سوال کرتے رہے مگر بے سود۔

یوقنا مسلسل قتل کرتا رہا۔ اہلِ شہر کو زندگی سے ناامیدی کا یقین ہو گیا۔ شور و غوغا کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور شہر کے اطراف میں بھاگ دوڑ اور آہ و بکا ہونے لگی، پھر اچانک مسلمانوں کا لشکر ان کی مدد کے لیے آ پہنچا جن کی مدد و معونت نے ان کی ناامیدی کو امید میں بدل دیا۔

مسلمانوں کو اہلِ حلب کے حالات کا اندازہ ہو چکا تھا وہ شہرِ حلب کے قریب پہنچے کلمۂ توحید کا ورد ان کی زبانوں پر جاری تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکرِ اسلام کے پیش پیش تھے۔ انھوں نے جب اہل حلب کی آہ و بکا کی آوازیں سنیں تو

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: قسم بخدا! اے امیر آپ کے فرمان کے مطابق آپ کی صلح اور ذمہ داری میں آنے والے ہلاک ہو گئے۔

یہ کہنے کے بعد آپ نے گھوڑ سواروں اور تیراندازوں کو مخاطب کیا پھر ان کے درمیان یہ آوازیں دیتے ہوئے چکر لگانے لگے: اے گروہِ مددگاراں! تمھاری صلح میں آنے والے مشکل میں ہیں، ان کو مشکلات سے نکالو۔

حکم سنتے ہی مسلمانوں نے نیزے بلند کیے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر یوقنا پر حملہ کر دیا۔

یوقنا نے جب مسلمانوں کی اچانک آمد دیکھی تو قلعے کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ قوم کے بڑے بڑے سردار بھی اس کے ساتھ ہو لیے۔

محسن بن عترہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: مسلمانوں کے حملہ کے ساتھ ہی اللہ عزوجل نے اہلِ حلب کے لیے کشادگی کی راہیں نکالیں۔ جو شخص قلعے میں پہنچ گیا وہ تو اپنی جان بچانے میں کامیاب ہو گیا اور جو باقی بچے اور ادھر ادھر بھاگنے لگے یا مقابلے میں آئے تو ہم نے انھیں قتل کر دیا۔

محسن بن عترہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یوقنا نے اہلِ حلب کے تین سو باشندگان کو قتل کیا تھا جبکہ ہم لوگوں نے حملہ کیا تو یوقنا کے تین ہزار ساتھیوں کو قتل کیا، شاید اس سے بھی زیادہ تعداد ہو گی۔

یہ عجیب وغریب واقعہ تھا جس سے مسلمانوں نے خوشی کا اظہار بھی کیا۔ جب قتل وغارت کا بازار بند ہو گیا اور اللہ عزوجل نے اہل حلب کو وسعت عطا فرمائی تو اہل حلب نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو یوحنا کے قتل کی خبر دی اور سارا قصہ سنایا۔

یوقنا کا قلعہ میں پناہ لینا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جس وقت یوقنا نے حلب میں مسلمانوں کی آمد کے بارے میں سنا تو اپنے سرداروں اور لشکر سمیت قلعہ کی طرف بھاگ گیا۔ قلعہ پہنچ کر اس نے جلدی سے ہتھیار سنبھالنے کا حکم دیا۔ دیواروں پر منجنیقیں نصب کی گئیں اور تیراندازوں کو بھی مقرر کر دیا گیا، بہرحال اسلحے کی بھاری مقدار کا انتظام کر دیا گیا۔

اہلِ حلب نے چالیس قیدی سردار مسلمانوں کے پاس پیش کیے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: تم لوگوں نے انھیں کیوں قید کر رکھا ہے؟

انھوں نے کہا: یہ قیدی یوقنا کے لشکر کے سردار ہیں جو ہمیں قتل کرنے کے لیے نکلے تھے ہم انھیں آپ سے خفیہ نہیں رکھ سکتے کیونکہ ان کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی آپ کی صلح میں ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے قیدی سرداروں کو اسلام قبول کرنے کی پیش کش کی۔ ان میں سے صرف سات افراد نے

اسلام قبول کیا جبکہ باقی سرداروں نے انکار کیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انھیں قتل کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ پھر آپ نے اہلِ حلب کو مخاطب کر کے فرمایا: تم لوگوں نے اپنی صلح کا حق ادا کر دیا، عنقریب تم لوگ دیکھ لوگے کہ ہمارا کردار اور رویہ کیسا ہوگا۔ تمھارے لیے وہی احکام ہوں گے جو ہم پر لاگو ہوتے ہیں اور ہم پر وہی ہوں گے جو تم پر لاگو ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: تمھارے سردار یوقنا نے قلعے میں پناہ لے رکھی ہے، کیا تم کوئی شگاف یا چور دروازہ وغیرہ جانتے ہو تو ہماری اس طرف رہنمائی کرو تا کہ ہم اس سے لڑیں۔ اگر اللہ عزوجل نے ہمیں فتح نصیب فرمائی تو جو مال، غنیمت کے طور پر تمھارے شہر سے ملے گا وہ تمھیں ہی دے دیں گے۔ انھوں نے جواب دیا:

اے امیر خدا کی قسم! ہم تو کسی شگاف یا دروازے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے کیونکہ یوقنا نے پہلے سے ہی تمام راستے جو قلعے کی طرف جاتے ہیں وہ بند کر دیئے تھے ہمیں اب کچھ علم نہیں ہے۔ ہاں! اگر یوحنا قتل نہ ہوتے تو مطلوبہ راستہ معلوم کرنے میں آسانی ہوتی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: یوحنا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا بیتی؟

انھوں نے یوحنا رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا، ساتھ یہ بھی بتایا کہ یوحنا رحمۃ اللہ علیہ اور اس کے بھائی کے درمیان کیا کیا باتیں ہوئی تھیں۔ انھوں نے بتایا کہ یوحنا رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور اسلام لایا، ہم لوگوں نے اس کی صرف یہی بات سنی، اس کے علاوہ ہم کچھ نہیں جانتے۔ اس نے کہا تھا: اے ہمارے پروردگار! میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک عیسیٰ علیہ السلام تیرے بندے اور رسول ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے بندے اور رسول ہیں، انھیں پر تو نے سلسلۂ نبوت ختم کیا، اور انھیں کو سید المرسلین کے مقام پر فائز فرمایا ان کے دین سے اعلیٰ کوئی دین نہیں۔ اس کے بعد یوحنا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بھائی یوقنا سے کہا: اب جو کرنا چاہتا ہے کر گزر۔

جس وقت یوحنا رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام قبول کر لیا تو یوقنا نے اسے قتل کر دیا۔

یہ واقعہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یوحنا رحمۃ اللہ علیہ کو کس جگہ پر قتل کیا گیا؟

انھوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک جماعت ساتھ لی اور یوحنا رحمۃ اللہ علیہ کی جائے قتل پر آئے۔ ان کا سر تن سے جدا تھا اور دھڑ ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ ان کے جسم سے اس قدر نور نکل رہا تھا کہ گویا کہ چودھویں کے چاند کی چمک ہو اور آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کیے ہوئے تھے۔ خود تو شہید ہو چکے تھے مگر انگلی آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انھیں کفن دیا، نماز جنازہ ادا کی اور مقام ابراہیم [1] میں دفن کیا۔

یوحنا کے کفن دفن کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ واپس لشکر کے پاس تشریف لائے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور

---

[1] ہوسکتا ہے کہ حلب کے قلعہ میں وہ جگہ ہو جسے آج مقام ابراہیم کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

عرض کی:

اے امیر لشکر! اللہ ﷻ آپ کو نیک فال فرمائے! اگر اہلِ حلب واقعی ہمارے ساتھ مصالحت کر کے ہماری جماعت میں شامل ہو چکے ہیں تو آپ انھیں قلعہ کے اندر داخل ہونے کا کوئی راستہ (چور دروازہ) بتانے کا حکم دیں۔ اہلِ حلب نے اس شخص سے کہا: صلح کرنے کے بعد ہم لوگ آپ کی جماعت میں شامل ہو چکے ہیں لیکن قسم بخدا! اندرون قلعہ جانے کے کسی راستے کا ہمیں علم نہیں ہے۔ آپ لوگوں کے ساتھ غداری یا فریب کاری کا ہم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے لہٰذا آپ اس معاملے میں مطمئن رہیں ہماری طرف سے کوئی وعدہ خلافی نہ ہوگی۔ اہلِ حلب کی باتیں سننے کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور دیگر اہلِ رائے مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھنے لگے: قلعے کے اندر پہنچنا بہت ضروری ہے لہٰذا تمھارے ذہنوں میں کوئی تدبیر ہو تو بتاؤ تاکہ کوئی لائحہ عمل تیار کیا جا سکے۔

امیرِ لشکر کی بات سنتے ہی قبیلۂ غسان کا یونس بن عمرو نامی ایک شخص جو بلادِ شام کے مختلف علاقوں، پہاڑوں، تند و تیز راستوں، الغرض پورے ملک شام کے علاقوں اور راستوں سے واقف تھا، کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

چونکہ میں بلادِ شام کے طول و عرض سے اچھی طرح واقف ہوں، اس لیے جناب سے گزارش ہے کہ اگر میری رائے گوش گزار فرمائیں تو بہتر ہوگا!

آپ نے فرمایا: مسلمانوں کے بارے میں تم اچھے خیر خواہ ہو، لہٰذا اپنی رائے پیش کرو۔

اس نے کہا: جناب کو بخوبی معلوم ہے کہ آپ ملکِ روم کے اکثر علاقوں کو فتح کر کے حامیانِ کفر و شرک کو ان کے کیفر کردار تک پہنچا چکے ہیں، اب جو علاقے باقی بچے ہوئے ہیں دڑوں، تند و تیز پتھریلے راستوں، مشکل طلب گھاٹیوں اور ویران و بیابان جنگلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ بھی وہاں کے لوگ چونکہ ملکِ روم کے اکثر علاقوں کی فتوحات سے مطلع ہو چکے ہیں اس لیے خوف کا شکار ہو چکے ہیں اور ان کے اندر اتنی طاقت نہیں رہی کہ آپ لوگوں کے مقابلے میں قرار پکڑ سکیں، اس لیے میرا مشورہ یہی ہے کہ بے خوف و خطر قلعے کا گھیراؤ کر کے گرد و نواح میں فوجیں بھیج دیں اور ساتھ ہی ساتھ قریبی علاقوں پر چھاپے مارتے رہیں۔ مجھے یقین ہے اہلِ قلعہ کے پاس کھانے پینے کا اتنا ہی سامان ہے کہ بہت کم عرصے تک ہی گزارا کر سکیں گے پھر مارے بھوک کے خود ہی دروازے کھولنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ابن عمرو غسانی رحمۃ اللہ علیہ کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا: قسم بخدا یہی رائے میں بھی دینا چاہتا تھا لیکن اس کے ساتھ ایک اور بھی رائے ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہمیں قلعہ کی طرف حملہ کرنا چاہئے ہو سکتا ہے اسی وقت اللہ ﷻ ہمیں فتح عطا فرما دے کیونکہ اگر ہمیں یہاں زیادہ وقت گزارنا پڑا تو مجھے ڈر ہے کہیں روم کے لشکر ہمارے تعاقب

میں نہ آنکلیں اس طرح تو ہم قلعہ والوں اور رومی لشکر کے درمیان گھر کر رہ جائیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسلیمان! تم جب بھی مشورہ دیتے ہو، اچھا ہی مشورہ دیتے ہو اور جب بھی بولتے ہو، سچ کہتے ہو۔

پھر آپ نے قلعہ کی طرف نکلنے کا حکم دیا۔ گھوڑ سوار پیدل ہو گئے اور انھوں نے ستر چھپانے کے علاوہ باقی کپڑے اتار دیئے۔ غلام اور سردار سب مل کر آگے بڑھے۔ قبائل ایک دوسرے پر فخر کرتے ہوئے اپنے اپنے مخصوص الفاظ دہراتے ہوئے جنگ پر ابھارنے والے اشعار اور اپنے اپنے نسب بیان کرتے ہوئے قلعہ کی طرف بڑھے۔

مسلمانوں کا اہلِ قلعہ پر حملہ اور ناکامی

حضرت مسروق بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا کی قسم! قلعے کے محاصرہ والے دن سے زیادہ سخت دن کبھی نہیں دیکھا گیا کیونکہ ہم لوگ چکی کی طرح میدانِ جنگ میں گھوم رہے تھے۔ واقعتاً وہ دن نہایت ہی پریشان کن تھا۔ یمنی بہادر سب سے پہلے آگے بڑھے، ربیعہ اور مضر کے سردار بھی ان کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کو آوازیں لگاتے ہوئے قلعہ کی طرف بڑھنے لگے۔ قلعے کا اگرچہ کوئی راستہ نہ تھا جس سے اندر جایا جا سکے، اس کے باوجود یہ لوگ قلعے میں گھسنا چاہتے تھے۔ جونہی مسلمان قلعہ کے قریب پہنچے ہر طرف سے منجنیقوں کے ذریعے پتھروں کی بارش ہونے لگی۔

مسروق بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اور میرے ساتھی سب سے زیادہ قلعے کے قریب پہنچے جب مسلسل پتھر لگنے لگے تو ہم خوفزدہ ہو کر واپس لوٹے، ایک دوسرے کو چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ ہم سوچ رہے تھے کہ آج کوئی زندہ نہیں بچ سکے گا۔ بہرحال مسلمانوں کو اس دفعہ رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے مسلمان تو پتھروں کی زد میں آ کر شہید بھی ہو گئے۔ بالجملہ جو لوگ شہید ہوئے یا زخمی ہوئے ان میں مندرجہ ذیل اصحاب بھی شامل تھے:

عامر بن اصلع ربعی، مالک بن خذعل ربعی، حسان بن حنظلہ، مروان بن عبداللہ، سلیمان بن فازع عامری، عطاف بن سالم کلابی، سراقہ بن مسلم بن عوف عدوی رضی اللہ عنہم۔ ان کے علاوہ اہلِ یمن کے قبیلۂ آل عامر اور بنی کلاب کے لوگ بھی شامل تھے۔ سات صحابہ بنو عبداللہ میں سے تھے (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

حضرت مرزوق بن مالک رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ قلعے کے محاصرے کے کئی سالوں کے بعد بھی ہم نے بہت سے لوگوں کو لنگڑاتے ہوئے دیکھا۔

بہرحال مسلمانوں کی اس ہزیمت کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے شہر سے باہر جھنڈا نصب کیا اور مسلمانوں کو آوازیں دینے لگے۔ سب لوگ آپ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا:

اے لوگو! آج تم لوگ دھوکے میں آ کر لڑے ہو۔ جاؤ اپنے شہداء کو دفن کرو اور زخمیوں کی مرہم پٹی کا انتظام کرو۔

امیر کا حکم سنتے ہی مسلمانوں نے حکم کی تعمیل کی۔

یوقنا اور اس کے ساتھیوں کو مسلمانوں کی ہزیمت پر بہت خوشی ہوئی۔ یوقنا نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا: آج کے بعد مسلمان کبھی بھی اس قلعے کے قریب آنے کی جرأت نہیں کریں گے، اگر انھوں نے یونہی محاصرہ کیے رکھا تو عنقریب میں ایک چال چلوں گا اور ان کے لشکر کی بوٹی بوٹی کر کے رکھ دوں گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے عبداللہ بن سلیمان دینوری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا جن کا شمار ایسے ثقہ لوگوں میں ہوتا تھا جو شام کی فتوحات اور دیگر جنگوں کے مختلف واقعات صرف باوثوق مسلمانوں سے ہی نقل کیا کرتے تھے۔

عبداللہ بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے عمرو رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا: یوقنا نے مسلمانوں کے ساتھ چال چلنے کی غرض سے دو ہزار سرداروں اور بہادروں کا انتخاب کیا اور ان سے کہا: جلدی سے لشکر اسلام کی طرف نکلنے کی تیاری کرو، انھیں ہر طرف سے گھیرتے ہوئے ادھر ادھر چکر لگاتے رہو۔ پھر جب رات کے وقت ان کی مشعلیں بجھ جائیں تو اچانک حملہ کر دینا۔ اس کام کے لیے یوقنا نے ایک سردار متعین کر کے دو ہزار افراد کی جمعیت اس کے حوالے کر دی۔

رات کے وقت یوقنا کے یہ ساتھی قلعے سے اترے اور مسلمانوں کے اردگرد چکر لگانے لگے۔ گھومتے گھماتے یہ لوگ ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں مشعلیں بجھی ہوئی تھیں۔ اس جگہ اہل یمن کے بدوی مثلاً قبیلۂ بنو کلاب اور قبیلۂ مراد کے لوگ اور ان کے غلام موجود تھے۔

عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے: جس رات یوقنا کے بھیجے ہوئے سپاہیوں نے حملہ کیا، اس رات ہم لوگ اپنی کثرت جماعت کی وجہ سے بالکل مطمئن ہو کر محو استراحت تھے، ہمارے پہرے دار بھی بالکل بے پرواہ تھے۔ ہمیں اس وقت ہوش آیا جب رومیوں نے ہم پر اچانک حملہ کر دیا۔ رومی اپنی زبان میں نہ سمجھ آنے والے الفاظ میں پکارتے اور حملہ کیے جاتے۔ ہمیں قطعاً علم نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے تھے۔

انھوں نے بڑی شدت سے شمشیر زنی کی۔ مہم میں سے وہی شخص جان بچانے میں کامیاب ہوا جو اپنے گھوڑے پر بیٹھا اور راہ نجات تلاش کرتے ہوئے بھاگ نکلا۔ اسے یہ خبر نہیں تھی کہ اس کے ساتھ ہوا کیا ہے؟ اور اب اس نے خلاصی کس طرح پائی ہے؟

جب رومیوں کا لشکر، مسلمانوں کے لشکر پر حملہ آور ہوا تو مسلمانوں نے آوازیں لگانا شروع کر دیں "بھاگو، بھاگو۔ رب کعبہ کی قسم! دشمن آ پڑا، بھاگو!"

مسلمان جلدی سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے خیمہ کے پاس پہنچے اور آواز لگائی:

''اے امیر! یوقنا نے ہم پر حملہ کر دیا اور سب کچھ لوٹ کر لے گیا ہے۔''

یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور لشکر کے گرد چکر لگانے لگے۔ رومی سردار نے جس وقت دیکھا کہ عرب تو ان کے مقابلے کے لیے تیار ہو چکے ہیں، تو اس نے باآواز بلند اپنے ساتھیوں سے کہا:

''جس نے جو بھی اٹھایا ہو، وہ چھوڑ دے اور اپنی جان بچا لے۔''

عبداللہ بن صفوان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رومیوں نے مختلف قبائل کے پچاس مسلمان قید کر لیے جن میں سے اکثر کا تعلق قبیلہ ربیعہ و مضر سے تھا۔ وہ انھیں لے کر قلعے کی طرف دوڑنے لگے۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان کے تعاقب میں نکلے۔ رومیوں پر حملہ کیا اور ان کے سو ساتھیوں کو واصل جہنم بھی کیا۔

یوقنا کے ساتھی جب قلعے کے قریب پہنچے تو ان کے لیے دروازہ کھول دیا گیا اور وہ جلدی سے اندر داخل ہو گئے۔

مسلمان قیدیوں کی شہادت

صبح ہوئی تو یوقنا نے ان پچاس مسلمان قیدیوں کو بلایا جنھیں رسیوں سے باندھا ہوا تھا اور انھیں قلعے کی ایسی جگہ لا کر کھڑا کیا گیا جہاں سے لشکر اسلام انھیں اچھی طرح دیکھ رہا تھا اور ان کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں وہ سب ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کا ورد کر رہے تھے۔ اسی اثناء میں سب کو شہید کر دیا گیا۔

مسلمانوں کی شہادت دیکھتے ہی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پورے لشکر میں منادی کرا دی: اللہ جل جلالہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوعبیدہ کی طرف سے ہر شخص پر قسم ہے کہ کسی دوسرے شخص پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اپنی حفاظت خود کرے اور نہ ہی ایک دوسرے سے کلام کرے۔''

پورے لشکر میں خوف کی لہر دوڑ گئی۔ پھر انھوں نے دشمنوں کے خلاف بھرپور جنگ کی تیاری کی۔

ادھر یوقنا ایک دفعہ تو چال چلنے میں کامیاب ہو گیا اس کے بعد مسلمانوں کو شکست دینے کے لیے دوسری چال چلنے کے بارے میں سوچنے لگا، کیونکہ محاصرہ اسی طرح قائم تھا۔ اس کے باوجود یوقنا کے جاسوس مسلسل دن رات مسلمانوں کی خبریں یوقنا تک پہنچا رہے تھے۔ ان جاسوسوں میں سب سے زیادہ عرب نژاد نصرانی پیش پیش تھے کیونکہ وہ بڑے اچھے انداز میں رومی زبان بولنا جانتے تھے اس لیے مسلمانوں کو اکثر دھوکہ دے جاتے۔

مسلمانوں کا وادیٔ بطنان جانا اور یوقنا کی سرکشی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ایک روز یوقنا اپنے قلعے میں بیٹھا ہوا تھا، اس کی قوم کے سردار بھی اس کے اردگرد بیٹھے

ہوئے تھے۔ ان کے لیے ان دنوں کافی پریشانی بنی ہوئی تھی کیونکہ ایک طرف تو محاصرے کی وجہ سے کافی پریشانی تھی دوسری طرف اہل حلب کی طرف سے بھی پریشانی تھی۔ اہل شہر جب بھی یوقنا کے کسی ساتھی کو دیکھ لیتے تو اسے فوراً گرفتار کر کے مسلمانوں کے حوالے کر دیتے تھے۔

یوقنا اور اس کے ساتھی اسی معاملے میں گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک ان کے پاس ایک جاسوس آیا اور سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا:

اے سردار! اگر تم مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہو یا مکاری کرنا چاہتے ہو تو یہی وقت ہے۔

یوقنا نے دریافت کیا: وہ کیسے؟ اور کیسی خبر لائے ہو؟

جاسوس نے جواب دیا: مسلمانوں کی ایک جماعت وادی بطنان کی طرف جا رہی ہے کیونکہ ان وادی والوں نے مسلمانوں سے مصالحت کر لی ہے اس لیے مسلمانوں کی خوراک وغیرہ کا بھی انھوں نے ذمہ لے لیا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت غلہ وغیرہ لینے کے لیے وادی بطنان جا رہی ہے۔

جاسوس نے کہا: میں نے انھیں دیکھا کہ ان کے ساتھ اونٹ، خچر وغیرہ تھے۔ رہی ان کی تعداد، تو وہ بہت کم تعداد میں تھے جن کے ہاتھوں میں نیزے لہرا رہے تھے اور وہ اس وادی کی طرف رواں دواں تھے۔ بہر حال ان کی تعداد بہت قلیل تھی۔

یوقنا نے جب جاسوس کی باتیں سنیں تو فوراً ایک ہزار فوجیوں کا لشکر تیار کیا اور انھیں ہدایت کی کہ جلدی سے تیاری کرو، پھر کہا: ''مسیح کی قسم! میں مسلمانوں کے لیے تمام راستے تنگ کر کے رکھ دوں گا کہ وہ کہیں بھی نہیں نکل سکیں گے۔''

رات ہوئی تو لشکر کے لیے دروازے کھولے گئے، خبر دینے والا جاسوس لشکر کے آگے آگے تھا۔ مسلسل سفر کے بعد لشکر ایک جنگل میں پہنچا۔ گھنے درختوں کے نیچے سے گزرتے رہے۔ پھر اچانک انھیں ایک چرواہا دکھائی دیا جو اپنی گائیں لیے شہر کی طرف جا رہا تھا۔ یوقنا کا بھیجا ہوا لشکر اس چرواہے کے پاس پہنچا تو پوچھا: سچ بتاؤ، عربوں کو تو کہیں جاتے ہوئے نہیں دیکھا؟

چرواہے نے کہا: ہاں! دیکھا تھا۔ آفتاب غروب ہونے کے قریب ہی تھا، جب تقریباً سو شہسوار، جن کے ساتھ اونٹ اور خچر وغیرہ تھے، اس وادی کی طرف جا رہے تھے جنھوں نے عربوں کے ساتھ صلح کر لی ہے اور ان کی خوراک وغیرہ کی بھی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ لیکن ہم کسی سے ڈرنے والے نہیں لہٰذا ہم ان کی صلح میں ابھی تک نہیں آئے۔

سردار نے کہا: اس وادی والوں سے تو بعد میں ہم پوچھیں گے، ان کی خیر نہیں ہے۔ بہر حال مسیح کی قسم! جلدی سے بتاؤ کہ عرب لوگ کس طرف گئے تھے۔

چرواہے نے مشرق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ "اس طرف گئے تھے۔"

سردار اپنے ساتھیوں کو لیے مسلمانوں کے تعاقب میں روانہ ہو گیا اور چرواہے سے یہ بھی نہ دریافت کیا کہ وہ کس شہر کا باشندہ ہے۔

یوقنا کے لشکر کا مسلمانوں پر حملہ کرنا

یوقنا کا بھیجا ہوا لشکر مسلسل اسی راستے پر چلتا رہا، صبح ہونے کے قریب تھی کہ انھیں مسلمانوں کے گھوڑ سوار دکھائی دیئے۔ اس وقت مسلمانوں کے امیر لشکر حضرت مناوش رضی اللہ عنہ تھے۔ جب حضرت مناوش رضی اللہ عنہ نے رومی شہسواروں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچے اور فرمانے لگے:

"اے بنو عرب! وہ دیکھو رومی سپاہی ہماری طرف آ رہے ہیں، ہمت سے کام لو اور جہاد کے لیے تیار ہو جاؤ، ہر قسم کی سختی پر صبر کرنا تا کہ جنت کی راہیں آسان ہو جائیں۔"

اس کے بعد مسلمانوں نے رومیوں پر حملہ کیا۔ دوسری جانب سے رومیوں نے بھی ہلہ بول دیا۔ مسلمانوں نے خوب ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اور بہادری سے لڑے لیکن جب حضرت مناوش، غطریف بن ثابت، منیع بن ثابت، منیع بن عاصم اور کیلان بن مرہ رضی اللہ عنہم الغرض جب تیس مسلمان شہید ہو گئے، ان سب کا تعلق قبیلہ طے سے تھا تو باقی مسلمانوں کے حوصلے ٹوٹ گئے اور وہ بھاگ نکلے، مال واسباب وہیں چھوڑ دیا۔

رومی سردار نے مسلمانوں کے سارے مال واسباب اور اونٹوں وغیرہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ اونٹوں پر لدا ہوا سامان اتار لیں اور انھیں ہلاک کر دیں اس کے علاوہ باقی جانوروں کو اپنے ساتھ لے چلو کیونکہ اب ہم ہی ان کے مالک ہیں اور جلدی سے عربوں کی نظروں سے اُوجھل ہونے کی کوشش کرو وگرنہ انھیں ہماری خبر مل گئی تو ہواؤں کی طرح اڑتے ہوئے آن پہنچیں گے پھر تمھیں شکست کھا کر بھاگنا پڑے گا۔ رات کی تاریکی چھاتے ہی قلعہ کی طرف نکل پڑیں گے۔

لشکر والوں نے سردار کے حکم کی تعمیل کی، اونٹوں کو ہلاک کر دیا اور باقی ماندہ جانور مع مال واسباب لے کر پہاڑ کی دوسری جانب وادی کی طرف روانہ ہو گئے اور بقیہ دن گزرنے کا انتظار کرنے لگے تا کہ جتنی جلدی ہو سکے، قلعے کی طرف روانہ ہو جائیں۔ وادی دیدیان میں انھوں نے قیام کیا۔

حضرت عوف بن صباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میرے چچا حضرت مناوش رضی اللہ عنہ جس روز شہید ہوئے تھے، میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ ہماری جماعت بہت کم تھی۔ اچانک رومی گھوڑ سواروں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ جب ایک طرف ہم نے رومیوں کی کثیر تعداد دیکھی اور ساتھ ساتھ ان کی

بہادری وقوت محسوس کی اور دوسری طرف اپنی قلیل تعداد کی طرف نظر کی تو ہمیں اپنی جانوں کی فکر لاحق ہوگئی۔ سو ہم مسلمانوں کے لشکر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب ہم لوگ مسلمانوں کے پاس پہنچے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں دیکھا اور فرمایا: ''کیا ہوا؟ کون تمھارے پیچھے لگا ہوا ہے؟''

ہم لوگ چونکہ اس وقت سہمے ہوئے تھے اور تھکاوٹ سے چور چور تھے، ہماری زبان سے یہی الفاظ صادر ہو سکے ''جنگ، نیزے! حضرت مناوش اور بہت سے ساتھی شہید ہو گئے اور رومی ہمارا سارا مال واسباب اور جانور لے گئے۔''

مسلمانوں کا ہزیمت اٹھانا اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا انتقام لینا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کس شخص نے تمھارے ساتھ مکاری کی؟ رومیوں کو تو اللہ عزوجل نے اس طرح محصور کر رکھا ہے کہ کوئی شخص قلعے سے باہر نکلنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

انھوں نے جواب دیا: ہم تو صرف یہی جانتے ہیں کہ ایک طاقتور سردار لشکر کی نمائندگی کرتا ہوا ہماری جانب آیا، اس کے ساتھ اچھی خاصی فوج تھی، سبھی اسلحہ سے لیس گھوڑوں پر سوار جنگی تیاری کئے ہوئے تھے، ہمیں ان کی تعداد کے بارے میں بھی اچھی طرح علم نہیں، نہ جانے کون تھے اور کہاں سے آئے اور اچانک ہم پر حملہ آور ہو گئے اس وقت ہم لوگ مصیبت زدہ ہو گئے، ہمارے امیر کو شہید کر دیا اور سارا مال ومتاع لوٹ لیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے سب کچھ سننے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: اے ابوسلیمان! تمھارے جیسا بہادر شخص ہی اس معاملے کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے۔ میں سب سے پہلے اللہ عزوجل پر بھروسہ رکھتا ہوں اس کے بعد تم پر، میرے سارے معاملات اب تیرے سپرد ہیں۔

جاؤ! اللہ عزوجل تمھارے حال پر رحم فرمائے، جتنے فوجی درکار ہوں، ساتھ لے جاؤ اور دیکھو کس شخص نے ہمارے ساتھ فریب کاری کی ہے۔ جلدی سے ان کے تعاقب میں نکلو، شاید کہ اللہ عزوجل تمھارے ہاتھوں مسلمانوں کو بدلہ دلوائے۔ ایک بات یاد رکھنا کہ وادی بطنان والے ہماری مصالحت میں ہیں، ہم ان کے ساتھ کیا ہوا عہد نہیں توڑیں گے اور نہ اپنی بات سے رجوع کرنے والے ہیں۔ جب تک کہ وادی والے خود ہمارے ساتھ مکاری نہ کریں سوان کے بارے میں اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا، جاؤ! اللہ عزوجل تمھارے حال پر رحمت فرمائے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جلدی سے خیمہ میں گئے اسلحہ سے لیس ہونے کے بعد گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار ہو کر تن تنہا چلنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ادھر سے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آواز دی: ابوسلیمان! کدھر؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواب: ''جہاں جانے کا حکم ہوا ہے!''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانوں میں سے چند ایک ساتھی جو چاہو ساتھ لے لو۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جواباً کہا: میں اکیلا ہی اس کام کے لیے کافی ہوں، مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوسلیمان! اکیلے کیسے جاؤ گے حالانکہ دشمنوں کی تعداد زیادہ ہے؟

عرض کی: اے امیر لشکر! اگر دشمن ہزار ہو یا دو ہزار، اللہ عزوجل کی مدد سے میں تنہا ہی مقابلہ کرلوں گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے، تم واقعی بہادر ہو اور ایسا کر سکتے ہو، پھر بھی اپنے ساتھ کچھ ساتھی لے جاؤ۔

امیر لشکر کی ہدایت سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دیگر بہادر سپاہیوں کو ساتھ لے لیا۔ یہ چھوٹا سا دستہ روانہ ہوا اور جلد ہی جائے وقوعہ پر پہنچ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کی لاشیں بکھری پڑی ہیں اور وادی بطنان کے لوگ ان کے اردگرد جمع ہو کر اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جان کے خوف سے کہ نا جانے مسلمان ان سے کیا مطالبہ کرلیں، زاروقطار رو رہے تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب چمکتی ہوئی برق کی طرح ان کے پاس پہنچے تو وہ سب آپ کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ہمارے ساتھیوں کو شہید کرنے والے کون لوگ ہیں؟

انھوں نے جواباً کہا: ہم آپ کے ساتھیوں کا خون بہانے سے بالکل بری ہیں کیونکہ ہم تو آپ کی صلح میں آ چکے ہیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سب سے قسم لی سب نے قسم اٹھائی کہ وہ قاتلوں سے لاعلم ہیں۔

پھر آپ نے پوچھا: تو پھر کس نے ہمارے ساتھی شہید کیے؟

انھوں نے کہا: یوقنا نے قلعے میں سے ایک سردار کی معیت میں ایک ہزار سپاہی بھیجے تھے، جن کا شمار بہادر لوگوں میں ہوتا تھا۔ قلعے میں محصور لوگوں میں چند ایک جاسوس ایسے ہیں جو لمحہ لمحہ کی خبر نوٹ کر کے یوقنا کو بتاتے رہتے ہیں۔

جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی یہ بات سنی تو فوراً دریافت فرمایا: وہ لوگ کس طرف گئے ہیں؟

انھوں نے بتایا: فلاں راستے کی طرف گئے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کی نشاندہی کرنے کے بعد پوچھا: تم لوگ تو قسم اٹھا چکے ہو کہ حملہ آوروں کے بارے کچھ نہیں جانتے تو پھر اس طرح نشاندہی کیسے کر رہے ہو؟

انھوں نے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ حلب کا باشندہ ہے، کھانے کی چیزیں فروخت کرتا ہوا یہاں پہنچا ہے اور اسی نے ہمیں سب کچھ بتایا ہے۔ اگر اس شخص سے ملاقات نہ ہوتی تو واقعی ہم حملہ آوروں کے بارے کچھ بھی نہ جانتے ہوتے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا رومیوں پر حملہ کرنا

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے دریافت فرمایا: حملہ آور اسی راستے کی طرف گئے ہیں؟

اس نے جواب دیا: ہاں! میں نے اسی پہاڑ کی طرف انھیں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: دشمن نے یہی سوچا ہوگا کہ مقتولوں کے ساتھی انتقام لینے کی غرض سے ضرور تعاقب میں نکلیں گے، اسی لیے وہ اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے کی طرف نکل گئے تاکہ رات کی تاریکی چھاتے ہی قلعے کی طرف لوٹ جائیں گے۔

پھر آپ نے فرمایا: ''جوانو! ان کے تعاقب میں نکلو۔''

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اہل معاہدین کے ایک ایسے شخص کو ساتھ لے لیا جو گرد و نواح کے راستوں سے اچھی طرح واقفیت رکھتا تھا۔ جب کافی دور نکل گئے اور اجنبی سے راستے پر پہنچے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس راستے کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی ہے، جہاں سے لوگ قلعے کی طرف جاتے ہوں؟

اس نے کہا: ہاں! اور راستے بھی ہیں مگر آپ یہیں رک جائیں، اللہ عزوجل نے چاہا تو آپ ضرور کامیاب ہوں گے۔

یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے وہیں قیام کیا۔ رات کا تھوڑا حصہ گزرا تھا کہ اچانک گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں آنے لگیں۔ سردار آگے آگے تھا جبکہ اس کے ساتھی پیچھے پیچھے تھے۔ سردار اپنے ساتھیوں کو ڈانٹتے ہوئے جلدی چلنے پر ابھار رہا تھا۔ جب وہ لوگ قریب پہنچے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی شیروں کی طرح آوازیں نکالتے ہوئے نمودار ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سب سے پہلے سردار کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ یہی یوقنا ہوگا، تلوار کے ایک ہی وار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اس کے بعد مسلمانوں نے زبردست لڑائی کی۔ اس معرکے میں صرف وہی شخص جان بچانے میں کامیاب ہوا جس کی حیات اللہ عزوجل نے ابھی مقرر کر رکھی تھی۔ جلد ہی تمام رومی مصیبت میں مبتلا ہو گئے پھر جو زندہ بچے، خود کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

مسلمان، رومی سردار کا سر نیزے پر لٹکائے ہوئے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ رومی قیدیوں، مال و اسباب اور اپنے ساتھیوں سمیت لشکر کے سامنے دکھائی دیئے تو سب نے تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کیے، آپ نے بھی جواباً تکبیر و تہلیل کا نعرہ بلند کیا۔

آپ نے رومی قیدی اور مال و اسباب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ تین سو سے زائد قیدی تھے جبکہ سات سو کے قریب مقتولوں کے سر تھے۔ مسلمانوں نے قیدیوں کو دعوت اسلام پیش کی۔ انھوں نے جب انکار کیا اور کہا

''ہم اس کے بدلے آپ کو فدیہ ادا کریں گے۔'' لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے قلعے کے سامنے لیجا کر سب کی گردنیں اڑا دینے کا حکم دیا تا کہ قلعے میں محصور دشمن اپنے ساتھیوں کا حال دیکھ کر ہیبت زدہ ہوں۔ لہٰذا قلعے کے سامنے لیجا کر سب کی گردنیں اڑا دی گئیں۔ اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہم لوگ یہ گمان کر رہے ہیں کہ ہم نے قلعے کا محاصرہ کر رکھا ہے لیکن معاملہ تو اس کے برخلاف ہو رہا ہے۔ وہ لوگ ہر وقت ہماری غفلت کے انتظار میں رہتے ہیں اور پھر مکاری کرتے ہوئے حملہ کر دیتے ہیں۔ دیکھو، کس طرح انھوں نے ہمارے ساتھیوں، اونٹوں اور چوپایوں کو ہلاک کر دیا۔ بہر حال اب ہمیں قلعے کی طرف جانے والے ہر ممکن راستے پر پہرہ لگانا چاہیے۔ قلعے میں محصور دشمنوں میں سے کوئی بھی باہر نکلنے کی جرأت نہ کر سکے گا ہم ان کے سارے راستے تنگ کر دیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابوسلیمان! اللہ عزوجل تجھے جزائے خیر عطا فرمائے! تم واقعی ان معاملات میں صاحب بصیرت شخصیت کے حامل ہو۔

قلعہ حلب کے محاصرہ میں سختی

صبح ہوئی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نماز پڑھائی پھر آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر، ضرار بن ازور، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، قیس بن ہبیرہ اور میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہم کو بلایا اور انھیں قلعے کے گرداگرد مختلف جگہوں پر مقرر فرما دیا اور ان کی پسند کے سپاہی ان کی معیت میں مقرر کیے، پھر انھیں حکم دیا کہ قلعے کی طرف آنے جانے والے افراد پر کڑی نظر رکھو، اگر کسی پر ذرا بھی شک گزرے تو فوراً گرفتار کر لو۔

امیر لشکر کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں نے کافی وقت گزار دیا۔ محاصرے کا دورانیہ جب طوالت اختیار کرنے لگا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ آپ کا خیال یہ تھا کہ قلعے سے کچھ دور جا کر ڈیرہ لگائیں، ہوسکتا ہے ایسا کرنے سے دشمن کی طرف سے کوئی غفلت پائی جائے اور ہم اس غفلت کا پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر شہر حلب سے کچھ دور ایک وادی کی طرف نکل گئے جسے ''نیرب'' کہا جاتا تھا۔ ایسا کرنے کی وجہ صرف یہی تھی کہ کسی طرح یوقنا تک رسائی ممکن ہو جائے۔ ادھر یوقنا بھی نہ تو قلعے سے باہر نکلا اور نہ اس کے دروازے کھولے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو شدید فکر لاحق ہوئی، آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ابوسلیمان! یوقنا کے بھیجے

ہوئے جاسوس ہر وقت ہماری خبریں اکٹھی کرنے میں لگے رہتے ہیں اور برابر یوقنا کو باخبر رکھتے ہیں۔
ابوسلیمان! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ جاؤ اور لشکر کے اردگرد چکر لگاؤ اور لوگوں کا معائنہ کرو، شاید کہیں کوئی جاسوس مخبری کرتا پکڑا جائے۔
علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر لشکر کا حکم سنتے ہی لشکر کے پاس گئے اور لوگوں کو حکم دیا کہ وہ ادھر ادھر چکر لگائیں اور مشکوک افراد کو گرفتار کریں۔ فرماتے ہیں اسی دوران حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ایک نصرانی عربی پر نظر پڑی جو اپنی عباء (چغہ) اُلٹ پلٹ رہا تھا۔ آپ نے اس کی طرف غور سے دیکھا تو اس کے بارے میں شک ہوا، لہٰذا آپ نے اُسے آواز دی اور پوچھا:
''اے عربی بھائی! کن لوگوں سے تعلق رکھتے ہو''؟ اس نے کہا: ''یمنی ہوں۔''
آپ نے دوبارہ پوچھا: ''کس قبیلے کے باشندے ہو؟''
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس سوال کرنے پر اس شخص نے اپنے قبیلے کے علاوہ کسی اور قبیلے کا نام لینا چاہا مگر اللہ عزوجل نے اس کی زبان پر حق جاری کر دیا اور وہ بولا: ''قبیلہ غسان کا۔''
جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب سنا تو فوراً گرفتار کر لیا اور فرمایا: اے دشمن خدا! تو ہمارے خلاف ہمارے دشمن کی مدد کرتا ہے۔
اس نے کہا: میں نصرانی نہیں ہوں بلکہ مسلمان ہوں۔
اس کے بعد آپ اس شخص کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اور بتایا کہ اے امیر لشکر! مجھے اس شخص کے بارے شک ہوا تھا کیونکہ پہلے کبھی میں نے اس شخص کو نہیں دیکھا۔ بقول اس کے یہ غسانی ہے اور مسلمان ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ صلیب ہی کا پجاری ہے۔
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابوسلیمان! اس شخص کا امتحان لے لو۔
آپ نے پوچھا: وہ کیسے؟
حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن اور نماز کے بارے میں سوال کر کے آزمالو کہ مسلمان ہے یا کوئی اور۔ اگر صحیح جواب دے تو سمجھ لینا کہ مسلمان ہے ورنہ کافر۔
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا: دو رکعت نماز پڑھو اور اونچی آواز میں قرأت کرو۔ وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی کوئی بات نہ سمجھ سکا، تب آپ نے فرمایا: اے دشمن خدا! ہماری مخالفت کرتا ہے؟ پھر اس کو

سچ سچ بتانے کا حکم دیا تو اس نے اقرار کر لیا کہ واقعی وہ مسلمانوں کا مخالف ہے۔

آپ نے اس سے پوچھا: کیا تو اکیلا ہے؟

اس نے کہا: نہیں، بلکہ ہم تین ساتھی ہیں۔ ایک تو میں ہوں جبکہ باقی دونوں قلعے کی طرف جا چکے ہیں تا کہ آپ لوگوں کے حالات سے سردار یوقنا کو باخبر کریں۔ میں تمھارے بارے میں مزید حالات معلوم کرنے کی غرض سے رک گیا تھا اس لیے ان سے پیچھے رہ گیا۔

یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دو چیزوں میں سے ایک پسند کر لو، قتل یا اسلام، اس کے بعد کوئی راستہ نہیں ہے۔

اس غسانی نے ''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ'' پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

اس واقعے کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ حلب واپس لوٹ آئے۔ قلعے کا محاصرہ کئے ہوئے چار ماہ گزر گئے۔ ایک روایت کے مطابق پانچ ماہ گزر گئے چونکہ بارگاہ خلافت میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی خبر نہ گئی۔ لشکر اسلام کے حالات دریافت کرنے کے لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط تحریر فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مکتوب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندۂ خدا عمر کی طرف سے والئ شام، ابوعبیدہ کے نام

السلام علیکم!

میں حمد بیان کرتا ہوں اللہ رب العزت کی جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہدیۂ درود پیش کرتا ہوں۔

اے ابوعبیدہ! سلسلۂ خط و کتابت کے منقطع اور طویل ہونے نے مجھے بے سکون کر رکھا ہے۔ میرا جسم ہر وقت مسلمان بھائیوں کے بارے میں مضطرب رہتا ہے۔ کوئی رات یا دن ایسا نہیں، جب میرا دل تمھاری یاد سے غافل رہا ہو۔ جب تمھاری طرف سے خط یا پیغام رساں نہیں پہنچتا تو میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات گزرنے لگتے ہیں، میں یہی

گمان کرتا رہتا ہوں کہ تم فتح اور غنیمت ملنے پر میری طرف خط لکھ رہے ہو گے۔

ابوعبیدہ! یادرکھو، اگرچہ میں اس وقت تم لوگوں سے دور ہوں لیکن میرا دل تمھارے ساتھ ہے اور میں ہر پہر لحہ تمھارے لیے دعا گو رہتا ہوں۔ میرا دل تمھارے بارے میں ایسے ہی بیقرار ہے جس طرح شفقت کرنے والی ماں اپنے بچے کے بارے میں بیقرار رہتی ہے۔ جس وقت میرا خط پڑھو تو سارے مسلمانوں کو میری طرف سے سلام پیش کرنا۔

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

امیرالمؤمنین نے خط لکھ کر فوراً روانہ کر دیا جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آپ کا مکتوب پہنچا تو انھوں نے لشکر والوں کو پڑھ کر سنایا اور ان سے فرمایا:

''اے گروہ مسلم! جب امیرالمؤمنین تمھارے بارے میں دعا گو ہیں اور تمھارے افعال سے راضی ہیں تو یقین کر لو کہ اللہ عزوجل ضرور ہماری مدد فرمائے گا۔''

پھر آپ نے بارگاہ خلافت میں جواباً خط تحریر فرمایا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا مکتوب بنام امیرالمؤمنین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابوعبداللہ امیرالمؤمنین عمر بن خطاب کے نام من جانب والئ شام ابوعبیدہ

السلام علیکم!

اللہ عزوجل کی حمد بیان کرتا ہوں اور اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں درود ہدیہ بھیجتا ہوں بعدازحمد وصلوۃ!

اے امیرالمؤمنین! بحمدہ تعالیٰ، اللہ عزوجل نے ہمارے ہاتھوں قنسرین کی فتح نصیب فرمائی۔ اس کے علاوہ عواصم (یعنی قریبی علاقہ جات) بھی فتح

ہوئے نیز شہر حلب صلح کرتے ہوئے فتح ہوا۔ لیکن قلعہ حلب کا معاملہ نہایت سنگین ہوتا جارہا ہے۔ قلعے میں حلب کا حاکم یوقنا اپنے کثیر التعداد ساتھیوں کی معیت میں محصور ہے۔ ہمارے ساتھ کئی دفعہ مکاری بھی کر چکا ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یوقنا کے بھائی یوحنا رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بھی تحریر فرمایا اور لکھا کہ یوقنا نے وقتاً فوقتاً غداری کرتے ہوئے ہمارے کئی ساتھیوں کو شہید کیا۔ اللہ عزوجل نے یوقنا کے ہاتھوں انھیں شہادت نصیب فرمائی۔

بہرحال اب میں نے ایک حیلہ بازی اختیار کرنے کے لیے ارادہ کیا ہے کہ حلب اور محاصرے سے رجوع کر کے حلب اور انطاکیہ کے درمیان کسی وادی کی طرف کوچ کر جاؤں۔ آپ کے جواب کا منتظر رہوں گا۔

والسلام عليك و على جميع المسلمين

خط تحریر فرما لینے کے بعد آپ نے عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ اور جعدہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا اور انھیں روانہ کر دیا۔ وہ دونوں مقام عقیقہ کے راستے کی طرف چل پڑے پھر سرزمین جفاء کو قطع کرتے ہوئے تیماء کے ایک قریبی علاقے صکا صکہ پہنچے جو عرب علاقوں میں ہی شامل تھا۔

جب یہ دونوں حضرات اس سرزمین میں پہنچے تو اچانک ایک شہسوار نظر آیا جس نے ذرہ پہن رکھی تھی، ہاتھوں میں نیزہ لیے اس طرح جاتا دکھائی دیا گویا دشمن کی طرف بڑھ رہا ہے یا کسی جنگ میں شریک ہونے کا مقصد ہو۔ جب اس شہسوار نے ان دونوں حضرات کی طرف دیکھا تو وہ انھیں کی طرف مڑ پڑا۔

یہ دیکھ کر عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ نے جعدہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ عزوجل خیر کرے! اس شہسوار کو دیکھو۔ اس جگہ اور ایسی حالت میں ہماری طرف بڑھ رہا ہے جبکہ کہیں سے بھی امداد کی اُمید نہیں۔

جعدہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اس جگہ ہمیں کسی شہسوار یا پیادہ شخص سے خوف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہاں کوئی بھی علاقہ ایسا نہیں ہے، جو ہمارے ماتحت نہ ہو اور ہماری شریعت کا پیروکار نہ ہو۔

بہرحال جب وہ شخص ان کے پاس پہنچا تو اس نے دونوں کو سلام کیا اور پوچھا: ''تم دونوں کہاں سے آرہے ہو اور کہاں جانے کا ارادہ ہے؟''

ان دونوں نے جواب دیا: ہم لوگ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے قاصد ہیں اور بارگاہ خلافت میں جارہے ہیں۔ پھر

انھوں نے اس شخص سے پوچھا: آپ کون ہیں؟

اس نے جواب دیا: میں ہلال بن بدر طائی ہوں۔

ان دونوں نے پھر پوچھا: جنگی آلات ہاتھوں میں لیے ہوئے ہو، کوئی خاص سبب ہے؟

اس نے جواب دیا: میں بحکم امیر المؤمنین اپنی قوم اور دیگر ساتھیوں کو لے کر جہاد کے لیے ملک شام جا رہا ہوں۔ جب تم لوگوں کو اس وادی میں دیکھا تو تمھاری طرف چل دیا۔ میرے ساتھی میرے پیچھے پیچھے ہی آ رہے ہیں۔ یہ کہنے کے بعد اس نے سلام کیا اور چلا گیا۔

یہ دونوں حضرات بھی اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے اور چل دیئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اسی راستے سے اونٹ اور گھوڑے آتے دکھائی دیئے۔ ہلال بن بدر بھی اپنے ساتھیوں کے پاس گئے اور انھیں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے حالات بتائے، جسے سن کر سب لوگ بہت خوش ہوئے اور شام کی طرف چل دیئے۔

بہر حال عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ اور جعدہ بن جبیر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے۔ مسجد نبوی میں داخل ہو کر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سلام کیا پھر ان کے سامنے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط پیش کیا۔

امیر المؤمنین نے جب خط پڑھا تو بہت خوش ہوئے، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور دعا کی:

''اَللّٰهُمَّ اكْفِ النَّاسَ شَرَّ كُلِّ ذِىْ شَرٍّ''

''اے پروردگار عالم! ہر شریر کے شر سے مسلمانوں کی کفایت فرما۔''

اس کے بعد آپ نے منادی کرنے والے کو حکم دیا کہ وہ ''الصلوٰۃ جامعۃ'' کی منادی لگائے۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا خط پڑھنا شروع کیا۔ اسی دوران آپ کے پاس حضر موت اور یمن کے مختلف علاقوں، مثلاً ہمدان، مدان، سبا اور مارب کے لوگ حاضر ہوئے اور جہاد کے لیے ملک شام میں جانے کی اجازت طلب کرنے لگے۔

آپ نے پوچھا: اللہ عزوجل تمھارے مال پر برکت فرمائے! کتنے افراد ہو؟

انھوں نے جواب دیا: چار سو سے کچھ زائد۔ جن میں سے کچھ تو گھوڑوں پر سوار ہیں اور کچھ اونٹنیوں پر جبکہ بعض پیدل بھی ہیں۔ اگر امیر المؤمنین اپنی طرف سے سواریوں کا بندوبست فرما دیں تو ہمیں دشمنوں تک پہنچنے میں آسانی ہو گی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: پیدل افراد کتنے ہیں؟

انھوں نے بتایا: ایک سو چالیس۔

آپ نے پھر پوچھا: غلام یا عرب؟

انھوں نے جواب دیا: عرب بھی ہیں اور غلام بھی مگر غلام ایسے ہیں جنھیں ان کے مالکوں نے جہاد فی سبیل اللہ کی اجازت دے دی ہوئی ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے لخت جگر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: صدقہ میں آئی ہوئی ستر اونٹنیاں لے آؤ تا کہ یہ لوگ باری باری اس پر سواری کرلیا کریں گے اس کے علاوہ زادراہ بھی ان پر لاد دو۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جلدی سے گئے اور ستر اونٹنیاں لاکر ان کے حوالے کر دیں۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اللہ عزوجل تمھارے حال پر رحم فرمائے، اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے جاؤ اور دشمن سے لڑنے کے لیے جلدی سے پہنچو۔

اس کام سے فراغت کے بعد آپ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط تحریر فرمایا:

امیر المؤمنین کا مکتوب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد! آپ کا خط اور قاصد میرے پاس پہنچے، فتح ونصرت اور مسلمان شہداء کے بارے میں سن کر خوشی ہوئی۔ بہر حال آپ کا حلب اور انطاکیہ کے درمیان کسی وادی کی طرف نکلنا اور قلعے کا محاصرہ چھوڑنے کا ذکر کرنا یہ رائے درست نہیں ہے کیونکہ جب آپ اس شہر کے قریب پہنچے، اس کے مالک بن گئے پھر اگر اُسے چھوڑ کر گردونواح میں نکل گئے تو وہ رومی یہی سوچیں گے کہ ان میں اس شہر کو فتح کرنے کی طاقت نہیں ہے، اس طرح تم لوگوں کی کمزوری اور قلعے میں محصور لوگوں کی بہادری کے چرچے ہونے لگیں گے۔ اس کے علاوہ ہر طمع کرنے والا، طمع کرنے لگے گا اور روم کا ہر خاص وعام بھی تم لوگوں کے خلاف جرأت کا مظاہرہ کرنے لگے گا۔

اس طرح تو جاسوسوں کو بھی تمھاری طرف چھوڑا جائے گا، ایوان ملوک میں تمھارے خلاف پروپیگنڈے ہونے لگیں گے، لہٰذا جب تک اللہ عزوجل انھیں تمھارے ہاتھوں قتل نہ کرا دے یا قلعے کی ملکیت تمھارے سپرد نہ کر

دے یا اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ نہ فرما دے، تم اپنی جدوجہد جاری رکھو اللہ ﷻ ہی بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے۔

تم لوگ قلعے کی طرف جانے والے ہر تنگ و آسان راستوں، گھاٹیوں، پہاڑوں اور وادیوں پر پہرے لگا دو اور قلعے کا محاصرہ کیے رہو۔ جو شخص بھی تم سے صلح کرنے کی خواہش ظاہر کرے تو تم بھی اس سے صلح کر لو اور جو سلامت روی اختیار کرے اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو۔

اللہ ﷻ آپ کی اور آپ کے سارے مسلمان ساتھیوں کی محافظت فرمائے۔ میں آپ کی طرف خط بھیج رہا ہوں اس کے ساتھ حضر موت اور یمن کے مختلف علاقوں سے آئے ہوئے ایک دستے کو بھی روانہ کر رہا ہوں۔ جنھوں نے اپنے آپ کو جہاد کے لیے وقف کر رکھا ہے۔ ان میں عربی بھی ہیں اور غلام بھی، پیدل و سوار سب شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بھی متواتر میری طرف سے کمک پہنچتی رہے گی۔ ان شاء اللہ ﷻ۔

والسلام

خط تحریر فرمانے کے بعد آپ نے اس پر مہر ثبت فرمائی اور عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ اور جعدہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ اس کے بعد جہاد کے لیے جانے والی قوم اور یہ دونوں حضرات روانہ ہو گئے۔

دوران سفر لوگوں نے ان دونوں حضرات سے ملک شام اور فتوحات کے احوال جاننے کے لیے مختلف سوالات کیے۔ رومیوں کے شکست کھانے کے بارے میں بھی سوال پوچھے، حتیٰ کہ جب انھوں نے اس وقت لشکر اسلام کے قیام پذیر ہونے کے بارے میں پوچھا تو عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

مسلمانوں نے اس وقت حلب کے قلعے کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ قلعے میں روم کے بڑے سرداروں میں شمار ہونے والا ایک سردار محصور ہے اس کے ساتھ اس کے ساتھی بھی محصور ہیں جن کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

انھوں نے پوچھا: اے ابن قرط! قلعے میں محصور لوگ باقیوں کی طرح تمھارے ساتھ صلح کرنے پر راضی کیوں نہیں ہو رہے، کوئی خاص وجہ ہے؟

عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ نے کہا: اے گروہ عرب! واقعہ یرموک کے بعد ہم لوگوں نے یوقنا سے زیادہ بہادر کوئی شخص نہیں دیکھا۔ ہمارے بہت سے لوگوں کو اس نے شہید کیا ہے۔ موقع ملتے ہی لشکر کی کسی جانب حملہ کر کے قتل و غارت کرنے

کے بعد فوراً پھر اسی قلعے میں جا گھستا ہے۔ بسا اوقات رات کی تاریکی میں پہرے لگوا دیتا ہے، کوئی شخص بھی کھانے پینے کا سامان لائے تو حملہ کرا کے اس کی سواری اور مال ومتاع چھین لیتا ہے۔ پھر اسی طرح حسب معمول قلعے میں جا گھستا ہے۔

حال یہ ہے کہ ہمیں اس کی مکاری کا علم بھی نہیں ہوتا اس لیے مسلمان اس کا محاصرہ تو کیے ہوئے ہیں، مگر ہر وقت خوف وہراس میں رہتے ہیں۔

حضرت دامس رضی اللہ عنہ کا جذبۂ جہاد

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بالجملہ جو لوگ عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ کی باتیں سن رہے تھے ان میں ملوک کندہ کے بنی طریق کا ایک غلام بھی تھا جو ساری باتیں سن اور سمجھ رہا تھا۔

اس کا نام دامس جبکہ کنیت ابوالھول تھی۔ نام اور کنیت دونوں سے مشہور تھا۔ رنگت اس قدر سیاہ کہ چمک پیدا ہوتی نظر آتی۔ قد اس قدر دراز، گویا تناور کھجور کا درخت ہو۔ جب گھوڑے پر سوار ہوتا تو پاؤں زمین سے گھسٹنے لگتے اور اگر دراز قد اونٹ پر سوار ہوتا تو اس کے پاؤں اونٹ کے گھٹنوں تک پہنچے ہوتے۔ بہادری اور شہسواری کے اعتبار سے بہت مشہور تھا۔ بلاد کندہ اور حضر موت کی وادیوں میں، پہاڑوں اور گرد ونواح میں رہنے والوں میں اس کی بہادری کے خوب چرچے تھے۔ بدوی لوگ اس کے مقابلے میں آنے سے خوف کھاتے تھے۔ شہروں میں اگر کسی کا مال اچک لیتا تو خبر تک نہ ہوتی کہ کون آیا اور کدھر گیا؟ اگر دوڑنا شروع کرتا تو تیز رفتار گھوڑا اس تک رسائی نہ پا سکتا۔ مختصراً یہ کہ جب محفلوں میں اس کا تذکرہ ہوتا تو اس کی بہادری، بلند ہمتی اور طاقت پر لوگ تعجب کرنے لگتے۔

دامس ابوالھول نے جب عبداللہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے یوقنا اور مسلمانوں کے احوال سنے تو قریب تھا کہ وہ غیض و غضب کی وجہ سے پھٹ پڑتا، اس نے عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عربی بھائی! مبارک ہو، قسم بخدا! میں ایسی جدوجہد کروں گا کہ اللہ عزوجل میرے ہاتھوں انھیں رسوا کر دے گا۔

عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ نے جب حضرت دامس رضی اللہ عنہ کی پُر جوش بات سنی تو بنظر حقارت اس کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا:

اے سیاہ فام جوڑے کی اولاد! تُو نے تو ایسی بات کہہ ڈالی جس تک رسائی حاصل نہیں کر سکے گا اور ایسی چیز کی طلب کرنے لگا ہے جسے کبھی حاصل نہ کر سکے گا۔ تیرا ناس ہو، کیا تو جانتا نہیں کہ کتنے ہی مسلمان شہسوار اور بہادر قسم کے جوان، ان کا محاصرہ کیے ہوئے ہیں بارہا مرتبہ لڑائی بھی ہو چکی ہے اس کے باوجود یوقنا کا شر ختم کرنے کی کسی میں طاقت پیدا نہیں ہو سکی جبکہ تُو اپنی غلامی کی طرف تو نظر کر، تُو کیسے یہ سب کر لے گا؟

حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے جب عبداللہ رضی اللہ عنہ کی باتیں سنیں تو غصے میں کہنے لگے:

اے عبداللہ رضی اللہ عنہ! خدا کی قسم! اگر رشتہ اخوت اسلام کا لحاظ نہ ہوتا تو رومیوں سے پہلے میں تیرے ساتھ جنگ کی ابتداء کر دیتا۔ لوگوں کو حقیر خیال کرنے سے ڈرو، اگر میری طاقت اور بہادری کا اندازہ لگانا ہو تو میرے ساتھی جو میرے ساتھ ہیں، ان سے میرے بارے میں سوال کر کے دیکھو، پھر تمھیں معلوم ہو گا کہ لوگ کس طرح اور کس انداز سے میرے تذکرے کرتے ہیں، عقلیں حیران رہ جاتی ہیں، سینے تنگ ہو جاتے ہیں، کتنے ہی لشکر میرے مقابلے میں آئے، جن سے میں تنہا لڑا ہوں، اور کتنی ہی جماعتوں کو متفرق کر دیا، محفلوں میں میری وجہ سے ہلچل مچ گئی، کسی ہمسائے نے مجھے تکلیف دینے کی جرأت نہیں کی اور آج تک کسی جگہ مجھے عار کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ بحمدہٖ تعالیٰ میں ایسا نوجوان ہوں جو جنگ میں ثابت قدم تو رہ سکتا ہے، راہ فرار نہیں پکڑ سکتا۔ یہ کہتے ہوئے حضرت دامس رضی اللہ عنہ عبداللہ کو رضی اللہ عنہ چھوڑ کر آگے چل دیئے اور لشکر کے آگے آگے چلنے لگے۔

لشکر میں جانے والے لوگوں نے عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے کہا:

اے عربی بھائی! نرمی اختیار کرو، آپ ایسے آدمی سے مخاطب تھے جو واقعی دُوری کو بہت قریب محسوس کرتا ہے اور سخت مشکلات اس کے سامنے آسان ہیں۔ یہ شخص بہادری اور طاقت کے لحاظ سے یکتا ہے کہ لوگوں کو اس کے مقابلے میں نکلنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ بڑے بڑے بہادر بھی اسے خوفزدہ نہیں کر سکتے۔ اگر جنگ کرنے نکل جائے تو اس چیز کی ضرورت ہی نہیں پڑتی کہ ابتداء کون کرے گا بلکہ خود ہی ہاتھ مارنے میں پہل کر دیتا ہے اور جو ایک دفعہ اس کے مقابلے میں آ گیا اسے راہ فرار اختیار کرنے کا موقع نہیں ملتا۔

عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی باتیں سن کر کہا: تم لوگوں نے تو اس کی صفات بیان کرنے میں کافی اطناب سے کام لیا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ عزوجل اس کے ہاتھوں مسلمانوں کے لیے بھلائی اور کشادگی کی راہیں کھول دے گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لوگ اسی طرح باتیں کرتے ہوئے جلدی جلدی چلنے لگے اور بالآخر شہر حلب میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔ اس وقت آپ قلعہ کے گرد پڑاؤ ڈالے محاصرہ کئے ہوئے تھے۔

حضر موت اور یمن کے قبائل کی شہر حلب میں آمد

جب اسلامی لشکر حلب کے شہر میں داخل ہوا اور محاصرین کے سامنے پہنچا تو انھوں نے اپنی جنگی زیب و زینت کا اظہار کیا، ہاتھوں میں تلواریں سونت لیں نیزے بلند کر لیے، تکبیر کی صدائیں اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے لگے۔ دوسری جانب محاصرین نے بھی تکبیریں پڑھتے ہوئے ہر جانب سے ان کا جواب دیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور ان کا استقبال کرتے ہوئے سلام کیا۔

انھوں نے سلام کا جواب دیا اس کے بعد ہر گروہ اپنے اپنے قبیلوں اور رشتہ داروں کے ساتھ متمکن وفروش ہو گیا۔

یوقنا کا مسلمانوں پر حملہ کرنا اور حضرت دامس رضی اللہ عنہ کی بہادری

یوقنا اگرچہ سخت محاصرے میں تھا لیکن ہر رات جب بھی اُسے موقع ملتا تو مسلمانوں پر ہلہ بول دیتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کُھل کر لڑائی بہت کم کیا کرتا جبکہ دن کے وقت تو بالکل ہی جسارت نہ کر سکتا۔ اس کا اکثر اوقات حملہ اس وقت ہوتا جب کہ لوگ ادھر ادھر کہیں دکھائی نہ دیتے۔ کمک کے لیے آنے والے لشکر نے جب پڑاو ڈالا تو اسی رات قبیلہ طیٔ، شنبس، نبہان، کندہ اور حضر موت نے جب سخت محاصرہ اور مسلمانوں کا خوف و ہراس ملاحظہ کیا تو حضرت دامس رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: خدا کی قسم! تم لوگوں نے تو بہت سخت محاصرہ کر رکھا ہے۔

انھوں نے جواب دیا: کیوں نہ کریں؟

دامس رضی اللہ عنہ نے کہا: دشمن تو قلعے کے اندر ہے جبکہ تم لوگ کشادہ زمین میں ہو، تمھارے مقابلے میں تو کوئی فرد بھی نہیں ہے تو یہ خوف و ہراس کس لیے چھایا ہوا ہے؟

انھوں نے جواب دیا: اے ابوالھول! قلعے میں محصور ایک سردار ہے جو نہایت چالاک ہے، ہر ہر لمحہ ہماری غفلت کا منتظر رہتا ہے پھر موقع ملتے ہی فوراً ہلہ بول دیتا ہے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک آہ و بکا کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ یہ آوازیں مسلمانوں کے لشکر کی طرف سے آ رہی تھیں۔ پھر شور و غوغہ بڑھنے لگا تو حضرت دامس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے ہاتھ میں تلوار تھامی، کندھے پر ڈھال رکھی اور جس طرف سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں، ان کی جانب چل پڑے، جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ یوقنا پانچ سو ساتھیوں کے ساتھ حملہ آور ہو چکا ہے۔ یوقنا کے ساتھ ایسے افراد تھے جو شیروں کی طرح پچھاڑتے جاتے اور دیکھتے ہی دیکھتے انھوں نے لشکر میں تفرقہ ڈال دیا۔

جب حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو رومیوں کے وسط میں جا گھسے اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھنے لگے۔

ترجمہ اشعار:

- میں ہوں ابوالھول اور میرا نام دامس ہے میں ان کی جمعیت پر حملہ کرتا ہوں۔
- میں شیر ہوں اور نڈر بہادر ہوں کہ لشکر عدو کی صفیں تہہ تیغ کر کے رکھ دیتا ہوں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

دامس ابوالھول رضی اللہ عنہ نے شعر پڑھتے ہوئے تلوار تھامی اور خوب بہادری کے جوہر دکھائے۔ بنی طریق کے بہادر شہسواروں کی ایک جماعت بھی آپ کے ساتھ تھی۔

یوقنا نے جب دیکھا کہ اس کے پیچھے تو غضب کا قہر نازل ہو چکا ہے اور اس کے دوسو ساتھی قتل ہو چکے ہیں اور حضرت دامس رضی اللہ عنہ مسلسل حملے کیے جا رہے ہیں تو وہ قلعے کی طرف بھاگا۔

حضرت دامس رضی اللہ عنہ بھی اس کے تعاقب میں آگے بڑھے۔ قبیلہ کندہ کے ساتھی آپ کے ساتھ تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب انھیں یوقنا کے تعاقب میں جاتے دیکھا، تو آواز دے کر فرمانے لگے: ''میری طرف سے تمھیں قسم ہے کہ اس قدر رات کی تاریکی میں کوئی شخص رومیوں کے پیچھے نہ جائے۔

امیر لشکر کا حکم سن کر لوگوں نے کہا: اے ابوالھول! امیر نے ہم پر قسم ڈال دی ہے اب لوٹنا واجب ہے۔ اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے! لوٹ چلو۔

لہٰذا حضرت دامس رضی اللہ عنہ سواری موڑتے ہوئے واپس اپنے خیمے کی طرف لوٹ آئے اور آپ کے دیگر ساتھی بھی اپنی سواریوں کے ساتھ واپس لوٹ آئے۔ قبیلہ کندہ سخت جدوجہد کرنے کی وجہ سے بلاء حسنہ میں مبتلا ہوا تھا۔ جب صبح ہوئی تو لوگ نماز کے لیے جمع ہو گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد امراء مسلمین کے علاوہ سب لوگ ادھر ادھر چلے گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اور ان کے امراء کے مابین گذشتہ رات والے معرکے کے بارے میں گفتگو ہونے لگی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل امیر کی شان بلند فرمائے! میں نے کندہ والوں کو بلاء حسنہ میں مبتلا دیکھا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی بہادری اور ثابت قدمی بھی ملاحظہ کی۔ انھوں نے اس وقت تک ثابت قدمی اختیار کیے رکھی جب تک کہ کفر کے حامی دفع نہ ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم بخدا! ابوسلیمان، آپ نے بالکل بجا کہا، خدا کی قسم! واقعی کندہ کے لوگ نہایت ثابت قدمی اختیار کرنے والے ہیں اور میں نے ان لوگوں کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ دامس رضی اللہ عنہ بہت بہادر ہے اور نہایت جری شخص ہے۔

یہ سنتے ہی رؤسا کندہ کا ایک شخص حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کھڑا ہوا جس کا نام سراقہ بن مرداس بن مکرب تھا، کہنے لگا:

جس شخص کا آپ نے نام لیا، وہ واقعی بہادر شخص ہے جو بڑے بڑے بہادروں پر چھا جاتا ہے۔ کل شام کمک کے لیے آنے والے لشکر میں بنی ظریف کا غلام ہے۔ بہرحال نہ تو گروہ کے گروہ اسے پچھاڑ سکتے ہیں اور نہ کسی کی غارت گری اسے مصیبت میں مبتلا کر سکتی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا تم سراقہ بن مرداس کا اپنے غلام کے بارے میں گفتگو کرنا سن رہے ہو؟

انھوں نے جواباً کہا: ہوسکتا ہے کہ یہ شخص اپنی بات میں سچا ہو، میں نے بھی دامس رضی اللہ عنہ کی بہادری، شجاعت اور اس

کے علاوہ بھی بہت سی تعریفیں سنی ہیں۔ نعمان بن عشیرہ مہری نام کے ایک شخص نے مجھے بتایا کہ دامس رضی اللہ عنہ نے تن تنہا ساحل سمندر پر مقیم ان کے ستر افراد پر غارت گری کی۔

حضرت دامس رضی اللہ عنہ کی بہادری کا عجیب واقعہ

مجھے جس نے خبر دی وہ بھی اسی قبیلے سے متعلق ہے، جس پر غارت گری ہوئی۔ یہی دامس رضی اللہ عنہ تھا جس نے اس قوم سے کسی زیادتی کا انتقام لینے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔ حال یہ تھا کہ قوم اس کے شر سے خوفزدہ تھی۔ وہ لوگ اپنے مال اور جانور بطور فدیہ ادا کر کے پہاڑوں کی طرف نقل مکانی کر گئے اور دامس رضی اللہ عنہ سے خوفزدہ ہو کر ساحل سمندر پر قیام پذیر ہو گئے۔ دامس رضی اللہ عنہ ہر وقت ان کی خبر لیتا رہتا اور ان کے قیام کرنے کی جگہ معلوم کرتا رہتا، جب قوم کے ساحل سمندر پر قیام کر لینے کی تصدیق ہوگئی تو دامس اپنے قبیلے کے پاس آ کر اس قوم سے انتقام لینے کی فریاد کرنے لگا لیکن کسی نے بھی اس کی بات نہ سنی اور کوئی بھی نکلنے کے لیے تیار نہ ہوا۔ دامس رضی اللہ عنہ اس پہاڑی راستے کے ہر آسان و مشکل اور بری و بحری راستوں سے خوب واقف تھا۔

جب وہ اپنی قوم سے بالکل مایوس ہو گیا تو اپنے خیمے میں گیا اور کپڑوں کی گٹھڑی کندھے پر رکھ کر چل دیا۔

لوگوں نے اس کے پاس آ کر پوچھا: کہاں کا ارادہ ہے؟ اور ساتھ کیا لیے جا رہے ہو؟

اس نے کہا: اے میری قوم! میں تو بنی شعر پر حملہ کرنے کے ارادے سے جا رہا ہوں تا کہ ان سے انتقام لے کر اپنے اُوپر سے عار دور کر سکوں۔

یہ سن کر اس کی قوم کے بزرگوں نے کہا: ہم تیرا ہر کام ہی عجیب دیکھتے آئے ہیں۔ کیا تُو جانتا ہے کہ بنی شعر کے ستر افراد ہیں؟ اکیلا آدمی ان ستر افراد سے کیونکر انتقام لے سکے گا؟ ہم لوگوں نے تو ابھی تک کوئی ایسی بات نہیں کی کہ ایک آدمی ستر کا مقابلہ کر سکے۔ ہاں! یہ ہو سکتا ہے کہ تُو حملے کا نام لے کر جا رہا ہے لیکن ارادہ جواد کے پاس جانے کا ہو۔

جواد، حضارمہ کے بنی حیاس قبیلہ کی لونڈی تھی اور حضرموت کے قریب ہی اسفل نامی گاؤں میں سکونت پذیر تھی۔ دامس اس کے عشق میں گرفتار تھا۔ جنگ و جدال وغیرہ میں جو بھی گھوڑے، اونٹ اور مال وغیرہ ملتا، سب اسے دے دیتا: مال کی بہتات کی حیثیت اس کے نزدیک کچھ بھی نہیں تھی۔ تھوڑا بہت مال دے کر راضی ہی نہ ہوتا اور زیادہ مال دے کر بھی سیراب نہ ہوتا۔ اس لیے اب کے بار بھی قوم نے یہی سمجھا کہ بنی شعر سے انتقام لینے کا نام لے کر سامان کی گٹھڑی اٹھائے اُسی معشوقہ کے پاس جا رہا ہے، لیکن دامس نے کہا:

خدا کی قسم! تمھارا گمان باطل ہے، عنقریب تم جان لوگے کہ جو میں کرنا چاہتا ہوں سچ اور یقین پر مبنی ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یہ سن کر قوم کے بزرگوں نے دامس کو چھوڑا اور چلے گئے۔ ادھر دامس قوم کی چراگاہ میں گیا اور وہاں سے سواری کے لیے اونٹنی پکڑی۔ تلوار اور ڈھال ہاتھوں میں لے کر کپڑوں کی گٹھڑی اپنے نیچے رکھی اور مسلسل ایک رات کا سفر طے کرتا رہا۔ یہاں تک کہ جب رات کا آخری وقت آیا تو وہ جنگل کی ایک جانب مڑا، وہاں پہنچ کر اس نے اونٹنی کو نیچے بٹھایا، سامان وغیرہ اتار کر اونٹنی کی لگام سے اس کی ٹانگیں باندھ کر کھلا چھوڑ دیا تا کہ ادھر ادھر چرتی پھرے اور خود کو دو پتھروں کے درمیان چھپا لیا اس لیے کہ قوم اس کے قریب ہی تھی اور وہ گھومتے گھماتے اس طرف نہ آ نکلیں۔ اس لیے وہ اگلا سارا دن انھیں پتھروں میں چھپ کر بیٹھا رہا۔

پھر جب دوسرے دن رات کی تاریکی نے ہر طرف اپنی چادر پھیلائی تو اس نے اونٹنی نیچے بٹھائی، کپڑے وغیرہ لے کر اس پر سوار ہوا اور قوم کی طرف چل پڑا۔ جب قبیلے کی آگ جلتی ہوئی نظر آنے لگی تو اس نے اونٹنی ایک طرف موڑ لی اور قبیلے کے سامنے ہی پہاڑ کی اونچی جگہ چڑھ گیا جہاں گھنے درخت تھے۔ وہاں پہنچ کر اس نے اونٹنی کو بٹھایا پھر ایک درخت سے اسے باندھ دیا تا کہ جب وہ بلبلائے تو اس کی آواز قبیلے والوں تک نہ پہنچ سکے۔ اس کے بعد اس نے کپڑوں سے بندھی گٹھڑی کھولی اور اس میں سے کپڑے نکالے۔ پھر ایک درخت کی جانب بڑھا اور انسانی قد کے برابر سیدھی لکڑی توڑ کر لایا۔ لکڑی پتھروں کے ساتھ نصب کر کے اس پر تہبند اور دیگر کپڑے ڈال دیئے۔ اسی طرح اس نے چالیس لکڑیاں اسی طرح کھڑی کر دیں اور خود سرخ ارغوانی لباس زیب تن کر لیا۔

کام مکمل کر لینے کے بعد وہ بلندی سے نیچے اترا اور قبیلے کے اردگرد گھومنے لگا اور کوئی تدبیر سوچنے لگا کہ کس طرح ان کے ساتھ مکاری اختیار کی جائے؟

رات کا اکثر حصہ گذر چکا تھا۔ صبح تک تو جوں کا توں انتظار کرتا رہا پھر صبح ہوتے ہی ساحل کی طرف چل دیا اور قبیلے کے پاس پہنچ کر آوازیں لگانے لگا: ''تمھاری موت آن پہنچی! میں ابوالھول ہوں، تمھاری صبح تمھارے لیے وعیدیں لے کر طلوع ہوئی ہے، بروبحر تمھاری ہلاکت کے منتظر ہیں۔'' پھر آواز لگائی ''اے آل ظریف! اے آل کندہ! انتقام کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

حضرت دامس رضی اللہ عنہ کا بنی ظریف پر حملہ کرنا

دامس رضی اللہ عنہ کی آوازیں سن کر قوم میں ہلچل سی مچ گئی، قوم کے مرد آپے سے باہر ہو گئے، عورتوں نے چیخ و پکار شروع کر دی۔ لوگ ڈر کے مارے گھروں سے نکلے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

دامس ان کے پیچھے تھا۔ جب لوگوں نے دامس کو تنہا پایا تو ایک دوسرے کو جوش دلاتے ہوئے اسے قتل کرنے کے در پے ہو گئے۔ دامس چونکہ اکیلا تھا اور اس کے پیچھے اس کا کوئی حامی نظر نہ آیا تو لوگوں نے اس پر بڑھ چڑھ کر حملہ کیا۔

دامس نے بھی ان پر حملہ کیا اور ایک ایک کر کے انھیں قتل کرنے لگا۔

قوم کے لوگوں نے جب اس کی بہادری، طاقت، بلند ہمتی اور ثابت قدمی دیکھی تو انھوں نے بلند جگہ پر چڑھنے کا ارادہ کیا تا کہ پیچھے سے ہو کر اس پر حملہ کیا جائے لیکن دامس نے جس وقت ان کے ارادے کو جان لیا کہ وہ تو اسی طرف جا رہے ہیں جہاں اس نے انھیں دھوکہ دینے کے لیے کپڑے اور لکڑیوں کا بندوبست کر رکھا ہے۔ اسے خوف لاحق ہوا کہ وہ لوگ کہیں اس کی چال سے باخبر نہ ہو جائیں۔ سو وہ جلدی سے ان سے پہلے ہی بلندی پر چڑھا اور ان کے آگے جا کھڑا ہوا اور لکڑیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا:

اے اہل کندہ، ''اے آل ظریف! قوم کا دفاع کرو، وہ لوگ تمھاری طرف آ رہے ہیں۔ تم لوگ ان پر ہرگز حملہ نہ کرنا بلکہ تمھاری طرف سے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ اگر تم لوگ مجھے مغلوب ہوتے دیکھو تو پھر حملہ کر دینا۔''

مدمقابل بنی شعر انسانی شکل نما کھڑی کی گئی لکڑیوں کی طرف گھور گھور کر دیکھنے لگے۔ صبح کی سفیدی میں انھوں نے جب کپڑوں پر نظر ڈالی تو یقین کر لیا کہ واقعی یہ آل کندہ اور آل ظریف کے لوگ ہیں یہ دیکھتے ہی ساحل سمندر کی طرف دوڑے۔

دامس نے پیچھے سے آوازیں لگانا شروع کیں: ''اے لوگو! اپنی جگہ کھڑے رہو، میں تمھیں قسم دیتا ہوں۔ اپنے قبیلے کی طرف سے میں اکیلا ہی کافی ہوں'' لیکن بنو مہرہ (بنی شعر) نے ایک نہ سنی اور اپنی ایڑھیوں کے بل بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر کسی نے اپنی اہلیہ کو ساتھ لیا، کسی نے اولاد کو اور کسی نے باندیاں اور جتنا سامان اٹھا سکتے تھے اٹھا کر بھاگ گئے۔ دامس بنو مہرہ کے قبیلے کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہاں صرف غلام، بچے اور بوڑھے کمزور افراد باقی ہیں۔ دامس نے غلاموں کو اونٹ اکٹھے کرنے کا حکم دیا۔ پھر وہاں پڑا سامان ان اونٹوں پر لاد لیا پھر فریب کاری کے لیے تیار کی ہوئی لکڑیوں کے پاس آیا۔ وہاں سے کپڑے وغیرہ اتارے اور سب کچھ لے کر واپس اپنی قوم کے پاس لوٹ آیا۔ لوگوں نے جب اس کی کارگزاری ملاحظہ کی تو انگشت بدنداں ہو گئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا دامس رضی اللہ عنہ سے گفتگو کرنا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے دامس رضی اللہ عنہ کی بہادری کے متعلق واقعہ سنا تو سراقہ بن مرداس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: دامس رضی اللہ عنہ کو میرے پاس لاؤ تا کہ میں بھی اسے دیکھوں اور اس کی باتیں سنوں۔ سراقہ حکم بجالاتے ہوئے حضرت دامس رضی اللہ عنہ کو لے آئے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت دامس رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر پوچھا: دامس تم ہو؟

انھوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ امیر کی شان بلند فرمائے! جی ہاں! میں ہی دامس ہوں۔

آپ نے فرمایا: مجھے تمھارے بارے میں عجیب وغریب واقعات سننے میں آئے ہیں، خدا کی قسم! واقعی تم اس کے اہل بھی ہو، کیونکہ تم نہایت جری محسوس ہوتے ہو لیکن یاد رکھو: تم ہمیشہ آسان راستوں والے شہروں میں لڑے ہو، پہاڑوں اور قلعوں میں دشمن کے ساتھ تمھارا کبھی سامنا نہیں ہوا۔ مجھے جو واقعہ سنایا گیا ہے اس میں واقعی تم نے نہایت دلیری کا مظاہرہ کیا تھا۔ بہرحال اب یوقنا سردار کے بارے میں ذرا ہوشیار رہنا اور خود پر نرمی اختیار کیے رکھنا۔

حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزوجل امیر کی شان بلند فرمائے! میں نے بنو مہرہ کے لوگوں سے لڑائی کی اور ان کا سازوسامان وغیرہ بھی پالیا۔ اس جگہ کتنی دشوار گزار گھاٹیاں، پہاڑ اور پتھریلے راستے تھے تو کیا یہ قلعہ اس پہاڑ سے زیادہ مانع ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کافی باریک بین محسوس ہوتے ہو، بتاؤ! اس قلعے کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟

دامس رضی اللہ عنہ کا خواب فتح کی علامت

دامس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب میں لشکر کے ساتھ آپ کی طرف آرہا تھا تو میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیسا خواب دیکھا تھا؟ اللہ عزوجل تجھے بھلائی دیکھنے کی توفیق دے!

دامس رضی اللہ عنہ نے کہا: "میں نے دیکھا کہ میں اپنی قوم کے ہمراہ کسی معرکے کے لیے جارہا۔ میں اپنی قوم سے کافی پیچھے رہ گیا اس لیے ان کے ساتھ ملنے کے لیے جلدی جلدی چلنے لگا۔ اسی دوران جب قوم کے لوگوں سے ملا تو وہ حیرانگی کے عالم میں وہاں کھڑے ہوئے تھے۔ نہ آگے جارہے تھے نہ پیچھے مڑنے کا نام لیتے۔

میں نے انھیں کہا: اے میری قوم! تمھیں کیا ہوا؟ کس چیز نے تمھارا راستہ روکا ہوا ہے؟

قوم والوں نے کہا: ہمارے راستے میں حائل ہونے والے پہاڑ کی طرف دیکھ رہے ہو؟ اس میں سے آگے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

میں نے کہا: پہاڑ میں دیکھو، شگاف نظر آرہا ہے؟ وہاں سے نکل چلو!

انھوں نے جواب دیا: ہرگز نہیں! اس میں سے بھی نکلنے کی کوئی جگہ نہیں ہے۔

میں نے پوچھا: وہ کیوں؟

انھوں نے کہا: کیونکہ اس شگاف میں ایک اژدھا نما سانپ بیٹھا ہوا ہے جو شخص بھی آگے بڑھنے کی کوشش کرے گا، وہ اسے ہلاک کردے گا۔ اس سے پہلے بھی کئی افراد اور گروہوں کو ہلاک کر چکا ہے۔

میں نے کہا: اگر تم سب مل کر حملہ کر دو تو پھر بھی اسے قتل نہیں کر سکو گے؟

انھوں نے کہا: ہم میں تو کوئی بھی اس کام کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ اس کی سانسوں کے ساتھ آگ نکل رہی ہے۔

میں نے ان سے کہا: سانپ کے ایک طرف سے کوئی راستہ تلاش کر لو۔

انھوں نے کہا: ہم یہ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ سانپ کا جسم اتنا بڑا ہے کہ پورے شگاف میں پھیلا ہوا ہے۔

دامس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے قوم کو چھوڑا اور کوئی راستہ تلاش کرنے لگا۔ میں نے بہت ہی تنگ گزار راستہ دیکھا تو اس میں پھنستا پھنستا بڑی مشکل سے اژدھے کے پیچھے جا نکلا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر میں اپنی قوم کے پاس گیا تو وہ میرے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ بہر حال نہایت جدوجہد کے بعد میری قوم مقام مقصود تک پہنچی لیکن دشمن سے بالکل محفوظ رہی۔"

دامس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد جب میں بیدار ہوا تو بہت خوش تھا۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے دامس! تو نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے۔ تیرا خواب تو مسلمانوں کے لیے بشارت ہے اور دشمنوں کے لیے رسوائی کی علامت۔

پھر آپ نے فرمایا: دامس! اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد آپ نے مسلمانوں کو منادی کرا دی کہ سب جمع ہو جائیں۔ رؤساء مسلمین جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا: اللہ اکبر، فتح و نصرت آن پہنچی۔ عنقریب کامیابی ملنے والی ہے اور عنقریب کفر نیست و نابود ہو کر مٹ جائے گا۔

پھر آپ نے لشکر اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اپنے بھائی دامس رضی اللہ عنہ کا خواب سنو، اس میں عبرت پکڑنے والے کے لیے عبرت ہے اور غور و فکر کرنے والے کے لیے نصیحت!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رؤساء مسلمین متوجہ ہو کر سننے لگے۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتوں کا نزول ہو۔ اے گروہ مسلم! اللہ عزوجل جو لائق حمد ہے، اس نے اپنی کتاب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے وعدہ فرمایا ہے کہ "مسلمانوں کا دشمنوں پر غلبہ رہے گا اور وہ اپنی مراد حاصل کرنے میں کامیاب رہیں گے اور اللہ عزوجل اپنے وعدے کے خلاف نہیں کیا کرتا۔"

میں نے نذر مانی ہے کہ اگر اس قلعے کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا تو حسب طاقت خیر خواہی میں بہتات کر دوں گا۔ بہر حال اب میرے دل میں یہ کھٹک سی ہو رہی ہے کہ میں اس قلعے کو اور اس میں موجود ہر چیز پر ضرور فتح حاصل کر

لوں گا اِنْ شَاءَ اللّٰہَ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم کیونکہ اس غلام کے خواب نے مجھے فتح ونصرت کی خوشخبری دیدی ہے۔

پھر آپ نے دامس رضی اللہ عنہ کے گھٹنے کو اپنے ہاتھوں سے حرکت دیتے ہوئے فرمایا: اللہ عزوجل تم پر رحمت فرمائے! اپنے بھائیوں کو بھی اپنا خواب سناؤ۔

حضرت دامس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: میں نے یہ خواب میں دیکھا ہے پھر آپ نے اول تا آخر سارا خواب سنایا۔

جب حضرت دامس رضی اللہ عنہ اپنا خواب بیان کر چکے تو مسلمان حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کرنے لگے: اے امیر لشکر! ہم نے دامس کا خواب سن لیا اور مطلب بھی سمجھ لیا مگر اس کی تعبیر کیا ہوسکتی ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے! تنگ وتیز راستوں اور گھاٹیوں کے درمیان جس بلند وبالا پہاڑ کا تم لوگوں نے تذکرہ سنا، وہ دین اسلام اور سنت محمدی ہے اور اژدھا، جسے لوگوں نے دیکھا تھا، پھر دامس رضی اللہ عنہ نے اس پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا تھا، وہ ایک اچھی چیز ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل دامس رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں مسلمانوں کے لیے کامیابی کے راستے کھول دے گا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تعبیر سن کر مسلمان بہت خوش ہوئے اور عرض گزار ہوئے:

اے امیر لشکر! اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا: میں تمھیں حکم دیتا ہوں کہ ظاہراً اور پوشیدہ، ہر لحاظ سے تقویٰ اختیار کرو۔ پھر دشمنوں کے خلاف کامیابی حاصل کرنے کے لیے تدبیر سوچو اور مشکلات پر صبر سے کام لو۔ اللہ عزوجل تمھاری حفاظت فرمائے! اپنے خیموں کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنے جنگی آلات تیار کرو اگرچہ تمھیں مزید اسلحہ کی ضرورت بھی نہیں ہے، صبح ہوتے ہی میں تم لوگوں کو دشمن پر حملہ کرنے کا حکم دوں گا۔ اگر کوئی اور رائے میرے سامنے پیش کی گئی تو علیحدہ بات ہے کہ حملہ مؤخر کر دوں کیونکہ باوثوق اور اہل رائے حضرات کی رائے اور مشورہ سے اجتہاد کرنے کو میں کبھی نہیں چھوڑتا۔

امیر لشکر کا حکم سن کر سب بولے: اے امیر! اللہ عزوجل آپ کو خیر خواہی کی توفیق عطا فرمائے اور دشمن پر غلبہ دے! بے شک وہ خوب سننے والا، جاننے والا ہے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

اس کے بعد سب لوگ اپنے خیموں میں چلے گئے۔ پھر کوئی تو اپنی تلوار تیز کرنے لگا، کوئی دیگر جنگی آلات صاف کرنے لگا، کوئی اپنی زرہ صاف کرنے لگا اور کوئی تیر کمان تیار کرنے لگا، بہر حال بقیہ دن اسی طرح تیاری کرنے میں گزر گیا۔

صبح ہوتے ہی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے دامس رضی اللہ عنہ کو بلا بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے خوش نصیب جوان! اس قلعے کے بارے میں اب کیا رائے دیتے ہو؟ نیز تمھارے خیال میں ہمیں کون سی حیلہ سازی اختیار کرنی چاہیے؟

دامس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: قلعہ اس قدر اونچا اور مشکل گزار ہے کہ گروہ کے گروہ بھی عاجز آ جائیں گے اور محصور لوگوں تک کسی قاصد کے پہنچنے سے بھی مانع ہے۔ جنگ وغیرہ کے خوف سے محصورین کے دل میں ذرا بھی تنگی نہ ہوگی، بہر حال میں نے غور وفکر کر کے ایک حیلہ تلاش کیا ہے جو عنقریب ظاہر کروں گا یا محصورین کو ایسی مشکل میں ڈال دوں گا کہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ عزوجل میری حیلہ سازی کی وجہ سے فتح نصیب فرمائے گا۔ محصورین کے حالات ہی بدل جائیں گے اور ہم بمشیت خداوندی اس شہر اور قلعہ کے مالک ہوں گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے دامس رضی اللہ عنہ! کیسی حیلہ سازی؟

انھوں نے جواب دیا: اے امیر لشکر! شر اور تکلیف دینے والی باتوں کو کسی طرح صیغۂ راز میں رکھنا چاہیے، آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں جو کوئی اپنے راز کو لوگوں سے چھپا لیتا ہے، کامیابی اس کے قدم چومتی ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے یہ جملہ دامس نے بولا تھا جو بعد میں لوگوں کے لیے مثال بن گیا ''مَنْ كَتَمَ سِرَّهٗ كَانَتِ الْخِيَرَةُ فِيْمَا لَدَيْهِ''

لشکر اسلام کا قلعہ حلب پر حملہ کرنے کے لیے حیلہ کرنا

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو پھر بتاؤ، تمھیں کس چیز کی ضرورت ہے اور کس بات پر اعتماد رکھتے ہو؟

انھوں نے جواب دیا: اپنے لشکر کے جملہ سپاہیوں کو ساتھ لے کر قلعے کے سامنے پڑاؤ ڈالیں تاکہ ان کے دل میں خوف ودہشت پیدا ہو۔ اس کے بعد میں اپنی چال کا آغاز کروں گا۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ عزوجل ضرور کامیابی عطا فرمائے گا۔ ان شاء اللہ عزوجل۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ جب لشکر نے قلعے کے سامنے پڑاؤ ڈالا تو تکبیر وتہلیل کے نعرے بلند کرنے لگے، اسلحہ ظاہر کر کے دشمن خدا کے دل میں خوف پیدا کرنے لگے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

محصورین نے جس وقت لشکر اسلام پر نظر ڈالی تو ڈر گئے اور اللہ عزوجل نے ان کے دلوں میں اس قدر رعب ڈال دیا کہ ان کے قلعے میں ہلچل پیدا ہوگئی۔ محصورین کے بڑے بڑے بزرگوں نے مل کر مشورہ کیا کہ اب کیا کارروائی کرنی چاہیے؟

بعض نے کہا کہ مقابلے کے لیے نکلنا چاہیۓ جبکہ بعض نے قلعے کے اندر ہی بیٹھے رہنے کا مشورہ دیا کیونکہ وہ مسلمان کسی طرح بھی ان پر قادر نہیں آ سکتے تھے۔ بہرحال سب کی متفقہ رائے یہی قرار پائی کہ قلعے میں رہتے ہوئے ہی لڑائی کرنی چاہیۓ لہٰذا رومی قلعے کی دیواروں اور برجوں پر بیٹھ کر پتھراور تیراندازی کرنے لگے۔ اسی طرح کرتے ہوئے ایک دن اور ایک رات گزر گئی۔

ادھر دامس رضی اللہ عنہ بھی اپنی حیلے بازی میں کوشش کرتے رہے۔ اسی طرح کرتے ہوئے سینتالیس 47 دن بیت گئے۔ اس کے بعد دامس رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کرنے لگے:

اے امیر! میں نے یہ حیلہ استعمال کیا مگر میرے ہاتھوں کوئی نتیجہ صادر نہیں ہو سکا۔ اس کام میں تو میں عاجز رہا ہوں، ایک اور تدبیر ہے، میں اس کے بارے میں غور وفکر کرتا ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے ذریعے ضرور مسلمانوں کو دشمنوں کے خلاف کامیابی سے سرفراز فرمائے گا۔

پہلے حیلہ کی ناکامی کے بعد ایک نئی چال

آپ نے پوچھا: کیا تدبیر سوچی ہے؟

انھوں نے کہا: تیس با اعتماد سپاہی میری قیادت میں دیتے ہوئے انھیں حکم دیں کہ میری اطاعت کریں اور جس کام کا بھی انھیں حکم دوں اس میں کسی قسم کا کوئی اعتراض یا مخالفت نہ کریں۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابھی کرتا ہوں۔ پھر آپ نے بہادر قسم کے تیس سپاہی بلائے اور دامس رضی اللہ عنہ کی قیادت میں متعین کر دیئے۔ جب وہ سپاہی اکٹھے ہو گئے تو آپ نے ان سے فرمایا:

اے گروہ مسلم! میں دامس رضی اللہ عنہ کو تمھارا سردار بناتا ہوں اور تمھیں حکم دیتا ہوں کہ ان کی اطاعت کرنا اور ہر حکم بخوشی قبول کرنا۔

میں نے اسے اس لیے سردار نہیں بنایا کہ اس کا حسب ونسب تم لوگوں سے اعلیٰ ہے یا وہ بہادری اور جنگی مہارت کا حامل ہونے میں تم لوگوں سے زیادہ مرتبہ رکھتا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص یہ بات ہرگز نہ کہے کہ میں نے دامس رضی اللہ عنہ کو تم پر سردار مقرر کر کے تمھاری حقارت کی ہے۔ خدا کی قسم! جنگی تدابیر پیش نظر نہ ہوتیں تو سب سے پہلے تم میں سے اس کے ساتھ چلنے والا میں خود ہوتا۔ مجھے اُمید ہے کہ اللہ عزوجل تمھارے ہاتھوں ضرور فتح عطا فرمائے گا۔ سو تم سب اس کے ساتھ جاؤ۔

امیر کا حکم سن کر انھوں نے کہا: ہمیں کوئی شک نہیں کہ آپ ہم لوگوں سے بلند رتبہ کے حامل ہیں اور ہمارے لیے خیر خواہی کے طالب ہیں۔ آپ کا پہلا حکم ہی ہمارے دلوں میں اثر کر چکا ہے، ہم ضرور اس کی تعمیل کریں گے۔ اگر آپ

کسی دوسرے کو بھی ہمارا سردار مقرر کر دیں تو پھر بھی ہم آپ کی اطاعت ہرگز نہیں چھوڑیں گے کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ دین اسلام کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی حفاظت کا ہی ارادہ رکھتے ہیں۔ اطاعت و فرمانبرداری اور تعمیل حکم سب سے پہلے اللہ عزوجل کے لیے ہے، اس کے بعد آپ کے لیے اور اس کے بعد جسے آپ ہمارا سردار مقرر فرما دیں اس کے لیے ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اپنے سپاہیوں کی باتیں سن کر خوش ہوئے اور ان پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے دعائے خیر دی۔

آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل تم پر رحم فرمائے! میرے دل میں اُمید سی پیدا ہو رہی ہے کہ اس نیک غلام کے ہاتھوں اللہ عزوجل ضرور ہمیں اس قلعہ کی فتح نصیب فرمائے گا کیونکہ یہ شخص نہایت باریک بین اور حسن بصیرت کا حامل معلوم ہوتا ہے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ اس کے ساتھ جاؤ، اللہ عزوجل پر بھروسہ کرو اور اس شخص پر بھی اعتماد کرو، ویسے بھی تم لوگ اس بات سے بخوبی واقف ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کو مسلمانوں کے عرب سرداروں اور معزز قبیلوں پر سردار متعین کیا تھا۔

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ دامس رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اے دامس رضی اللہ عنہ! اس کے بعد اب کیا خیال ہے؟

انھوں نے کہا: اسی وقت آپ لشکر کو ساتھ لے کر یہاں سے ایک فرسخ کے فاصلے پر پڑاؤ ڈال لیں۔ پڑاؤ ڈالنے کے بعد آپ اہل لشکر کو حکم دے دیں کہ کوئی شخص بھی ادھر ادھر نہ جائے اور جتنا بھی ہو سکے خود کو لوگوں سے چھپا کر رکھیں یا جن افراد پر آپ کو اعتماد ہو انھیں نصیحت کر دیں کہ وہ ہمارے حالات معلوم کرنے کے لیے ادھر ادھر پھرتے رہیں لیکن کسی دوسرے کو ان کے اور ہمارے معاملے کی خبر نہیں ہونی چاہیے۔ ہاں! ایک بہت ہی اہم بات کہ وہ جاسوس جو ہماری نقل و حرکت کی خبریں لینے کے لیے متعین فرمائیں، ان کے پاس خنجر کے سوا کوئی ہتھیار نہ ہو۔ جس وقت وہ جاسوس ہمارا دشمن پر حملہ کرنا ملاحظہ کر لیں تو فوراً آپ کو خبر پہنچا دیں پھر آپ بھی ان شاء اللہ عزوجل ہمارے ساتھ آ ملیں گے۔

آپ انھیں یہ بھی نصیحت فرما دیں کہ وہ ایک جگہ اکٹھے نہ رہیں۔ میرے خیال میں یہ تدبیر ان کے لیے زیادہ بہتر رہے گی۔ بہرحال اللہ عزوجل تمام امور و اموال میں مدد فرمانے والا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جان لیا کہ دامس رضی اللہ عنہ نہایت ذہین اور صاحب رائے و صاحب بصیرت ہے۔ پھر دامس رضی اللہ عنہ ان ساتھیوں کی طرف متوجہ ہوئے جن پر انھیں سردار مقرر کیا گیا تھا، اور فرمایا:

اے مردانِ عرب! اللہ عزوجل تمھارے اندر برکت فرمائے! لشکر کے کوچ کرنے سے پہلے ہی ہم نکلتے ہیں اور اس

وادی میں کہیں جا چھپتے ہیں تا کہ رومی ہمیں دیکھ نہ سکیں کیونکہ جب لشکر کے کوچ کرنے کا وقت ہوگا تو رومی قلعے کے اُوپر سے ضرور دیکھیں گے۔ اب تم میں سے ہر شخص اپنے ساتھ تلوار، ڈھال اور خنجر کے سوا اپنے پاس کچھ نہ رکھے۔ آپ کے ساتھیوں نے فوراً آپ کے حکم کی تعمیل کی۔

جب تمام کام مکمل کر چکے تو دامس رضی اللہ عنہ نے اپنا جنگی لباس زیب تن کیا اور کپڑوں کے نیچے خنجر رکھ لیا۔ اس کے بعد اپنی جماعت لے کر جلد ہی لشکر سے جُدا ہو گئے۔ اپنے آپ کو چھپاتے ہوئے پہاڑ کی ایک غار میں پہنچے۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے ساتھیوں کو اس میں داخل ہونے کا حکم دیا اور خود اس کے دروازے پر بیٹھ گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ابوالھول دامس رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق مخصوص افراد کو ترتیب دینے کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔ لشکر جب روانہ ہونے لگا تو رومی قلعے کی دیواروں پر چڑھ کر دیکھنے لگے۔ جب انھیں یقین ہو گیا کہ مسلمان کوچ کر رہے ہیں تو انھیں بے حد خوشی ہوئی۔ وہ مسلمانوں پر طرح طرح کی آوازیں کسنے لگے۔

اپنے سردار یوقنا سے عرض کرنے لگے: اے سردار! دروازے کھولنے کا حکم دیجیے تا کہ ہم لوگ عربوں کا پیچھا کریں، شاید کوئی قتل ہو جائیں اور کوئی قیدی بھی بن جائیں لیکن یوقنا نے انھیں ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ اسی طرح سارا دن گزر گیا اور عشاء کا وقت ہو گیا۔

رومیوں کی گرفتاری اور قلعہ کے حالات

دامس رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم میں کون ہے جو قلعے کے پاس جا کر کوئی خبر معلوم کر لائے کیونکہ تم میں سے کوئی جب کسی رومی کو پکڑ کر لے آئے گا تو ہم اس سے قلعے کے اندر کے حالات دریافت کر لیں گے، لیکن دامس رضی اللہ عنہ کو کسی سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ کہنے لگے:

میں جانتا ہوں کہ ایسے معاملے میں ہر شخص جان کا بخیل ہے اور موت کو پسند کرنے والا نہیں۔ میں تمھاری طرف سے کفایت کرتا ہوں۔ خود پر نظر ڈالو! کس طرح چھپا رہے ہو؟ یہ کہتے ہوئے دامس رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو چھوڑتے ہوئے کچھ دیر کے لیے غائب رہے پھر اچانک کسی رومی کافر کو ساتھ لیے ہوئے واپس آئے۔ کہنے لگے:

اسے پکڑو اور اندرون قلعہ کے بارے سوال کرو۔

آپ کے ساتھیوں نے اس سے پوچھا مگر اس کی کوئی بات نہ سمجھ سکے۔ کیونکہ وہ رومی زبان میں بات کر رہا تھا۔

دامس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہیں ٹھہرو! میں ابھی آتا ہوں پھر کچھ دیر کے لیے غائب ہو گئے اور مزید تین رومیوں کو پکڑ لائے لیکن ان میں سے بھی کسی کی بات نہ سمجھ سکے۔

دامس رضی اللہ عنہ نے کہا: لعنت خدا ہو ان سب پر! کتنی گھٹیا زبان ہے۔ یہ کہہ کر چاروں کو رسی سے باندھا اور دوبارہ چلے گئے۔ اس مرتبہ آدھی رات گزر گئی لیکن دامس رضی اللہ عنہ واپس نہ لوٹے۔ آپ کے ساتھیوں کو شدید خطرہ محسوس ہوا اور ذہنوں میں ان کے بارے عجیب وغریب خیالات گردش کرنے لگے۔

ایک نے کہا: میرا خیال ہے کہ اگرچہ دامس رضی اللہ عنہ ذہین فطین ہے لیکن یا تو وہ شہید ہو گئے ہیں یا گرفتار ہو گئے ہیں۔ اسی طرح وہ ایک دوسرے سے گفتگو کرنے لگے۔ اس کے بعد انھوں نے ابھی لشکر کی طرف واپس لوٹنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ دامس رضی اللہ عنہ ایک رومی کو پکڑے ہوئے واپس آ رہے ہیں۔ سب لوگ ان کے لیے کھڑے ہوئے۔ ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور تاخیر کا سبب دریافت کرتے ہوئے کہنے لگے: اے دامس رضی اللہ عنہ! آپ کی تاخیر نے تو دلوں پر مصیبتیں ڈال دی تھیں، ہم بے حد بے قرار ہو چکے تھے۔

انھوں نے جواب دیا: جب میں تم سے جُدا ہو کر قلعے کی طرف چلا تو وہاں پہنچ کر میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ رومی فوجی دیوار کے اُوپر چلتے پھرتے محسوس ہوئے۔ رومی زبان میں باتیں کر رہے تھے جنھیں میں قطعاً نہ سمجھ سکا لیکن میں وہیں چھپا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ کہیں سے کوئی عربی بولنے یا سمجھنے والا مل جائے لیکن کوئی ایسا شخص نہ مل سکا جو عربی تکلم کر سکتا ہو۔ بہر حال مایوس ہو کر واپس لوٹنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ اچانک سخت چیخ کی آواز سنائی دی جو دیوار کے اُوپر سے آتی محسوس ہوئی۔ میں جلدی سے اس کی طرف دوڑا تا کہ دیکھوں تو سہی کہ آخر ماجرا کیا ہے؟ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہاں ایک آدمی گرا ہوا تھا جس نے قلعے کی دیوار سے خود کو گرایا تھا۔ میں نے اس شخص کو پکڑا اور اپنے ساتھ لے آیا۔ دیکھو یہ تمھارے سامنے ہے، اب اس سے پوچھو کہ یہ کون ہے؟

آپ کے ساتھی اس شخص کے قریب آئے اور اس سے مخاطب ہوئے لیکن اس شخص کی بھی کوئی بات نہ سمجھ سکے۔

دامس رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے خیال میں کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے کہ یہ شخص بھاگ کر اپنی قوم سے نکلا تھا لیکن مصیبت یہ ہے کہ وجہ دریافت کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اس کی زبان جانتا ہو۔ بہر حال تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں ابھی کوئی ایسا شخص پکڑ کر لاتا ہوں، جو عربی بولنا جانتا ہو۔ پھر جلدی سے دامس رضی اللہ عنہ وہاں سے نکلے اور کچھ ہی دیر کے بعد ایک اور رومی کو پکڑ لائے۔ آپ نے اس کی گردن میں اپنا عمامہ ڈالا ہوا تھا اور اسے کھینچتے ہوئے لا رہے تھے۔ ساتھیوں کے پاس پہنچے تو انھوں نے پوچھا: شہر حلب کا باشندہ ہے یا قلعے کے محاصرین سے ہے؟

دامس رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے پوچھا: بولو! رومیوں میں سے ہو یا عربی نصرانیوں میں سے؟

اس نے جواب دیا: میں عربی نصرانی ہوں۔ آپ نے اس سے پوچھا: اگر تم ہمیں قلعے کے اندر کوئی خبر دے دو یا کوئی ایسا راستہ بتا دو جس کے ذریعے اندر جانا ممکن ہو، تو ہم تمھیں آزاد کر دیں گے اور کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں دیں گے۔

وہ شخص بولا: مسیح کی قسم! اول تو میں اس بارے میں کوئی علم ہی نہیں رکھتا نہ اندر کے حالات کا اور نہ کسی راستے کا بصورت دیگر اگر معلوم بھی ہو تو مسیح کی قسم! میں کبھی بھی تمھاری راہنمائی نہیں کر سکتا۔

دامس رضی اللہ عنہ کو اس کی ہٹ دھرمی دیکھ کر غصہ آ گیا۔ آپ نے اس سے کہا کہ ان قیدیوں سے پوچھو کہ تم میں سے کوئی ایسا شخص تو نہیں جو ہماری امان میں آ چکے ہیں کیونکہ شہر حلب والوں اور ہمارے درمیان صلح ہو چکی ہے۔

اس نے جواب دیا: ان میں کوئی بھی اہل ایمان والوں سے نہیں ہے بلکہ سارے اہل قلعہ سے متعلق ہیں اور میں سب کو جانتا ہوں۔

پھر دامس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص سے پوچھو کہ اس نے خود کو دیوار سے کیوں گرایا تھا۔ آخر اس کی وجہ کیا تھی؟

نصرانی نے اس سے پوچھا اور بتایا۔ یہ شخص کہتا ہے کہ اہل حلب کی تمھارے ساتھ صلح پر یوقنا کو بہت غصہ تھا، وہ اہل شہر کو مختلف قسم کی دھمکیاں دیتا رہتا۔ جس وقت لشکر اسلام کوچ کر کے چلا گیا تو اس نے شہر کے معزز رؤسا کو قلعے میں جمع ہونے کا حکم دیا۔ اس شخص کا کہنا ہے کہ یہ بھی ان رؤسا میں شامل تھا۔ یوقنا نے ہم سے اس قدر مال طلب کیا جسے ادا کرنے کی ہم طاقت نہیں رکھتے تھے، جب میں نے محسوس کیا کہ معاملہ سنگین ہو رہا ہے تو خلاصی پانے کے لیے میں وہاں سے بھاگا اور دیوار سے چھلانگ لگا دی۔ انجام کی مجھے کوئی پرواہ نہ رہی، اس کے بعد مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ اب جبکہ مجھے ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ تمھارے قبضے میں ہوں۔ بہر حال میرا تعلق اہل پناہ (اہل حلب) سے ہے۔ اگر تو تم لوگ عرب والے ہو تو میں تمھارے ذمہ وامان میں ہوں مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ دینا اور اگر اہل عرب نہیں ہو تو جتنا مال چاہے بطور فدیہ لے لو اور مجھے چھوڑ دو کیونکہ اگر سزا ہی لینا ہوتی تو میں قلعے سے کبھی نہ بھاگتا۔

ترجمہ کرنے والے نصرانی کی یہ باتیں سن کر دامس رضی اللہ عنہ نے کہا:

اس شخص سے کہو کہ ہم عرب والے ہی ہیں اور تمھیں کچھ نہیں کہیں گے۔ تمھیں خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

پھر دامس رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ حلبی کو بھی وہ منظر دکھا دے جو وہ اپنے دشمنوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ پھر آپ نے قیدیوں کو ایک طرف علیحدہ کر کے سب کی گردنیں اڑا دیں جبکہ حلب کے باشندے کو چھوڑ دیا۔ اس کارروائی کے بعد یہ لوگ کچھ دیر تورات کی تاریکی میں کھڑے رہے، پھر دامس رضی اللہ عنہ نے اپنے تھیلے میں سے بکرے کی کھال نکالی اور اپنی پشت پر ڈالی۔ اس کے بعد ایک بوسیدہ ہڈی نکال کر کہنے لگے: اللہ عزوجل کا نام لے کر اس سے مدد طلب کرو اور اس پر بھروسہ رکھو نیز بالکل تیار ہو جاؤ۔ قلعہ فتح کرنے کی تدبیر جو میرے ذہن میں ہے، اسے اب میں استعمال میں لانے والا ہوں اِنْ شَاءَ اللّٰہ۔

آپ کے ساتھیوں نے کہا: اللہ عزوجل کی برکتوں کا نزول ہو چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ پھر سب ساتھی جلدی جلدی قلعے کی طرف روانہ ہو گئے۔

دامس رضی اللہ عنہ نے دو ساتھیوں کو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ یہ خبر دے دیں کہ فجر طلوع ہوتے ہی شہسواروں کو قلعے کی طرف بھیج دیں۔ دونوں ساتھی پیغام لے کر چلے گئے۔ دامس رضی اللہ عنہ اپنی پشت پر کھال ڈالے ہوئے جانور کی طرح ہاتھ پاؤں کی چار ٹانگیں بنائے چلنے لگے جبکہ آپ کے ساتھی آپ کے پیچھے پیچھے تھے۔ دامس رضی اللہ عنہ جب کوئی آہٹ محسوس کرتے تو ہڈی نکال کر اسے کھانا شروع کر دیتے جس طرح کوئی کتا ہڈی چباتا ہے۔ اس وقت آپ کے ساتھی خود کو پتھروں میں کہیں چھپا لیتے۔ اسی طرح کرتے کرتے سب لوگ قلعے کی دیوار کے قریب جا پہنچے۔

پہرے داروں کی آوازیں دیوار کے اُوپر سے سنائی دے رہی تھیں۔ پہرہ بھی کافی سخت کیا ہوا تھا۔

دامس رضی اللہ عنہ دیوار کے پاس پاس ادھر ادھر گھومتے رہے یہاں تک کہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سے کوئی آہٹ یا آواز محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ جب اچھی طرح محسوس کیا تو معلوم ہوا کہ اس جگہ پہرے دار سوئے پڑے ہیں اس کے علاوہ بھی یہ جگہ باقی دیوار کی نسبت ذرا نیچی تھی۔ دامس رضی اللہ عنہ نے کہا:

تم لوگ اس دیوار کی بلندی اور بناوٹ سے اچھی طرح واقف ہو چکے ہو۔ دوسری طرف سخت پہرے اور رومیوں کی بیداری بھی ملاحظہ کر چکے ہو تمھارے خیال میں اب ہمیں کیا کرنا چاہیے کہ ہم دیوار عبور کر کے قلعے کے اندر پہنچ سکیں؟

انھوں نے جواباً کہا: اے دامس رضی اللہ عنہ! امیر لشکر نے آپ کو ہم پر سردار متعین کیا ہے۔ آپ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کیا کرنا چاہیے: ہم لوگ تو آپ کے سامنے حاضر ہیں۔ آپ مسلمانوں کی خیر خواہی میں حریص ہیں لہٰذا اپنی سوچی ہوئی تدبیر کے بارے میں ذرا بھر تاخیر سے کام نہ لیں۔

خدا کی قسم! بغیر کسی فائدے کے واپس لوٹ جانے سے بہتر یہ ہے کہ ہم قتل کر دیئے جائیں اور ہماری روح ہمارا ساتھ چھوڑ جائے۔ ہم لوگ تلواروں کے سائے میں، اطاعت خداوندی اور دین اسلام کی سربلندی کی خاطر مر مٹنے کے لیے تیار ہیں۔

دامس رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور دشمنوں پر فتح کی اُمید پختہ کرتے ہوئے کہا: اگر تمھاری یہی نیت ہے تو اس جگہ اکٹھے ہو جاؤ۔

حضرت دامس رضی اللہ عنہ کا اپنے ساتھیوں سمیت قلعہ عبور کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس وقت دامس رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی تعداد اٹھائیس تھی۔ کیونکہ دو ساتھیوں کو دامس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس یہ کہنے کے لیے بھیجا تھا کہ صبح ہوتے ہی لشکر روانہ کر دیں۔

دامس رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: کیا تم میں سے کوئی شخص اس قلعے کو عبور کرنے کی طاقت رکھتا ہے؟

آپ کے ساتھیوں نے جواب دیا: ہرگز نہیں، اے ابو الھول! ہم دیوار کس طرح عبور کر سکتے ہیں کیونکہ ہمارے

پاس کوئی سیڑھی وغیرہ بھی نہیں ہے کہ جس کے ذریعے دیوار کی بلندی تک پہنچ سکیں۔

دامس رضی اللہ عنہ نے کہا: یہیں ٹھہرو! میں کچھ کرتا ہوں۔ پھر انھوں نے اپنے ساتھیوں میں سے سات طاقتور شیروں جیسے افراد منتخب کئے اور اگر ان پر سات افراد جتنا وزن ڈال دیا جائے تو ان پر گراں نہ گزرتا۔ پھر آپ زمین پر اکڑوں بیٹھ گئے اور ایک سے کہا:

جس طرح میں بیٹھا ہوں اسی طرح تم بھی دیوار کا سہارا لیتے ہوئے میرے کندھوں پر بیٹھ جاؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ نے دوسرے کو بھی اسی طرح کرنے کا حکم دیا۔ اسی طرح کرتے کرتے سب ایک دوسرے کے اُوپر دیوار کا سہارا لیتے ہوئے بیٹھتے گئے حتیٰ کہ جب آٹھوں افراد اسی طرح بیٹھ گئے تو دامس رضی اللہ عنہ نے سب سے اُوپر والے شخص کو کھڑا ہونے کا حکم دیا اور یہ بھی کہا کہ دیوار کا سہارا لیے رکھے، پھر دوسرا کھڑا ہوا، اس کے بعد تیسرا، پھر چوتھا پھر پانچواں پھر چھٹا اسی طرح سب کھڑے ہو گئے اور دیوار کا سہارا لیتے رہے۔ پھر جب دامس رضی اللہ عنہ بھی کھڑے ہوئے تو سب سے اُوپر والا دیوار کی بلندی تک پہنچ گیا۔

وہ جلدی سے دیوار پر چڑھ گئے۔ اس جگہ انھوں نے ایک پہرے دار کو دیکھا جو نشے میں دھت سویا ہوا تھا۔ انھوں نے اس پہرے دار کو ہاتھ پاؤں سے پکڑ کر نیچے گرا دیا۔ اس کا نیچے گرنا ہی تھا کہ آپ کے ساتھیوں نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور جسم کے اعضا ادھر ادھر چھپا دیئے۔ اس کے بعد انھوں نے پھر مزید دو پہرے دار دیکھے، وہ بھی نشے میں مخمور سوئے پڑے تھے۔ انھوں نے ان دونوں کو بھی اپنے خنجر سے ذبح کر کے نیچے پھینک دیا پھر انھوں نے اپنا عمامہ دیوار سے نیچے لٹکایا اور ایک ساتھی کو اُوپر کھینچ لیا، پھر دامس رضی اللہ عنہ نے ایک رسی انھیں دی تو ایک ایک کر کے سارے ساتھیوں نے دیوار عبور کی۔ سب سے آخر میں ابوالھول نے دیوار عبور کی۔ ابوالھول دامس رضی اللہ عنہ نے دیوار عبور کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں قلعے کی خبر معلوم کر کے آتا ہوں اور باہر نکلنے کا کوئی راستہ بھی تلاش کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر آپ قلعے کے وسط میں یوقنا کے گھر کے پاس پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ یوقنا کی قوم کے سردار اور اکابر بیٹھے ہوئے تھے ان کے آگے شراب کے جام لگے ہوئے تھے۔ یوقنا ان سب کے درمیان میں سونے سے کشید کئے ہوئے ریشمی کپڑوں کے بنے ہوئے بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ قیمتی موتیوں اور جواہرات سے مرصع لباس میں ملبوس تھا۔ باقی قوم کھانے پینے میں مصروف تھی۔ کستوری وعنبر کی خوشبوئیں ہر طرف پھیل رہی تھیں۔

دامس رضی اللہ عنہ نے جب سارے حالات ملاحظہ کر لیے تو اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور کہنے لگے: یاد رکھو! قوم اتنی زیادہ ہے کہ اگر ہم مل کر بھی حملہ کر دیں تب بھی ہم ان کی کثرت تعداد کی وجہ سے قطعاً غالب نہیں آسکتے بلکہ اس وقت ہم

انھیں اسی حال میں چھوڑتے ہیں۔ سحری کے وقت ہم مل کر یوقنا اور اس کی قوم پر حملہ بول دیں گے اور لڑنا شروع کریں گے اگر ہم کامیاب ہو گئے اور اللہ عزوجل نے انھیں ہمارے ہاتھوں ذلیل کر دیا تو یہی ہماری خواہش ہے جس میں ہم کامیاب ہوں گے بصورت دیگر اگر ہم فتح یاب نہ ہو سکے تو چونکہ صبح کا وقت بھی ہو چکا ہو گا اور ہمارے دو ساتھیوں نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع بھی دے دی ہو گی لہٰذا وہ ادھر سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ہماری طرف بھیج دیں گے۔ ان شاء اللہ عزوجل۔

آپ کے ساتھیوں نے کہا: ہم لوگ کسی معاملے میں آپ کی مخالفت نہیں کر سکتے ہم اس قلعے میں آپ کے ساتھ ہیں ویسے بھی ہمیں صدق جہاد، عزم اور شدید قوت کا مظاہرہ کر کے ہی نجات حاصل ہو سکتی ہے۔ دامس رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ یہیں ٹھہرو، میں کوشش کرتا ہوں، شاید اللہ عزوجل دروازہ کھولنے کا کوئی سبب بنا دے۔

حضرت دامس رضی اللہ عنہ کا قلعے کے دروازوں کو کھولنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قلعے کے دو دروازے تھے اور ان دونوں کے درمیان ایک دہلیز تھی۔ دروازے پر مقرر دونوں پہرے دار سوئے ہوئے تھے جبکہ باقی لوگ بھی ان کے پاس نیند کے خراٹے لگا رہے تھے۔
دامس رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور پہرے دار نیندوں کی دنیا میں گم ہیں۔ لہٰذا آپ جلدی سے آگے بڑھے اور انھیں ذبح کر ڈالا۔ اس کے بعد دونوں دروازے کھول دیئے پھر ان دونوں مرداروں کو وہیں چھوڑا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آئے۔ صبح کا وقت بھی تقریباً ہو ہی چکا تھا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:
مبارک ہو! میں دونوں دروازے کھول آیا ہوں اور اس کے اُوپر مقرر کئے گئے پہرے داروں کا بھی کام تمام کر آیا ہوں۔ تم لوگ جلدی سے دروازے کے پاس پہنچو اور وہیں جمع رہنا۔ باقی رہا یوقنا کی قوم کا مسئلہ تو دیکھنا کس طرح وہ ہماری تلواروں کا شکار بنتے ہیں۔

حضرت دامس رضی اللہ عنہ کا یوقنا کی قوم پر حملہ کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: دامس رضی اللہ عنہ نے اپنے پانچ ساتھیوں کو بھیجا کہ وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنا دیں۔ دامس رضی اللہ عنہ اور ان کے باقی ساتھی یوقنا کے گھر کی طرف چل دیئے۔ قریب پہنچ کر انھوں نے زوردار آواز لگائی۔ آواز قلعے کے گرد و نواح میں گونجنے لگی۔ پھر آپ جلد ہی دروازے کے پاس پہنچے اور ہر ایک اپنی جگہ سنبھل کر کھڑا ہو گیا دیکھتے ہی دیکھتے رومیوں کے سپاہی نکلنے لگے۔ رومی آپس میں سرگوشی کرنے لگے کہ مسلمانوں کا یہ حیلہ کس طرح پورا ہو گیا؟
یوقنا سامنے آیا اور اس نے حکم دیا کہ انھیں چاروں اطراف سے گھیر لو۔ اس وقت مسلمانوں نے یک زبان ہو کر

''اللہ اکبر'' کا نعرہ بلند کیا تو رومیوں کو یوں محسوس ہوا کہ ان کا قلعہ مسلمانوں سے بھرا ہوا ہے۔

ابن اُوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس دن دامس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور خوب بہادری سے لڑا۔ مسلمان بہادر شیر کی طرح اپنی جواں مردی کے جوہر دکھا رہے تھے لیکن اس دن سب سے زیادہ طاقت اور قوت کا مظاہرہ کرنے والے دامس رضی اللہ عنہ تھے۔ لڑائی کے بعد ہم نے ان کے جسم پر تہتر زخم دیکھے۔ سارے زخم ہی جسم کے سامنے والی طرف تھے۔ کہتے ہیں:

بہرحال اس وقت ہماری لڑائی انتہائی سخت قسم کی تھی۔ ہم بڑھ بڑھ کر ایک دوسرے کی طرف سے رُومیوں کو دفع کر رہے تھے۔ ہمارے چار ساتھی اس روز شہید ہوئے جن کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

اُوس بن عامر حذمی، ان کا تعلق بنوحذام سے تھا۔ ابو حامد بن سراقہ حمیری، فارع بن میسّب تمیمی اور فزارہ بن مراد عوفی رحمہم اللہ اجمعین.

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دامس رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے پہنچنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مجھے نوفل بن سالم نے اپنے دادا غویلم بن حازم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ جنگ قلعہ حلب والے روز وہ (یعنی غویلم) بھی دامس رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اولاً جو ہمارے ساتھی شہید ہوئے تھے، پھر ملاعب بن مقدم بن عدوہ حضرمی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے۔ ملاعب بن عدوہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حدیبیہ اور تبوک میں شامل رہے۔ ان کے علاوہ مرارہ بن ربیعہ عامر اور ہلال بن امیہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے بھتیجے تھے، جنھیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا، وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس وقت ہمارے اوپر جو مصائب کے پہاڑ ٹوٹے، وہ ہم ہی جانتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم کل بیس ساتھی باقی بچ گئے، پانچ ہزار رومی جوش انتقام میں آہنی دیوار بنے ہمارے سامنے کھڑے تھے۔

غویلم فرماتے ہیں ہم زندگی سے بالکل مایوس ہو چکے تھے کہ اچانک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ لشکر لے کر قلعے میں داخل ہوئے اس وقت ہم لوگ انتہائی مشکل میں گرفتار زور کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر قلعے میں داخل ہوئے تب جا کر رومیوں کا زور ہمارے اُوپر سے کم ہوا۔

حضرت اُوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب ہم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مع لشکر کے دیکھا تب ہمارے دلوں سے رومیوں کی شدت کا اثر ختم ہوا۔ اس وقت مسلمانوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ اور ان جیسے دوسرے بہادر رومیوں کی گردنیں اڑاتے ہوئے قلعے میں داخل ہوئے۔ جب رومیوں نے دیکھا کہ اب ان میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رہی تو ہتھیار ڈال کر ''الغوث الغوث'' (پناہ پناہ) کی آوازیں لگانے لگے۔

جب انھوں نے اپنے ہاتھ جنگ سے کھینچ لیے تو مسلمانوں نے بھی جنگ بندی کر دی۔ اسی دوران حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بقیہ لشکر لے کر پہنچ گئے۔ مسلمانوں نے انھیں بتایا کہ رومی امان طلب کر رہے ہیں اور مسلمانوں نے بھی آپ کے بذات خود تشریف لے آنے یا حکم نامہ بھیجنے تک جنگ بندی کر دی ہوئی ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانوں نے موافقت و ہدایت کی راہ اختیار کی، کتنی اچھی خبر ہے؟

قلعہ حلب کی فتح اور یوقنا کا اسلام قبول کرنا

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے رومی مرد و زن کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب سب حاضر ہو گئے تو آپ نے ان پر دعوت اسلام پیش کی۔ اولین اسلام قبول کرنے والوں میں حلب کا سردار یوقنا اور اس کی قوم کے رؤسا تھے۔ راوی فرماتے ہیں:

پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کا مال واسباب اور اہل وعیال ان کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد دیگر کام کاج کرنے والوں کے خون معاف کر دیئے اور کسی کو بھی قیدی نہ بنایا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے رعایا سے وعدہ لیا کہ شہر حلب والوں کی طرح تم لوگ بھی اہل مصالحت میں آ چکے ہو اور اب جزیہ ادا کیا کرو گے۔ پھر آپ نے انھیں قلعے سے باہر نکال دیا۔

اس کے بعد مسلمانوں نے قلعے میں موجود سونا چاندی اور انھیں کے بنے ہوئے برتن نکالے۔ جن کی تعداد بے شمار تھی۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے تمام مال کا خمس بیت المال کے لیے علیحدہ کر کے بقیہ مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

دامس رضی اللہ عنہ کی بہادری، حیلہ بازی اور عجیب وغریب کارنامے لوگوں میں مشہور ہو گئے۔ آپ چونکہ شدید زخمی تھے، تو لوگوں نے آپ کا علاج معالجہ کیا بہرحال بہت جلد ہی آپ صحت یاب ہو گئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو مال غنیمت میں سے دو حصے عنایت فرمائے۔ اس کام سے فراغت کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے امراء واکابرین کو طلب فرمایا اور آئندہ کارروائی کرنے کے لیے مشورہ طلب فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل جو لائق حمد ہے۔ اس نے اہل قلعہ والوں پر مسلمانوں کو فتح نصیب فرما دی اب اس کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں جس کے بارے ہم خوف زدہ ہوں۔ تو کیا اب ہمیں انطاکیہ کا قصد کرنا چاہیے؟ کیونکہ وہی دارالحکومت اور تخت نشین کا مرکز ہے نیز ہرقل بادشاہ اپنی بقیہ رومی فوج کے ساتھ وہیں پر مقیم ہے۔ تمھاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟

یوقنا کے ایمان لانے کا عجیب واقعہ

یوقنا بھی وہیں پر بیٹھا ہوا تھا، وہ فصیح عربی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے کہنے لگا: اے امیر لشکر! اللہ عزوجل نے آپ

لوگوں کی مدد فرمائی اور دشمنوں پر فتح نصیب فرمائی۔ آپ کا دین ہی دین قویم ہے، آپ کا راستہ صراط مستقیم ہے اور آپ کے نبی کا تذکرہ انجیل مقدس میں مشہور ہے۔ آپ کے نبی ﷺ ہی وہ نبی ہیں جن کی بشارت حضرت مسیح علیہ السلام بھی دیا کرتے تھے۔ اس میں کوئی شک وشبہ والی بات نہیں کہ وہ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے تھے۔ وہ نبی ﷺ کریم تھے اور یتیم بھی تھے کہ جن کے والدین وفات پا گئے تو ان کے دادا نے ان کی پرورش کی۔ دادا کے بعد ان کے چچا نے ان کی کفالت کی، کیا اسی طرح ہوا یا نہیں؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! بالکل اسی طرح ہے مگر اے یوقنا! تُو تو یہ سب جانتا ہے پھر بھی کل تک تو تیرا جنگ کرنے کا ارادہ تھا اور تیری خواہش تھی کہ ہمارے لشکر کو توڑ دے نیز ہر قسم کے راستے روکتا رہا اور آج تُو اس طرح اقرار کر رہا ہے؟ اس کے علاوہ مجھے یہ خبر بھی پہنچی تھی کہ تمھیں عربی زبان نہیں بولنا آتی لیکن اب تجھے عربی زبان کس نے سکھا دی؟۔

حضرت یوقنا کا خواب

یوقنا کہنے لگا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ اے امیر! آپ یقیناً تعجب کا شکار ہوں گے کہ یہ سب کیسے ہو گیا؟
آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا: ہاں! مجھے تعجب ہے۔
یوقنا کہنے لگے: اے امیر لشکر! میں کل یہی آپ لوگوں کے معاملے میں انتہائی غور وفکر کر رہا تھا کہ آپ لوگ کس طرح ہمارے قلعے کے اندر پہنچ گئے اور ہم پر فتح حاصل کر لی حالانکہ ہماری قوم بھی آپ کے لشکر سے کمزور نہ تھی۔ میرے دل میں یہی وسوسہ جاری تھا کہ مجھے نیند آ گئی۔ پھر میں نے ایک بابرکت ہستی کی زیارت کی جن کے چہرے کی چمک چاند سے کہیں زیادہ تھی اور جن کی خوشبو، کستوری وعنبر سے کہیں زیادہ۔ ان کے ساتھ ایک جماعت بھی تھی، میں نے لوگوں سے اس مبارک ہستی کے بارے پوچھا تو کسی نے کہا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ اگر یہ سچے نبی علیہ السلام ہیں تو میں اپنے رب سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے عربی زبان بولنا سکھا دے۔ انھوں نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا:

''اے یوقنا! میں ہی وہ محمد (ﷺ) ہوں جن کی بشارت مسیح علیہ السلام نے دی تھی۔ میرے بعد اب کوئی نبی معبوث نہیں ہوگا۔ اگر تُو چاہتا ہے تو اس بات کا اقرار کر لے کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں۔''
یوقنا فرماتے ہیں: میں نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پکڑے اور انھیں بوسہ دیتے ہوئے آپ ﷺ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کر لیا۔ جب میں بیدار ہوا تو میرے منہ سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ یہ اسی رات کی بات ہے جب بیدار ہوا تو عربی گفتگو کرنا سیکھ چکا تھا۔

پھر میں اس وقت اپنے بھائی یوحنا کے کتب خانے میں گیا اور بعض کتابوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کی صفات موجود پائیں۔ جب میں نے کتابوں کا مطالعہ کیا تو بعینہٖ وہی صفات جو میں نے خواب میں ملاحظہ کیں، وہی صفات کتابوں میں بھی مذکور تھیں۔ اس کے علاوہ یہ بھی پڑھا کہ مخلوق میں لائق بغض مخلوق یہود ہوں گے، کیا اسی طرح ہے یا نہیں؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! ایسے ہی ہے: یہود ہی سب سے زیادہ شدت طلب قوم ہے، جو ہر وقت ہماری طلب میں سرگرم رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ اب اللہ عزوجل نے اپنے فضل خاص سے ان پر کامیابی عطا فرمائی ہے۔ اسی کے فضل سے ہم لوگ ان کے شہروں کے مالک بنے اور ان کے بہادروں کو مار گرایا۔

یوقنا کہنے لگے: میں نے آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے جملہ اوصاف کی خبریں موجود پائیں ان میں یہ بھی تھا کہ اللہ عزوجل انھیں اپنے ساتھیوں، دیگر مسلمانوں اور یتیموں، مسکینوں کے بارے میں وصیت فرمائے گا، کیا اسی طرح ہے؟

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! اسی طرح ہے۔ اپنے ساتھیوں کے متعلق تو اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کو یوں وصیت فرمائی:

﴿ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾

''اور اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے پیرو مسلمانوں کے لیے۔''[1]

یتیموں مسکینوں کے بارے میں یوں ارشاد فرمایا:

﴿ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ؕ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ؕ ﴾

''تو یتیم پر دباؤ نہ ڈالو اور منگتا کو نہ جھڑکو۔''[2]

آیت ﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا﴾ کی تفسیر

یوقنا کہنے لگا: اللہ عزوجل کے اس مبارک ارشاد کا کیا مطلب ہے؟

﴿ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ص ﴾

''اور تمھیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔''[3]

حالانکہ آپ تو اپنے رب کے ہاں بہت کریم ہیں پھر وصف ضلالت سے منسوب کرنے کے کیا معنیٰ ہیں؟

---

[1] پارہ 19، الشعراء 215، ترجمہ کنزالایمان

[2] پارہ 30، الضحیٰ 9-10، ترجمہ کنزالایمان

[3] پارہ 30، الضحیٰ 7، ترجمہ کنزالایمان

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے یوقنا کو بتایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ:

"وَجَدْ نَاكَ ضَالًّا فِیْ تِیْہِ صُحْبَتِنَا فَهَدَ یْنَاكَ اِلٰى مُشَاهَدَتِنَا وَاَیْضًا سَهَّلَ لَكَ الْوُصُوْلَ اِلٰى سُبُلِ الْمُكَاشَفَةِ وَوَفَّقَكَ لِلْوُقُوْفِ فِیْ مَقَامِ الْمُشَاهَدَةِ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فِیْ بِحَارِ الطَّلَبِ عَلٰى مَرْكَبِ الْعَطْبِ فَهَدَاكَ اِلٰى سَوَاحِلِ الْحَقِّ وَقَرَّبَكَ اِلٰى ظِلِّ حَقَائِقِ الصِّدْقِ لِتَكُوْنَ بِقَلْبِكَ مَائِلًا عَنِ الْاَغْیَارِ"

"ہم نے تجھے اپنی محبت کی وادی میں گم پایا تو اپنے مشاہدہ کی طرف تیری رہنمائی کی اور مکاشفہ کے راستوں کی طرف پہنچنے میں تیرے لیے آسانی پیدا فرما دی اور مقام مشاہدہ میں ثابت قدم رہنے میں تجھے توفیق دی۔ ہم نے تجھے اپنی جستجو کے سمندر میں تلاش کی کشتی میں سرگرداں پایا تو حق کے کناروں کی طرف تیری رہنمائی کی اور سچائی کی حقیقتوں کے سائے کی طرف تجھے قرب بخشا تاکہ تیرا دل اغیار کی محبت سے پاک ہو جائے۔"

اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنے محبوب حقیقی سے ملاقات و وصال کی گھڑیوں کے شوق میں تجھے متفکر پایا، اب تک نہ تو تمھارے پاس کوئی خبر پہنچی تھی اور نہ کوئی ایسی علامت تھی جو تجھے محبوب حقیقی تک پہنچا دے، تب ہم نے اپنی رضا کے راستوں کو تجھ پر واضح کر کے کھول دیا اور پھر ان کشادہ راستوں پر تجھے چلا دیا۔"[1]

اے یوقنا! کیا تجھے علم نہیں کہ مومن کے نزدیک علم سے بڑھ کر اور کوئی خزانہ بہتر نہیں، حکمت سے بڑھ کر کوئی بہتر سرمایہ، دین سے بڑھ کر کوئی حسب، عقل سے بڑھ کر کوئی زیور، تقویٰ سے بڑھ کر کوئی زیادہ معزز، نفسانی خواہشات کے ترک کرنے سے بڑھ کر کوئی زیادہ شرافت و بزرگی، صبر سے بڑھ کر کوئی زیادہ نیکی، تکبر سے بڑھ کر کوئی زیادہ بُرائی، نرمی اور مہربانی سے بڑھ کر کوئی زیادہ نرم دوا، خوف سے زیادہ کوئی تکلیف دہ چیز، حق سے بڑھ کر کوئی عادل قاصد، صدق سے بڑھ کر کوئی زیادہ واضح دلیل، طمع و لالچ سے بڑھ کر کوئی ذلیل و حقیر چیز، طلب حصول مال سے بڑھ کر بدترین بے نیازی، صحت و تندرستی سے بڑھ کر کوئی زیادہ اچھی بہتر زندگی، عفت و پاکدامنی سے زیادہ بہتر کوئی لباس، خشوع و خضوع سے بڑھ کر کوئی زیادہ عبادت، قناعت سے افضل کوئی زہر، خاموشی سے زیادہ محافظ اور موت سے زیادہ کوئی پوشیدہ چیز قریب نہیں ہے۔

[1] مذکورہ آیت کا ترجمہ مختلف مکاتب فکر کے علماء نے کیا تو کسی نے نبی کو "بے خبر" لکھا، کسی نے "راہ بھولا ہوا" جبکہ بریلی کے امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ اوپر والے مضمون سے ملتا جلتا یوں کیا: "اور تمھیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔" (ترجمہ کنزالایمان) کیا خوب ترجمہ ہے۔ اللہ عزوجل ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے (مترجم عفی عنہ)

یوقنا نے جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی باتیں سنیں تو ان کا چہرہ خوشی کے مارے چمکنے لگا اور وہ کہنے لگے: یہی سب کچھ میں نے اپنے بھائی، یوحنا کی کتابوں میں بھی پڑھا ہے اور یہی ساری باتیں تورات وانجیل میں بھی مذکور ہیں۔ یہ کہتے ہوئے یوقنا سجدے میں گر گیا اور بارگاہِ الٰہی میں سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے زمین کو چوما اور کہا: ''تمام تعریفیں اس ذات باری کے لیے ہیں جس نے مجھے اس دین اسلام کی طرف ہدایت بخشی۔ خدا کی قسم! آج سے میرے دل میں اس دین کی محبت پختہ ہو چکی ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہی دین، دین قویم ہے۔ اب سے میں اللہ عزوجل کے راستے میں ایسے ہی لڑوں گا جس طرح آج سے پہلے اطاعت شیطان میں لڑتا رہا ہوں۔

خدا کی قسم! میں اس وقت تک دین اسلام کی مدد کرتا رہوں گا جب تک کہ اپنے بھائی یوحنا کے ساتھ نہ جا ملوں۔ یہ کہنے کے بعد یوقنا زار وقطار رونے لگے خصوصاً اپنی اس غلطی پر جو اس نے اپنے بھائی یوحنا کو شہید کرنے میں کی تھی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ اللہ عزوجل نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے متعلق فرمایا:

﴿ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ ﴾

''آج تم پر کچھ ملامت نہیں، اللہ تمھیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔''[1]

پھر یوقنا سے فرمانے لگے: تمھارا بھائی یوحنا، جنت کی حوروں کے ساتھ مقام علیین پا چکا ہے۔ تم نے بھی اسلام قبول کر کے گناہوں سے اس طرح پاکی حاصل کر لی ہے گویا ابھی تیری ماں نے تجھے جنم دیا ہو۔

یہ سن کر یوقنا اور زیادہ روئے اور کہنے لگے: میں تمام مسلمانوں کو گواہ بناتا ہوں کہ جب بھی راہ خدا میں جہاد کے لیے نکلوں گا اور رضا الٰہی کی خاطر دشمنوں سے لڑوں گا تو اس کام کا ثواب میرے بھائی یوحنا کے نامہ اعمال میں بھیجوں گا۔ اب میں راہ خدا میں ضرور لڑوں گا اور ماضی میں کیے ہوئے اعمال معاف کرانے کی کوشش کروں گا۔

قلعہ عزاز کی طرف پیش قدمی

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم لوگ آئندہ کے لیے کاروائی کرنے کا مشورہ کر رہے تھے، اب تم ہی بتاؤ کہ ہمیں کس طرف کا رُخ کرنا چاہیے؟

یوقنا نے جواب دیا: اے امیر لشکر! جناب کو واضح ہو کہ قلعہ عزاز ایک مضبوط و مستحکم قلعہ ہے۔ اس کی فوج بھی نہایت بہادر ہے۔ اس کے علاوہ مال وزر کی بھی بہتات ہے۔ وہاں کا والی میرا چچا زاد بھائی ہے جس کا نام دراس بن جوفناس ہے۔ وہ بہت طاقتور اور بلند ہمت شخص ہے۔

[1] پارہ 13، یوسف 92، ترجمہ کنزالایمان

اس کے علاوہ وہ نیزہ بازی اور شمشیرزنی میں انفرادی قوت کا حامل ہے۔ اگر آپ لوگوں نے اس کے شہر کو چھوڑ کر انطاکیہ جانے کا قصد کیا تو وہ اہل حلب اور قنسرین پر غارت گری کردے گا اور ان لوگوں کو آپ کی صلح میں آنے کی وجہ سے طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کرے گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے تیری زبان سے حق وصواب جاری فرمایا مگر بتاؤ کہ تمھارے خیال میں اس کے لیے ہمیں کیا کرنا ہوگا؟

یوقنا نے کہا: میری عقل میں یہ بات آئی ہے کہ میں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوتا ہوں آپ ایک سو گھوڑ سوار جنھوں نے رومی لباس زیب تن کر رکھا ہو، میرے ساتھ میری قیادت میں سونپ دیں۔ میں بطور سپہ سالاران کے آگے آگے چلوں گا۔ پھر آپ اپنے ساتھیوں میں سے جسے چاہیں، ایک ہزار شہسوار جو تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہوں، میرے پیچھے بھیج دیں۔ میں ایک سو شہسواروں کے ساتھ تقریباً ایک فرسخ کے فاصلے پر رہتے ہوئے یوں بھاگوں گا گویا کہ ان سے خوفزدہ ہوں۔ پھر میں ان سے پہلے اپنے ساتھیوں سمیت شہر عزاز پہنچ کر زور دار آوازیں لگانا شروع کردوں گا۔ جب اس شہر کا والی، دراس ہماری طرف دیکھے گا تو لازماً ہمارے پاس آئے گا۔ جب وہ ہماری حیرانگی وخوف کے بارے میں پوچھے گا تو میں اسے بتاؤں گا کہ "میں مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے اسلام قبول کر چکا تھا جبکہ اب میں ان سے بھاگ آیا ہوں تو عرب والے میرا پیچھا کرتے ہوئے میرے پیچھے ہی آرہے ہیں۔"

جب دراس میری یہ باتیں سنے گا تو ہمیں شہر میں لے جائے گا۔ اس وقت تک آپ کا ترتیب دیا ہوا ایک ہزار فوجیوں کا لشکر بھی قریبی کسی وادی میں پڑاؤ ڈال چکا ہوگا۔ آدھی رات کے وقت ہم لوگ شہر کے وسط میں نکل کر دشمنوں پر حملہ بول دیں گے، ادھر نماز فجر کے وقت ایک ہزار کا لشکر بھی شہر کی جانب پہنچ چکا ہوگا۔ اس طرح ہم لوگ اس شہر پر غالب آسکتے ہیں۔

یوقنا کی چال بازی سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ روشن ہوگیا پھر آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

تو انھوں نے جواب دیا: اگر یہ شخص ہمارے ساتھ غداری کرکے مرتد نہ ہوجائے تو اس کی رائے تو بہت اچھی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ "بے شک تمھارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔"[1]

یوقنا نے کہا: ایک وقت وہ تھا جب میرے دل میں صلیبوں اور تصویروں کی بہت تعظیم تھی۔ اب میں اس دین کو چھوڑ

[1] پارہ 30، الفجر 14، ترجمہ کنزالایمان

کر دین اسلام قبول کر چکا ہوں لہٰذا اب میرے دل میں رحمٰن ﷻ کی محبت اور محمد ﷺ کے عشق کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جہاد ہی سب سے افضل ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اگر حقیقت نہیں تو پھر اللہ ﷻ تو خوب جاننے والا ہے، وہی میری باتوں پر گواہ ہے۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور اس کے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ کی جنھیں میں نے خواب میں دیکھا! اگر تم لوگ میری باتوں پر گمان کرتے ہو تو مجھے چھوڑ دو اور اس کام کے لیے ہرگز منتخب نہ کرو اور جو میرا مشورہ ہے اس پر خود ہی عمل کر کے دیکھ لو۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ [1] (یوقنا کا نیا نام)! اگر تم مسلمانوں کے خیر خواہ ہو تو پھر ان کے ساتھ ہرگز غداری نہ کرنا، تم جو بھی کام کرو گے، اللہ ﷻ تمھارا مددگار ہوگا۔ صدق دل سے ہی تم نجات حاصل کر پاؤ گے کیونکہ ہمارا دین اصل میں صدق پر ہی مبنی ہے تو تم بھی اپنے مسلمان بھائیوں کی اتباع کرو۔

اے عبداللہ! جان لو کہ سچے مومن کی شان یہ ہے کہ جو کچھ بھی ملے اس پر قناعت کرتے ہوئے گزر بسر کرتا ہے، اس کا لباس وہ جو ستر ڈھانپ دے، اس کا مسکن وہ ہے جو رات گزارنے کے لیے کفایت کر جائے، ملک وحکومت اور امارت کا کھو جانا اسے ذرہ بھر بھی غمگین نہیں کر سکتا۔ تو بھی جو ملک وحکومت کھو بیٹھا ہے وہ سب فانی ہے اور اب جس کی طلب کر رہا ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ اس لیے کہ دنیاوی نعمتیں محض فانی ہیں جبکہ اخروی نعمتیں باقی رہنے والی ہیں اور اس میں بھلائیاں ہی بھلائیاں ہیں۔

اے عبداللہ! یہ بھی یاد رکھنا کہ آج سے تم شرک وغیرہ کی گندگی سے پاکیزگی حاصل کر چکے ہو اور اچھی طرح گوش گزار کر لو کہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے جبکہ کافر کے لیے جنت۔

مومن اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ اس کا ٹھکانہ قبر ہے، تنہائی اس کی مجلس ہے، عبرت حاصل کرنا، اس کے غور وفکر کا مرکز ہے۔ قرآن، اس کی گفتگو ہے، اس کا رب اس سے انس ومحبت فرماتا ہے، ذکر، اس کا رفیق ہے، زہد اس کا قرین ہے، حزن وملال اس کی شان ہے، حیا، اس کا شعار ہے، بھوک، اس کی سیر شکمی ہے، حکمت اس کا کلام ہے، مٹی، اس کا بستر ہے، عبادت، اس کا معاش ہے اور جنت اس کا گھر ہے، تقویٰ اس کا زادراہ ہے، خاموشی اس کی غنیمت ہے، صبر اس کا معتمد ہے اور عقل اس کی دلیل۔

اے عبداللہ! یہ بھی یاد رکھو کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا:

"عَجِبْتُ لِثَلٰثَةٍ غَافِلٍ وَلَيْسَ بِمَغْفُوْلٍ عَنْهُ وَمُؤَمِّلُ دُنْيَا وَالْمَوْتُ يَطْلُبُهٗ وَبَانِيْ قَصْرًا

[1] آگے کے صفحات میں "یوقنا" کا نیا اسلامی نام "عبداللہ" تحریر کیا جائے گا۔ (مترجم عفی عنہ)

وَالْقَبْرُ مَسْكَنُهٗ''

''یعنی مجھے تین قسم کے افراد پر تعجب ہے، پہلا غافل ہے حالانکہ اس سے غفلت اختیار نہیں کی جاتی، دوسرا دنیا کا طلبگار ہے حالانکہ موت اس کی طلبگار ہے، تیسرا محلات تعمیر کرنے والا حالانکہ اس کا ٹھکانہ تو قبر ہے۔''

ہمارے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اُعْطِیَ اَرْبَعًا اُعْطِیَ اَرْبَعًا))

''جسے چار چیزیں عطا ہوئیں اسے مزید چار چیزیں عطا کی گئیں۔''[1]

پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس فرمان مبارک کی تفسیر قرآن پاک میں ہے۔

ان چاروں چیزوں میں سے پہلی چیز ''ذکر خداوندی'' ہے۔ تو جسے ''ذکر'' عطا کیا گیا تو اس کو یہ مقام عطا ہوا کہ اللہ عزوجل بھی اس کا ذکر کرتا ہے جیسے کہ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ ﴾

''تو میری یاد کرو میں تمھارا چرچا کروں گا۔''[2]

جسے ''دعا'' عطا کی گئی اسے ''شرف قبولیت'' بھی عطا کی گئی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط ﴾

''اور تمھارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔''[3]

جسے ''شکر'' عطا کیا گیا اسے ''زیادتی شکر'' عطا ہوئی جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ﴾

''اگر احسان مانو گے تو میں تمھیں اور دوں گا۔''[4]

اور جسے ''استغفار'' کی توفیق عطا ہوئی، اسے ''مغفرت'' بھی عطا ہو گئی جیسے کہ اللہ عزوجل کا ارشاد مبارک ہے:

﴿ اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ ﴾

''اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانیوالا ہے۔''[5]

---

[1]

[2] پارہ 2، البقرہ 152، ترجمہ کنزالایمان

[3] پارہ 24، المومن 60، ترجمہ کنزالایمان

[4] پارہ 13، ابراھیم 7، ترجمہ کنزالایمان

[5] پارہ 29، نوح 10، ترجمہ کنزالایمان

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ عامر بن زید سے روایت کرتے ہیں:

وہ (عامر بن زید) فرماتے ہیں: شام کی فتوحات میں میں بھی لشکر اسلام میں موجود رہا۔ خصوصاً قنسرین اور حلب کی فتح کے وقت میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔

اس وقت رومیوں کی بہت زیادہ تعداد دائرہ اسلام میں داخل ہوئی مگر میں نے عبداللہ کے علاوہ کسی شخص کو ایسا نہ پایا جو اعتقاد کے لحاظ سے ان سے زیادہ مخلص ہو، اجتہاد کے لحاظ سے ان سے زیادہ قوی ہو، نیت کے لحاظ سے ان سے زیادہ خالص ہو، جہاد کرنے کے لحاظ سے ان سے زیادہ حسن بصیرت کا حامل ہو اور رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے میں ان سے زیادہ جنگی مہارت رکھنے والا ہو، بہرحال آپ نے قلعہ حلب کی فتح کے بعد ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے کہ جو ابناء جنس کی قدرت میں بھی نہ تھے۔ انھوں نے اپنے رب تعالیٰ کو راضی کر لیا۔ مسلمانوں کے سونے کے وقت اور رات دن عبادت الٰہی میں مگن رہنے میں کبھی انھیں اکیلا نہیں چھوڑا اور نہ کبھی کسی مسلمان کا خون بہایا۔
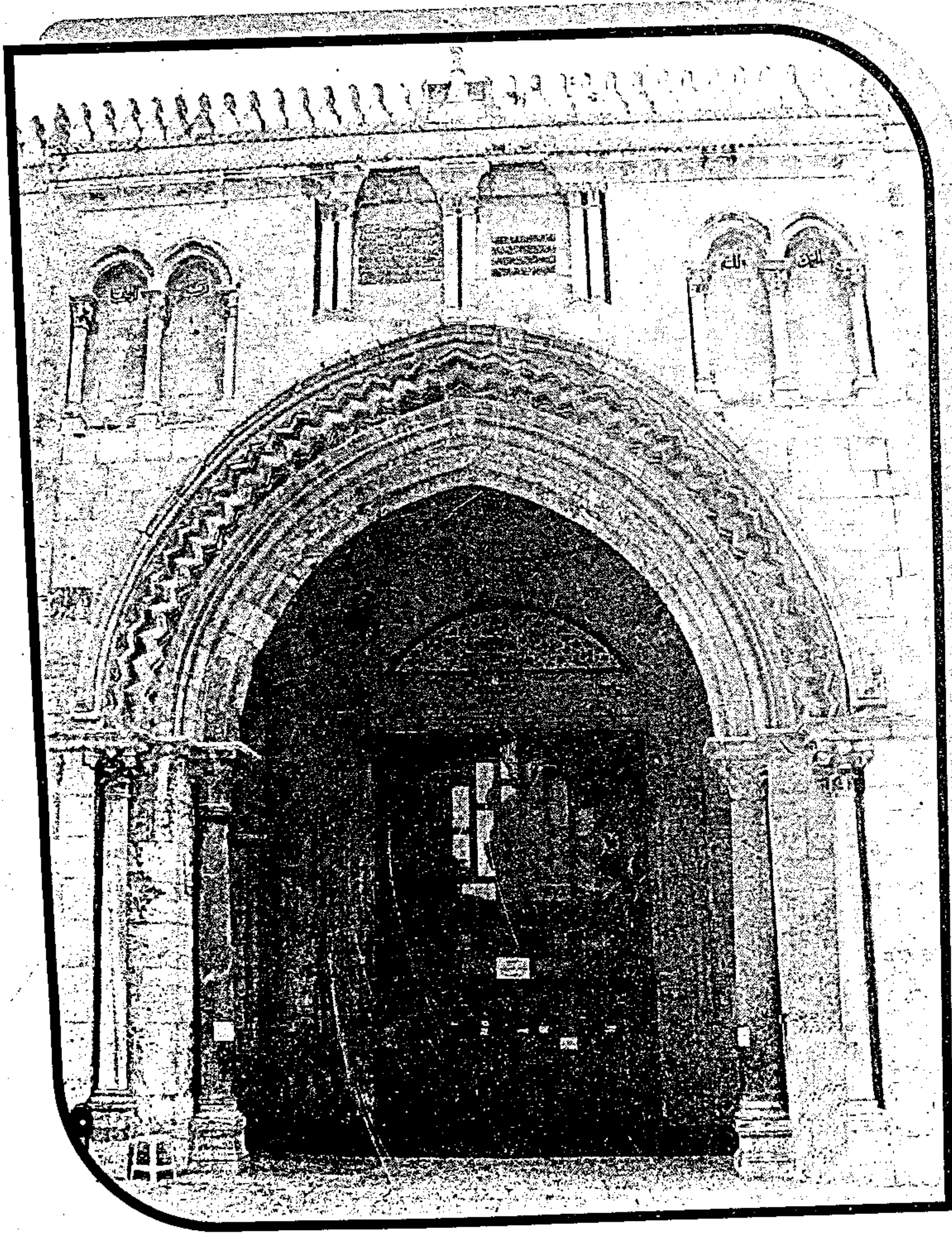
مسجد اقصیٰ کا ایک دروازہ

فتح قلعہ عزاز

فتوح الشام
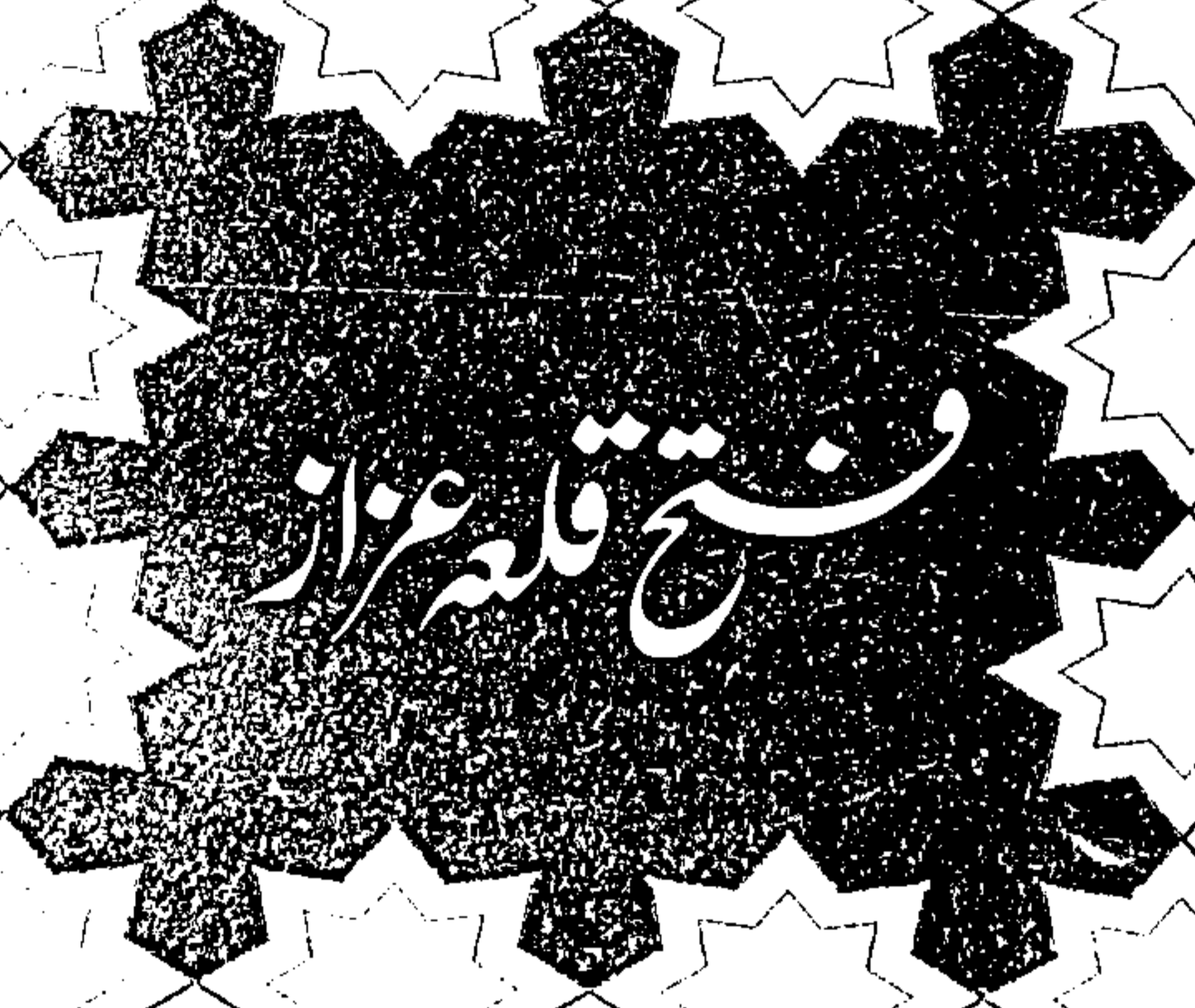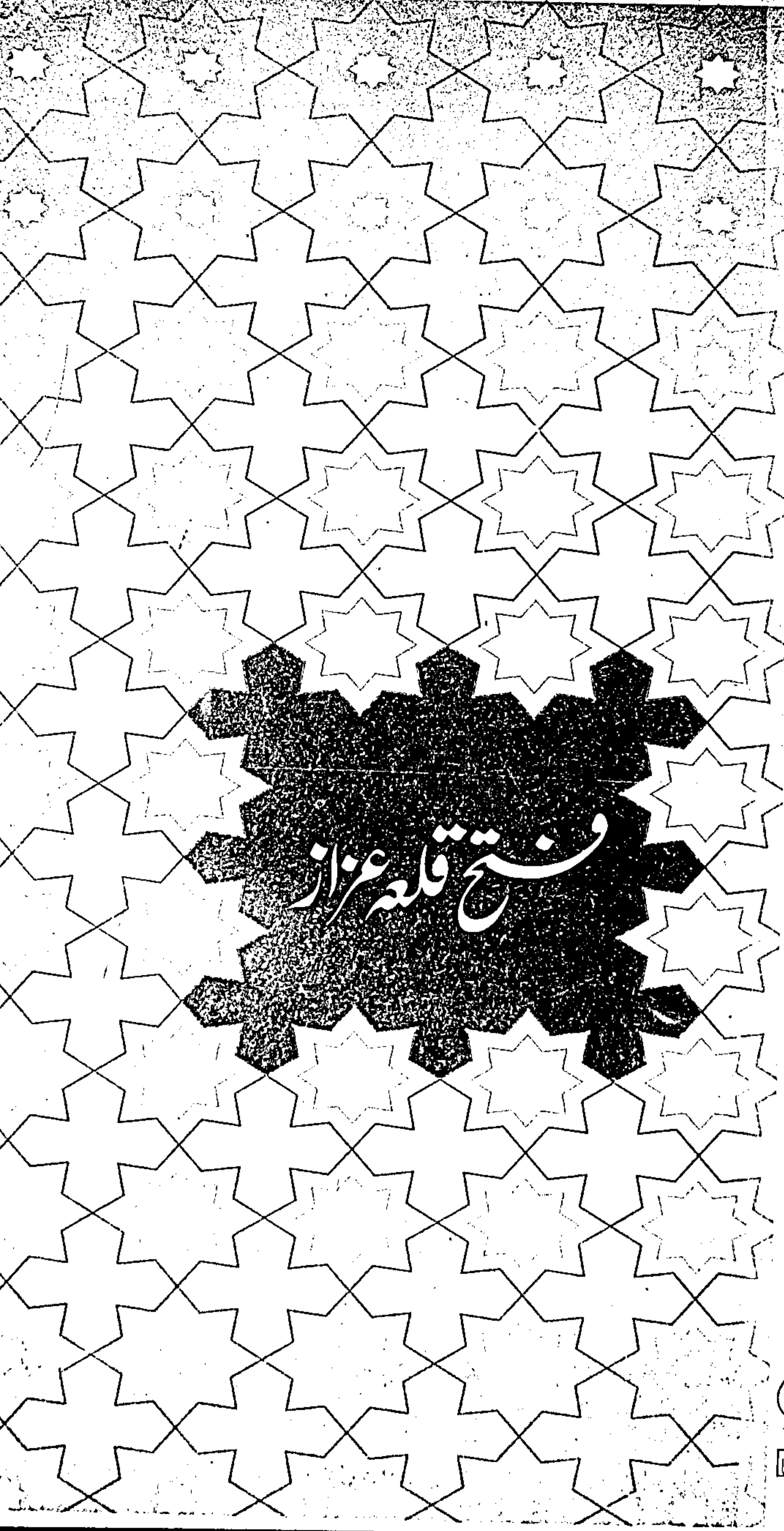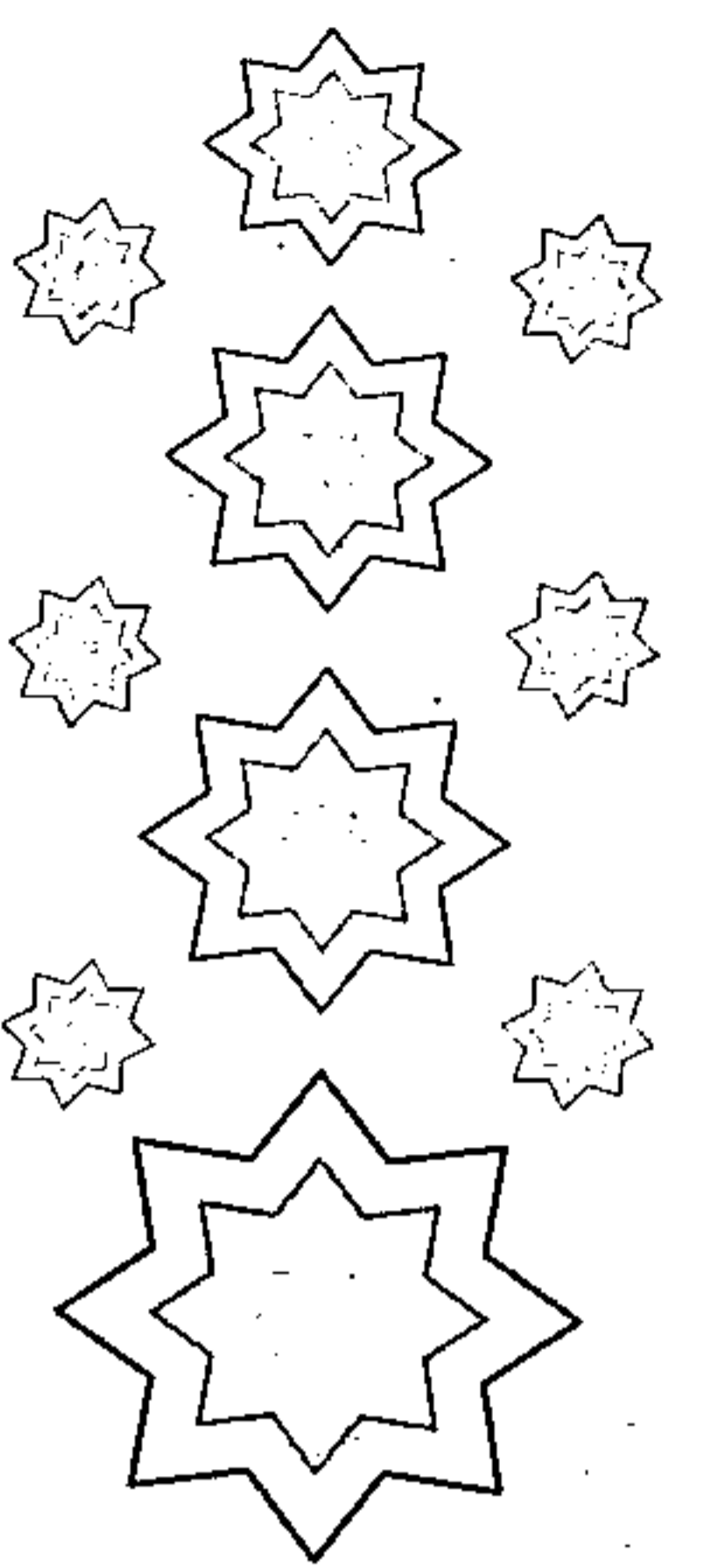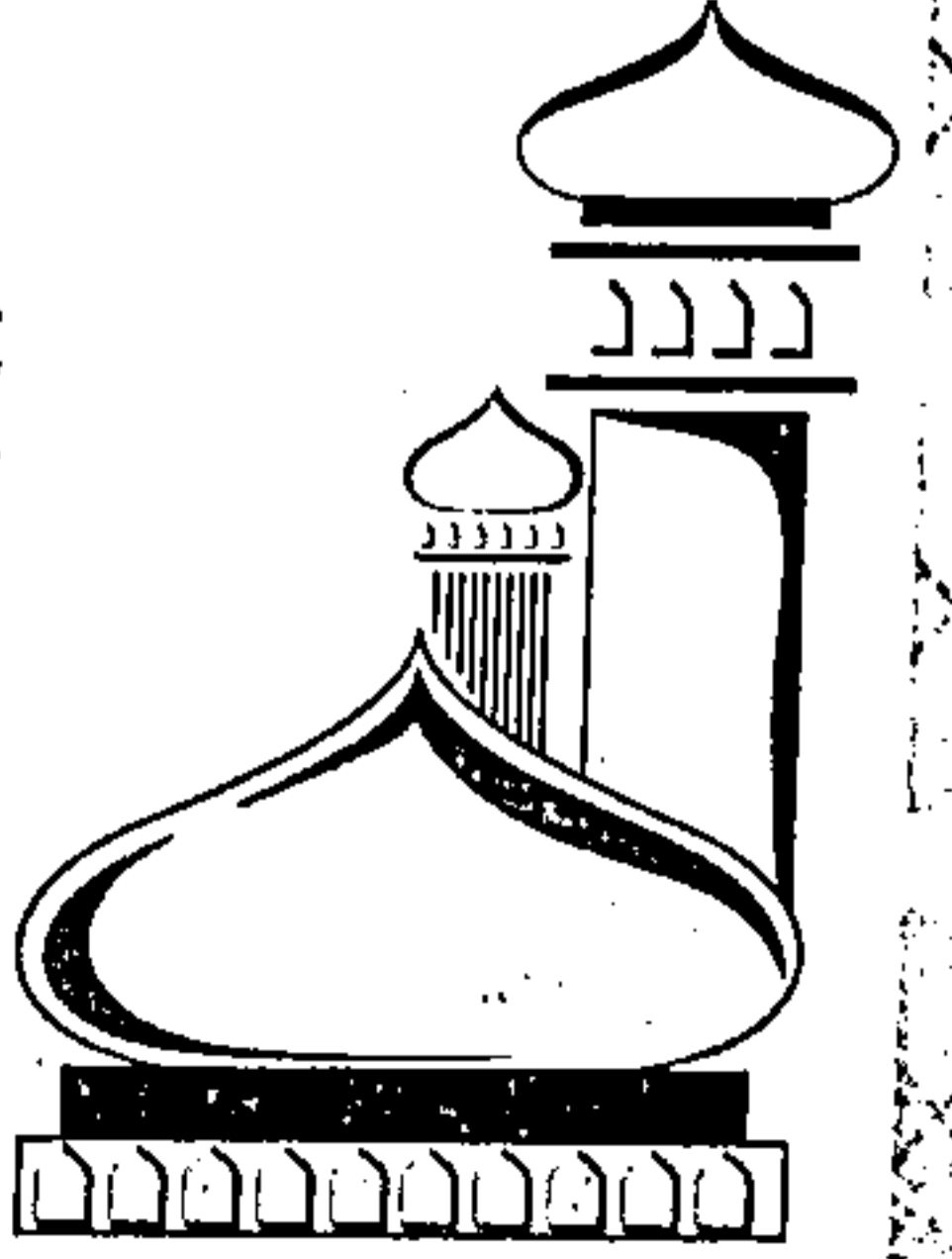
فتح قلعہ عزاز

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ قلعہ عزاز کی طرف روانگی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: امیرِ لشکرِ اسلام جب حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو وعظ و نصیحت کر چکے تو سو سپاہیوں پر مشتمل ایک فوجی دستہ آپ کی کمانڈ میں مقرر فرمایا اور تمام فوجیوں کو رومی لباس پہننے کا حکم دیا۔ سپاہیوں کا انتخاب اس طرح ہوا کہ ہر قبیلے میں سے دس دس افراد کا انتخاب کیا گیا، قبائل کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

قبیلۂ طی، فہر، خذاعہ، شنیس، نمیر، حضارمہ، حمیر، باہلہ، تمیم اور مراد؛ پھر ان میں سے ہر دس دس سپاہیوں پر ایک ایک سردار مقرر کیا گیا، سو قبیلۂ طی کا امیر خزعل بن عاصم کو، قبیلۂ فہر کا فہر بن مزاحم کو، قبیلۂ خذاعہ کا سالم بن عدی کو، قبیلۂ شنیس کا مسروق بن سنان کو، قبیلۂ نمیر کا اسد بن حازم کو، قبیلۂ حضارمہ کا ماجد بن عمیرہ کو، قبیلۂ حمیر کا ذوالکلاع حمیری کو، قبیلۂ باہلہ کا سیف بن قادح کو، قبیلۂ تمیم کا سعد بن حسن کو اور قبیلۂ مراد کا امیر مالک بن فیاض رضی اللہ عنہم کو مقرر کیا گیا۔

کہتے ہیں کہ تمام سپاہیوں نے لباس زیبِ تن کیا اور سوار ہو کر حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آ کھڑے ہوئے پھر مشن کی تکمیل کے لیے روانہ ہو گئے۔

جس وقت یہ چھوٹا سا فوجی دستہ ایک فرسخ کی مسافت طے کر گیا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک اور لشکر ترتیب دیا جو گھوڑوں پر سوار ہو کر کھڑے ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہ کو ان کی قیادت دیتے ہوئے حکم فرمایا کہ ''عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے پیچھے جاؤ اور دیکھو کہ وہ عبدِ صالح کیا کرتے ہیں۔ جب قلعہ کے قریب پہنچ جاؤ تو کسی کمین گاہ میں چھپ جانا اور صبح کے وقت تک منتظر رہنا، پھر صبح ہوتے ہی اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے نکل کھڑے ہونا، جاؤ اللہ عزوجل تمھیں نیکی کرنے کی توفیق اور ہدایت عطا فرمائے۔''

حضرت مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہ لشکر کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہو گئے اور باقی سارا دن اسی طرح سفر میں رہے۔ جب رات کی تاریکی چھانے لگی تو قلعہ کے قریب ہی پہنچ چکے تھے اور پھر کمین گاہ میں جا چھپے۔ ایک طرح کے یہ مکان ہی تھے جیسے کہ کوئی گاؤں ہو لیکن رہنے والا کوئی نہ ہو۔ بہر حال حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اس کمین گاہ والے راستے کو چھوڑ کر کسی اور

راستے سے روانہ ہوئے تھے۔

حضرت یوقنا رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ معاملہ ہوا کہ جب وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے اور قلعہ عزاز کے قریب پہنچے تو گورنرِ عزاز بذاتِ خود اپنے ساتھیوں کو لے کر قلعہ سے باہر نکلا (اس وقت اسے کسی مخبر کے ذریعے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری چال کا علم ہو چکا تھا) اس گورنر کے ساتھ تین ہزار گھوڑ سوار اور ایک ہزار نصرانی عربی بھی شامل تھے۔ جب وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا استقبال کرنے کے لیے آگے بڑھا تو اس وقت آپ کو مطلق کوئی علم نہ تھا کہ وہ آپ کے ساتھ کیا کرنے والا ہے۔

بہر حال گورنرِ عزاز آپ کے استقبال کے لیے اپنی سواری سے اتر کر پیدل چلنے لگا، قریب پہنچا تو یوں محسوس کرایا کہ وہ رکاب کو ادباً تھامنے لگا ہے جبکہ ہاتھوں میں تیز دھار چھری لیے ہوئے تھا، جس سے اس نے جلدی سے گھوڑے کی لگام کاٹ ڈالی اور حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو زور سے اپنی طرف کھینچا۔ آپ دھچکا لگنے سے گھوڑے کے سر کی جانب جھکے، ادھر چار ہزار رومیوں نے آپ کے ساتھیوں پر دھاوا بول دیا، مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا گیا کہ سب کو گرفتار کر لیا گیا پھر سب کی مشکیں باندھ دی گئیں۔

گورنر عزاز دراس نے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے منہ پر تھوکا اور کہا: "صلیب و مسیح تجھ پر ضرور غضبناک ہوں گے، کیونکہ تم دینِ مسیح چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو چکے ہو، مسیح کی قسم میں ہر حال میں تجھے ہرقل بادشاہ کے دربار میں حاضر کروں گا پھر دیکھنا وہ کس طرح تیری اور تیرے ساتھیوں کی گردنیں اڑائے گا!"

یہ کہہ کر وہ قلعے میں چلا گیا۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے سپاہیوں کو جب گرفتار کر لیا گیا تو دراس ان سب کو لے کر اپنے بیٹے لاوان کے گھر لایا اور اسے ان کی نگرانی پر مامور کیا۔

کہتے ہیں کہ جب لاوان کے گھر میں ان قیدیوں کو رکھا گیا تو لاوان نے دل میں سوچا کہ مجھے اپنے دین کی قسم! عبداللہ میرے باپ سے زیادہ دینی احکام کی معرفت رکھنے والا ہے، اگر اس نے دینِ اسلام میں حقانیت اور سچائی نہ دیکھی ہوتی تو کسی صورت میں بھی دینِ اسلام قبول نہ کرتا اور کسی صورت میں دینِ عیسائیت نہ چھوڑتا، یقیناً عربوں کے دین میں حقانیت ضرور ہے کہ کمزور ہونے کے باوجود ملک شام کے اکثر علاقوں پر فتح حاصل کر چکے ہیں، ویسے بھی میں اس (عبداللہ) کی بیٹی سے چونکہ محبت کرتا ہوں تو میرے خیال میں انھیں ایک عہد کے بدلے رہا کر کے میں بھی ان کا دین قبول کر لوں گا، اس طرح میں ان کا دین بھی قبول کر لوں گا اور دوسری طرف اس کی بیٹی سے شادی بھی کر لوں گا، بس یہی ایک طریقہ ہے کہ جس پر عمل کر کے میں اپنی مطلوب چیز کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکوں گا!

حضرت یوقنا رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی

جب لاوان کے دل میں یہ بات پختہ ہوگئی تو وہ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور آپ کے پاس بیٹھ گیا اور کہا: چچا جان! ایک شرط پر میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو چھوڑنے کے لیے تیار ہوں، اس کے بعد میں اپنے گھر والوں اور اپنی ملکیت کی ساری چیزیں آپ کے حوالے کردوں گا، حالانکہ آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ گھر والوں کی جدائی کس قدر نا قابلِ برداشت ہوتی ہے، پھر بھی میں کفر کی گھاٹیوں سے نکل کر دینِ اسلام قبول کرلوں گا، ویسے بھی آپ تو جان ہی چکے ہیں کہ عربوں کا دین ہی صحیح دین ہے۔ بہرحال میری شرط یہ ہے کہ اگر آپ اپنی بیٹی سے میری شادی کردیں تو اس کا مہر آپ اور آپ کے ساتھیوں کی رہائی ہوگا۔

آپ نے فرمایا: بیٹا! اگر تو تُو اس نیت سے ہمارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہے کہ میری بیٹی سے شادی کرلے، تو یہ تیری خام خیالی ہوگی کیونکہ تو صرف دنیاوی غرض سے اسلام قبول کرے گا، بلکہ تجھے چاہئے کہ اس نیت سے دینِ اسلام قبول کرے جس سے اللہ عزوجل کی رضا حاصل ہو، اس طرح تُو دینِ اسلام بھی قبول کرلے گا اور اس پر اللہ عزوجل تجھے تیرے اس عمل پر اجر وثواب بھی عطا فرمائے گا اور ان شاء اللہ عزوجل تیری خواہش بھی پوری ہوجائیگی، اس طرح تو دنیا و آخرت کی عزتیں بھی پالے گا۔

لاوان نے یہ سنتے ہی ''اَشْهَدُ اَنْ لَّااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' کا اقرار کیا اور حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھیوں کو رہا کردیا اس کے بعد لاوان رحمۃ اللہ علیہ نے ان سب مجاہدوں کو اسلحہ بھی فراہم کردیا۔ پھر اس نے کہا:

تم لوگ اگلے وقت کا انتظار کرو، میں ابھی اپنے باپ کے پاس جارہا ہوں، وہ یقیناً اس وقت نشے میں مخمور ہوگا اور میں اسی حالت میں اس کا کام تمام کئے دیتا ہوں اس طرح ان شاء اللہ عزوجل تم آسانی کے ساتھ اپنے مشن میں کامیاب ہوجاؤ گے۔

گورنرِ عزاز کی ہلاکت

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سو ساتھیوں کو مخاطب کر کے فرمایا: تم لوگ گواہ ہوجاؤ کہ میں اپنی بیٹی کا نکاح اس شخص سے کرتا ہوں اور اس کا مہر ہماری آزادی ہے۔

لاوان نے آپکی طرف سے ''ایجاب'' پر ''قبول ہے'' کہا۔ یہ کہنے کے بعد اپنے باپ کے گھر گیا اور دیکھا کہ اس کا سرتن سے جدا ہے جبکہ اس کی بہنیں اور ماں اس کے پاس بیٹھی ہوئی ہیں۔ لاوان رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: میرے باپ کے ساتھ

یہ سلوک کس نے کیا؟

انھوں نے جواب دیا: ہم لوگوں نے یہ کام کیا ہے۔

لاوان نے پوچھا: یہ کام تم لوگوں نے کیونکر کیا۔

انھوں نے جواب دیا: ہمارا مقصود رضائے خداوندی ہے، کیونکہ ہم لوگ تیرے اور حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مابین ہونے والی ساری گفتگو سن چکی ہیں پھر سوچا کہ تیری طرف سے یہ کام ہم ہی کیے دیتی ہیں، کیونکہ ہمیں خوف لاحق ہو گیا کہ قوم کو اگر معلوم ہو گیا کہ تم کیا کرنے والے ہو اور تیری چال کی خبر تیرے باپ تک پہنچ گئی تو وہ ضرور تجھے قتل کر دیتا، تو تیرے پہنچنے سے پہلے ہی ہم نے اس کا کام تمام کر دیا۔

لاوان رحمۃ اللہ علیہ ان کی باتیں سن کر خوش ہوا اور واپس آ کر حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو ساری بات کی خبر دی۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ لاوان رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر سپاہی گھر سے نکل کر قلعے کے صحن میں آ گئے اور زور زور سے تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کئے اور بشیر و نذیر سراج منیر آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے نذرانے پیش کرنے لگے۔ جب ان کی آوازیں قلعے کی چار دیواری میں گونجنے لگیں تو رومی بھی جنگ کرنے کے لیے باہر نکل آئے۔ اسی دوران حضرت مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہ کو بھی خبر مل گئی کہ قلعے میں ہلچل پیدا ہو چکی ہے تو آپ اس قلعے کے قریب پہنچے۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لاوان رحمۃ اللہ علیہ کو دروازہ کھولنے کا کہا تو اس نے چپکے سے قلعے کے دروازے کھول دیئے اور لشکر اسلام حضرت مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جب قلعے میں داخل ہوا تو ''اللہ اکبر'' کے نعرے لگاتے ہوئے ہر طرف گونج پیدا کر دی۔ اہل قلعہ نے جب لشکر اسلام کو دیکھا تو اسلحہ ڈال دیا اور ''امان امان'' پکارنے لگے اور خود ہی گرفتاری دے دی۔ آنے والے لشکر نے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھیوں کا شکریہ ادا کیا۔

علامہ واقدی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں:

جب حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہ کو لاوان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا تو انھوں نے فرمایا:

''جب اللہ عزوجل کسی کام کا قصد فرماتا ہے تو اس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔''

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے بالاسناد حضرت جبیر رضی اللہ عنہ سے وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہوئے خبر ملی، انھوں نے ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ سے جو فتوحات شام میں حاضر رہے تھے، ان سے پوچھا کہ قلعۂ عزاز کی فتح کس طرح حاصل ہوئی اور گورنر دراس کے قتل کے بارے میں میرا ذہن عدمِ اطمینان کی طرف جاتا ہے لہٰذا آپ ہی مجھے صحیح واقعہ ارشاد فرمائیے۔

ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جب جنگ ختم ہو گئی اور حضرت مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہ نے قیدیوں، مال و اسباب، سونا چاندی اور قیمتی برتن الغرض سب کچھ اپنے قبضہ میں کر لیا تو انھیں قلعہ سے باہر نکالنے کا حکم دیا اور ان کی نگرانی حضرت قیس

بن سعد رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ جب قلعہ خالی کر لیا گیا تو حضرت مالک رضی اللہ عنہ گورنر دراس کے گھر میں داخل ہوئے اور اسے مرا ہوا پایا تو آپ نے پوچھا: اس لعین کو کس نے قتل کیا ہے؟!

لاوان رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا: اسے میرے بڑے بھائی لوقا نے قتل کیا ہے۔ آپ نے لاوان رحمۃ اللہ علیہ کو حکم دیا کہ وہ اسے میرے پاس حاضر کرے۔ جب لوقا کو لایا گیا تو آپ نے پوچھا:

تو نے اس شخص کو کیونکر قتل کر دیا، حالانکہ یہ تو تیرا باپ تھا! میں نے تو کبھی نہیں سنا تھا کہ کسی رومی نے بھی اپنے باپ کو قتل کیا ہو۔ تو ہی پہلا شخص ہے جس نے اس طرح کی حرکت کی ہے۔

لوقا نے کہا: آپ کے دین کی محبت نے مجھے ایسا کرنے پر آمادہ کیا تھا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے بالاسناد عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ سے خبر ملی ہے کہ فتح عزاز اسی طرح حاصل ہوئی جس طرح کہ ابھی بیان ہو چکا، لیکن دراس کے بارے میں جو مشہور ہو گیا کہ اسے اس کی بیٹیوں اور بیوی نے قتل کیا، یہ قول صحیح نہیں بہر حال اللہ عزوجل ہی بہتر جانتا ہے۔

حضرت مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہ نے جس وقت عزاز سے واپس کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو اہلیانِ عزار کو آپ کے پاس حاضر کیا گیا، جن میں ایک ہزار نوجوان مرد، دوسو پینتالیس بوڑھے اور پادری، دو ہزار عورتیں اور بچیاں اور ایک سو اسی کنواری لڑکیاں بھی شامل تھیں۔ انھیں میں روشن چہرے والا اور پُر رعب شخصیت کا مالک ایک پادری بھی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس پادری سے مخاطب ہو کر فرمایا:

او بڈھے! معلوم ہوتا ہے کہ تم اکابرینِ اہلِ کتاب میں سے ہو، تو پھر حق بات کو اس قدر کیونکر چھپائے رکھا؟۔

پادری نے جواب دیا: قسم بخدا! میں نے حق بات صرف اسی لیے چھپائے رکھی کہ ان رومیوں کی طرف سے مجھے خطرہ تھا کہ کہیں مجھے قتل ہی نہ کر دیں، اس لیے کہ سچ بات بے عقلوں پر ثقل کا باعث ہوا کرتی ہے، اسی حق بات کی وجہ سے ہی تو ان رومیوں نے میرے بیٹوں اور بہن کو قتل کر ڈالا، تو اب بتایئے میں حق بات کس طرح ظاہر کر سکتا تھا!

آپ نے فرمایا: ''ہمارے دین میں داخل ہونا چاہو گے۔'' اس نے جواب دیا: میں اس وقت تک آپ کا دین قبول نہیں کروں گا جب تک کہ چند ایک ایسے سوال آپ سے نہ پوچھ لوں، جن کا انجیل میں بھی تذکرہ ہوا ہے۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو؟

اس نے ابھی سوال پوچھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ قلعے کے اندر سے چیخ وپکار کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور لوگ خوفزدہ ہو کر بھاگنے لگے۔ آپ اس طرف متوجہ ہو گئے تاکہ حالات دریافت کیے جائیں۔ آپ کے ذہن میں تھا کہ شاید رومیوں نے ہمارے ساتھ غداری کر دی ہے، پھر قلعے میں موجود کچھ مسلمان آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

اے امیر! حفاظتی اقدامات کیجیے، کیونکہ منبج اور بزاعہ کی طرف سے گرد وغبار اڑتا ہوا دکھائی دے رہا ہے، ہمیں نہیں معلوم کہ آنے والے کون لوگ ہیں!

یہ سنتے ہی آپ رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور چند ایک ساتھیوں کے ساتھ حالاتِ حاضرہ کا جائزہ لینے کے لیے اس طرف روانہ ہوگئے۔ اڑتی ہوئی دھول سے جب کچھ چہرے ظاہر ہوئے تو معلوم ہوا کہ یہ مسلمان شہسوار ہیں جو مال واسباب اور رومی قیدی، جو بندھے ہوئے تھے، کو لیے آ رہے ہیں۔ ان کی قیادت حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انھیں منبج اور بزاعہ کی طرف بھیجا تھا اور اب وہیں سے واپس آ رہے تھے۔ دونوں امیروں نے ایک دوسرے کو سلام کیا پھر حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے قلعہ عزاز کے بارے پوچھا۔

آپ نے جواب دیا کہ اللہ عزوجل نے ''عزاز'' کی فتح نصیب فرمادی ہے اور اس طرح رومیوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے، پھر آپ نے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بھی بتایا۔ آپ نے حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ میں ابھی واپس جانے کی تیاری میں ہوں بس ذرا اس پادری کے سوالات نے مجھے روک لیا ہے۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس پادری سے فرمایا: پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو۔

پادری نے پوچھا: آپ مجھے یہ بتائیں کہ اللہ عزوجل نے زمین وآسمان کی تخلیق سے قبل کس چیز کو پیدا فرمایا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: سب سے پہلے اللہ عزوجل نے لوح قلم کو پیدا فرمایا، ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے عرش وکرسی کو پیدا فرمایا، ایک روایت میں ہے کہ وقت وزماں کو پیدا فرمایا، ایک روایت میں ہے کہ عدد وحساب کو پیدا فرمایا، ایک روایت کے مطابق سب سے پہلے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ ایک جوہر تھا، جس وقت اللہ عزوجل نے (اپنی شان کے مطابق) اس کی طرف نظر فرمائی تو وہ جوہر پانی کی شکل اختیار کر گیا، پھر اللہ عزوجل نے یاقوت کا عرش پیدا فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ﴾

''اور اس کا عرش پانی پر تھا۔''[1]

پھر اس پانی پر توجہ فرمائی اور اسے کھولا تو اس سے دھواں اٹھنے لگا۔

پھر اس دھویں سے آسمان کو پیدا فرمایا۔ اس کے بعد زمین پیدا فرمائی، ایک روایت میں یہ ہے کہ سب سے پہلے عقل کو پیدا فرمایا تاکہ مخلوق اس سے منتفع ہو سکے۔

[1] پارہ 12، ھود 7، ترجمہ کنزالایمان

ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے نور اور ظلمت کو پیدا فرمایا پھر جب ان کو اپنی ربوبیت کا اقرار کرنے کا حکم فرمایا تو ظلمت نے انکار کیا اور نور نے اقرار کیا لہٰذا اسی نور سے رضامندی فرماتے ہوئے اس سے جنت بنائی اور ظلمت پر غضب فرماتے ہوئے اس سے جہنّم کو پیدا فرمایا، یہی وجہ ہے کہ تمام روحیں اپنے مستقر ہی کی طرف لوٹتی ہیں، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے ایک نقطہ پیدا فرمایا پھر اس کی طرف نظر فرمائی تو وہ اپنی ہیئت تبدیل کر گیا اور ''الف'' کی شکل اختیار کر گیا، اسی کو کتاب اللہ کا مبدا بنایا۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی کتاب کو ایک نقطہ سے جمع فرمایا۔ پھر اللہ عزوجل نے ایک نقطہ (نطفہ) سے مخلوق پیدا فرمائی۔ پھر اس مخلوق کو اپنی قدرت سے موت کی وادی سے گزارے گا اور نفخہ (صور کے پھونکنے) سے ان کو دوبارہ جلائے گا۔

پادری نے جب یہ ساری تقریر سنی تو بے اختیار پکار اٹھا: ''اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' یہی وہ علم ہے جو حضرات انبیاء کرام سے منقول ہے۔''

اہلِ عزار نے جس وقت اپنے معزز پادری کو اسلام قبول کرتے دیکھا تو ان کی اکثریت نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ بہت کم لوگ تھے کہ جنھوں نے اپنے دین پر قائم رہنا پسند کیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد دارم بن عیاش رضی اللہ عنہ اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب اہلِ عزاز اپنے پادری کو دیکھ کر اسلام قبول کر چکے تو حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت مالک اشترنخعی رضی اللہ عنہ نے حلب کی طرف واپسی کا ارادہ کیا مگر حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''میں اب اس قابل نہیں رہا کہ مسلمانوں کو اپنا منہ دکھا سکوں کیونکہ میں نے انھیں ایک جنگی چال اختیار کر کے قلعہ عزاز کا ارادہ کیا تھا لیکن بدقسمتی سے اپنی چال میں کامیاب نہ ہو سکا سو اب میں حلب کی بجائے انطاکیہ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں شاید کہ اللہ عزوجل ایسا کرنے سے مجھے کامیاب کرے اور دشمنوں کے خلاف میری مدد کرے گا۔''

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾

''یہ بات تمھارے ہاتھ نہیں۔''[1]

لیکن حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: دین اسلام کی قسم! میں واپس کسی صورت میں نہیں جاؤں گا سوائے اس کے کہ اللہ عزوجل مجھے اپنی رضا سے سرخرو فرمائے۔ آپ نے اپنے چچازاد بھائیوں کے خاندان کے دو سو افراد اپنے ساتھ لے لیے یہ

[1] پارہ 4، آل عمران 128، ترجمہ کنزالایمان

افراد ایسے تھے کہ جن کے دلوں میں قوت ایمانی اچھی طرح راسخ ہو چکی تھی۔ ان کے اہل وعیال اس وقت حلب میں ہی تھے آپ نے ان ساتھیوں کو ساتھ لیا اور انطا کیہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب آپ انطا کیہ کے قریبی علاقوں کے پاس پہنچے تو آپ نے صرف چار ساتھیوں کو اپنے ساتھ رکھا جبکہ باقیوں کو حکم دیا کہ وہ چار دن تک خود کو کہیں روک لیں پھر وہ اس طرح بھاگتے ہوئے مجھ سے آملیں گویا عربوں کے ڈر سے بھاگ رہے ہوں۔ اس طرح میں اپنے منصوبے میں کامیابی حاصل کرلوں گا۔

حضرت یوقنا رحمۃ اللہ علیہ کی انطا کیہ روانگی

اس گفتگو کے بعد حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ چار ساتھیوں کو لے کر حارم کے راستے سے چل دیے جبکہ باقی ساتھی ارناخ کے راستوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ روانگی سے قبل آپ نے انھیں تاکید فرمائی کہ ''ہماری اگلی ملاقات انطا کیہ میں ہوگی'' بہرحال جب آپ دیرِ سمعان کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ وہاں گھوڑ سوار اور دوسرے کچھ لوگ راستوں کی حفاظت پر مامور ہیں، جس وقت انھوں نے آپ کو دیکھا تو جلدی سے آپ کے پاس پہنچے اور اس طرف آنے کا سبب پوچھا حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: میں گورنرِ حلب ہوں اور عربوں سے بچ کر بھاگ نکلا ہوں۔

ان نگرانوں اور محافظوں کے افسر نے ایک جماعت حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھیوں کے ساتھ بھیجی اور انھیں حکم دیا کہ انھیں ہرقل بادشاہ کے پاس لے جائیں لہٰذا وہ آپ کے ساتھ چلے اور بادشاہ کے پاس لے آئے۔ اس وقت انھوں نے ہرقل بادشاہ کو ''کنیسۃ الفتیان'' میں (اپنے مذہب کے مطابق) نماز ادا کرتے ہوئے پایا کچھ دیر انتظار کرتے رہے جب ہرقل نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کو اس کے پاس حاضر کیا گیا۔

محافظوں نے کہا: بادشاہ سلامت! آپ کے سامنے کھڑے اس سردار جو کہ دیرِ سمعان کے قریب اپنے ساتھیوں کے ساتھ پایا گیا، کا کہنا ہے کہ یہ حاکمِ حلب ہے۔

ہرقل بادشاہ نے آپ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: تم یہاں کس طرح پہنچ گئے ہو؟ مجھے تو خبر ملی تھی کہ تم عربوں کا دین قبول کر چکے ہو!

آپ نے جواب دیا: بادشاہ سلامت! یقیناً آپ نے درست ہی سنا تھا، اس وقت میں نے انھیں دھوکا دینے کے لیے اس طرح کیا تھا تا کہ کسی طرح ان کے شر سے نجات پانا ممکن ہو، اور اب میں نے ان کی بدکرداری اور گندی بو سے چھٹکارا حاصل کر لیا ہے۔ وہ اس طرح کہ میں نے عربوں سے یہ کہا کہ قلعہ عزاز کا معاملہ میرے سپرد کر دو تو اس کی فتح تمھارے لیے ممکن بنا دوں گا اور گورنر دراس کو بھی قتل کر دوں گا، لہٰذا ان کے سرداروں میں شمار ہونے والے دو سو سپاہی

ساتھ لیے اور عربوں سے کہا کہ جب میں قلعہ کی طرف روانہ ہو جاؤں تو اپنے ایک ہزار فوجی میرے پیچھے ہی روانہ کر دینا، حتیٰ کہ جب میں قلعہ کے اندر داخل ہو جاؤں گا تو ان پر کسی طرح بھی غالب آ کر انھیں تمھارے حوالے کر دوں گا، گورنر دراس کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے میری ایک نہ سنی اور جلد بازی اختیار کر بیٹھا، جاسوس کی بات پر ہی اعتماد کر لیا جبکہ میری بات پر مطلق توجہ نہ کی اور مجھے میرے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا پھر نتیجہ یہ نکلا کہ جب عرب قوم پہنچی تو انھوں نے آتے ہی قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا ادھر گورنر دراس کے اپنے بیٹے لوقا نے ہی اسے قتل کر ڈالا۔ بہر حال دونوں فوجیں اسی قتل و غارت گری میں مبتلا تھیں کہ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر چپکے سے آپ کی طرف نکل آیا۔

اگر مجھے اپنے دین سے محبت نہ ہوتی تو میں اپنے بھائی یوحنا کو اسلام قبول کرنے پر کبھی بھی قتل نہ کرتا، اس کے علاوہ اپنے قلعے کی حفاظت کے لیے مکمل ایک سال تک یونہی جنگ نہ کرتا رہتا۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہرقل بادشاہ کو اعتماد میں لینا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس وقت حاضرین میں موجود سرداروں نے بھی آپ کی تائید کرتے ہوئے کہا: اے معزز بادشاہ! یوقنا بالکل صحیح کہہ رہا ہے، بہت جلد آپ بھی اس کے افعال و اعمال اور صلیب کی خاطر جذبہ کا اندازہ کر لیں گے۔

ہرقل بادشاہ نے سرداروں کے تصدیق کرنے پر اثبات میں سر ہلایا، اس کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا۔ اس کے بعد بادشاہ نے آپ کی آؤ بھگت کی اور اپنا شاہانہ لباس بھی پہنایا حتی کہ اپنا کمر بند اور خود بھی آپ کو دیدیا اور کہا:

''شہرِ حلب اگر ہاتھوں سے جاتا رہا تو کیا ہوا؟! اس کے بدلے میں مَیں تجھے انطاکیہ کی کمانڈ دیتا ہوں''۔ اس طرح ہرقل نے آپ کو ان علاقوں کا گورنر بنا دیا۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب بادشاہ کو دھوکے میں پھنسا لیا تو بظاہر اسے دعائیں دینے لگے اسی دوران جسر حدید (لوہے کا پل) پر مامور ایک محافظ آیا اور بادشاہ کو بتایا کہ قلعہ حلب کے دوسو باشندگان آئے ہیں انکا کہنا ہے کہ وہ یوقنا کے چچازاد خاندان سے متعلق ہیں اور اس وقت وہ عربوں سے بچتے بچاتے یہاں پہنچے ہیں۔

ہرقل بادشاہ نے جب یہ سنا تو حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: اے سردار! کھڑے ہو جاؤ اور ان لوگوں کے پاس جا کر حالات حاضرہ کا جائزہ لو کیونکہ وہ تمھارے ہی بنی عم (چچازاد) میں سے ہیں، سو تم ہی ان سے سامنا کرو تا کہ وہ تمھاری فوج کے سپاہی بن جائیں اور اگر وہ تمھارے رشتہ داروں میں سے نہیں ہیں تو انھیں گرفتار کر کے میرے سامنے لاؤ پھر جو میں چاہوں گا ان کے ساتھ سلوک کروں گا۔

ایک بات یاد رہے کہ اس بات کا خیال رکھنا کہ کہیں وہ عربوں کے ایجنٹ نہ ہوں جو کہ عیسائیت سے اسلام کی

طرف پھر گئے جیسا کہ سیجر، حماۃ، رستن، جوسیہ، بعلبک، دمشق اور حوران کے لوگ بھی ان کے دین میں داخل ہو گئے۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ نے جواب دیا: ''آپ اطمینان رکھیں۔''

اس کے بعد آپ گھوڑے پر سوار ہوئے آپ کے ساتھ چند ایک درباری سپاہی بھی ہو لیے۔ پھر جب جسر حدید پر پہنچے تو آپ نے آنے والے دو سو افراد کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب آپ نے ان کی طرف دیکھا تو آپ نے انھیں ''مرحبا'' (خوش آمدید) کہا۔ انھوں نے جب آپ کی جاہ و حشمت اور بادشاہی چال ملاحظہ کی تو اپنی سواریوں سے اتر کر آگے بڑھے اور رکاب کو بوسہ دیا۔ (حضرت یوقنا نے آنے والے ان افراد سے بے خبری کا اظہار کیا اور سوال کیا)۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ نے پوچھا: عربوں سے چھٹکارا کس طرح حاصل ہوا؟

انھوں نے جواب دیا: ہم لوگ عربوں کے ایک سردار کی ماتحتی میں منبج اور بزاعہ کی طرف گئے جب وہاں سے حلب کی طرف لوٹے تو دیکھا کہ قلعہ عزاز کے بھی وہ مالک بن چکے ہیں سو ہم لوگوں نے اسی رات انھیں چھوڑا اور اب یہاں پہنچ گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

یہی گفتگو بادشاہ کے درباری بھی سن رہے تھے جس وقت ان سب کو بادشاہ کے سامنے حاضر کیا گیا تو اسے بھی ساری صورتِ حال سے آگاہ کیا گیا حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ جس وقت بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو اس نے آپ کی تواضع کی اور رہائش کے لیے اپنے قصرِ شاہی کے قریب ہی ایک مکان کا بندوبست کرایا اور چند افراد آپ کی خدمت کے لیے مامور کر دیئے۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ نے فرمایا: بادشاہ سلامت! آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ دنیاوی نعمتیں دائمی نہیں ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس دنیا کو جبکہ اس کے طالبوں کو کتوں سے تشبیہ دی ہے جو کہ ہر آن اس دنیا کی طلب میں رہتے ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام سے منقول ہے کہ انھوں نے ایک خوبصورت پرندہ دیکھا جو ہر طرح سے بھلا محسوس ہوتا تھا، جب آپ نے اس کی کھال اتاری تو اس کا باطن اس قدر قبیح تھا گویا کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز قبیح ہو نہیں سکتی۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا: تو کون ہے؟

اس نے جواباً کہا: میں دنیا ہوں کہ جس کا ظاہر تو نہایت دلکش ہے جبکہ اس کا باطن نہایت قبیح۔

بادشاہ سلامت! بات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو معلوم یہ ہے کہ حاسدین ہر جگہ موجود ہوا کرتے ہیں، فطری بات ہے کہ جب بھی کسی کو کوئی منصب ملتا ہے تو اس کے حاسدین بھی ضرور نکل آتے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھ سے حسد کرنے والے بھی آپ کو میری شکایتیں نہ کرتے پھریں اور میرے بارے میں ایسی بہتان طرازیاں کرتے پھریں کہ جو میں نے کیا ہی نہ ہو، سو اگر آپ کو میرے اس منصب کے بارے کوئی اعتراض ہو تو اپنا عطا کیا ہوا عہدہ واپس لے

لیں اور کسی اور کو یہ منصب دے دیں کیونکہ اس سے تو میں بیزاری اختیار کرنا پسند کروں گا۔

اتنی بات کرنے کے بعد آپ نے (بظاہر) رونا شروع کر دیا۔

ہرقل بادشاہ نے کہا: میں نے تجھے اس منصب پر اسی لیے فائز کیا ہے کہ میں دل کی گہرائی سے تجھ پر اعتماد کرتا ہوں، تو اب جس شخص نے بھی تیرے خلاف کوئی بات کی تو میں اسے تیرے حوالے کر دوں گا پھر جو چاہے اس کے ساتھ سلوک کرنا۔

بادشاہ کے اس طرح اعتماد کا اظہار کرنے پر حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور جس علاقے کا آپ کو گورنر بنایا گیا تھا، وہاں جانے کی تیاری شروع کر دی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد عمران بن حصین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جس وقت قلعہ عزاز فتح ہو چکا تو حضرت مالک اشتر نخعی رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عمرو غنوی رضی اللہ عنہ کو اس شہر کا حاکم مقرر فرمایا، پھر حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ مالِ غنیمت لے کر حلب میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور مسلمانوں کی سلامتی اور قلعہ عزاز کی فتح کی مبارکباد پیش کی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ساری بات بتائی کہ وہ واپس کیوں نہیں آئے اور یہ بھی بتایا کہ اس وقت وہ انطاکیہ کی طرف جا چکے ہیں تا کہ ایک نئی حکمتِ عملی سے مرکزِ روم کو شکست سے دوچار کیا جا سکے۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے دعا فرمائی کہ "پروردگارِ عالم! حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی نصرتِ خاص عطا فرما اور اس کی بخشش فرما" مزید یہ بھی فرمایا کہ "عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کام کیا ہے جس کا ہمارے ذہنوں میں تصور بھی نہیں گزرا تھا۔" اس کے بعد آپ نے دربارِ خلافت میں فتوحات کی خبر دینے کے لیے ایک خط تحریر فرمایا جس کا متن یہ تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گورنر شام ابوعبیدہ کی جانب سے امیر المؤمنین عمر بن خطاب کے نام
سلام علیک! اللہ جل شانہ کی حمد بیان کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبودِ بر حق نہیں اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہوں۔
اما بعد: پاک ہے وہ ذات جس نے ہم پر اپنا احسان عظیم فرمایا، تمام

مسلمانوں پر اس کی حمد کرنا واجب ہے، کیونکہ اس نے ہمیں ملکِ شام کی فتوحات سے نوازا اور کفار کے قلعوں اور محلات کو نیست و نابود کر کے رکھ دیا، اس طرح ان کی سرزمین کا وارث ہمیں بنایا۔ اللہ ﷻ نے ہمیں حلب کی فتح نصیب فرمائی اور اس کے بعد عزاز کی فتح بھی عطا فرمائی، حاکمِ حلب یوقنا اسلام قبول کر چکا ہے اور اس نے اپنے اسلام قبول کرنے کا گویا حق ادا کر دیا، مسلمانوں کے حق میں مددگار ثابت ہوا ہے اور دشمنوں کے لیے گویا ایک آفت!

بہر حال اللہ ﷻ ہی نیتوں کا جاننے والا ہے۔ اللہ ﷻ اسے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اللہ ﷻ نے اس کے ذریعے سے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور ہمارے لیے اسے خیر خواہ بنایا اور کفار کے لیے ذلت کا باعث! اس وقت وہ رومیوں کو نئی چال میں پھنسانے کے لیے انطاکیہ میں داخل ہو چکا ہے، اس حصولِ رضائے الٰہی میں خود کو وقف کر رکھا ہے۔

میں نے آپ کو یہ خط اس وقت تحریر کیا کہ ہم لوگ بھی انطاکیہ کی طرف کوچ کرنے والے ہیں، ہمارا مقصد اب مرکزِ روم ہے، ویسے بھی انطاکیہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ ایسا نہیں جو ہمارے قریب لگتا ہو اس لیے اس کو اپنے قبضہ میں کرنا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی ہمارے ساتھ وعدہ فرمایا تھا۔ آپ سے درخواست ہے کہ ہمارے لیے مزید دعا فرمائیں کیونکہ آپ کی دعا تو مسلمانوں کے لیے اسلحے کا کام دیتی ہے جبکہ کافروں کے لیے رسوائی کا۔

السلام عليك وعلىٰ من معك من المسلمين ورحمة الله وبركاته

خط تحریر فرما لینے کے بعد آپ نے مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ علیحدہ کیا اور حضرت رباح بن غانم یشکری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا۔ بطور محافظ دو سو مسلمان سپاہی بھی ان کے ساتھ مقرر فرما دیئے جن میں بالجملہ حضرت قتادہ، سلمہ بن اکوع، عبداللہ بن بشار، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اور انہی جیسے دوسرے اصحاب رسول ﷺ شامل ہوئے تھے۔ ان مجاہدوں نے مالِ غنیمت لیا اور مدینۃ الرسول روانہ ہو گئے۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کی انطاکیہ روانگی

اس کام سے فراغت کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور دوسو سپاہی ان کی کمانڈ میں دیتے ہوئے مختلف علاقوں میں کارروائی شروع کرنے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسی طرح مسلسل سفر کرتے رہے، معاہدین اس سلسلے میں آپ کی رہنمائی کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب آپ ''مرج دابق'' پہنچے تو اس وقت سحر کا وقت ہو چکا تھا۔ معاہد نے کہا: اپنی سواریوں کو یہیں ٹھہرا لو اور باقی دن رات اسی جگہ قیام کرو۔

کہتے ہیں کہ جب اگلے روز سحری کا وقت ہوا تو ان مجاہدوں کو اس وقت ہوش آیا جب جبلہ بن ایہم غسانی سر پر پہنچ چکا تھا، اس کے حملہ آور ہونے سے شور و زور کی آوازیں بلند ہوئیں تو حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی بیدار ہوئے۔ آپ کے ساتھ ایک سو سپاہی تو گھوڑوں پر سوار ہو گئے جبکہ باقی سو ساتھی ان نصرانیوں کے ہتھے چڑھ گئے۔ ان مجاہدوں کو گھوڑوں پر سوار ہونے کا موقع ہی نہ دیا گیا کہ اچانک دشمن کے حملہ کرنے سے گھوڑے بھاگ گئے، اتنے میں جبلہ کی فوج بھی پہنچ گئی پھر جس طرح ہو سکا ہر مسلمان مجاہد اپنے مد مقابل سے لڑنے لگا۔ نصرانی گھوڑسواروں نے ان پیدل مجاہدوں کا گھیراؤ کر کے ان سب کو گرفتار کر لیا۔ ادھر حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے آوازیں لگا لگا کر باقی سو ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا:

''اے نوجوانانِ عرب! ہماری غفلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے دشمن حملہ آور ہو چکا ہے، مجاہدو! دشمن بھی تمھاری طرح کے عربی ہی ہیں، یہی گھڑی اللہ عزوجل کے نزدیک افضل ہے، سو ثابت قدمی اختیار کرو اور میدانِ جنگ چھوڑ کر ہرگز نہ بھاگنا، تم لوگ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ''

''جنت تلواروں ہی کے سائے تلے ہے۔''[1]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾

[1] جامع الترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب: ماذكران ابواب الجنة تحت ظلال السيوف، حديث: 1659.

''بارہا کم جماعت غالب آئی ہے زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔''[1]

حضرت ضرار رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی گرفتاری

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مختصر سی تقریر کے بعد حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے دشمن پر حملہ کر دیا۔ راوی کا کہنا ہے کہ ہم آپ کے پیچھے پیچھے تھے، ہم لوگوں نے اپنی جانوں سے ناامیدی کا یقین کر لیا تھا۔ تلواریں نیاموں سے نکال کر اور نیزوں سے بڑھ چڑھ کے حملہ کرنے لگے اس کے بعد اس قدر شدید لڑائی ہوئی کہ توبہ توبہ۔ حضرت ضرار رضی اللہ عنہ تو دشمن کا اس طرح کام تمام کر رہے تھے جیسے کہ آگ سوکھی لکڑیوں کا خاتمہ کرتی ہے۔

جبلہ نے جس وقت آپ کی بہادری ملاحظہ کی تو وہ بھی متعجب ہو کر رہ گیا۔ پھر اس نے اپنی قوم کو حکم دیا کہ ''اپنی تلواروں سے ان کے گھوڑوں کو ہلاک کر دو۔''

اس کی قوم نے ایسا ہی کیا اور گھوڑے کی پشت پر تلوار کا وار کیا جس سے گھوڑا پیچھے کی طرف گر پڑا، پھر جونہی آپ بھی پیچھے کی جانب جھکے ادھر دشمن نے آگے بڑھ کر فوراً گرفتار کر لیا اسی طرح آپ کے باقی ساتھی بھی گرفتار ہو گئے۔ گرفتاری کے بعد ان مجاہدوں کو ہرقل بادشاہ کے پاس انطاکیہ بھیج دیا گیا اور ان کی حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ملاقات ہوئی۔

علامہ واقدی فرماتے ہیں: مجھے بالاسناد ابوالمنذر رحمۃ اللہ علیہ سے خبر ملی کہ وہ بھی حضرت ضرار رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس حملے میں شریک تھے۔ آپ بھی تمام سپاہیوں کے ساتھ گرفتار کر لیے گئے، رات ہوئی تو آپ وہاں سے کسی طرح بھاگ نکلے اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے ملنے کی تگ و دو کرنے لگے۔ آپ یونہی بھاگ رہے تھے کہ اچانک ایک شیر راستے میں آ گیا اسے دیکھ کر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو حارث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میرے ساتھ ایسے ایسے حالات واقع ہوئے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ''میرے اس قول کے بعد شیر میرے قریب آیا تو اپنا سر اس طرح جھکا لیا جیسے کوئی شخص گناہوں کے سبب شرمندہ ہو۔''

بہر حال شیر ان کے قریب آیا اور سر سے اشارہ کر کے گویا یوں کہا کہ ''اس طرف چلو۔''

آپ فرماتے ہیں: میں بھی اس کے ساتھ چل دیا اور وہ میرے پہلو کی جانب چلتا رہا اور مجھے اس شہر کے قریب پہنچا دیا جو ہماری صلح قبول کر چکا تھا۔ جب میں اس جگہ پہنچ گیا تو وہ شیر مجھے چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

[1] پارہ 2، البقرہ 249، ترجمہ کنزالایمان

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ جب لشکر اسلام کے پاس پہنچے تو اپنے ساتھیوں کے قید ہونے کے بارے میں سارا واقعہ سنایا۔ یہ خبر مسلمانوں کے لیے نہایت گراں گزری۔ حضرت ابو عبیدہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما رونے لگے اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھنے لگے۔ حضرت خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا کو جب بھائی کی گرفتاری کی خبر ملی تو وہ بھی ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن'' پکار اٹھیں اور کہا:

اے ماں جائے! صد افسوس! کاش مجھے خبر ہوتی کہ تجھے لوہے کی سلاخوں میں جکڑا گیا ہے، یا لوہے کی بنی کوٹھڑی میں قید کر دیا گیا ہے، یا کسی جنگل میں پھینک دیا گیا ہے یا سرخ خون سے تجھے رنگ دیا گیا ہے!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امیر المؤمنین کی بارگاہ میں جب مال غنیمت پہنچا تو مدینہ شریف میں ایک دفعہ تو ہلچل مچ گئی، لوگ جوق در جوق مسجد میں جمع ہو گئے تا کہ پردیس میں گئے مسلمانوں کے بارے حالات حاضرہ سن سکیں۔

حضرت رباح بن غانم رضی اللہ عنہ جب مسجد نبوی پہنچے تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر گئے اور سلام عرض کیا، پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر سلام پیش کیا اور اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ نے ان کے ہاتھ چومے اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا مکتوب پیش کیا۔ مکتوب پڑھ کر ہر طرف تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند ہونے لگے اور بشیر و نذیر آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے نذرانے پیش کئے۔

امیر المؤمنین نے مال غنیمت بیت المال میں رکھوا کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھ کر انطاکیہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم صادر فرمایا اور ان کے ارادے میں کوئی گفتگو نہ فرمائی۔ آپ نے خط لکھ کر حضرت رباح رضی اللہ عنہ کو دیا اور روانہ کر دیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے بالاسناد مروان بن جریر رضی اللہ عنہ سے خبر ملی کہ جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین کا خط ملا تو اسی دوران لشکرِ اسلام انطاکیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

فتوح الشام
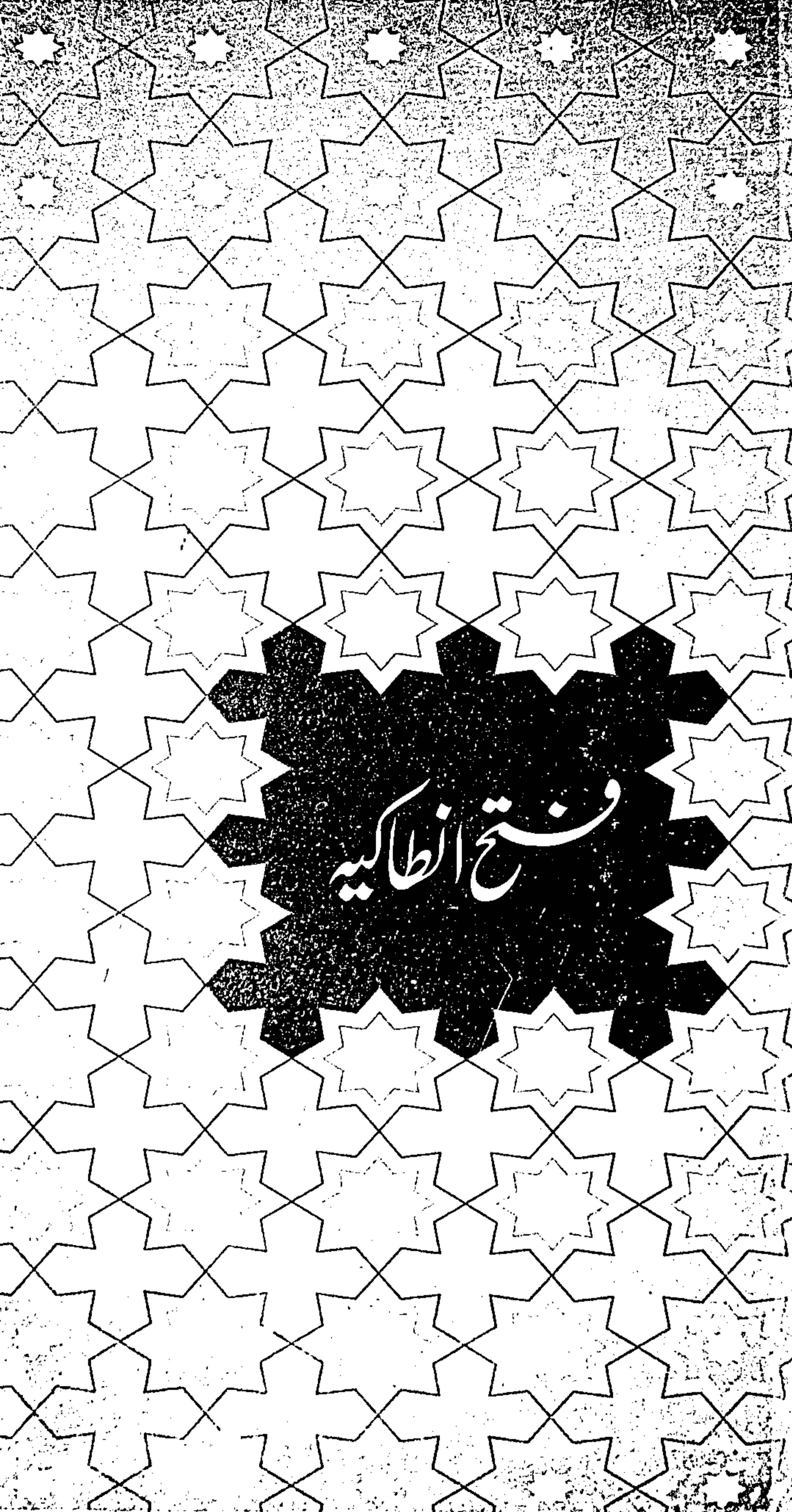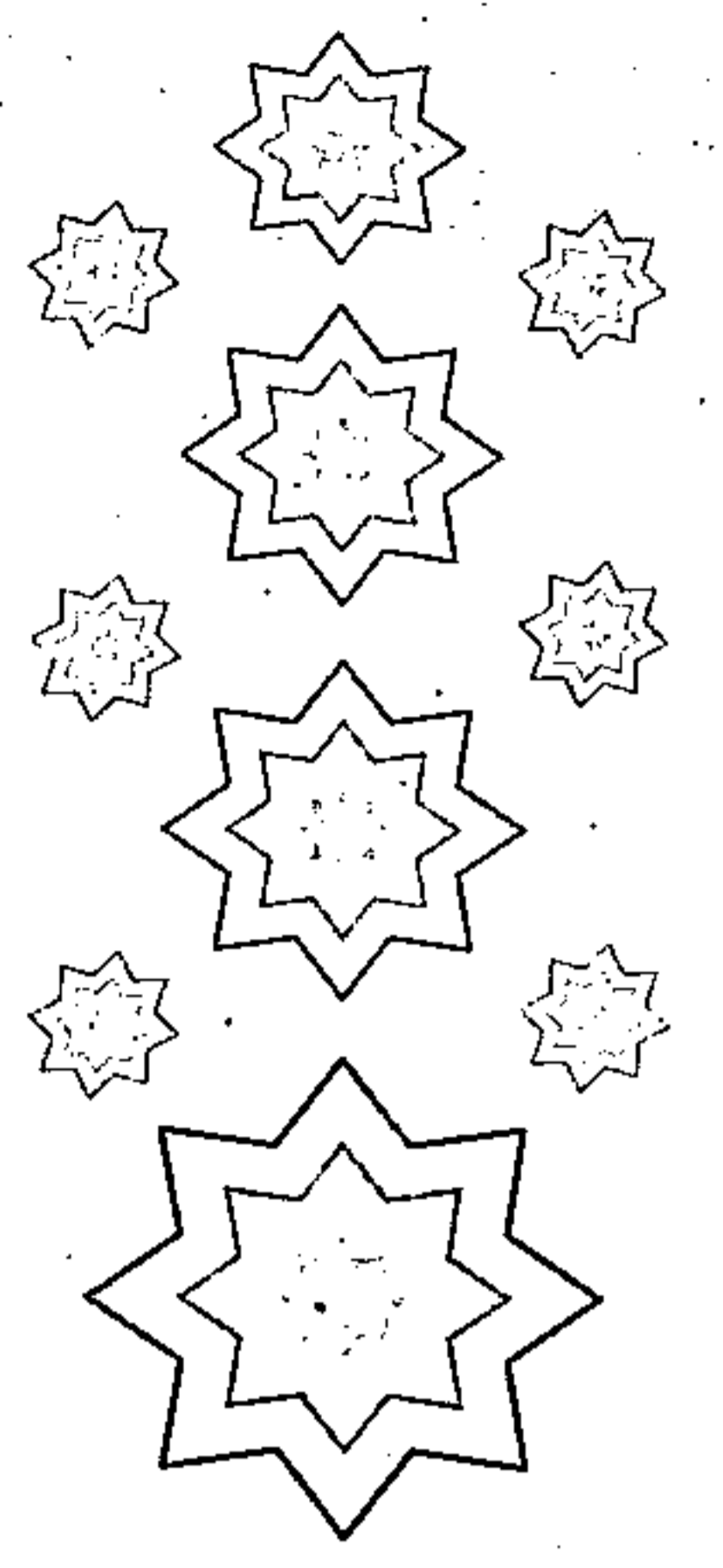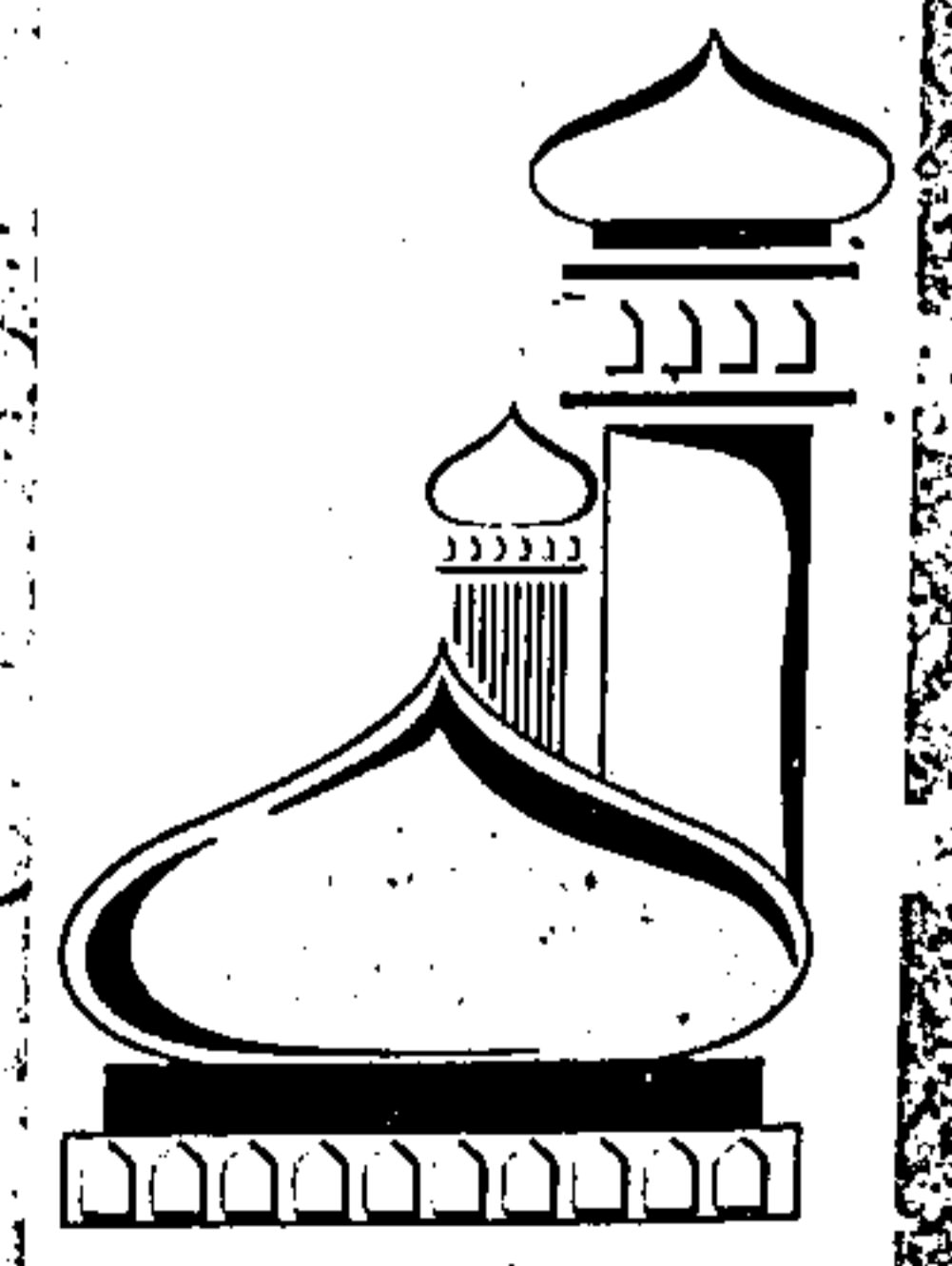
فتح انطاکیہ

فتح انطاکیہ

لشکرِ اسلام کی انطاکیہ روانگی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد دارم بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مسلمان اسی طرح مختلف علاقوں کو فتح کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے رہے، جن میں ''راوندات'' کا قلعہ بھی فتح ہوا۔ اس کے علاوہ قورص اور باسوطا بھی ہیں۔ اسی طرح فتوحات ہوتی گئیں حتیٰ کہ امیر لشکر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ لشکرِ اسلام کو لے کر ''جسر حدید'' تک پہنچ گئے۔ ہرقل باشاہ کو مسلمانوں کے جسر حدید پہنچنے کی خبر ملی تو اس کے دل میں مسلمانوں کا خوف پیدا ہوگیا، اس نے اپنی فوج کے امراء کو جنگی تیاری کرنے کا حکم دیا اور انھیں آرڈر دیا کہ فوراً جسر حدید پر مامور محافظوں کے پاس پہنچیں اور وہاں ملوکِ شام کے خیمے نصب کریں۔

اس کے بعد ہرقل بادشاہ نے بیت الخذانہ کھولا اور فوج میں اسلحہ تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کو خاص توجہ کا مرکز بنایا اور ان سے کہا: ''اے بہادر سردار! میں اس فوج کی کمانڈ تیرے سپرد کرتا ہوں، اب معاملہ تیرے ہی ہاتھوں میں ہے!'' اس کے بعد اس نے ''بیت القیسان'' میں رکھا صلیب کا نشان نکالا اور آپ کے سپرد کیا۔ صلیب کا یہ نشان وہ صرف اپنے عظمت والے ایام میں ہی نکالا کرتے تھے۔ اس کے بعد ہرقل بادشاہ نے آپ سے متوجہ ہو کر فرمایا: اے سردار! اس صلیب کو اپنے سامنے رکھو اور اس کی طرف سے ملنے والی نصرت و مدد پر اعتماد کرو۔

آپ نے وہ صلیب لے کر اپنے بیٹے کو دی اور اسے آگے رکھنے کا حکم دیا۔ آپ کے بیٹے نے صلیب لے لی اور آگے آگے لے کر چلا۔ ہرقل بادشاہ ''کنیسة القیسان'' میں داخل ہوا اس کے ساتھ اس کے درباری آدمی بھی ساتھ تھے اندر جا کر اس نے ''صلوٰة النصرة'' پڑھی۔

سارے کام مکمل کر لینے کے بعد ہرقل بادشاہ نے دو سو قیدی اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کرنے کا حکم دیا تاکہ ان کے سر اڑا دیے جائیں۔

حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ یہ حکم نامہ سنتے ہی آگے بڑھے ہرقل کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور فرمایا: ''اے عظیم المرتبت بادشاہ! آپ کو عہدۂ خلافت جو اللہ عزوجل کی طرف سے ملا ہے، اس لیے نہیں ملا کہ جلد بازی سے کام لیں بلکہ تحمل و سنجیدگی کا دامن

تھا میں آپ اس وقت جلد بازی سے فیصلہ کر رہے ہیں۔

دسیقور حکیم کا کہنا ہے:

''عقل ایک نہایت ہی خوبصورت عطیہ ہے اور صاحبِ عقل ایک نبیل شخص، کیونکہ صاحبِ عقل ہی دوسرے لوگوں میں عزت دار کہلاتا ہے اور عوام الناس کے لیے گویا مینارۂ نور ہوتا ہے۔''

سوائے بادشاہ سلامت! عربی فوج اس وقت بڑی تعداد کا لشکر بن کر ہمارے مقابلے میں آچکی ہے اور جسر حدید تک پہنچ چکی ہے، ان کے ساتھ جنگ کرنا اب ہمارے لیے ضروری ہو چکا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ میدان جنگ کا دائرہ کس کے لیے نفع بخش رہے گا۔ اگر آپ نے مسلمان قیدیوں کے بارے قتل کا فیصلہ کر دیا تو ہمارا جو بھی سپاہی ان کے ہتھے چڑھ گیا تو وہ بھی اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے، سو میری رائے کے مطابق آپ کو چاہیے کہ مسلمان قیدیوں کے معاملے میں تاخیر کریں اور کسی اور کام کی طرف توجہ فرمائیں کیونکہ انھوں نے اگر ہمارے کسی بھی سپاہی یا مددگار جاسوس کو بھی پکڑ لیا تو اپنے سپاہی کے بدلے اسے قتل کر ڈالیں گے۔''

اربابِ دولت نے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے کی تائید کرتے ہوئے کہا: بادشاہ سلامت! یوقنا نے بہت اچھی بات کہی ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ قیدیوں کو اس کنیسہ میں بھجوا دو کیونکہ ان کے لیے یہی جگہ زیادہ موزوں رہے گی۔ اور عورتوں اور خوبرو لڑکیوں کو حکم دیا کہ وہ زیب وزینت سے آراستہ ہو کر قیدیوں کے سامنے جائیں کیونکہ جب وہ قیدی ان حسیناؤں کے حسن وجمال اور خوشگوار خوشبو سے لطف اندوز ہوں گے تو وہ انھیں کی جانب مائل ہو جائیں گے اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ دینِ عیسائیت کو قبول کر لیں گے۔ اس طرح مسلمانوں کے لیے کچھ نہ کچھ تو کمزوری کا سبب بنے گا۔''

بادشاہ نے انھیں حاضر ہونے کے لیے کہا۔ جب وہ گرجا کے صحن میں اکٹھے ہو گئے تو ان کے پادریوں نے بآواز بلند انجیل کی قرأت شروع کر دی، اگر بتیاں جلا دی گئیں اور صندل وعود کی دھونی سے ماحول کو خوشبودار کر دیا گیا اور زینت وجمال کا خوب مظاہرہ کیا گیا۔

ادھر مسلمانوں نے اللہ اکبر اور کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ورد کے ساتھ فضا کو بھر دیا اور اپنے بشیر ونذیر آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بلند آواز میں پڑھنا شروع کر دیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی طرف روئے سخن کر کے فرمایا:

''اللہ عزوجل کے ان نافرمانوں نے جھوٹ کہا ہے۔ یہ لوگ گمراہی اور ضلالت میں بہت دور نکل گئے ہیں اور یہ لوگ شرک کی وجہ سے کھلے نقصان اور خسارے میں ہیں، یہ جھوٹ بکتے ہیں، اللہ عزوجل نے کسی کو اپنا بیٹا بنایا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کوئی شریک ہے۔''

صحابیٔ رسول ﷺ کا توحید باری تعالیٰ پر ایک فصیح و بلیغ خطبہ

صحابہ کرام میں ملک یمن کے ایک ایسے صحابی بھی تھے جو اہل یمن کے علماء اور فصحاء میں ایک منفرد مقام رکھتے تھے، جو تمام ''کتب حمیریہ'' بھی پڑھے ہوئے تھے اور علاوہ ازیں انھیں اگلوں کی کتابوں پر بھی عبور حاصل تھا اور ماضی کی تاریخ پر بھی مطلع اور اس سے آگاہی رکھتے تھے۔ اس فصیح و بلیغ یمنی عالم صحابیٔ رسول ﷺ کا نام گرامی ''حضرت رفاعہ بن زہیر'' رضی اللہ عنہ تھا۔ آپ شعر بھی کہتے تھے اور نثر پر بھی خوب قدرت رکھتے تھے۔

انھوں نے جب کنیسہ اور اہل کنیسہ کے کفریہ احوال کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ وہ صلیبوں (سولی کے نشانات) کی تعظیم کرتے ہیں اور مورتیوں کو سجدے کرتے ہیں تو آپ نے ان کے سامنے باآواز بلند توحید و رسالت کا نعرہ لگایا اور کہا:

''اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے، اللہ عزوجل سب سے بڑا ہے، کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے سوائے ایک معبود برحق کے، محمد ﷺ اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ ''حزب الشیطان'' والے جھوٹے ہیں ایک رحمٰن جل شانہ کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں ہے جو عدد میں محسوب نہیں ہے اور وہ یکتا ہے اس کی یکتائی اضافی نہیں (حقیقی) ہے، اس کی کوئی ضد نہیں ہے اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے، اس کی کوئی مقدار اور حد نہیں، اس نے تمام موجودات کو وجود عطا کیا ہے اور مصنوعات کو صورت عطا فرمائی ہے اور مخلوقات کو پیدا فرمایا ہے، ساری کائنات کے کاموں کی تدبیر وہی فرماتا ہے۔ وہ اول بھی ہے ایسا کہ اس کے وجود کا کوئی نقطہ آغاز نہیں، وہ آخر بھی ہے ایسا کہ اس کے شہود کا عدم نہیں ہے۔ اس کے لیے نہ موت ہے اور نہ فنا ہے، وہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ اس پر موت طاری نہیں ہوسکتی۔ اس کا کوئی شریک کار ہے اور نہ وزیر، اس کی نہ بیوی ہے اور نہ کوئی مشیر، اس کا مثل کوئی نہیں ہے اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔''

راوی کہتا ہے: صحابی رسول ﷺ کی اس تقریر سے اہل کنیسہ میں ایک اضطراب پیدا ہو گیا اور ہلچل مچ گئی، پادری صاحبان اس کی طرف اپنے نیزوں کے ساتھ ٹوٹ پڑے لیکن بادشاہ کے دربانوں نے ان پادریوں کو اشارہ کیا کہ اس کو چھوڑ دو اور اس سے دور ہٹ جاؤ۔

ایک پادری کا کلام

پھر بادشاہ ہرقل نے آپ سے کہا: ''اے عربی بھائی! آپ کا نام کیا ہے؟''

آپ نے فرمایا: اے بادشاہ تم نے میرے نام سے کیا لینا ہے، میں تمھاری جنس (قوم) سے نہیں ہوں حتیٰ کہ تم میری

خبر لو۔

بطریق (سردار) نے کہا: اے ہمارے بادشاہ! اس نے ٹھیک ہی تو کہا ہے یہ ہماری جنس سے نہیں ہے اور اس کو نہ کوئی علم ہے اور نہ کسی شئی کے بارے میں خبر ہے اور یہ حکمت و دانش سے کورا ہے آپ کو اس سے سوال کرنے کی حاجت ہی نہیں، یہ محض بادیہ نشین دیہاتی اور ان پڑھ گنوار ہے اور آپ صحرانشینوں کو جانتے ہی ہیں کہ وہ علم وحکمت سے کورے اور شر پسند ہوتے ہیں، حکمت و دانش کا بول بالا تو ہمارے ہی شہروں میں ہے اور ہمارے ہی حکمرانوں میں اس کا شہرہ اور چرچا ہے۔ حکمت وفلسفہ کا چشمہ یونانیوں سے پھوٹا اور سریانیوں کے سینوں نے اسے اپنے اندر محفوظ کر لیا، ان عربوں کے لیے حکمت کہاں سے آنا تھی؟ یہ تو فقط ہمارا ہی ورثہ ہے۔ انھوں نے علوم کو کہاں سے حاصل کرنا اور پڑھنا تھا؟ کیونکہ تمام تر فضائل تو ہمارے علماء میں منحصر ہیں اور عدل و دادگستری ہمارے ملوک کی ملک رہی ہے۔

ہم میں سے جو بادشاہ ہوئے ہیں، ان کے نام یہ ہیں اسکندر بادشاہ۔ بطلیموس، ارمویل، جرجیس، واسطالیس، فیثٔغورس (توحیدی جو انطاکیہ کا بانی اور مؤسس ہے) اور ارماذ، اَلْاَوْطَاطُاْ غَوْرَسْ (جو الرھا اور منبج کا بانی اور موجد ہے) اطسیس (یہ کاہن ہوا ہے) اسی نے اپنے زمانے کے بادشاہ کو خبردار کیا تھا کہ اس کی خاطر ایک بچہ کی پیدائش ہونی ہے، جو رب سے ہم کلام ہوگا اور اس لڑکے کی بڑی شان اور عظیم مقام ہوگا اور اس کے ہاتھ سے فیلاطون یعنی فرعون ہلاک ہوگا۔

اسی طرح ہم میں سے جو فلاسفہ اور حکمت و دانائی کے پیکر ہوئے ہیں، ان کے نام یہ ہیں: قنطس حکیم (اس کا معنیٰ بحر العلوم ہے)، ارمنیوایہ ''رومۃ کبریٰ'' کا بانی ہے اور اسی کے نام پر اس ملک کا نام رکھا گیا ہے۔ سیطا نیوس، اسی نے سب سے پہلے وہ کتاب لکھی جس میں زمین کا نقشہ بنایا گیا اور پہاڑوں، سمندروں، نباتات اور حیوانات کی تصاویر بنائی گئی ہیں اور زمین کی ہر اقلیم کے باشندوں کے رنگ اور ان کے اوصاف بیان کئے گئے اور جس اقلیم میں جو معدنیات سونا، چاندی وغیرہ جواہرات پائے جاتے ہیں ان کی نشاندہی کی گئی ہے اور پوری روئے زمین کے چشموں کے ناموں کا تعارف پیش کیا گیا اور تمام روئے زمین پہاڑوں، وادیوں، ندی نالوں گھاٹیوں اور آبادیوں اور دنیا بھر کے عجائبات کو اس کتاب میں بیان کیا گیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بطریق نے یہ گفتگو ہرقل بادشاہ کے سامنے عرب پر طعن کرتے ہوئے کی اور اس کا مقصد جبلہ بن ایہم کو بھی سنانا مقصود تھا جو کہ وہاں حاضر تھا[1] دراصل بطریق اور جبلہ ایہم دونوں کے درمیان عداوت کا سبب یہ بنا کہ بطریق نے ایک بہت بڑا گرجا گھر تعمیر کرایا تھا اور وہ ہر سال اس مرکزی گرجا میں عید کی تقریب منعقد کیا کرتا تھا۔ روم کے لوگ اس گرجا

[1] کیونکہ یہ جبلہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوگیا تھا اور یہ عربی النسل اور عرب نژاد عیسائی تھا اور اب جبلہ نامی عیسائی ریاست کا گورنر بن بیٹھا تھا۔

میں جمع ہوتے اور مختلف شہروں سے مال و اسباب اور نذریں نیازیں اکٹھی ہوتی تھیں اور لوگ ڈھیر سارے مویشی اور شمعیں اور دوسری اشیاء لاکر اس بطریق کو ہدیہ کرتے اور بطور نذرانہ پیش کرتے تھے اور یہ سب کچھ بطریق کی رائج کردہ ان رسوم کی بدولت ہوتا تھا۔

جب ہرقل بادشاہ نے جبلہ ایہم کو یہ ملک عطا کر دیا اور وہ اس سرزمین پر غالب ہو گیا تو بطریق کے اس دیر اور گرجا پر بھی جو آمدنی کا ایک خاصہ بڑا ذریعہ تھا، قبضہ کر لیا اور اس نے اس کے نزدیک ایک شہر آباد کر دیا جو اس کے نام پر ''جبلہ سٹی'' کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔

پادری کے جواب میں حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کا بیان

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ لکھتے ہیں: جب رفاعہ بن زہیر رضی اللہ عنہ نے بطریق (رومی سردار) کا قول اور اس کی گفتگو سنی تو آپ اس کی بات سے مسکرا دیئے اور تبسم ریز ہونٹوں سے فرمانے لگے:

اے بطریق! تو نے ایک ایسی قوم کی مدح کر ڈالی ہے جس کے لیے فضل و کمال اور علم و دانش کی طرف کوئی سبیل ہے ہی نہیں، ان میں نہ تو کوئی فاضل ہے اور نہ ہی کوئی شریف اور نجیب موجود ہے اور نہ کوئی بادشاہ، حقیقی بزرگ و برتر کو ایک ماننے والا ہے، وہ خدائے یکتا جس کا کوئی مثل اور عدیل نہیں ہے۔ اور اے بطریق! (رومی عیسائی سردار!) سن لو!

فضیلت صرف حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے عظیم بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کو اللہ عزوجل کی طرف سے حاصل ہے، اللہ عزوجل کے وہ خلیل علیہ السلام جو بیت الحرام کے معمار ہیں، وہ اسماعیل علیہ السلام کہ چاہ زمزم جن کی عظیم نشانی ہے، وہ خلیل اللہ علیہ السلام جن کی نشانیاں شعائر اور یادگاریں مقام ابراہیم ''المشعر الحرام'' ہیں۔

او بطریق! تو یہ بھی سن لے کہ بڑے بڑے مقتداء اور سردار عرب ہی ہوئے ہیں اور دنیا میں قدیم النسل بہادر لوگ یہی عرب ہیں جو زمین کے طول و عرض کے مالک رہے ہیں، ان میں سے بہادر خوددار بڑے لشکروں والا بادشاہ اسکندر اول ہوا ہے جس نے پوری دنیا پر بادشاہی کی ہے اور جس نے نہ صرف خشکی پر بلکہ بحر ظلمات میں بھی گھوڑے دوڑائے، اس تمام روئے زمین کے لوگ جس کی طاعت و فرمانبرداری میں داخل ہوئے اور مشرق سے لے کر مغرب تک تمام علاقہ جس کے زیر حکمرانی رہا ہے، جس نے روئے زمین کے بادشاہوں کا غرور خاک میں ملا دیا تھا اور ان کو اپنے ماتحت کر کے اپنا مددگار اور اپنی فوج قرار دے دیا تھا، وہ ''اسکندر ذوالقرنین'' کے نام سے مشہور ہے اور ان میں سے شداد بن عاد، شدید بن عاد، عمرو ذو المنار، لقمان بن عاد، ھدھار، عرو ذوالاذعار، ہزار بن سکسک، عادیل بن عیان (یہ گفتگو کرتا تھا کہ حکمت و دانش کے موتی بکھیرتا تھا)، مناسب بن یشجب (یہ ہم میں پہلا تاجدار ہوا ہے) پھر اس کے بعد اس کا ولی عہد، حمیر تاج و تخت کا مالک قرار پایا پھر تبّع اور بھی تاجور تھا، پھر مالک بن حمیر، پھر عاد، عامر بن حمیر یہ تو سلاطین اور ملوک کا

سلسلہ تھا۔

اسی طرح ہم عربوں میں سے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ ہم اہل عرب میں سے اللہ عزوجل کے معظم حضرت حنظلہ بن صفوان جن کو اہل الرس کی طرف نبی بنا کر مبعوث کیا گیا اور ہم میں سے نفیلہ بن عبدالمدان جسر بن حشرم جنھوں نے پانچ سو سال عمر پائی۔ انھوں نے ہی کارخانے اور فیکٹریاں بنائیں اور زمین سے خزانے دریافت کر کے نکالے اور لشکروں کی قیادت کرتے تھے، اور اللہ عزوجل نے ان کو اپنے نبی حنظلہ بن صفوان کے علم کا وارث بنایا تھا اور پھر سب سے آخری نبی ہم میں سے مبعوث فرما کر اللہ عزوجل نے ہمیں فضیلت اور شرف بخشا اور ہماری قدر کو بلند فرمایا، کیونکہ خاتم الانبیاء والمرسلین حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اللہ عزوجل کے سب سے آخری پیغمبر ہیں اور آپ کے بعد سلسلہ نبوت کو اللہ عزوجل نے ہمیشہ کے لیے ختم فرما دیا، آپ عرب میں سے ہیں یہ ہمارے لیے وجہ افتخار ہے تو ہم سیادت والے ہوئے اور تم غلام ہوئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

مجھے یہ روایت بھی پہنچی ہے کہ یہ اللہ عزوجل کا بندہ یعنی حضرت رفاعہ بن زہیر بن زیاد بن عبیدہ بن سریہ الجرہمی رضی اللہ عنہ عربوں کی تاریخ اور ان کے نسبوں سے خوب واقف اور اس کا بہت بڑا عالم تھا اور عرب بادشاہوں کی پوری ہسٹری کو جانتا تھا، اس نے حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت حنظلہ بن صفوان علیہم السلام کی کتب (صحائف) کا بھی مطالعہ کر رکھا تھا۔ جس وقت حضرت رفاعہ بن زہیر رضی اللہ عنہ نے کنگ فلیطس (یعنی شاہ روم ہرقل) کے سامنے یہ گفتگو فرمائی تو بطریق (رومی پادری) نے ارادہ کیا کہ وہ آپ پر ایک سوال کر کے آپ کو عاجز کر دے تو بطریق نے کہا:

بلند ہمتوں اور ذکاوت والی طبیعتوں سے ہی قلوب کی عقل روحانی کی بادنسیم تک رسائی ممکن ہے ورنہ ہمت عالی اور فطرت پاکیزہ کے بغیر روشن عالم میں ترقی نگاہوں سے غائب پوشیدہ صورتوں کا ایسا علم جو تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے والا ہو، ممکن ہی نہیں ہے اور عقول و اذہان جو میل کچیل سے مصفی ہوں، افکار نورانیہ جو اخلاقی کدورتوں سے اور وساوس میں گھرے ہوئے ہوں، وہ جسمانی جنجال سے پاک صاف اور آزاد ہو تو پھر ہی اس صاف ستھرے ماحول اور گدلاہٹ سے جدائی کے وقت ارواح کی ابدان کے ساتھ وہ انحلال اور اضمحلال سے بری زندگی کا بسر ہونا میسر اور ممکن ہو سکتا ہے اور ایسے عالم میں ہی عناصر باہم خلق اور خلق کی عمدگی سے متصف ہوتے ہیں اور صفائی سے صفائی حاصل ہوتی چلی جاتی ہے اور کدورت دور ہوتی جاتی ہے۔

حضرت رفاعہ بن زہیر رحمۃ اللہ علیہ نے پادری کی گفتگو سن کر فرمایا:

اے پادری! تم نے ٹھیک نہیں کہا۔ پادری بولا: ''کیسے؟'' آپ نے فرمایا: قلوب، علام الغیوب کی طرف کیونکر مائل ہونگے اور درستگی رائے کو مصیب کیسے پا سکتا ہے؟ یا یوں کہہ لیں کہ دل کدورت سے کیسے صفائی حاصل کر سکتے ہیں جبکہ

دلوں میں کفر و شرک کی گندگی اور نجاست جمی ہوئی ہو! ظاہر ہے کہ کفر و شرک سے تہذیب کے بغیر قلب و ذہن کی صفائی ہرگز نہیں ہوسکتی اور اذہان اسرار و رموز کی گہرائیوں تک کب اور کیونکر رسائی حاصل کر سکتے ہیں جبکہ وہ دھوکے اور غرور کے حجابات میں محجوب ہوں! کیونکہ فکر و نظر کا ارتقاء اسی صورت ممکن ہے جب اذہان و قلوب کو وسعت، پاکیزگی اور کفر و شرک کی آلودگیوں سے صاف ستھری فضاء میّسر ہو۔

پھر آپ نے فرمایا: اے بترک (پادری!) (میرا) یہ کلام ایک عرب شخص کا کلام ہے جن کے متعلق تمھارا کہنا یہ ہے کہ حکمت و دانائی عربوں کے اخلاق و عادات سے میل نہیں کھاتی، وہ تو محض گنوار ہوتے ہیں اور حکمت و دانائی کا سودا عربوں کی منڈی اور بازار میں دستیاب نہیں ہے۔

اور اے پادری سن! یمن کا ایک بادشاہ جس کا نام سیف بن ذی یزن تھا، اس نے ہمارے نبی اکرم کے ظہور سے سات سو برس قبل بشارت دی تھی اور وہ علوم کے غواض اور گہرائیوں کو بیان کرتا تھا اور نظم و نثر دونوں اصناف کلام میں نہایت عمدہ کلام کرتا تھا۔

اس کی زبان سے دانائی اور حکمت کی باتیں صادر ہوتی تھیں اور وہ اس نعمت خداوندی کے شکر میں خوب مزین و آراستہ کلام سے حمد و ثناء کے موتی بکھیرتا تھا، اسی طرح ہمارے (عربوں کے) فصحاء میں سے ایک نہایت فصیح الکلام شخص قیس بن ساعدہ الأیادی بھی گزرا ہے جس کے کلام میں چند ابیات بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں جو فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہیں۔ [1]

بہرحال ایک عرب شخص کے حکمت و دانائی سے بھرپور اور فصاحت و بلاغت کا شاہکار وہ ابیات یہ ہیں:

ترجمہ اشعار:

- سنو! ہم وہ قوم ہیں جن کو جہالت کی بیماری سے پاک رکھا گیا ہے اور ان کے سابقہ احسانات نیکی کے کارنامے مشہور ہیں۔
- اور ہمارا تعلق ایسی قوم سے ہے جنھوں نے کبھی کسی غیر عورت کی طرف بری نگاہ سے نہیں دیکھا اور ہماری قوم کے پرہیزگاری کے کام مشہور و معروف ہیں۔
- اور ہم میں توحید کا عقیدہ موجود رہا ہے اور عقل شاہد ہے اور ہم نے عقل کی بنیاد پر اللہ ﷻ کو ایک جانا اور مانا ہے اور توحید کی معرفت عقل سے ہوتی ہے اور وہ الحمد للہ ہم میں موجود ہے اس لیے اللہ ﷻ کے فضل سے ہم موحد ہیں۔
- ہم مافوق السماء کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے عام لوگ ظاہری چیزوں کو دیکھتے ہیں۔

[1] اگرچہ عبدالعزیز بن یوسف نے یہ بات بھی کہی ہے کہ ان ابیات کے متعلق الحلاج کا دعویٰ یہ ہے کہ قیس بن ساعدہ الأیادی نے ان ابیات سے اپنے احوال واقعی پر استشھاد کیا ہے یہ اشعار ان کے اپنے نہیں کسی اور عرب شخص کے ہیں۔

❀ ہم اپنی ذات اور اپنی ابتدا کے متعلق اچھی طرح علم رکھتے ہیں اور ہم محض ایک تصویر کی شکل کے حامل نہیں ہیں۔
❀ ہم اس سرزمین پر ہیں (تو کیا ہوا لیکن) ہماری روحیں تو عالم نور میں نور ہدایت کی طلب گار ہیں۔
❀ (ہماری روحیں) عالم نور میں اسی لیے پہنچی ہیں کہ اس کی خبر پائیں اور ہماری ان ارواح نے عالم عقل میں اس نور کو محسوس کیا۔
❀ (جب یہ عروج حاصل ہو چکا ہے تو) اب وہ روحیں دنیا میں ٹھکانہ بنانے پر راضی نہیں ہیں انھوں نے حقیقی ذات کو اختیار کر لیا ہے جو ہر مثل سے پاک ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رفاعہ بن زہیر رضی اللہ عنہ سے جب وہ رومیوں کے قبضہ سے رہا ہو کر آئے پوچھا:

کہ اے چچا! بطریق (عیسائی عالم) آپ کی گفتگو کو کس طرح سمجھ رہا تھا (حالانکہ وہ عربی نہیں)۔

تو انھوں نے فرمایا: اے بھتیجے! اس لعین سے بڑا فصیح کلام کرنے والا عربی میں نے کوئی نہیں دیکھا اور اس سے میں نے اس بارے سوال کیا تو اس نے کہا: کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ شاہان روم اور وہاں کے سردار یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا ملک اس وقت تک درست طور پر قائم نہیں رہ سکتا جب تک کہ وہ کلام عرب میں پوری دسترس حاصل نہیں کر لیتے کیونکہ وہ حجاز کے ہمسایہ میں رہتے ہیں اور اپنے ہمسایہ کی زبان اور ان کی تہذیب وثقافت سے آگاہی ضروری ہوتی ہے۔

عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت رفاعہ بن زہیر رضی اللہ عنہ نے جب بطریق (عیسائی عالم) کے ساتھ اپنے مناظرہ کی روئیداد کو بیان کیا تو بہت سے لوگوں نے اس کو قلمبند کر لیا تھا۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کا اپنے بیٹے سے کلام کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت رفاعہ بن زہیر رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا تھا (جو باپ کا بھی نافرمان واقع ہوا تھا) وہ بھی آپ کے ساتھ ہی قید ہو گیا اور اس کا قلب کفر کی طرف میلان رکھتا تھا اس کا باپ اس کو بددعا دیتا تھا اور جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم "کنیسة القسیسین" میں داخل ہوئے اور حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بترک (رومی پادری) کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ میں مشغول تھے تو ان کا لڑکا عامر گرجا گھر اور اس کی زینت وآرائش کو بڑے انہماک کے ساتھ دیکھنے میں مشغول تھا، وہ بڑی حیرانی سے کنیسہ میں بنی ہوئی تصاویر اور وہاں لٹکائی ہوئی صلیبوں کو دیکھ رہا تھا اور رومی عورتوں کے حسن وجمال اور ان کی زینت وآرائش کو دیکھ دیکھ کر کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ شیطان نے اس کو اپنے مکر میں پھنسا لیا اور لہو ولعب اور عیش وعشرت کا خیال اس کے دل میں ڈال کر ایسا برملایا کہ اس نے صلیبوں اور گرجا میں بنی ہوئی

تصاویر کو چومنا شروع کر دیا اور اس طرح اللہ ﷻ کے ساتھ شرک کا مرتکب ہوا۔

اس کے باپ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے جب اس کی طرف دیکھا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ شرک کر رہا ہے تو آپ رو پڑے، اور روتے ہوئے کہا:

اے تیری بربادی! کیا تو ایمان لانے کے بعد کفر کر رہا ہے؟ اے تیرا ستیاناس ہو کیا تو رحمٰن کے دروازہ سے دھتکار دیا گیا ہے؟ اے تجھ پر افسوس! کیا تو اس شہنشاہ سے کفر کر رہا ہے جو سب کو دینے والا، دانا ہے، اے قدرت کے دھتکارے ہوئے شخص! اے بدبخت تو قدرت والے اور سب کے نگہبان کے دربار سے منہ پھیر رہا ہے اور کفر کر رہا ہے؟ یاد رکھ، یہ دنیا فانی ہے اور اس جہاں سے ہر ذی روح نے جدا ہونا ہے لیکن بدبخت اس دنیا سے تیرے جانے پر تجھ پر کوئی رونے والی بات نہیں، تجھ پر رونا تو یہ ہے کہ جب تو آخرت میں ہم سے جُدا ہوگا کیونکہ وہاں تیرا راستہ اور ہوگا اور میرا راستہ اور ہوگا کیونکہ تو ابلیس کے راستہ پر چل نکلا ہے اور شیطانوں کے ساتھ ہی تو جہنم میں جائے گا اور تیرا حشر ان کافر راہبوں اور مشرک پادریوں کے ساتھ ہوگا جو خدا کے ساتھ شرک کرتے ہیں اور تو دوزخ کے چھٹے طبقے میں ہوگا اور میں اللہ ﷻ کے فضل واحسان سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ جنت میں جاؤں گا، جہاں خوبصورت حوریں ہیں اور کبھی فنا نہ ہونے والی طرح طرح کی نعمتیں ہیں۔

اے بیٹے! تو دنیا کی زندگی کا طلب گار نہ بن، اے میرے بیٹے! فنا ہو جانے والی چیزوں کی خواہشات کو اخروی نعمتوں پر ترجیح دینے والا نہ بن، ہائے افسوس بیٹے تو نے اپنے باپ کو کتنا شرمندہ اور رسوا کیا ہے؟

میں تو تیری ان مشرکانہ حرکتوں کی وجہ سے اس زبردست آقا ﷺ کے دربار میں منہ دکھانے اور اس پاک ذات کے دربار میں کھڑا ہونے کے قابل نہیں۔ تو کوئی حیا کر اپنے باپ کو ذلیل نہ کر، اے بیٹے! تو اپنے باپ کے سفید بالوں کی ہی لاج رکھ لے کیونکہ تو نے ظاہر وباطن کا علم رکھنے والی ذات کے ساتھ کفر کر کے اپنے باپ کی سفید روئی کا سارا بھرم اور اس بوڑھے باپ کی عزت کو خاک میں ملا کر رکھ دیا ہے، اے بیٹے! میری آرزو اور اُمید تیرے بارے میں ناکام ہوگئی ہے اور ان پر پانی پھر گیا ہے، اے بیٹے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (کی غلامی) سے بَری ہو کر تیرا دل کیونکر خوش ہو سکتا ہے؟ حالانکہ کل قیامت کے دن تجھے آپ ﷺ ہی کی شفاعت کی ضرورت اور طلب ہوگی پھر حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار پڑھے:

ترجمہ اشعار:

❀ اے بیٹے (دنیا کی) زندگی نے تجھے دھوکے میں ڈال دیا ہے جس کی وجہ سے اللہ ﷻ کے ساتھ جو سب باتوں کا علم رکھنے والا ہے کفر کا ارتکاب کرنے والا ہو گیا ہے۔

❀ اے بیٹے! تو بدبختوں میں شامل ہو گیا ہے اس سے پہلے تو خوش بختی اور نعمتوں میں تھا۔

❀ اے بیٹے کیا تو عذاب سے نہیں ڈرتا ہے؟ جب تجھے پل صراط سے گزرنا ہوگا۔
❀ کیا تجھے احمد مصطفیٰ ﷺ سے حیا نہیں آتی حالانکہ قیامت کے دن اور حساب کے وقت تجھے آپ ﷺ کی شفاعت کی حاجت ہے۔
❀ اور تیرا باپ تیرے کفر کی وجہ سے بہت پریشان ہے۔
❀ قیامت کے دن جب وہ بے نیاز اور ذات تجھے بلائے گا اور فرمائے گا اے بندے تو نے میرے ساتھ کفر کیا تھا تو تیرے لیے کوئی جائے پناہ نہ ہوگی کہ جہاں تو بھاگ کر چلا جائے۔
❀ اور اے بیٹے! تیرا باپ بدترین زندگی گزارنے کو باقی رہ گیا ہے۔
❀ اے بیٹے! تجھے میں اپنی ان شفقتوں اور مہربانیوں کا واسطہ دیکر کہتا ہوں جو تیرے باپ نے تجھ پر تیرے دودھ پینے کی عمر میں اور اس کے بعد زمانہ بچپن میں تیرے اُوپر کیں کہ تو اپنی پرانی حالت پر لوٹ آ اور کفر کو چھوڑ دے۔ اے بیٹے! تو اس ذات کریم کی طرف کیوں رجوع نہیں کرتا جس نے تجھے اپنی رحمت کی وسیع چادر میں چھپائے رکھا۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا جواب

علامہ واقدی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے لڑکے نے یہ ساری گفتگو سن کر کہا: اے میرے باپ! آپ دروازہ بند کر دیں اور پردہ لٹکا دیں۔

مؤرخ لکھتے ہیں: سردار نے حکم دیا اور اس کی بیڑیاں کھول دی گئیں اور پھر اس کو آب عمودیہ میں غوطہ دلایا گیا اور پادریوں نے اس کو طواف دیر کرایا اور نیز رہبانوں اور پوپوں نے اس کو مذہبی رسومات ادا کروائیں۔ سرداروں اور شاہان روم کی طرف سے اس کو خلعت فاخرہ پہنائی گئی اور اس طرح انھوں نے مختلف مراحل سے گزار کر حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ کے لڑکے کو نصرانی اور عیسائی بنا دیا۔

بادشاہ کی طرف سے اس کو سواری کے لیے خاص گھوڑا ہبہ کیا گیا۔ اور ایک خدمت گار لونڈی اور رہائش گاہ دے دی گئی اور اس کو جبلہ بن الایہم غسانی کے ساتھیوں کے ساتھ ملا دیا گیا۔

پھر سردار نے باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: اے گروہ عرب! تمھیں کیا چیز روکتی ہے کہ تم ہمارے دین عیسائیت کو کیوں نہیں اختیار کر لیتے جیسا کہ تمھارے ساتھی نے کیا ہے اگر تم عیسائی بن جاؤ تو تمھیں دنیا کی نعمتیں اور ہر قسم کی سہولتیں میسر کر دی جائیں گی اور شاہ روم ہرقل تم سے خوش ہوگا اور اس کی خوشنودی تمھیں حاصل ہو جائے گی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے فرمایا کہ ہمارے دین کا برحق ہونا ہمیں عیسائیت اور کفر کو اختیار کرنے سے مانع ہے اور ہمارے ایمان کی پختگی اور یقین کا حال ہمیں دین کفر میں داخل ہونے سے منع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے

ہم ایسے نہیں ہیں کہ ایمان کے بدلے میں کفر کو اختیار کر لیں اگرچہ ہمیں قتل ہی کیوں نہ کر دیا جائے ہم صبر کریں گے اور کفر ہرگز نہ کریں گے۔

سردار نے کہا: تمھیں مسیح (علیہ السلام) نے اپنے دروازے سے دھتکار دیا ہے اور اس نے تمھیں اپنی بارگاہ سے دور کر دیا ہے۔

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے عیسائی سردار کو جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل جانتا ہے کہ ہم میں سے کون اس کی بارگاہ سے راندہ ہوا ہے اللہ عزوجل کی قسم ہے کہ بیشک مسیح علیہ السلام تم لوگوں سے بیزار ہیں اور تم لوگ ان کے دشمن ہو اور ان پر جھوٹے الزامات لگانے والے ہو۔ حضرت مسیح علیہ السلام میدان قیامت میں اللہ عزوجل کے دربار میں تمھارے خلاف مقدمہ لڑیں گے کیونکہ آپ علیہ السلام وہ کریم ہستی ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے تمھاری طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا پس تم نے ان کی مخالفت کی اور ان کی لائی ہوئی شریعت کو بدل ڈالا اور تم نے سمجھا ہی نہیں کہ وہ تمھارے لیے کیا احکام اللہ عزوجل کی طرف سے لے کر آئے؟

اور ہمارے نزدیک تم اپنی نادانی اور بے علمی کی وجہ سے گمراہ ہو اور تم حضرت مسیح علیہ السلام کی مخالفت کر کے اور ان کی طرف جھوٹ منسوب کر کے ان کی ذات پر ظلم کرنے والے لوگ ہو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد جابر بن اُوس رحمۃ اللہ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جنگ انطاکیہ کے موقع پر میں بھی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھا اس وقت حضرت ربیعہ بن معمر رضی اللہ عنہ نے مسجع کلام کے ساتھ ہمیں وعظ فرمایا۔

رومی لشکر میں سے سب سے پہلے نسطاروس بن روبیل نامی، رومی پہلوان میدان جنگ میں نکلا۔ اس کا جسم اس طرح تھا گویا کہ لوہے کا برج ہو، میدان میں نکل کر مدمقابل طلب کرنے لگا۔

مسلمانوں کی طرف سے قبیلۂ بنی طریف کے غلام فاتح قلعہ حلب، حضرت دامس ابوالھول رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں نکلے۔ دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ جب جنگ کے شرارے خوب بھڑکنے لگے تو اچانک حضرت دامس رضی اللہ عنہ کا گھوڑا پیچھے کی جانب لڑکھڑایا جس سے آپ پشت کے بل نیچے گر پڑے۔ ادھر سے نسطاروس نے فوراً آگے بڑھتے ہوئے آپ کو گرفتار کر لیا۔ گرفتار کرنے کے بعد وہ آپ کو بُری طرح سے کھینچتا ہوا اپنے لشکر میں لے گیا جہاں انھیں نسطاروس کے خیمے میں ہی باندھ دیا گیا۔ نسطاروس دوبارہ میدان میں لوٹا۔

اس مرتبہ مسلمانوں کی طرف سے حضرت ضحاک بن حسان طائی رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں گئے۔ شکل و شباہت میں آپ بالکل حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے۔ جس وقت آپ میدان میں گئے تو ایک رومی جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خلاف کئی جنگوں میں شریک ہو چکا تھا، زوردار آواز میں کہنے لگا:

"یہی وہ مسلمان شہسوار ہے جس نے ہمارے ملک شام کے کئی شہر فتح کر لیے ہیں!"

اس کا یہ کہنا ہی تھا کہ جنگ انطاکیہ میں شامل ہر رومی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا اور گمان کرنے لگا کہ یہی خالد بن ولید ہیں۔ مشرکین شہسوار بڑھ بڑھ کر انھیں دیکھنے لگے اور اس قدر مدہوش ہو گئے کہ خیموں کی رسیاں توڑتے ہوئے آگے بڑھنے لگے حتیٰ کہ نسطاروس کا خیمہ بھی گر گیا اور اس کی رسیاں ٹوٹ گئیں۔ پہرے داروں کو اپنی جانوں کا خوف لاحق ہو گیا کہ اگر اسی وقت نسطاروس خیمے کی طرف آ گیا تو ایسی حالت دیکھ کر بہت بُری سزا دے گا۔ ان کے ساتھ کوئی ایسا مددگار بھی نہیں تھا جو انھیں خیمہ نصب کرنے میں مدد دے سکے کیونکہ لشکر روم میں شامل ہر شخص نسطاروس اور اس کے مدمقابل کے درمیان قوت بازو کے جوہر ملاحظہ کرنے میں مستغرق تھا۔ پہرے داروں میں سے دو اس بات پر متفق ہو گئے کہ حضرت دامس رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر ان سے مدد لیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے پاس آ کر کہنے لگے: ہم تجھے ان رسیوں سے کھول دیتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ اس خیمے کو دوبارہ نصب کرنے میں ہماری مدد کرو گے مزید یہ کہ جب ہمارا سردار نسطاروس لوٹے گا تو ہم اس سے تیری سفارش کریں گے، ہمیں اُمید ہے کہ وہ تجھے آزاد کر دے گا۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔

چنانچہ انھوں نے آپ کی رسیاں کھول دیں۔ رسیاں کھولنے کی دیر تھی کہ آپ نے دونوں کو ایک ایک ہاتھ سے دبوچ لیا اور ایک دوسرے سے ٹکرانا شروع کر دیا حتیٰ کہ دونوں کو وہیں ڈھیر کر دیا۔ دونوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد تیسرے کی طرف متوجہ ہوئے اور اسے بھی ان دونوں کے ساتھ آتش جہنم کی طرف روانہ کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے وہاں رکھا ہوا ایک صندوق کھولا اور اس میں نسطاروس کا رکھا ہوا لباس زیب تن کیا۔ اسی کا ایک عمدہ قسم کا گھوڑا لیا، عمدہ قسم کی تلوار لے کر گھوڑے پر سوار ہو گئے الغرض رومی آدمی کی طرح وضع قطع اختیار کر کے نصرانی عربوں کی جماعت میں پہنچے اور جبلہ بن ایہم کے چچازاد بھائی حازم بن عبد یغوث کے ایک جانب جا کھڑے ہوئے۔ حازم بن عبد یغوث نصرانی عربوں کی جماعت کی نمائندگی کرنے کے لیے سب سے آگے کھڑا ہوا تھا جبکہ جبلہ بن ایہم، اس کا بیٹا اور باقی چچازاد بھائی بادشاہ کے خیمہ کے پاس کھڑے تھے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ضحاک بن حسان رضی اللہ عنہ اور نسطاروس کے مابین لڑائی جاری تھی۔ دونوں میں سے کوئی بھی دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے میں ابھی تک کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ تھکن سے چُور ہو گئے تو میدان جنگ چھوڑ کر اپنے لشکر کی طرف متوجہ ہوئے۔ نسطاروس بھی اپنے خیمے کی طرف لوٹا تا کہ کچھ دیر آرام کر سکے۔ وہاں اس نے دیکھا کہ اس کا خیمہ زمین پر گرا ہوا ہے، پہرے دار بھی ہلاک ہوئے پڑے ہیں نیز حضرت دامس رضی اللہ عنہ بھی نہ تھے۔ اس نے جان لیا کہ یہ سارا کیا دھرا آپ ہی کا ہے۔ چنانچہ یہ شکایت لیتے ہوئے نسطاروس، بادشاہ ہرقل کے پاس حاضر ہوا اور ساری صورت حال بیان کی۔

بادشاہ نے کہا: مسیح کی قسم! یہ عرب لوگ تو بالکل جن معلوم ہوتے ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت دامس رضی اللہ عنہ کی کارگزاری کا واقعہ سنتے ہی رومیوں میں ہلچل سی پیدا ہوگئی۔

بادشاہ نے کہا: وہ ابھی ہمارے لشکر میں ہی ہوگا کیونکہ لشکر سے باہر نکلتے ہوئے ابھی تک کسی نے نہیں دیکھا۔ خصوصاً نصرانی عربوں کی جماعت میں ہوگا کیونکہ ان کی جنس ایک ہی ہے۔

ادھر حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے جب رومیوں میں ہلچل مچی محسوس کی، تو جان گئے کہ یہ افراتفری انھیں کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ آپ نے تلوار نیام سے نکالی اور نصرانی جماعت کی غفلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے حازم بن عبد یغوث پر ایک ہی تلوار کا وار کیا اور اس کا سر تن سے جُدا کر دیا۔

نصرانی آپ کی اتنی بڑی ہمت دیکھ کر ہیبت زدہ ہو گئے۔ ان کے ہوش اُڑ گئے۔ آپ نے گھوڑے کو ایڑھ لگائی اور مسلمانوں کے لشکر میں جا کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے جب آپ کو آتے دیکھا تو تکبیر وتہلیل کے فلک بوس نعروں سے آپ کا استقبال کیا۔ آپ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور رومیوں کے ساتھ چال چلنے کی داستان سنائی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی جرأت مندی کا واقعہ سنا تو فرمایا: اللہ عزوجل تمھارے ہاتھ سلامت رکھے۔

کہتے ہیں کہ حازم بن عبد یغوث کے قتل کی خبر جبلہ بن ایہم کو ملی تو وہ شدید غصے میں آ گیا۔ بادشاہ کے پاس آ کر عرض کرنے لگا: اے بادشاہ سلامت! صبر کرنے کا پیمانہ اب چھلک چکا ہے، ان عربوں پر حملہ کرنا نہایت ضروری ہے کیونکہ یہ لوگ خود کو بہادر سمجھنے لگے ہیں اور اپنی اوقات نظر انداز کر چکے ہیں۔

ہرقل بادشاہ ابھی حملے کا حکم جاری کرنے ہی والا تھا کہ اچانک رومی لشکر کی طرف گھوڑوں کی ٹاپ سنائی دی۔

اس نے پوچھا: ان کے پیچھے کون ہے؟

بتایا گیا: بادشاہ سلامت! گورنر مدائن ورومۃ الکبریٰ، فلنطانوس سطانیوس بن ارمونیا آپ کی مدد کے لیے اپنا لشکر لایا ہے۔ رومۃ الکبریٰ، فلنطانوس کے دادا ارمونیا کے نام سے ہی مشہور ہو گیا اس کے نام پر اس شہر کا نام رکھا گیا۔

سلطنتِ رومۃ الکبریٰ کے بارے ایک جھلک

رومۃ الکبریٰ محل نما بہت بڑا گھر تھا جسے ابوسرفیا کہا جاتا تھا۔ اس کے اُوپر ایک تصویر بنی ہوئی تھی جسے سونے سے کشید کیا گیا تھا۔

اس محل کے سات دروازے تھے جو سونے کے بنے ہوئے تھے۔ ہر دروازے پر ایک مدوّر (گول چیز گنبد یا جس چیز نے احاطہ کیا ہوا ہو) بنا ہوا تھا جس پر ایک شخص کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ اس شخص کے ہاتھ میں سونے کی بنی ہوئی چند تختیاں

تھیں جسے وہ ہر سال سورج کے مقابل کھڑا کر دیتے پھر اس محل کا کاہن اس تختی کو دیکھ کر اس تختی کے ساتھ مخصوص ایک صوبے کے آئندہ حالات کی پیشین گوئی کر لیتا۔ کل سات تختیاں تھیں جن میں سے ہر ایک تختی، ایک صوبے کے ساتھ خاص تھی۔ اسی طرح ساتوں دروازوں کا حال تھا۔ اہل رومۃ الکبریٰ اس علم کی وجہ سے، جسے ان کے متقدمین حکماء نے وضع کیا تھا، ساری دنیا کے حالات معلوم کر لیتے تھے۔

ان ساتوں مجسموں کے درمیان ایک گیند نما قبہ تھا جسے پیتل کے بنے ہوئے آٹھ ستونوں سے قائم کیا گیا تھا۔ ان ستونوں کا سیاہی اور سفیدی مائل ایک دیوار نے احاطہ کیا ہوا تھا۔ پھر اس دیوار میں ایک بڑا سا دروازہ تھا جس کے اُوپر پتھر کی بنی ہوئی ایک صورت تھی۔ یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا ہے؟ بہرحال ایک سیاہ پتھر ہی معلوم ہوتا تھا۔ سرزمین مشرق و مغرب میں جس وقت زیتون کی فصل کا وقت آتا تو اس صورت سے ایک ہولناک آواز سنائی دیتی۔ اس آواز کی گرج اس قدر زیادہ ہوتی کہ قریب ہو جاتا کہ دل پھٹ جائیں۔ پھر جب اگلے دن صبح ہوتی تو آسمان سے ''ذرازیر'' نامی پرندے آتے دکھائی دیتے۔ ہر پرندہ زیتون کے تین دانے اٹھائے ہوتا۔ ایک اس کی چونچ میں، جبکہ دو اس کے پنجوں میں ہوتے۔ وہ پرندے زیتون کے دانوں کو اس صورت (مورتی) کے سر پر پھینکنا شروع کر دیتے۔ معاملہ اسی طرح جاری رہتا یہاں تک کہ وہ محل زیتون سے بھر جاتا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

اہل رومۃ الکبریٰ ان زیتون کے دانوں کو جمع کر کے اس کا تیل نکالتے اور پھر پورا سال اسی کو استعمال کرتے۔ اس بڑے محل کے اندر ایک مکان تھا جو ہمیشہ بند رہتا۔ جب سے یہ مکان تعمیر ہوا تھا کبھی بھی اس مکان کو کھولا نہیں گیا تھا۔

فلنطانوس نے جس وقت ہرقل بادشاہ کی مدد کے لیے انطاکیہ جانے کا ارادہ کیا تو اسے اپنے لشکر کے لیے زادِ راہ کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ وہ اس مقفل مکان کے پاس آیا اور گمان کرتے ہوئے کہ شاید اس میں خزانہ ہو، اُسے کھولنے کا ارادہ کیا۔ قوم کے صاحبِ مرتبہ لوگوں اور عطماؤس (قوم کا بزرگ شخص تھا اور یہی اس مکان کا متولی بھی تھا) عرض گزار ہوئے:

بادشاہ سلامت! تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان سات سو سال سے بند پڑا ہے جبکہ ظہور مسیح علیہ السلام سے ایک سو ستر سال قبل سے، آپ کے اجداد میں سے کوئی اسے کھولنے کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور نہ ہی اس کنیسہ کے کسی متولی کو اس کام کی جرأت پیدا ہو سکی ہے، ہاں! یہ وصیت ضرور ہوتی آئی ہے کہ اس مکان کو بالکل نہ کھولا جائے، حکماء اور بادشاہوں نے جو اس کے بند کیے رکھنے کی وصیت کر کے کسی حکمت کا اشارہ ہی کیا ہوگا۔

آپ بھی اس حکمت کے پیش نظر اس مکان کو نہ ہی کھولیں تو اچھا رہے گا۔ اس شہر اور اس محل کی بنیاد آپ کے اجداد میں سے رسیوی بن قطاوس نے رکھی تھی۔ ہمیں ملنے والی خبر کے مطابق انھوں نے تین سو ستر سال تک امور سلطنت انجام

دیئے۔ پھر انھوں نے آپ کے دادا کو اس کا متولی بنایا اور اسے وہی وصیت کی جیسا کہ آپ کے والد گرامی نے بھی آپ کو کی تھی۔ اقتدار منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اب آپ کی حکومت ہے اور آپ کے دور اقتدار کو بھی سو سال گزرنے والے ہیں۔ سو ہماری درخواست ہے کہ آپ اپنے آباء واجداد کے اس راز کو کھولنے سے پرہیز ہی کریں تو اچھا ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فلنطانوس مکان کھولنے کا اصرار کرتا رہا بالآخر مکان کھول دیا گیا اور اس میں سوائے بیت المقدس اور ملک شام کے شہروں کی تصاویر، بادشاہوں کی لکھی ہوئی صفات اور تعداد کے علاوہ کچھ نہ ملا۔ مکان کے آخر میں ہرقل بادشاہ کی تصویر بنی ہوئی تھی جو یونانی زبان میں لکھی ہوئی گویا ایک تختی کا مطالعہ کر رہا تھا۔ تختی پر مندرجہ ذیل عبارت مذکور تھی:

''اے علم کے طالب! کثرت قرأت تجھ پر لازم ہے اس لیے کہ جو بکثرت مطالعہ کرے گا تو اس علم کے نکات اس متعلم کی سماعت میں پختہ ہو جاتے ہیں۔ کثرت تکرار سے علم پختہ کرنے، پھر آگے منتقل کرنے کا ملکہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ تمام علوم عقل و قیاس ہی سے مستخرج ہوتے ہیں اور عقل و قیاس جیسی نعمت کثرت ریاضت سے حاصل ہوتی ہے۔ علم اپنے انجام کار کو لپیٹے ہوئے ہے۔ تدبیر (انجام کار) علم کی جگہ ہے، علم عقل کی جگہ اور یہی عقل اشکال علوم کے لیے مہتمم ہے۔

حکمت و اسرار خفیہ میں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ صفحہ ہستی پر جس وقت ظلمت کا دور دورا ہوگا، گمراہی نے روئے زمین کو لپیٹ رکھا ہوگا تو اس وقت سرزمین مکہ (تہامہ) سے ایک نور ہدایت کا چراغ روشن ہوگا۔ اس سے حسن وادراک پر چھائے جہالت کے ظلمت کدے چھٹ جائیں گے۔ وہ اپنے دین کی دعوت سے صانعِ کون ومکاں کی توحید کی طرف دعوت دیں گے۔ وہ خوبرو چشم والے ہوں گے۔ ادیان باطلہ وملوک، سب اپنا وجود کھو دیں گے اور مغلوب ہو کر رہ جائیں گے۔ پہاڑ بھی ان کی دعوت پر سرنگوں ہو جائیں گے پھر ایک وقت وہ بھی ہوگا جب ہر کثیف چیز پر اس نور کا غلبہ ہو جائے تو وہ نور، علم روحانی (بارگاہ ایزدی) کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

ان کے بعد دبلا پتلا ایک شخص مسند خلافت پر فائز ہوگا، اس کا دل نور صدق سے منور ہوگا، ملت کو مستحکم کرے گا اور شریعت کی تصدیق کرے گا۔ اس وقت ملک شام ہلاکت کا شکار ہو جائے گا پھر سیاہ چشم والا ایک شخص (مراد خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ) قیصر بادشاہ کا اقتدار ختم کر دے گا۔ وہ شخص درمیانے قد کا اور نہایت رعب و دبدبے کا حامل ہوگا لیکن عدل وانصاف اس کی صفت، حق اس کا شیوہ، پیوند لگا لباس اس کا پہناوا اور درہ اس کی تلوار ہوگا۔ اس کے ایام خلافت میں بڑے بڑے ممالک مغلوب ہو جائیں گے۔ بالجملہ ان واقعات کا آغاز اس وقت ہوگا جب یہ مکان کھولا جائے گا کہ جس نے نعمتوں والی چیزوں کا گھیراؤ کر رکھا ہے۔

لائق مبارکباد ہے وہ شخص جس کے دل میں حکمت راسخ ہوگئی، جس کے دل و دماغ اور عقل میں نور ہدایت کا چراغ روشن ہوا، جس نے حق کی اتباع کرتے ہوئے اس کی معرفت حاصل کر لی اور جس نے باطل سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے اس کی مخالفت کی۔"

فلنطانوس نے تختی پر لکھی یہ تحریر پڑھی تو ورطۂ تعجب میں مبتلا ہو گیا۔ والئ محل عطماؤس سے کہا: اے شفیق باپ! تمھارے خیال کے مطابق اس تحریر میں کیا حکمت ہوسکتی ہے؟

اس نے جواباً کہا: بادشاہ سلامت! بزرگوں کی وضع کردہ حکمتوں کے بارے میں مَیں بھلا کیا کہہ سکتا ہوں؟ کیونکہ حکماء کی باتوں میں اس قدر گہرائی ہوتی ہے کہ نور عقل کے ساتھ اور خبر جوہری ہی اس گہرائی تک پہنچا سکتی ہے۔ بہر حال جہاں تک میری عقل کام کرتی ہے اس کے مطابق اب ہرقل بادشاہ کے اقتدار کا قلع قمع ہو چکا ہے۔ سرزمین سوریا میں اس کی ریاستیں منہدم ہو چکی ہیں اور اس وقت بادشاہ روم سرزمین اسطور یعنی قسطنطنیہ کی طرف منتقل ہو چکا ہے۔ اسی بات کی خبر مہرابیس حکیم نے اپنی کتاب مسمیٰ بہ "اسلاؤس" یعنی "جواہر الحکمت"، میں ذکر کی ہے جس کا لب لباب یہ ہے:

"اس یتیم کا نور، جو ہر قسم کی پلیدی سے پاک ہے، فاران کی چوٹیوں سے ظاہر ہوگا، اسی حکمت کے نور سے لوگوں کے اذہان مصفیٰ ہوں گے، جہالت کے آسمان پر چھائی ظلمت اس کے عزم قوت سے دور ہوگی، اپنی عمدہ ولطیف دعوت کے ساتھ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلائیں گے پھر ان کی قیادت کرتے ہوئے افلاک کی بلندیوں تک لے جائیں گے۔ پھر ان کا ایک صحابی جو صاحب ہیبت وجلال اور عقل کا تاج پہنے ہوئے ہوگا، وہ روئے زمین کو فتح کر ڈالے گا اور بڑے بڑے بادشاہوں کو ذلت کی گہرائیوں میں پھینک دے گا۔ عدل اس کا بچھونا اور پیوند لگے کپڑے اس کا لباس ہونگے۔ اپنے دور حکومت میں صلیب توڑ دے گا، کنیساؤں کو منہدم کر دے گا۔ اس کے وقت میں قربانی کے ذبح خانے بھی کم پڑ جائیں گے۔ ماءِ معمودیہ انڈیل دیا جائے گا، پھر اس کے جلال سے نجات حاصل کرنا اسی صورت میں ممکن ہوگا کہ اس کی شریعت اور صاحب شریعت کی پیروی کی جائے۔"

فلنطانوس یہ باتیں سنتا گیا اور دل میں مخفی کرتا گیا۔ اس نے کہا:

میں ان عربوں کو ضرور دیکھوں گا، چونکہ ہرقل بادشاہ کا مکتوب بھی پہنچ چکا ہے کہ اس کی مدد کے لیے فوج بھیجوں، لہٰذا میں ان کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ دین نصاریٰ کی مدد کرنا مجھ پر لازم ہے اگر ذرہ بھر بھی تاخیر کی تو مسیح علیہ السلام مجھے اپنی رحمت سے محروم کر دیں گے۔

پھر فلنطانوس نے اپنی قوم کے تیس ہزار سپاہی منتخب کئے اور ایک لشکر ترتیب دیا۔ سارے سپاہی قوم کرجیہ سے متعلق

تھے۔ مسند اقتدار پر اپنے بیٹے، ''اسقفلیوس'' کو مقرر کیا۔ اس کے بعد بیت الحکمت کھولا اور اسکندر رومی کے جھنڈے نکالے، جو سونے اور قیمتی موتیوں سے کشید کیے گئے تھے۔ ان جھنڈوں کو اس روز پھیلایا گیا جب سرزمین بالیوس فتح ہوئی تھی۔ ان جھنڈوں کو سال میں صرف ایک بار ہی پھیلایا جاتا یعنی عید صلیب اور شعاتین کے روز۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فلنطانوس نے علم بلند کیا اور انطاکیہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ''باب ہاؤس'' یعنی ''باب فارس'' پر پہنچ کر پڑاؤ ڈالا۔ ہرقل بادشاہ سوار ہو کر فلنطانوس کی ملاقات کو گیا۔ فلنطانوس کا خیمہ، ہرقل بادشاہ کے خیمے کے سامنے نصب کیا گیا۔ رومیوں میں گویا خوشی کی لہر دوڑ گئی کیونکہ ان کی مدد کے لیے بڑی فوج کا انتظام ہو چکا تھا۔ نواقیس (لوہے کا بڑا ٹکڑا جس پر چھوٹا ٹکڑا ٹکرا کر آواز پیدا کی جائے) بجائے گئے۔ لشکر روم میں شور سا بپا ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے گرد و نواح میں ان کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ مسلمانوں کی آنکھیں حسرت کے مارے خوف کھانے لگیں کیونکہ انھیں حاکم رومۃ الکبریٰ، فلنطانوس کے پہنچنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ مسلمانوں کی صورت حال دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے اور دعا کی:

''اَللّٰهُمَّ اِنَّ اَعْدَائَكَ مُسْتَنْصِرُوْنَ عَلَيْنَا بِكَثْرِةِ عَدَدِهِمْ وَتَزِيْدُ مَدَدُهِمْ فَشَتِّتْ كَلِمَتَهُمْ وَدَمِّرْ جُيُوْشَهُمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَعَسِّرْ اَيَّامَهُمْ وَاجْعَلْ كَلِمَتَنَا الْعُلْيَا وَكَلِمَتَهُمُ السُّفْلٰى وَانْصُرْنَا كَنَصْرِ نَبِيِّكَ فِيْ يَوْمِ الْاَحْزَابِ، اَللّٰهُمَّ رُدَّ كَيْدَهُمْ فِيْ نَحْرِهِمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ''

''اے ہمارے پروردگار! تیرے دشمن ہمارے خلاف مدد کے لیے بڑی تعداد میں جمع ہو رہے ہیں اور ان کی مدد میں اضافہ ہو رہا ہے (یعنی کمک میں) لہٰذا تو ان کے گروہ کو نیست و نابود کر اور ان کے لشکر کو ان کے انجام سے دوچار فرما ان کے قدم اکھاڑ دے اور ان کے لیے دنوں کو سخت فرما دے۔ ہمارے جھنڈے سربلند فرما اور ان کے جھنڈے ہیچ کر دے۔ یوم احزاب میں جس طرح اپنے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرمائی اسی طرح ہماری مدد فرما، اے اللہ ان کے فریب کو انھیں کی طرف لوٹا دے اور ان کے خلاف ہماری مدد فرما۔''

مسلمانوں نے آپ کی دعا پر آمین کہا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد جعفر بن میسرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

میرے چچا نے مجھے بتایا کہ جب والیٔ رومۃ الکبریٰ اپنا لشکر لے کر انطاکیہ پہنچا تو ایک دفعہ تو مسلمانوں میں خوف و ہراس پھیل گیا لیکن اللہ عزوجل نے اُن کے حوصلے سلامت رکھے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار کا فوجی دستہ دے کر فرمایا:

اے صحابی رسول! رومی اپنے دین کی خاطر ساحل سمندر سے مدد طلب کر رہے ہیں۔ تم اپنا لشکر لے کر ساحلوں پر پہنچو اور غارت گری کر دو لیکن یاد رہے کہ مسلمانوں کی حفاظت ہاتھ سے نہ جانے پائے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے لشکر لیا اور جبلہ اور لاذقیہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ وہاں کے مقیم لوگوں کا مال و متاع سلب کر لیا۔ باب جبلہ پر جبلہ بن ایہم کا چچا زاد بھائی عنان بن جوہم غسانی ملا۔ اس کے ساتھ گندم اور جو سے لدی ایک ہزار سواریاں تھیں جو لشکر روم کے لیے لے جا رہا تھا۔ یہ غلہ طرابلس، عکا، صور، صیدا اور قیساریہ سے اکٹھا کیا گیا تھا جسے قسطنطین بن ہرقل نے اپنے باپ ہرقل کے لیے بھیجا تھا۔ شہر جبلہ پہنچ کر یہ غلہ عنان بن جرہم کے سپرد کیا گیا تا کہ وہ بادشاہ کی بارگاہ میں پیش کر سکے لیکن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان پر حملہ کیا اور سب کچھ اپنے قبضہ میں لے لیا۔ آپ رضی اللہ عنہ سارا مال لے کر مسلمانوں کے پاس واپس لوٹ آئے، جب مسلمانوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا تو تکبیر و تہلیل کے فلک بوس نعروں سے آپ کا استقبال کیا۔

ہرقل بادشاہ کے دریافت کرنے پر ساری صورت حال بتائی گئی جسے سن کر وہ آگ بگولہ ہو گیا، کیونکہ اسی غلہ کے ساتھ ہی تو اس کے رومی لشکر نے گزارا کرنا تھا۔ لہٰذا اپنی قوم کے سرداروں سے کہنے لگا:

ہمارے اور قوم عرب کے درمیان اب جنگ ہی فیصلہ کرے گی پھر اللہ عزوجل جسے چاہے گا اپنی مدد و نصرت سے نواز دے گا۔

اس کے بعد اس نے لشکر کو حملہ کرنے کے لیے تیاری کرنے کا حکم دیا اور خود سوار ہو کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ والئ رومۃ الکبریٰ فلنطانوس حاکم مرعش، حاکم قلعہ اسکبادنیس (روم کا ایک قلعہ) حاکم طرطوس، حاکم مصیصہ، حاکم قونیہ، حاکم ماصر، حاکم اقصرا، حاکم قیساریہ، حاکم قوماط، حاکم انطرامنہ، حاکم طبرزند اور جبلہ بن ایہم بھی کھڑے ہو گئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت یوقنا رضی اللہ عنہ رومی لشکر کی صفیں ترتیب دینے لگے۔ ادھر لشکر روم میں جس وقت لشکر کے تمام سردار اور بادشاہ کھڑے ہو چکے تو والئ رومۃ الکبریٰ، فلنطانوس ہرقل بادشاہ کے پاس گیا اور میدان جنگ میں نکلنے کے لیے گھوڑے کی زین پر ہی بادشاہ کو سجدہ تعظیمی ادا کرتے ہوئے اجازت طلب کی اور کہا:

اے بادشاہ سلامت! میں اپنی سلطنت چھوڑ کر دو سو فرسخ کا فاصلہ طے کر کے صرف اسی لیے حاضر ہوا ہوں کہ کسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کو راضی کر سکوں لہٰذا میں تمہاری زیر قیادت ہی عربوں سے لڑ کر دین مسیح کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کا لشکر تو کئی مرتبہ ان سے لڑ چکا ہے، اب میری خواہش ہے کہ آج کا دن ان ''گروہ محمدیین'' کا مقابلہ میرے

ساتھ ہو، تاکہ اپنے اور آپ کے دل میں دبی بھڑاس نکال سکوں۔

ہرقل بادشاہ نے فلنطانوس کا دل رکھتے ہوئے کہا: اپنی جگہ کھڑے رہو، میدان جنگ میں نکل کر اپنی عزت و منزلت اور جاہ و منصب کو داغدار مت کرو، امورِ سلطنت بجالانے کے اعتبار سے مجھ سے زیادہ سمجھدار ہو اس لیے کسی اور کو نکلنے دو، قوم عرب سے ہم لوگ ابھی اس قدر عاجز نہیں آئے کہ "تمھارے جیسا جلیل القدر بادشاہ میدان جنگ میں نکلنے کا ارادہ کرے۔

فلنطانوس نے کہا: بادشاہ سلامت! کس جاہ وحشمت کی بات کرتے ہیں؟ ان عربوں نے ہماری عزت باقی کہاں رکھی ہے جس کا پاس کرتے ہوئے ابھی تک صبر سے کام لیتا رہوں؟ بلکہ انھوں نے تو ہماری عزتیں خاک آلود کر دیں اور ہمارے دین مسیحی کو ذلیل کر کے رکھ دیا ہے، ہمارے ہر بچے اور جوان پر جہاد فرض ہو چکا ہے۔

بادشاہ سلامت! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جو دنیا کی طرف محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے تو دنیا اس کے بدلے میں اسے اسی محبت کی وادی میں گھماتے گھماتے غلو کی گہرائیوں میں لے جاتی ہے۔ جب وہ شخص اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اس کے صفحۂ دل پر جہالت کا داغ لگ جاتا ہے جو اسے طلب خیر سے روکے رکھتا ہے اور جو شخص اپنے خالق کی اطاعت میں جلدی کرتا ہے اور خواہشات نفسانی چھوڑ دیتا ہے تو وہ محل اُنس میں دائرہ قدس تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

وہ قدیم اور ازلی ابدی ذات جب لوگوں کو غفلت کے پردے میں فانی چیز کی طلب میں سرگرداں دیکھتی ہے تو کمزور سے کمزور اُمتوں کو بھی اس پر غالب کر دیتی ہے جیسا کہ تمھارے ساتھ بھی ہوا۔ تم لوگوں نے بھی غفلت اختیار کیے رکھی اور اب مغلوب ہو کر رہ گئے اور انھوں نے تمھیں تمھارے ہی گھروں سے نکال دیا اور تمھیں تمھارے اپنے وطن کو خیر باد کہنے پر مجبور کر دیا۔

یہ ساری نوبت اسی صورت میں پیش آئی کہ تم لوگ خواہشات جاذبہ میں ڈوبے رہے اور نفس کو راضی کرتے رہے، ناحق فیصلے کرتے کرتے ہلاکتوں کا شکار ہو گئے، رعایا پر ظلم و زیادتی کی جرأت کرتے رہے۔ حالانکہ ایسا کرنا خلاف حق ہے، لوگوں کا مال سلب کرتے رہے، فساد انگیزی اپنا شعار بنائے رکھا، کثرت زنا اور اتباع ہوا (خواہشات) کی حدیں عبور کر گئے۔ یہی وہ اسباب ہیں جن کی وجہ سے آج حضرت مسیح بھی تمھاری مدد کرنے کے لیے تیار نہیں اور تم اسی طرح بُرائی کے مدار میں سرگرداں ہو۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہرقل بادشاہ کا ایک قریبی مصاحب کھڑا سن رہا تھا، اس کا نام "سروند" تھا، اس نے فلنطانوس کی قطع کلامی کرتے ہوئے زوردار آواز میں کہا:

اے بادشاہ! اپنے کلام سے بادشاہ سلامت کے دل کو ٹھیس مت پہنچائیں! اور اتنا بوجھ نہ ڈالیں جس کو اٹھانے کی طاقت اس وقت ختم ہو چکی ہے، آپ سے پہلے بادشاہ سلامت خود بھی اس سے بڑھ کر درد انگیز وعظ کر چکے ہیں۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہرقل بادشاہ کے مصاحب (درباری) کی قطع کلامی اور بدتمیزی دیکھ کر فلنطانوس کو بہت غصہ آیا مگر اسے دل میں ہی چھپائے رکھا۔ پھر جب رات کا وقت ہوا اور چوتھائی رات گزر چکی تو فلنطانوس نے اپنے درباری نمائندوں اور خاص لوگوں کو بلایا اور کہا:

کیا تم یہ برداشت کر سکتے ہو کہ ہرقل بادشاہ کا عام درباری میری قطع کلامی کرتے ہوئے بدتمیزی کرے؟ اور بڑے بڑے بادشاہوں کی موجودگی میں مجھے زجر و توبیخ کرے؟ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ میرا گھرانہ بادشاہ ہرقل کے گھرانے سے بہت اعلیٰ ہے، میرا نسب بھی اس کے نسب سے کہیں معزز اور میری سلطنت بھی اس کی سلطنت سے مقدم ہے۔

حکیم قسیس، جو کہ اپنے شہر کا نامور حکیم شمار ہوتا تھا، ہر جگہ اس کی حکمت کے چرچے تھے، وہ کہتا ہے:

"اے مخاطب! جو شخص تجھے حقیر شمار کرے اس کی طرف ایک قدم بھی نہ اٹھا کیونکہ تو اس کی نظروں میں گھٹیا خیال کیا جاتا ہے، بڑے بڑے لوگوں میں بھی اپنی عزت نفس برقرار رکھ کیونکہ عزت نفس ہی بڑے بڑے بادشاہوں کے جاہ و منصب کا مقابلہ کرتی ہے۔ غیر مستحق کو نیکی کا مستحق شمار نہ کر کیونکہ تجھے اس کی طرف سے بُرائی ہی ملے گی کیونکہ احسان، کسی صاحب عز و شرف سے ہی صادر ہوتا ہے لیکن اگر نااہل پر کیا جائے تو وہ صاحبِ عزت بھی بے وقوف اور ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ نااہل کے لیے نصیحت کرنے سے بھی پرہیز کر، کیونکہ نصیحت کر کے تو اس کی خیر خواہی کا طالب ہوگا جبکہ وہ خواہشِ نفس پوری کرتے ہوئے تجھے اذیت دینے کا خواہاں رہے گا۔"

فلنطانوس نے کہا: ہم لوگ دو سو فرسخ کا فاصلہ طے کر کے ایک شخص کے ملک کی پاسداری کرتے ہوئے اس کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور ایک عام درباری کو اس کا ذرا بھی احساس نہیں؟) کسی نے سچ کہا تھا: "عقل کا نور ہی حس و ادراک کا جوہر ہے جو جہالت کی اتباع کرنے سے منع کرتا ہے"

آج کے واقعے سے بہر حال میرا نفس مجھے ملامت کر رہا ہے، کیونکہ عزت، محل جلیل اور مقام نبیل ہے جبکہ ذلت، باعث ہلاکت!

میں تو اس وقت ان عربوں کے پاس جا رہا ہوں اور ان کی ملت اختیار کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کیونکہ وہی ملت حق کو

واضح کرنے والی اور صدق کی تائید کرنے والی ہے۔ جو شخص اس ملت کا متبع ہو جاتا ہے اُسے آخرت کی بڑی ہولناکیوں سے امن مل جاتا ہے۔ میرا تو یہی ارادہ ہے تمھارا کیا خیال ہے؟

انھوں نے جواب دیا: اے بادشاہ! اپنا دین، ملک اور عزت وجاہ ترک کر کے عربوں کا دین اختیار کرنے پر آپ کا دل کس طرح آمادہ ہو گیا؟ ان کے دین میں نہ تو کوئی فضیلت ہے اور نہ حکمت واسرارِ خفیہ کی حقیقتیں!

فلنطانوس نے کہا: حکمت بالغہ کا حقیقی مستقر تو اسی دین میں ہے اور اس دین کے متبعین کے قلوب اس حکمتِ بالغہ کی جگہ ہیں۔ اس لیے کہ توحید کے نور نے ان کے قلوب کو مصفّٰی کر دیا اور ان کے قائد کی برکت سے ان کے ایمان منور ہوتے ہیں کیونکہ اس (نبی مکرم ﷺ) کی حکمت ربانیہ کے مقناطیس نے ان متبعین کی عقلوں کے جوہر کو اپنی اتباع اور شریعت کی اقتداء کرنے کی طرف جذب کر لیا ہے تو جو شخص عالمِ علیین کی ملاقات کا یقین رکھتا ہے تو وہ جہالت کی صفحہ ہستی پر ایک لمحہ بھی قرار نہیں پکڑ سکے گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ نور ہی ظلمت کدوں کو منور کرتا ہے اور موت ہی زندگی کا منتہٰی ہے؟

جب بادشاہ فلنطانوس کے درباریوں نے اس کی باتیں سنیں تو عرض گزار ہوئے:

اے بادشاہ! ہم لوگ آپ کو ایسی دائمی عزت کے حصول سے منع نہیں کر سکتے جو ہمیں بھی ذلت ومغلوب زندگی سے نکال دے۔ اگر آپ ہمارے لیے ایسا راستہ اختیار کرنے کے طالب ہیں جو بقاء کی طرف لے جاتا ہے تو اس بدبختی کے کٹہرے سے نکل کر اتباعِ حق اور نفیٔ باطل اختیار کر لیجیے۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ جو حکم دیں ہمیں بسر وچشم منظور ہے۔

فلنطانوس نے کہا: تو پھر اسی بات پر قائم رہنا! کل رات ہم لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر یہ ظاہر کریں گے گویا کہ لشکر کا پہرہ دینے کے لیے چکر لگا رہے ہیں پھر اچانک عربوں کے لشکر کی طرف نکل جائیں گے۔ درباریوں نے فلنطانوس کی رائے سے اتفاق کیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد ابواشعری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں:

آپ فرماتے ہیں کہ جب فلنطانوس نے لشکر اسلام کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ (یوقنا) رضی اللہ عنہ ہرقل بادشاہ کے پاس کوئی پیغام لے کر آئے ہوئے تھے جب انھوں نے اٹھنے کے لیے اجازت چاہی اور جانے کا ارادہ کیا تو فلنطانوس نے پوچھا: دربارِ مَلِک میں کس درجہ کے حاجب ہو؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں حاکم حلب، یوقنا ہوں۔

فلنطانوس نے کہا: تو پھر اپنے شہر کو کیونکر چھوڑ دیا؟

آپ نے جواب دیا: قوم عرب اس پر غالب آ گئی تھی۔ اس کے بعد آپ نے سارا واقعہ سنایا کہ کس طرح اپنا دین چھوڑ کر دین اسلام قبول کیا تھا، پھر دوبارہ رومیوں کے ساتھ جا ملے۔ فلنطانوس نے دوبارہ پوچھا: ان عربوں کی کوئی خاص بات جو تجھے اچھی لگی ہو؟

آپ نے جواب دیا: بادشاہ! میں نے عربوں کا دین اختیار کیا، ان کے معاملات دیکھے اور ان کے راز بھی مجھ پر منکشف ہوئے لیکن میں نے اس قوم کو دیکھا ہے کہ باطل کی طرف کان لگانا کسی صورت میں گوارا نہیں کرتے اور حق سے اعراض کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، سارا سارا دن جہاد میں گزارنے کے باوجود راتیں بیداری کی حالت میں بسر کرتے ہیں۔ ذکر الٰہی کے سوا کلام کرنا پسند ہی نہیں کرتے، ظالم سے مظلوم کو انصاف دلاتے ہیں۔ ان کے سرمایہ دار، فقیرانہ زندگی گزارتے ہیں اور امراء، مساکین کا لباس پہننا پسند کرتے ہیں، شاہ و گدا ان کے ہاں برابر ہیں۔

فلنطانوس نے کہا: جب شاہ و گدا ان کے نزدیک برابر ہیں، اس کا تجربہ بھی تجھے ہو چکا تو پھر ابھی تک تو ان میں شامل کیوں نہیں ہوا؟

آپ نے جواب دیا: مجھے میرے دین کی بقاء اور اپنی قوم کی صحبت نے اس چیز سے روک رکھا ہے۔ میں ان سے کسی صورت میں بھی جدا نہیں ہو سکتا۔

فلنطانوس نے کہا: ''پاکیزہ نفوس جس وقت حق کا مشاہدہ کر لیتے ہیں تو پھر وہ حق انھیں ذلت بھری زندگی سے خلاصی دلا کر یقین کامل میں جذب کرتے ہوئے اعلیٰ علیین کی طرف صعود کرنے میں مدد دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہاں سے چل دیئے لیکن ان کے دل میں فلنطانوس کی باتیں راسخ ہو چکی تھیں۔ آپ نے دل میں سوچا خدا کی قسم! فلنطانوس جو کچھ بھی کہتا ہے وہ اس کے صفحۂ دل پر منقوش ہے اور اس کا کلام ہی اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس کی عقل دین اسلام کی حقانیت کو قبول کر چکی ہے۔ آپ کے دل میں یہی بے چینی یونہی گردش کرتی رہی حتیٰ کہ ساری رات گزر گئی، جب دوسرا دن بھی گزر گیا اور رات نے چاروں طرف اپنے پَر پھیلا دیئے تو آپ فلنطانوس کے پاس پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ بھی سوار ہونے کا ارادہ کر رہا تھا۔

جب آپ فلنطانوس کے سامنے پہنچے تو وہ کہنے لگا: اللہ عزوجل کے کس حجاب نے ظالموں کو متقین کے راستے کی اتباع کرنے سے روک رکھا ہے؟ جو شخص حق کا طالب ہوتا ہے اس کے لیے حق تو واضح ہو جاتا ہے اور جو باطل کا طالب ہو، تو حق اس سے ہمیشہ مخفی رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے بادشاہ! آپ جس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اس کا مطلب کیا ہے؟

اس نے کہا: اگر تم بصیرت کی آنکھوں سے دیکھتے تو عربوں کی ملت چھوڑ کر دوبارہ رومی ملت اختیار نہ کرتے۔ تم تو

نعمتوں کے حصول کی طلب میں تھے لیکن زوال کی وادیوں میں جا گرے، اور اب اسی میں سرگرداں ہو۔

کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے اور چپ چاپ وہاں سے آگے نکل گئے۔ جاسوسوں کو ہدایت کی کہ اس کے بارے میں مسلسل خبریں اکٹھی کرتے رہیں۔

فلنطانوس نے جس راستے سے مسلمانوں کے لشکر کی طرف جانا تھا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پہلے ہی وہاں جا پہنچے۔ فلنطانوس جب سوار ہو کر اپنے خیمہ سے نکلا تو اس نے دیکھا کہ اس کے چچا زاد بھائی چار ہزار کا لشکر لیے اس کے ساتھ جانے کے لیے تیار کھڑا ہے۔ سب نے عزم مصمم کر لیا تو یکشت مسلمانوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اپنی جاہ و منزلت کو ایک طرف پھینک دیا اور دین نصرانیہ کو خیر باد کہہ دیا۔ مسلمانوں کے لشکر کے قریب ہی پہنچے تھے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے دو سو ساتھیوں کو لیے اچانک ظاہر ہوئے۔ آپ نے فلنطانوس سے پوچھا:

اے بادشاہ! عربوں پر غارت گری کرنے کا ارادہ ہے؟

اس نے کہا: نہیں! قدیم ازلی ذاتِ باری کی قسم! میں عربوں کے دین میں شامل ہونے کے ارادے سے نکلا ہوں اور اب سے میں بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ان کے ساتھ رہوں گا۔ جو شخص دنیا کو فنا کی آنکھ سے دیکھتا ہے، وہ آخرت کے لیے نیک اعمال کرنے لگتا ہے۔ اے یوقنا! تجھے کس چیز نے ابھی تک روکے رکھا ہے؟

آپ نے جواب دیا: اے بادشاہ! آپ نے حق و صداقت پر یقین کر کے گمراہی کے راستے سے ہدایت کی طرف نجات حاصل کر لی ہے۔ پھر آپ نے ساری صورت حال بتائی کہ ان کا ارادہ صرف رومیوں کو دھوکا دینا ہے، اسی لیے رومیوں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔

فلنطانوس نے آپ کا ماتھا چوما اور آپ کی جنگی تدبیر سن کر خوش ہوئے۔ آپ سے پوچھا: تم یہ کام کس طرح سرانجام دو گے، حالانکہ تمھارے ساتھ بہت تھوڑے سے افراد ہیں؟

آپ نے فرمایا: اے بادشاہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سو اکابر صحابہ کرام میرے خیمے میں ہیں لیکن وہ بیس ہزار رومیوں کی گرفت میں ہیں۔ میرے خیال میں آپ مسلمانوں کے پاس جانے میں جلدی نہ کریں بلکہ ابھی واپس لوٹ جائیں البتہ ہم کسی آدمی کے ذریعے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جو امیر لشکر ہیں، کی طرف پیغام بھیج کر اپنی چال سے انھیں مطلع کر دیتے ہیں۔

ہماری چال اس طرح ہو گی کہ صبح ہوتے ہی جب دونوں گروہ (لشکر اسلام و روم) آمنے سامنے ہوں گے تو آپ اپنا لشکر لے کر ہرقل بادشاہ کے اردگرد کھڑے ہو جائیں گے، میں شہرِ انطاکیہ میں داخل ہو کر مسلمان قیدیوں کو رہا کر کے انھیں اسلحہ دے دوں گا۔ رومی لشکر جب عربوں پر حملہ کرنے نکل جائے تو آپ اپنے لشکر کے ساتھ ملکر ہرقل بادشاہ کی

سواری کا گھیراؤ کر کے اسے گرفتار کرلیں گے۔ آپ اسی کام میں مصروف ہوں گے کہ ادھر سے میں بھی شہر سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ نکل آؤں گا پھر ان شاء اللہ عزوجل سب کچھ ہمارے اختیار میں ہوگا۔ پھر اس فتح کے بعد اگر آپ اپنے دارالحکومت واپس جانا چاہیں گے تو آپ کی مرضی، بہرحال موجودہ معاملہ ہمارے درمیان صیغۂ راز میں رہے گا لشکر کی کمان اپنے چچازاد بھائیوں میں سے کسی باوثوق شخص کو دے دیں۔

فلنطانوس نے کہا: اپنے دارالحکومت اور دنیاوی بادشاہت کو میں کیا کروں گا؟ بلکہ جب فتح حاصل ہو جائے گی اور دین اسلام کی سربلندی ہو جائے گی تو میں مکہ مکرمہ جا کر حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کروں گا پھر روضۂ رسول اللہ ﷺ کی زیارت کرنے کے بعد بیت المقدس جا کر قیام پذیر ہو جاؤں گا اور جب تک زندگی ہے وہیں رہوں گا۔ بہرحال ہمارا پیام لے کر امیر لشکر کے پاس پہنچانے کون جائے گا؟

آپ نے فرمایا: ہمارے پاس کئی جاسوس موجود ہیں جو ہماری ذمہ داری میں رہتے ہیں، مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے کام میں ہماری مدد کریں گے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

دونوں کے درمیان اسی موضوع پر گفت وشنید جاری تھی کہ رات کے اندھیرے میں ایک شیخ فانی ان کی طرف آتا دکھائی دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ ہیں۔ انھوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ کھڑے باقی افراد کو سلام کیا۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: امیر لشکر، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے لیے فرمایا ہے کہ اللہ عزوجل آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ انھوں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی ہے۔ آپ ﷺ نے والئ رومۃ الکبریٰ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے اور آپ کے مابین ہونے والی گفتگو کے بارے میں بھی بتایا ہے۔ نیز جس کام کا تم نے عزم کرلیا ہے اس کے بارے میں بتایا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ فلنطانوس کے اگلے پچھلے گناہوں کی بخشش کی خوش خبری دے دو۔ انطاکیہ کے بارے یقین کرلو کہ اب فتح ہو چکا۔ روم کی عزت خاک آلود ہوگئی اور اس کے حاکم (ہرقل) کا اقتدار ختم ہو چکا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فلنطانوس نے جب اپنے بارے میں خوشخبری سنی تو اس کا چہرہ خوشی کے مارے دمکنے لگا۔ اس کی زبان سے بے اختیار نکلا:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِلْاِسْلَامِ وَالْاِیْمَانِ.''

''تمام تعریفیں اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے ہمیں اسلام اور ایمان کی ہدایت عطا فرمائی۔''

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہوا اس طرح کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوعبیدہ! اللہ عزوجل کی خوشنودی اور رحمت کی مبارک ہو، کل انطاکیہ صلح پر فتح ہو جائے گا۔ والئی رومۃ الکبریٰ یہ یہ کام کرے گا۔ وہ اور عبداللہ (والئی حلب) تمھارے مددگار ہیں سو معاملہ انھیں کے سپرد کر دو۔''

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ جب بیدار ہوئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا خواب سنایا۔ انھوں نے حضرت عمرو بن اُمیہ رضی اللہ عنہ کو پیغام دے کر ان کی طرف بھیجا جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کر دیا۔

فلنطانوس نے جب حضرت عمرو بن اُمیہ ضمری رضی اللہ عنہ کا پیغام سنا تو اس کا بدن کانپنے لگا ان کے انگ انگ میں تڑپ سی پیدا ہو گئی اور بے اختیار ان کی زبان سے یہ کلمہ جاری ہو گیا۔

''اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّ هٰذَا الدِّيْنَ هُوَ الْحَقُّ الْيَقِيْنُ.''

''میں گواہی دیتا ہوں کہ ماسوا اللہ کے کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ عزوجل کے رسول ہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ یہی دین (دین اسلام) ہی دین حق ہے۔''

پھر وہ دونوں واپس آئے اور لشکر روم کا چکر لگانے لگے گویا کہ ان کی نگرانی کر رہے تھے۔

حضرت عبداللہ اور فلنطانوس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ ہم نے ابھی ذکر کیا، ہرقل بادشاہ کو نیست کرنے کا پختہ ارادہ رکھتے ہوئے یونہی چکر لگا رہے تھے کہ اچانک ایک حاجب (درباری) جس کے آگے مشعلیں روشن تھیں، چلا آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ حضرت ضرار بن ازور اور رفاعہ بن زہیر صلی اللہ علیہ وسلم سمیت دوسو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے جو انطاکیہ سے آ رہے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قیدی بنے ہوئے تھے۔ رومیوں کا ارادہ یہ تھا کہ آئندہ صبح سب کو قتل کر کے ان کے سروں کو مسلمانوں کی طرف پھینک دیا جائے گا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب صورت حال سنی تو ایک مرتبہ تو زمین کے ان کے پاؤں نیچے سے نکل گئی۔

آپ نے اس حاجب سے کہا: اے لائق صد احترام حاجب! تم بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ کل ہمارے اور لشکر اسلام کے مابین معرکہ آرائی ہونے والی ہے، اگر تم لوگوں نے ان قیدیوں کو قتل کر کے ان کے سروں کو ان کی طرف پھینکا تو وہ بھی ہمارے ایک ایک سپاہی کو پکڑ کر یہی حشر کریں گے۔ اللہ عزوجل کا خوف کرو اور اس کام میں جلد بازی اختیار نہ کرو۔ قیدیوں کو میرے پاس رہنے دو اور بادشاہ کے پاس جا کر یہ درخواست پیش کرو کہ جب تک ہمارے اور عربوں کے مابین کوئی انجام کار سامنے نہیں آ جاتا، اس وقت تک قیدیوں کے بارے اپنی رائے مؤخر کر دیں۔

چنانچہ حاجب نے قیدی مسلمانوں کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس چھوڑا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ساری باتیں ہرقل بادشاہ کے سامنے پیش کیں۔

بادشاہ نے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حکمت عملی سنی تو کہا: ٹھیک ہے! ابھی انھیں قتل کرنے کا معاملہ مؤخر کر دیتے ہیں، انھیں عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس رہنے دو۔

حاجب واپس لوٹا اور آپ سے کہنے لگا: بادشاہ سلامت کا حکم ہے کہ ''تم ان قیدیوں کی نگرانی کرو اور ان کا معاملہ اب تمھارے ہاتھوں میں ہے۔''

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے قیدی مسلمانوں کو ساتھ لیا اور اپنے خیمے میں لے گئے۔ چونکہ آپ کا ارادہ تو یہ تھا کہ انطاکیہ میں پہنچ کر انھیں قیدیوں کے ذریعے شہر انطاکیہ اپنے قبضے میں لینا تھا لیکن اس وقت انھیں یہاں طلب کر لیا گیا لہٰذا آپ کو اس کا شدید صدمہ ہوا بہرحال خیمے میں لے جا کر آپ نے ان کی زنجیریں کھول دیں اور سب کو اسلحہ فراہم کر دیا اس کے بعد آپ نے انھیں ساری صورت حال بیان کر دی کہ وہ اور والئی رومۃ الکبریٰ کس طرح ہرقل بادشاہ کو گرفتار کریں گے۔

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: کل ہم اس طرح جہاد کا حق ادا کریں گے کہ اپنے پروردگار کی رضا حاصل کر لیں گے۔ آپ کو رومی فوج کا قیدی بنے اور اپنے بنی عم سے جُدا ہوئے آٹھ ماہ بیت چکے تھے اور آپ کے زخم بھی ٹھیک ہو چکے تھے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مسلمان قیدیوں کو انطاکیہ سے نکال کر لانے کا حکم دراصل ہرقل بادشاہ نے نہیں دیا تھا بلکہ ''تالیس بن رینوس'' نامی ایک شخص نے حکم دیا تھا، جو بادشاہ کا خاص درباری تھا۔ اس نے بادشاہ ہرقل کا تاج اور کمر بند پہن رکھا تھا۔ یہ شخص شکل و شباہت میں ہرقل کی طرح کا تھا۔ ہرقل بادشاہ نے اسے بلایا اور کہا کہ کل چونکہ ہماری جنگ ہے، تم میری جگہ کھڑے ہو جاؤ جبکہ میں مسلمانوں کو اپنی چال میں پھنسانے کی غرض سے ان کے پیچھے کمین گاہ میں جا رہا ہوں۔

دراصل معاملہ اس طرح پیش آیا کہ ہرقل بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آسمان سے اترا، اس نے بادشاہ کو اس کے تخت سے اٹھا کر نیچے اتار دیا۔ اس کے سر سے تاج اتارا اور اپنے سر پر سجا لیا۔ پھر اس شخص نے کہا:

''شہنشاہ روم! ملک روم سے تیرے اقتدار کے زوال کا وقت آ چکا ہے، شقاق و نفاق کے ظلمت کدے چھٹ گئے اور اب وفاق و رواداری کا دور آ گیا۔''

اس کے بعد اس شخص نے رومی لشکر کی طرف منہ کر کے پھونک ماری تو ہر طرف آگ کی چنگاریاں بھڑکنے لگیں۔

اسی خوف و رعب کی حالت میں ہرقل بیدار ہوا تو اس کے دل میں اس خواب کی یہ تعبیر نقش ہو گئی کہ واقعی اب اس کے اقتدار کے زوال کا وقت آ گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ عرب لوگ آن پہنچیں، ہرقل اپنا تمام خزانہ اور دیگر تحائف جن کے ضائع ہونے کا خدشہ تھا، اس نے سب کچھ اٹھایا اور کشتیوں میں رکھوا دیا۔ رعایا میں سے کسی کو بھی اس چیز کا علم نہ ہونے دیا کہ اس کا آئندہ کے لیے کیا ارادہ ہے۔ زادِ راہ اور دیگر ضروری اشیاء بھی ساتھ رکھ لیں۔ خواب دیکھنے کے بعد اسی رات اپنے اہل و عیال کو بھی کشتیوں میں بھجوا دیا۔ الغرض اپنے اہل و عیال کا کوئی فرد وہاں نہ رہنے دیا۔ اس کام سے فراغت کے بعد اس نے تالیس بن رینوس کو بلایا اور اسے گھوڑے پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ جب وہ سوار ہو گیا تو ہرقل نے اُسے مسلمان قیدیوں کو لانے اور قتل کرنے کا حکم دیا۔ جب مسلمانوں کو لایا گیا تو انھیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا گیا جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کر دیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالا سناد ابن سعد سے روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہرقل بادشاہ جب انطاکیہ سے فرار ہوا تھا تو اس وقت مسلمان ہو چکا تھا۔ دراصل ہوا یوں تھا کہ اس نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ میں کافی عرصہ سے دردِ سر میں مبتلا ہوں۔ درد کی تکلیف اس قدر شدید ہے کہ ایک لمحہ بھی سکون نہیں آتا۔ آپ میرے لیے کوئی نسخہ تجویز کر کے بتائیں تاکہ اس سے دوا حاصل کر سکوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے ایک ٹوپی (کلاہ) بھیجی۔ ہرقل نے جب وہ ٹوپی سر پر رکھی تو فوراً درد ختم ہو گیا۔ جب ٹوپی اتارتا تو دوبارہ سر درد عود کر آتا۔ ہرقل بادشاہ کو بڑا تعجب ہوا۔ اس نے ٹوپی چاک کرنے کا حکم دیا۔ جب اسے کھولا گیا تو دیکھا کہ اس میں "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" لکھی ہوئی تھی۔ ہرقل نے جب دیکھا تو کہنے لگا: یہ نام کتنا برکت اور عزت والا ہے کہ اس کی برکت سے مجھے شفا نصیب ہوئی۔

کہتے ہیں کہ وہ ٹوپی اسی طرح روایت کے طور پر منتقل ہوتی گئی بالآخر والئی عموریہ کے پاس پہنچی۔ خلیفہ معتصم باللہ نے اس کی طرف دردِ سر کی شکایت پیش تو والئی عموریہ نے وہی ٹوپی بھجوا دی۔ معتصم باللہ نے جب وہ ٹوپی سر پر رکھی تو درد جاتا رہا۔ اس نے بھی ٹوپی کھولنے کا حکم دیا۔ جب ٹوپی کھولی گئی تو دیکھا کہ اس میں ایک رقعہ رکھا ہوا تھا جس پر "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" تحریر تھی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بہر حال تالیس بن رینوس کے ساتھ اس طرح ہوا کہ صبح ہوتے ہی گھوڑے پر سوار ہوا اور رومی لشکر کی صفیں مرتب کرنے لگا۔ صفیں مرتب کرنے کے بعد رومی لشکر کے رؤساء اس کے اردگرد آن کھڑے ہوئے اور گمان کیا کہ یہی ہرقل بادشاہ ہے۔ کسی شخص کو ذرہ بھر بھی شک نہ ہوا۔ فلنطانوس رضی اللہ عنہ بھی اپنا لشکر لیے اس کے ساتھ جا کھڑے ہوئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی بھی اسلحہ تانے اس کے ساتھ ہی کھڑے تھے۔

لشکر اسلام کی طرف سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حملہ کیا۔ ان کے بعد سعید بن زید نے پھر قیس بن ہبیرہ نے پھر میسرہ بن مسروق نے پھر عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق نے پھر ذوالکلاع حمیری نے پھر اسی طرح دوسرے افراد نے بھی حملہ کیا۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔

دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے، جب جنگ کے شرارے خوب بھڑکنے لگے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر رومی لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ ادھر حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ (اللہ انھیں جزائے خیر عطا فرمائے)، انھوں نے تو جہاد کا حق ادا کر دیا، کسی بھی رومی کو قتل کرتے تو زور سے آواز لگاتے:

''یہ ضرار بن ازور کو قید کرنے کا انتقام ہے۔''

پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیا اور نصرانی عربوں پر حملہ آور ہوئے۔

حضرت رفاعہ بن زہیر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو بہادری دکھانے پر برانگیختہ کرتے ہوئے فرمانے لگے:

لوگو! اپنے قیدیوں کا انتقام لو اور حملہ کرو، ثابت قدمی اختیار کرو اور یاد رکھو کہ جنت کے دروازے کھل چکے ہیں، حورو قصور زیب و زینت کیے تمھاری طرف دیکھ رہی ہیں۔ جنت کے محلات واضح ہو چکے ہیں، سو اپنا انتقام لو اگر شہید بھی ہو گئے تو جنت کی دائمی نعمتوں کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

پھر آپ نے زور سے آواز لگائی: اے مردان عرب! تم میں سے کون ہے جو جنت کی حوروں سے نکاح کرنے کا خواہاں ہے؟ جان کی قربانی دینا ان کے مہر ہیں۔ کون ہے جو جنتی دلہنوں کے ساتھ ان سے خدمت لینے کا ارادہ رکھتا ہے؟ اللہ رب العزت کے اس فرمان:

﴿ مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۚ﴾

''تکیہ لگائے ہوئے سبز بچھونوں اور منقش خوبصورت چاندنیوں پر۔''[1] کی طرف رغبت رکھنے والا کون ہے؟

بدر و حنین میں سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کرنے والے کہاں ہیں؟ غفلت و پلیدی کے پردے جن کے دلوں سے اٹھ چکے، وہ لوگ کہاں ہیں؟

اے لوگو! ان لوگوں کی موافقت کرو جن کی ساری کوششیں دارِ ازل کے حصول کے لیے صرف ہیں۔ سو تم بھی اس محبوب حقیقی کے در اقدس پر سر جھکا دو جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ انھیں لوگوں کے بارے میں اللہ عزوجل نے ان کے لیے مقام و مرتبے کے عطا کرنے کا ارادہ فرمایا ہے تاکہ وہ حسن افعال میں مزید اضافہ کریں۔ پھر جب ان کے سامنے سے سارے حجابات اٹھ گئے تو وہ لوگ ایسے محلات جن کی بنیاد نور کی، ان کی عمارت رحمت کی، دیواریں سونے کی، ان پر لیپ (پلستر)

---

[1] پارہ 27، الرحمن 75، ترجمہ کنزالایمان

کستوری کا، پانی حیوان کا، جواہرات کے موتیوں سے بنے پتھر (ماربل)، کافور اور عنبر کی مٹی سے وہ محلات تعمیر کیے گئے۔ ان کی چار دیواری مجد ولطف کی اور پردے فضل وکرم کے، ان کے درخت لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے، ٹہنیاں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کی اور پھل سبحان اللہ والحمد للہ عرضھا السموات والارض کے جبکہ چھت عرش رحمٰن کی۔

جب ان کے سامنے سے پردے ہٹائے گئے تو وہ ان محلات میں رہنے کا اشتیاق کرنے لگے۔ پھر ان سے کہا گیا: اللہ رب قدوس کی رضا جوئی کے لیے جانوں کے نذرانے پیش کیے بغیر ان محلات کا حصول ناممکن ہے۔ جب وہ لوگ یہ مرحلہ بھی طے کر جائیں گے تب انھیں احسان کا لباس پہنایا جائے گا، غفران کے تاج ان کے سروں پر سجائے جائیں گے، سرِّ مکنون کے قلم سے ان کے تاجوں پر یہ آیت رقمطراز ہوگی:

﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًاط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ ﴾

''اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انھیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔'' [1]

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ برابر حملہ کر رہے تھے اور دشمنوں کو ہلاکت کی شراب پلا رہے تھے کہ اچانک ایک گھوڑ سوار لشکر کو تہہ تیغ کرتا، شہسواروں کی صفیں بکھیرتا ہوا آتا دکھائی دیا۔ اس کے ہر حملے پر یہی الفاظ سنائی دیتے:

''یہ ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کو قید کرنے کا انتقام ہے۔''

آپ نے جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ آپ کی بہن خولہ بنت ازور رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ نے انھیں آواز دی: پیاری بہن، بنت ازور! خدا کی قسم! میں تمھارا بھائی، یہاں ہوں۔ بھائی کی آواز سنتے ہی وہ آپ کے پاس آئیں اور سلام کیا۔ آپ نے فرمایا:

یہ وقت سلام وکلام کا نہیں ہے بلکہ اہل کفر سے لڑنا ہمارے کلام کرنے سے افضل ہے، اپنا کندھا میرے کندھے سے ملاؤ، اپنا نیزہ میرے نیزے سے ملاؤ اور راہ خدا میں جہاد کا حق ادا کرو، اگر ہم میں سے کوئی شہید ہوگیا تو ہماری اگلی ملاقات سید البشر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے حوضِ کوثر پر ہوگی۔

معرکہ آرائی اسی طرح اپنے عروج پر تھی پھر یکایک رومی لشکر میں افراتفری سی پھیل گئی اور ان کے گھوڑے شکست خوردہ پیچھے بھاگنے لگے۔

دراصل ہوا یوں کہ والئی رومۃ الکبریٰ نے جب دیکھا کہ جنگ کے شرارے ہر طرف پھیل چکے ہیں تو انھوں نے

---

[1] پارہ 4، آل عمران 169، ترجمہ کنزالایمان

اپنے ساتھیوں کو ساتھ لے کر تالیس بن رینوس پر حملہ کر کے اسے گرفتار کر لیا۔

چونکہ ہر شخص کا یہی گمان تھا کہ تالیس دراصل ہرقل ہی ہے چنانچہ ایک شخص نے جب اسے گرفتار ہوتے دیکھا تو زوردار چیخ لگائی کہ ”فلنطانوس بادشاہ نے غداری کرتے ہوئے ہرقل بادشاہ کو گرفتار کر لیا ہے۔“

اس شخص کی آواز سنتے ہی رومی بھاگنے لگے۔ مسلمانوں نے وہاں قتل عظیم بپا کر دیا۔ اجنادین اور ہردوک کی جنگوں کے علاوہ کبھی ایسی قتل وغارت دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ نصرانی عربوں کے بارہ ہزار سپاہی ہلاکت کا شکار ہوئے۔ جبلہ بن ایہم کو تلاش کیا گیا لیکن اس کا کوئی پتہ نہ ملا۔

پھر معلوم ہوا کہ وہ اور اس کی قوم کے اکابرین ہرقل بادشاہ کے ساتھ کشتیوں پر سوار ہو کر کہیں نکل گئے ہیں۔ جبلہ کے ساتھ اس کی قوم کے سرداروں کے علاوہ پانچ سو افراد شامل تھے جن میں بالجملہ اس کے چچا کا بیٹا قرظلہ، عروہ بن واثق، مرہف بن واثق، ہجام بن سالم اور شیبان بن مرہ بھی شامل تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ فرار ہونے کے بعد ایک جزیرے میں آباد ہو گئے اور آج کی فرنگی نسل، انھیں سے نکلی۔

بہرحال رومی لشکر کے ہزیمت کے بعد مسلمانوں نے ان کے خیموں کو اپنے قبضے میں لے کر وہاں سے ریشم کے کپڑے، مال ومتاع، خزانہ سب کچھ اٹھا لیا۔ تیس ہزار رومی گرفتار ہوئے جبکہ مقتولین کی تعداد ستر ہزار تھی۔ نصرانی عربوں نے راہ فرار اختیار کی تو کچھ تو دروں کی طرف بھاگ نکلے اور کچھ قیساریہ میں قسطنطین بن ہرقل کی پناہ لینے کے لیے بھاگ گئے۔ جب جنگ ختم ہوئی اور اس کے شعلے ٹھنڈے پڑ گئے تو ان کا مال واسباب اور جنگی قیدی الغرض برآمد ہونے والی ہر چیز حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے سامنے حاضر کی گئی۔ آپ نے سجدۂ شکر ادا کیا پھر مسلمانوں نے ایک دوسرے کو معلوم کیا۔ حضرت فلنطانوس، عبداللہ اور حضرت ضرار رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔ انھوں نے مسلمانوں کو سلام کیا۔ سب لوگ انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جس وقت فلنطانوس رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو مسلمانوں نے کھڑے ہو کر ان کا خیر مقدم کیا۔ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمانے لگے:

نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

((اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَاکْرِمُوْہُ))

”جب کسی قوم کا معزز آدمی تمھارے پاس آئے تو اس کی تکریم کرو۔“

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فلنطانوس رضی اللہ عنہ نے جب مسلمانوں کی عاجزی اور حسن سیرت اور کثرت عبادت ملاحظہ کی تو فرمانے لگے:

”یہی وہ قوم ہے جس کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔“

پھر آپ کی قوم کے باقی افراد بھی مسلمان ہو گئے اور ہر معرکے میں اس وقت تک جہاد کرتے رہے جب تک کہ سارے ممالک فتح نہ ہو گئے۔

جنگ ختم ہونے کے بعد فلنطانوس رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ گئے فریضہ حج ادا کر کے صاحب اختیار نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کی پھر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سلام عرض کیا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے فلنطانوس کی طرف دیکھا تو کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا پھر آپ نے اور تمام مسلمانوں نے ان کے ساتھ مصافحہ کیا۔ اس کے بعد وہ بیت المقدس چلے گئے پھر داعی اجل کو لبیک کہنے تک وہیں عبادت الٰہی میں مشغول رہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رومیوں کی ہزیمت کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے شہر انطاکیہ کا رُخ کیا۔ انطاکیہ قلعہ نما شہر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی:

اے ہمارے پروردگار! انطاکیہ فتح کرنے کا کوئی ایسا سبب پیدا فرما جس سے اسے فتح کرنا ہمارے لیے آسان ہو جائے۔

کہتے ہیں کہ انطاکیہ پر ''صلیب بن مرقس'' نامی ایک سردار حکمران تھا جو پرلے درجے کا جاہل تھا۔ اس نے دیواروں کے اندر رہتے ہوئے مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس کی قوم کے اکابر حضرات، بڑے پادری (پوپ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض گزار ہوئے:

آپ عربوں کے پاس تشریف لے جائیں اور بقدر استطاعت معاوضہ کی ادائیگی پر صلح کر لیجیے۔ کہتے ہیں کہ سونے کے تین لاکھ مثقال پر اہل انطاکیہ سے صلح قرار پائی۔ صلح نامہ لکھ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس پوپ سے فرمایا: حلف اٹھاؤ کہ تم لوگ کبھی بھی ہمارے ساتھ غداری نہیں کرو گے۔ اس لیے کہ تمہارا شہر بڑے بڑے پہاڑوں اور گھاٹیوں میں ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اس سے حلف کون لے گا؟

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عبداللہ (یوقنا) حلف لے گا۔

کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پادری کا ہاتھ پکڑا اور اس کے سر پر رکھا پھر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے اُوپر رکھا اور فرمایا: چالیس مرتبہ یوں کہو:

اللہ عزوجل کی قسم، اللہ عزوجل کی قسم، اللہ عزوجل کی قسم! اگر میں غداری کروں تو گویا اپنی زنار کاٹ ڈالوں، صلیب توڑ دوں،

صلیبی اور پادری مجھے لعنت کریں، میں دین نصاریٰ سے دست بردار ہوا، ماءِ معمودیہ میں اونٹ ذبح کیا، یہودیوں کے نومولود بچوں کے پیشاب سے اسے ناپاک کیا، ہر شخص جو دین نصاریٰ کا حامی ہے، اس کے قتل کا ذمہ دار میں ٹھہرا، اگر میں نے حلف توڑا تو گویا میں نے مریم علیہا السلام کے کپڑے چاک کر کے اپنے سر کا رومال بنایا، پادریوں کو ذبح کر ڈالا اور ان کے خون سے دلہنوں کے کپڑے رنگ ڈالے، اگر ایسا کروں تو گویا میں نے مریم علیہا السلام پر اپنے ساتھ بدکاری کرنے کی تہمت لگائی، ذبح خانوں میں یہودیوں کی حائضہ لڑکیاں داخل کروں، جرجیس کے کنیساؤں میں رکھے قندیل انڈیل دوں، مقام کالوس میں حضرت عزیز علیہ السلام پر زبان درازی کروں، یہودیوں کی ایسی حائضہ عورت سے شادی کروں جو کبھی ایام طہر نہ پا سکے، جمعہ کے روز اپنے کپڑے دھوؤں، کنیساؤں کو منہدم کر دوں عید اور جمعہ میرے لیے حلال ہوں، لاہوت کی عبادت کروں اور ناسوت کا انکار کروں، شعانین کے دن اونٹ کا گوشت کھاؤں، اگر ایسا کروں تو ماہِ رمضان میں پیاس کی حالت میں روزہ رکھوں، پادریوں کا گوشت کھاؤں، یہودیوں کے کپڑوں میں نماز پڑھوں، اگر میں حلف توڑوں تو گویا اس بات کا اقرار کروں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چمڑہ رنگنے کا کام کیا کرتے تھے۔"

پوپ نے ان سب باتوں پر قسم اٹھائی کہ اگر ہم غداری کریں تو مذکورہ باتوں کا اقرار کرنے کے مرتکب ہوں گے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

پوپ سے حلف برداری کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور شہرِ انطاکیہ میں داخل ہوئے۔ اس دن پانچ شعبان المعظم 17ھ تھی۔ جب آپ داخل ہوئے تو آپ کے سامنے وہی جھنڈا لہرا رہا تھا جو خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا تھا۔ آپ کے دائیں جانب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جبکہ بائیں جانب حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ تھے۔ قراء حضرات سورۃ فتح کی تلاوت کرتے ہوئے آگے آگے چل رہے تھے۔ چلتے چلتے جب بابِ جنان کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے وہاں ایک خط کھینچا اور مسجد تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ مسجد آج بھی موجود ہے۔ [1]

حضرت امیر المؤمنین کے نام خط

حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے: انطاکیہ میں ہم لوگوں نے دیکھا کہ وہاں کی آب و ہوا خوشگوار تھی، طرح طرح کی نعمتیں اور پانی کی کثرت تھی۔ مسلمان وہاں بہت خوش ہوئے اور خواہش کرنے لگے، کاش ہم ایک ماہ تک اس علاقے میں قیام پذیر رہ سکیں تاکہ یہاں کی آب و ہوا راحت حاصل کر سکیں لیکن حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے صرف تین روز وہاں قیام کرنے کی اجازت دی پھر آپ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا:

[1] علامہ واقدی کے دور کی بات ہے کہ اس وقت وہ مسجد موجود تھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

السلام علیک۔ اللہ ﷻ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے نبی مکرم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام پیش کرتا ہوں۔ اللہ ﷻ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں فتح عطا فرمائی اور ہمیں غنیمتوں اور اپنی مدد خاص سے نوازا۔

جناب کو واضح ہو کہ اللہ رب العزت نے قوم نصاریٰ کی سلطنت اور انطاکیہ کی فتح نصیب فرمائی۔ اللہ ﷻ نے ان کے لشکر کو نیست و نابود کر کے ہماری مدد فرمائی، ہرقل بادشاہ جنگ سے بھاگ کر کسی سمندری جزیرے میں جا بسا ہے۔

انطاکیہ کی آب و ہوا چونکہ خوشگوار ہے اس لیے اس خوف سے کہ کہیں حُبِّ دنیا ان کے دلوں میں غالب آ جائے اور وہ اطاعت الٰہی سے کہیں منقطع نہ ہو جائیں، میں نے مسلمانوں کو اس شہر میں زیادہ دیر قیام نہیں کرنے دیا۔ میرا ارادہ تو حلب کی طرف نکلنے کا ہے لیکن آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ اگر تو جناب مجھے دروں میں داخل ہونے کا حکم دیں تو اس طرف کا قصد کروں گا اور اگر انطاکیہ میں ہی قیام کرنے کا حکم دیں تو ایسا ہی کروں گا۔ جناب کو یہ بھی واضح ہو کہ بعض عربوں نے رومی قوم کی لڑکیوں کو دیکھا تو ان سے شادی کرنے کی طلب ظاہر کی لیکن میں نے انھیں روک دیا تاکہ کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو جائے۔ اللہ ﷻ ہر فتنے سے محفوظ فرمائے۔

جناب سے گزارش ہے کہ جلدی سے حکم نامہ جاری فرمائیں۔ مسلمانوں کو میری طرف سے سلام پیش کیجئے گا۔ والسلام علیک۔

آپ رضی اللہ عنہ نے خط لکھ کر لپیٹا اور مہر لگا دی پھر فرمایا: گروہ مسلم! کون ہے جو میرا یہ خط امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کرے گا؟

زید بن موہب جو حضرت عمیر بن سعید رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، جلدی سے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے:

اے امیر! میں حاضر ہوں ان شاء اللہ عزوجل میں آپ کا مکتوب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پہنچاؤں گا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے زید! تم تو اپنی جان کے بھی مالک نہیں کیونکہ تم تو غلام ہو۔ اگر میرا کام کرنا ہے تو پہلے اپنے آقا کے پاس جاؤ اور ان سے اجازت طلب کرو۔

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ جلدی سے اپنے آقا عمیر بن سعید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے، ان کا ہاتھ پکڑ کر بوسہ دینے کا ارادہ کیا تو آپ نے منع کر دیا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نہایت زہد وتقویٰ کا پیکر تھے۔ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت اختیار کیے رکھتے۔ ایک تلوار، نیزہ، گھوڑا، اونٹ، تھوڑا سا زادِراہ اور ایک مصحف کے علاوہ آپ کی ملکیت میں کچھ نہ تھا۔ مال غنیمت کا حصہ جب آپ کے سامنے پیش کیا جاتا تو بقدرِ ضرورت نکال کر باقی مال اپنے عزیز واقارب اور قوم کے لوگوں میں تقسیم کر دیتے اگر کوئی چیز بچ جاتی تو مسلمان فقراء، مہاجرین اور انصار میں تقسیم کرنے کے لیے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دیتے۔ کہتے ہیں کہ جب زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پاس آئے اور ہاتھ چومنے کا ارادہ کیا تو آپ نے منع کر دیا اور پوچھا: کیا چاہتے ہو؟

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ عرض گزار ہوئے: اے میرے آقا! مجھے مسلمانوں کی طرف سے قاصد کی حیثیت سے فتح و نصرت کی خوشخبری لے کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کی اجازت عنایت فرمائیں۔

آپ نے فرمایا: اگر تم مسلمانوں کی طرف سے خوشخبری لے کر جانا چاہتے ہو تو بھلا میں تمھیں کیونکر روکوں گا؟ کیونکہ اگر میں نے تمھیں منع کیا تو خود گنہگار رہوں گا۔ جاؤ! آج سے تم آزاد ہو، مجھے اُمید ہے کہ تمھیں آزاد کرنے کی وجہ سے اللہ عزوجل مجھے آتش جہنم سے نجات عطا فرمائے گا۔

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ اپنی آزادی کا سن کر بہت خوش ہوئے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ کے مکتوب کی برکت سے ہی مجھے آزادی نصیب ہوئی ہے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یمنی اونٹنی منگوا کر ان کے سپرد کی اور مدینہ طیبہ جانے کا حکم دیا۔ زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ اونٹنی پر سوار ہوئے اور قریبی راستوں (شارٹ کٹ) سے ہوتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ لوگوں کی زور زور سے آوازیں آ رہی تھیں۔ اہل مدینہ بے چینی سے بقیع اور قباء کی جانب جا رہے تھے۔

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میرے دل میں عجیب وغریب خیالات گردش کرنے لگے لہٰذا صورت حال معلوم کرنے کے لیے اس طرف چل دیا۔ ایک دفعہ تو میرے دل میں یہ گمان پیدا ہوا کہ شاید مسلمان کسی جنگ کے لیے جا رہے ہیں۔ میں نے ایک شخص کو دیکھ کر پہچانا اور سلام کیا، اس نے بھی مجھے پہچان لیا۔ مجھ سے پوچھنے لگا: زید ہو؟

میں نے کہا: ہاں! زید ہی ہوں۔

اس نے کہا: اللہ اکبر، اے زید! پیچھے کے کیا حالات ہیں؟

میں نے کہا: خوشخبری، غنیمت اور فتح!۔

پھر میں نے پوچھا: امیر المؤمنین نے کیا ارادہ فرمایا ہے؟

جواب دیا: امیر المؤمنین ادائیگی حج کے ارادے سے تشریف لے جا رہے ہیں، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی ان کے ساتھ ہیں اسی لیے لوگوں کا رش پڑا ہوا ہے۔

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے اونٹنی بٹھائی، اسے ایک طرف باندھا اور تیزی سے چلتا ہوا امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ پیدل چل رہے تھے جبکہ آپ کا غلام اونٹنی کی مہار پکڑے پیچھے پیچھے تھا۔ اونٹنی کے اوپر سوت کا بنا ہوا کجاوا رکھا ہوا تھا جس میں زادِ راہ اور دیگر ضروری اشیاء تھیں۔ ساتھ ہی ایک گٹھڑی بھی رکھی ہوئی تھی۔ باقی اونٹنیاں آپ کے آگے آگے چل رہی تھیں۔ آپ کی دائیں جانب حضرت علی رضی اللہ عنہ جبکہ بائیں جانب حضرت عباس بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے تھے۔ مہاجرین و انصار آپ کے پیچھے پیچھے تھے جنھیں آپ مدینہ منورہ کے بارے نصیحتیں فرماتے جا رہے تھے۔

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے پہنچا تو آواز دے کر کہا: السلام علیک یا امیر المؤمنین! میں حضرت عمیر بن سعید رضی اللہ عنہ کا غلام، زید بن موہب آپ کے پاس خوش خبری لے کر حاضر ہوا ہوں۔

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل تمھیں بھی خوش خبری سننا نصیب فرمائے! کیسی خوش خبری لائے ہو؟

میں نے کہا: گورنر، حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا مکتوب لے کر حاضر ہوا ہوں جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ اللہ عزوجل نے ان کے ہاتھوں انطاکیہ فتح کر دیا۔

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے جب انطاکیہ کے بارے میں سنا کہ اللہ عزوجل نے فتح نصیب فرمائی ہے تو آپ نے بارگاہ لم یزل میں سجدہ کیا اور اپنے رخسار مبارک پر مٹی ملنے لگے۔ جب آپ نے سر اٹھایا تو چہرے پر مٹی لگی ہوئی تھی۔ آپ فرما رہے تھے: "اے ہمارے پروردگار! تیری اس نعمت کے حصول پر تیری بارگاہ میں حمد و شکر کرتا ہوں۔"

پھر آپ نے فرمایا: اے زید رحمۃ اللہ علیہ! اللہ عزوجل تم پر مہربانی فرمائے! لاؤ مکتوب مجھے دو۔ کہتے ہیں کہ میں نے وہ خط امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو دیا۔ خط پڑھتے ہی آپ رونے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کس چیز نے آپ کو رلا دیا؟

آپ نے فرمایا: ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی کارگزاری اور غلط رائے پر رو رہا ہوں جو اس نے مسلمانوں کے بارے میں قائم کی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: بے شک نفس امارہ بُرائی ہی کی طرف لے جاتا ہے۔

آپ نے مکتوب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا پھر انھوں نے مسلمانوں کو بھی پڑھ کر سنایا۔

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے گریہ زاری سے کچھ سکون پایا تو آپ کے چہرے پر خوشی کے اثرات نمایاں ہونے لگے۔ میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے زید رحمۃ اللہ علیہ! انطاکیہ پہنچ کر وہاں کے انگور اور دوسری نعمتیں استعمال کرنا اور اللہ عزوجل کا شکر ادا کرنا۔

میں نے کہا: امیر المؤمنین! ٹھیک ہے لیکن آجکل ان کا موسم نہیں۔

امیر المؤمنین کا جوابی خط

کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نیچے بیٹھ گئے اور کاغذ دوات منگوا کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام یہ خط تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بندۂ خدا، عمر کی جانب سے گورنر شام ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ کے نام
سلام علیک! اللہ عزوجل کی حمد بیان کرتا ہوں، اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور رحمت کاملہ کا نزول ہو اس کے نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

مسلمانوں پر اللہ عزوجل کی خاص نوازشوں پر اس کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے متقین کے لیے اچھی عاقبت تیار کر رکھی ہے اور اس کا لطف و کرم ہر ہر لحظہ ہمارے شاملِ حال رہتا ہے۔

تمھارا یہ کہنا کہ "انطاکیہ کی آب و ہوا چونکہ خوشگوار تھی اور نعمتوں کی بھی بہتات تھی اس لیے اطاعتِ الٰہی سے غفلت لاحق ہونے کے خوف سے وہاں قیام نہیں کیا" حالانکہ اعمال صالحہ کرنے والے مسلمانوں پر تو اللہ عزوجل نے یہ خوشگوار نعمتیں حرام نہیں کیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ط ﴾

''اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو میں تمھارے کاموں کو جانتا ہوں۔'' ❶

نیز فرمایا:

﴿ يَآ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۞ ﴾

''اے ایمان والو! کھاؤ ہماری دی ہوئی ستھری چیزیں اور اللہ کا احسان مانو اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔'' ❷

اس لیے تم پر لازم ہے کہ مسلمانوں کو تھکاوٹ دور کرنے کا وقت دو تا کہ وہ وہاں کی تروتازہ نعمتیں کھائیں پئیں، شب و روز کفار کے ساتھ جنگ کر کر کے جو انھیں تھکاوٹ ہوئی ہے ان کے بدن بھی ان سے راحت حاصل کر لیں گے۔

تمھارا یہ کہنا کہ ''آئندہ کے لیے لائحہ عمل کے بارے میں آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔'' تو میں تجھے اختیار دیتا ہوں، چاہے دشمن کا تعاقب کرو یا دروں میں فوج بھیجو کیونکہ تم وہاں موجود ہو اور میں غائب۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ شاہد جو چیز ملاحظہ کرتا ہے، وہ غائب نہیں کر سکتا۔ جاسوسوں کی مدد سے حالات معلوم کرتے رہو، اگر تم سمجھتے ہو کہ دروں میں داخل ہونا مسلمانوں کے لیے مناسب ہے تو ان علاقوں میں لشکر کشی کرو اور رومیوں کے لیے تمام راستے بند کر دو، اگر رومی صلح کے خواستگار ہوں تو ان سے صلح کر لو اور بقدر طاقت جزیہ وصول کر کے ان کے ساتھ وفاداری قائم کرو۔

تمھارا یہ کہنا کہ ''بعض مسلمانوں نے رومی لڑکیوں سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے'' تو جس شخص کا حجاز مقدس میں کوئی نہیں، اسے اجازت دے دو اور جو باندی کی حیثیت سے کسی کو خریدنا چاہتا ہے تو اسے بھی اختیار ہے۔ اس طرح کرنے سے ان کی عزت محفوظ رہے گی اور ان کے دل بُرائی کی طرف بھی مائل نہ ہوں گے۔

والئی رومۃ الکبریٰ کے بارے میں کچھ نہیں کہتا بہر حال اس کے اور اس کے

---

❶ پارہ 18، المومنون 51، ترجمہ کنزالایمان

❷ پارہ 2، البقرہ 172، ترجمہ کنزالایمان
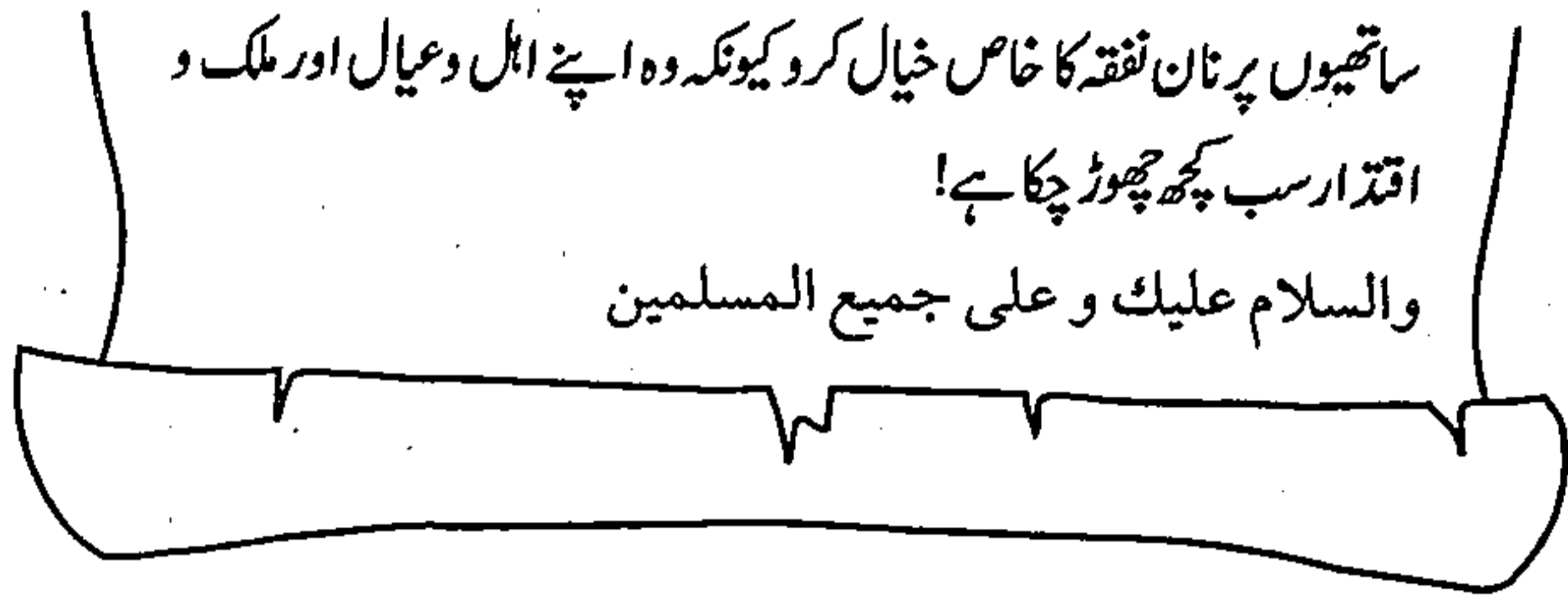
ساتھیوں پر نان نفقہ کا خاص خیال کرو کیونکہ وہ اپنے اہل و عیال اور ملک و اقتدار سب کچھ چھوڑ چکا ہے!
والسلام عليك و على جميع المسلمين

خط لکھنے کے بعد آپ نے زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا:

اللہ عزوجل تم پر مہربانی فرمائے، جاؤ! اور "عمر" کو بھی اپنے اس اجر میں شامل رکھنا۔

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ نے خط وصول کیا اور جانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ پیچھے سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رکنے کا حکم دیا آپ نے فرمایا: ٹھہرو! عمر تجھے کچھ دینا چاہتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی بٹھائی اور گٹھڑی سے ایک صاع کھجوریں اور ایک صاع ستو نکال کر انھیں دیئے اور فرمایا:

اے زید! اس سے زیادہ دینے سے مجھے معذور سمجھو کیونکہ عمر اتنا ہی دینے کی طاقت رکھتا ہے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ کے سر پر بوسہ دیا تو وہ رو دیئے اور کہنے لگے:

اے امیر المؤمنین! میری یہ اوقات نہیں ہے، کیا آپ مجھے اس قابل سمجھتے ہیں کہ میرے سر پر بوسہ دیں؟ آپ تو امیر المؤمنین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں! آپ ہی سے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کی تعداد چالیس مکمل کی تھی۔

یہ سن کر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی رو دیئے اور فرمایا: مجھے اُمید ہے کہ اللہ عزوجل تیری گواہی سے میری مغفرت فرمائے گا۔

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوا تو امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا:

"اے ہمارے معبود برحق و پروردگار! زید کو سلامتی کے ساتھ اس کی منزل مقصود تک پہنچا، اس کی بُعد مسافت کو لپیٹ دے اور اس کا راستہ آسان فرما بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی دعا سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔ میں جانتا تھا کہ ان کی دعا در قبولیت سے رد نہیں ہوتی کیونکہ آپ ہمیشہ اطاعت الٰہی اور اطاعت محبوب الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوشاں رہتے تھے۔

آپ فرماتے ہیں: میں وہاں سے روانہ ہوا تو زمین میرے نیچے سے گویا لپٹتی ہوئی گزرنے لگی۔ خدا کی قسم! تیسرے دن میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا آپ اس وقت انطاکیہ سے کوچ کر کے حازم تشریف لے جا چکے تھے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں مسلمانوں کے لشکر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہاں سے زور زور کی آوازیں سنائی

دے رہی ہیں۔

یمن کے ایک شخص سے پوچھا: اس شور کی کیا وجہ ہے؟

اس نے جواب دیا: اللہ ﷻ نے مسلمانوں کو جو فتح عطا فرمائی، لوگ اس کی خوشی منا رہے ہیں۔

ہوا یوں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نہر فرات کے کنارے پر آباد علاقوں میں گئے اور ان پر حملہ کیا پھر اہل منبج، بزاعہ اور بالس نے آپ سے صلح کر لی۔ وہ لوگ اپنا مال واسباب لے کر آپؓ کے پاس حاضر ہو گئے اس طرح وہ علاقے بھی فتح ہو گئے۔

منبج، بزاعہ، بالس اور قلعہ نجم کے ساتھ محرم الحرام کے درمیانی عشرے 18 ہجری کو صلح ہوئی۔ ایک لاکھ پچاس ہزار دینار کی ادائیگی کے بعد صلح نامہ قرار پایا تھا۔ ان علاقوں کے حاکم جرفناس کو گرفتار کر کے اس شرط پر چھوڑ دیا گیا کہ وہ اپنا مال، غلام اور گھوڑے وغیرہ لے کر یہاں سے چلا جائے۔

شہر منبج کا گورنر حضرت عباد بن رافع تمیمی، قلعہ نجم کا گورنر حضرت نجم بن مفرج، بزاعہ کا گورنر حضرت اوس بن خالد ربعی، بالس کا گورنر بادر بن عوف حمیری رحمۃ اللہ کو مقرر کیا گیا۔ بالس میں شرق کی جانب انھیں (بادر بن عوف) کے نام پر ایک قلعہ تعمیر کرایا گیا۔
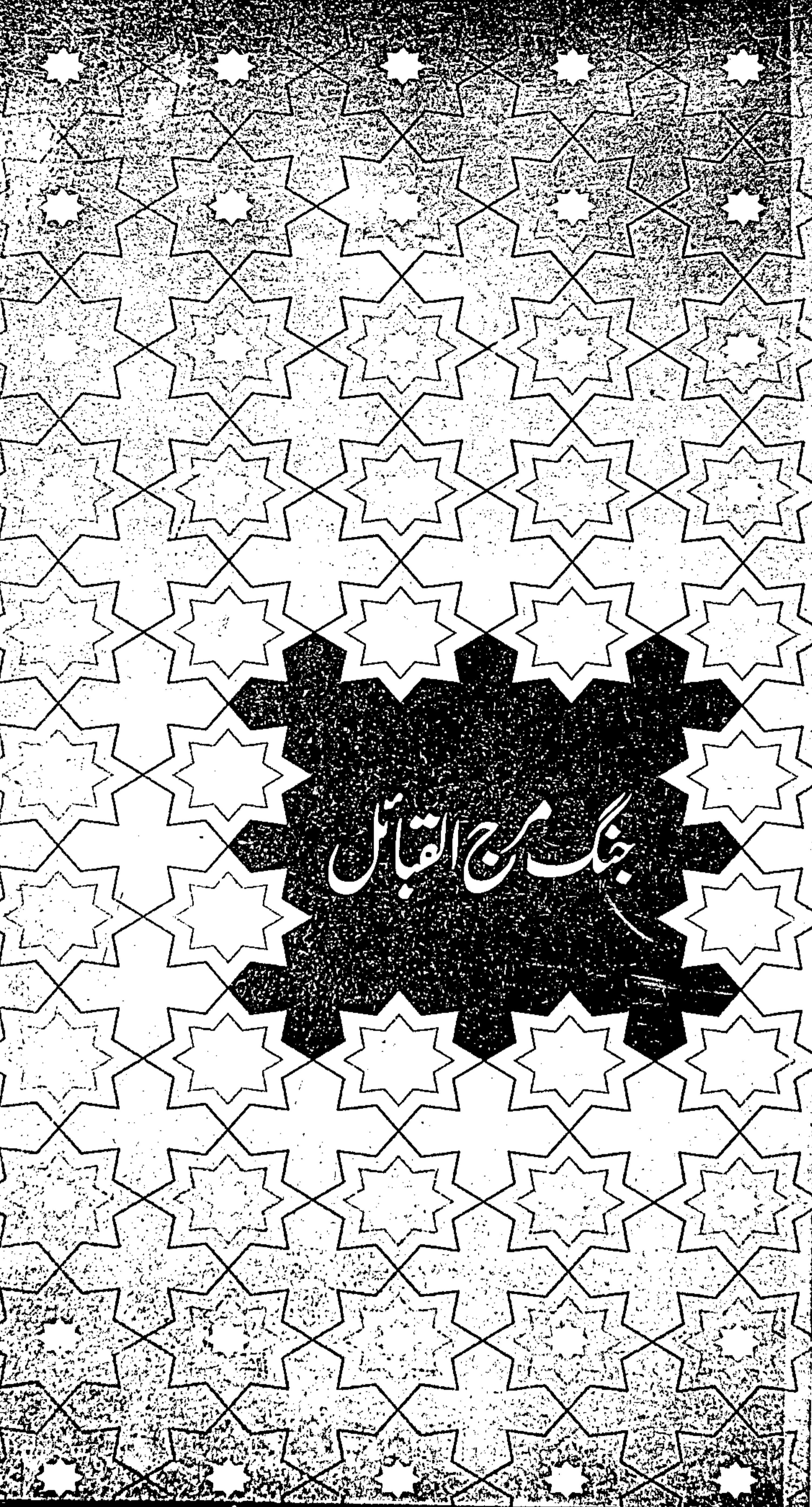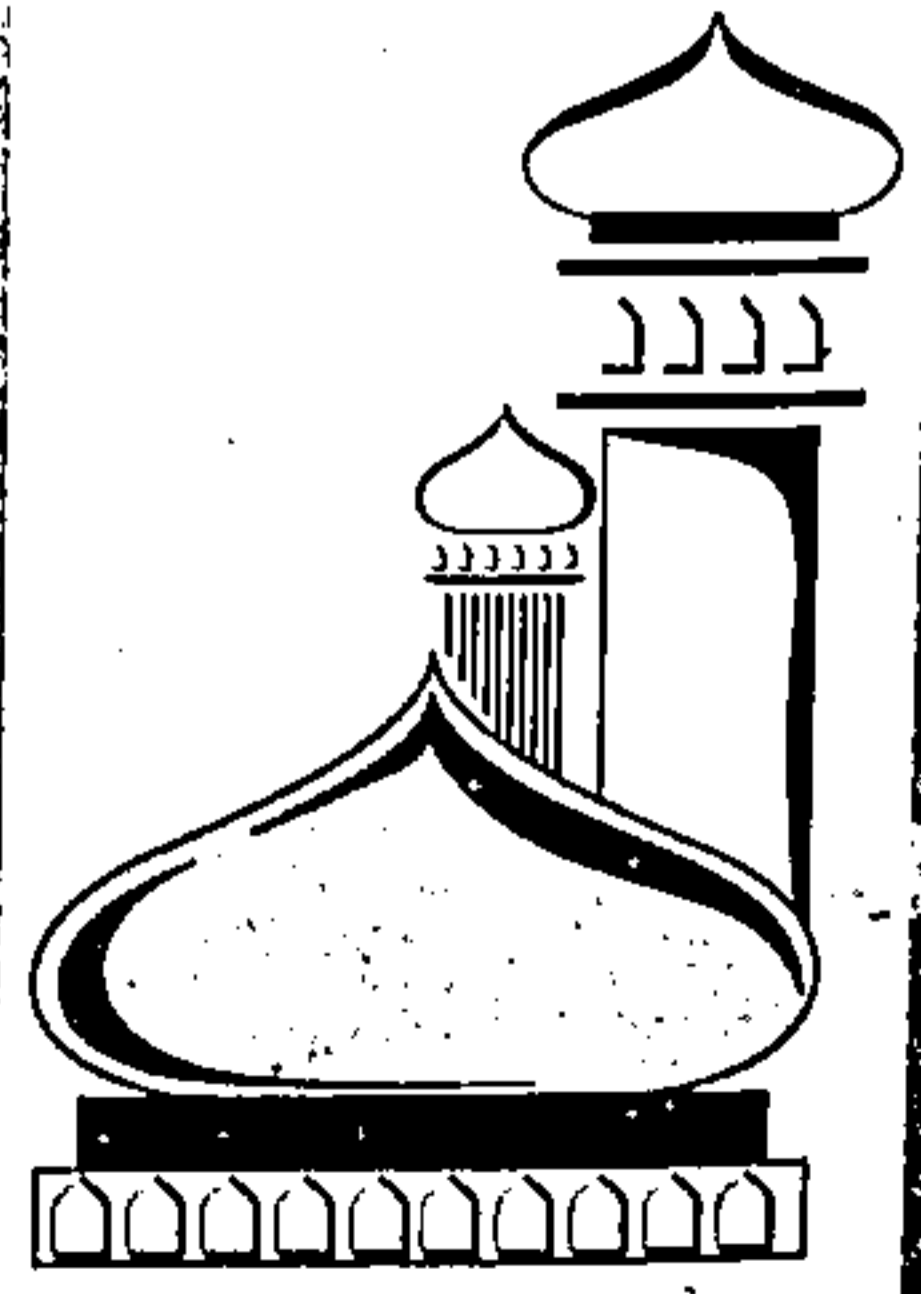
جنگ مرج القبائل

جنگ مرج القبائل

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان علاقوں سے مال واسباب لے کراسی روز واپس تشریف لائے تھے جس دن زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط لے کر آئے تھے۔

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ مفتوحہ علاقوں سے لایا گیا مال غنیمت بھی حاضر تھا۔ میں نے اونٹنی بٹھائی اوران حضرات کو سلام کیا۔ پھر امیرالمؤمنین رضی اللہ عنہ کا مکتوب پیش کیا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط لے کر کھولا اور مسلمانوں کو پڑھ کر سنایا۔ جب مسلمانوں نے امیرالمؤمنین رضی اللہ عنہ کا مکتوب سن لیا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اے گروہ مسلم! امیرالمؤمنین نے دروں میں لشکرکشی کا معاملہ میرے سپرد کردیا ہے اور فرمایا ہے کہ ''تم یہاں موجود ہو اور میں غائب'' لیکن میں تو تمھارے مشورے کے بغیر کوئی قدم بھی نہیں اٹھایا کرتا۔ تمھاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟

لیکن کسی شخص نے جواب نہ دیا۔ آپ نے دوبارہ اپنی بات کا اعادہ فرمایا لیکن اس مرتبہ بھی کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔

آپ نے دوبارہ اپنا جملہ دہرایا کہ مجھے مشورہ دو تاکہ آئندہ کے لیے لائحہ عمل تیار کروں، لیکن اس مرتبہ بھی کسی نے جواب نہ دیا۔ تب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مسلمانو! یہی ملک شام ہے، جس کے تم مالک ہو چکے ہو، اللہ عزوجل نے بالخصوص تمہی لوگوں کو اس کا وارث بنایا اور تمھارے دشمن کو ذلیل ورسوا کر کے یہاں سے نکال دیا، اب تم ہی اس سرزمین اور شہروں کے وارث ہو جیسا کہ اللہ عزوجل نے بھی اپنی کتاب مبین میں ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ ﴾

''بے شک ہم نے تمھارے لیے روشن فتح فرمادی۔''[1]

---

[1] پارہ 26، الفتح 1، ترجمہ کنزالایمان

تم مجھے کیا مشورہ پیش کرتے ہو؟ دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے کیا ہم ان دروں میں داخل ہو جائیں؟

امیر کی باتوں کا جواب کہیں سے نہ ملا۔ پھر آپ نے فرمایا:

یہ خاموشی کیونکر چھائی ہوئی ہے؟ کیا تم لوگ بہادری و جوانمردی کے جوہر دکھانے کے بعد اب بزدلی کا شکار ہو چکے ہو؟ یا عیش و عشرت کرنے کے بعد اب کوتاہی تمھارے اندر سرایت کر گئی ہے؟ یا جتنی نیکیاں کر چکے ہو ان پر بھروسہ کر بیٹھے ہو اور اب تمھارے نامہ اعمال میں کوئی گناہ باقی نہیں ہے؟ یا یہی نیکیاں تمھارے لیے کفایت کر جائیں گی!؟ اللہ ﷻ کی طرف رغبت اختیار کرو، وہ جہاد پر تمھاری مدد فرمائے گا اور یہی جہاد دنیا و مافیہا میں سب سے بہتر چیز ہے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

امیر لشکر کا جواب دینے والے سب سے پہلے شخص حضرت میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ تھے۔ عرض کرنے لگے:

اے امیر لشکر! ہم لوگ مصائب و آلام یا عیش و عشرت کی وجہ سے جزع فزع کرتے ہوئے خاموش نہیں تھے، بلکہ ایک دوسرے کے جلال اور ادب کی وجہ سے سکوت اختیار کیے ہوئے تھے۔ جناب کو واضح ہو کہ ہم لوگ جہاد کو تجارت نہیں سمجھتے۔ اس لیے کہ جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھ کر کوئی عمل بہتر نہیں۔ ہم لوگ تو آپ کے سامنے حاضر ہیں، حکم آپ کی طرف سے ہوگا اور تعمیل حکم ہماری طرف سے۔ کیونکہ اطاعت سب سے پہلے اللہ ﷻ کی، پھر اس کے رسول مکرم ﷺ کی پھر آپ کے لیے ہے۔ اس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو آپ جس طرف کا بھی حکم دیں گے، مجھے اطاعت گزار پائیں گے۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی اور شخص اپنی رائے پیش کرنا چاہے تو اسے اختیار ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے امیر! قوم روم کا تعاقب چھوڑ کر ہمارا یہاں بیٹھے رہنا ہماری سستی اور کمزوری ہے جبکہ اس کا پیچھا کرنے میں غنیمت ہے۔ مدد تو اللہ ﷻ کی طرف سے ہے۔ اے امیر لشکر! اگر آپ ہر درے کی جانب فوج بھیج دیں تو اس میں دشمن کی کمزوری اور مسلمانوں کی آنکھوں کے لیے قرار ہوگا۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا مشورہ سننے کے بعد دعائے خیر دی اور فرمایا:

اے ابوسلیمان خالد بن ولید! میرے خیال میں میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ کو اس کام کے لیے منتخب کرنا مناسب رہے گا کیونکہ سب سے پہلے مشورہ بھی انھوں نے دیا تھا۔ میں ان کی زیر کمان فوج دے کر دروں کی طرف روانہ کرتا ہوں تا کہ یہ وہاں جا کر آبادیوں کے حالات معلوم کریں پھر واپس آ کر ہمیں شہروں کے بارے میں اطلاع دیں پھر جو کام ہم مناسب خیال کریں گے، اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ کی رائے بہت اچھی ہے۔

لشکر اسلام کا دروں کی جانب پیش قدمی کرنا

اس کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے تین ہزار بہادر مجاہدین کا لشکر منتخب کیا اور حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دیا۔ پھر ایک ہزار پر مشتمل غلاموں کا لشکر ترتیب دیا۔ ہر قبیلے کا ایک سردار بطور نگران مقرر کیا۔ غلاموں کے لشکر کی قیادت حضرت دامس ابوالھول رضی اللہ عنہ کو دی گئی۔ لشکر ترتیب دینے کے بعد مجاہدوں نے اپنا اپنا اسلحہ تیار کیا اور فوراً ہی دونوں لشکر ایک جماعت کی طرح اکٹھے ہو گئے۔ سارے لشکر کا امیر حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ کو بنایا گیا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت دامس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

اے ابوالھول! اپنی جماعت کے آگے آگے چلو لیکن کسی کام میں بھی میسرہ رضی اللہ عنہ کی مخالفت نہ کرنا وہ جس طرف بھی اشارہ کریں ان کا حکم بجالانا کیونکہ وہ نیک فال شخصیت ہیں۔

امیر کا حکم سن کر حضرت دامس رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: اے امیر! میں آپ کے حکم کے مطابق ان کی اطاعت میں ہی رہوں گا۔

قوم نے جب لشکر کشی کا ارادہ کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے کہا: اے امیر لشکر! لشکر کے ساتھ چند ایک راہبر بھیج دیں جو راستوں سے بھی اچھی طرح واقفیت رکھتے ہوں اور دشمنوں سے بھی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اہل حلب کے وہ معاہدین جو مسلمانوں کے خیر خواہ تھے، انھیں طلب فرمایا۔ ان میں سے چار افراد کا انتخاب کر کے لشکر کے ساتھ بھیجتے ہوئے فرمایا: ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، آپ نے ان چاروں کا فدیہ بھی معاف فرما دیا۔ آپ نے ان معاہدین سے پوچھا:

کس درے کی طرف جائیں تو مسلمانوں کے لیے دشمن کا تعاقب کرنا آسان ہو گا؟

سب کی رائے اس پر متفق ہوئی کہ شہر قورص سے بڑے درے میں داخل ہونا بہتر ہے۔

معاہدین نے کہا: اے امیر! یہ درے ان علاقوں کی طرح نہیں، جنھیں آپ فتح کرتے آئے ہیں بلکہ ان علاقوں میں شدید سردی، گھنے درخت، جابجا گھاٹیاں اور پتھریلے راستے ہیں۔ ان علاقوں میں تنگ راستے، خاردار جھاڑیاں اور خوفناک راہیں بھی ہیں۔

اہل یمن ان کی باتیں سن کر کہنے لگے: تم لوگ ہمارے آگے چلو اور راستہ بتاؤ، دیکھنا! ہم کس طرح ان راستوں کا مقابلہ کریں گے کہ تم بھی تعجب کرنے لگو گے۔

بہرحال حضرت دامس رضی اللہ عنہ اور راہبر آگے آگے چلنے لگے جبکہ حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ لوگوں سے الوداع ہونے کے بعد ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔

الوداع ہوتے وقت تکبیر وتہلیل اور قرآن کریم کی تلاوت کی آوازیں بلند ہوئیں اور لوگوں نے خیر وسلامتی کی دعائیں کرتے ہوئے لشکر کو الوداع کیا۔

حضرت عطا بن جعدہ رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے: ہم لوگ مسلسل سفر کرتے رہے، راہبر ہمارے آگے آگے چل رہے تھے حتیٰ کہ ہم لوگ ''حنداس'' کی وادیوں کو قطع کرتے ہوئے نہر ساجور پر پہنچے پھر ''ساجور'' کو بھی عبور کیا بالآخر شہر قورص پہنچ کر ہم نے پڑاؤ کیا اور وہیں رات گزاری۔ صبح ہوئی تو ہم لوگ دروں میں داخل ہوئے۔ ہم نے دیکھا کہ زمین تو کافی کشادہ تھی لیکن بے شمار گھنے درخت تھے۔ چشموں کا پانی بھی جاری تھا اور راستے اتنے تنگ کہ گھوڑوں کے لیے چلنا دشوار ہو گیا۔ اس جگہ پہنچ کر ہم لوگوں پر تو ایک دفعہ وحشت سی چھا گئی کیونکہ عربوں نے کبھی بھی ایسے راستے نہیں دیکھے تھے۔

میرے دل میں وسوسہ پیدا ہوا کہ اگر مسافت لمبی ہو گئی اور ادھر دشمن بھی آ نکلا تو وہ مسلمانوں پر لامحالہ غالب آ جائیں گے۔ خیر! راہبر آگے آگے چلتے جا رہے تھے حتیٰ کہ وہ ایک بلند وبالا پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ ہم سب پیدل ہو کر گھوڑوں کو ساتھ لے کر چلنے لگے۔

حضرت عطا بن جعدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: چلتے چلتے ہماری جوتیاں ٹوٹ گئیں اور پیروں سے خون نکلنے لگا۔ تین روز تک مسلسل ہم لوگ سفر میں رہے۔ راہبر ہر مرتبہ یہی کہہ دیتے کہ مسلمانو بیدار رہنا، اگر دشمن نے اچانک تم لوگوں پر حملہ کر دیا تو وہ تمھیں ہلاک کر دے گا۔

جب چوتھا دن ہوا تو ہم لوگ ایک وسیع زمین میں داخل ہوئے۔ جس وقت ہم لوگ روم کے شہروں میں داخل ہوئے تھے تو اس وقت گرمی تھی اس وقت گرم کپڑے تو نہ لا سکے لیکن اس جگہ پہنچے تو اب ہمیں سخت سردی کا سامنا کرنا پڑا۔ ہم نے دیکھا کہ پہاڑ پر دائیں بائیں برف باری ہو رہی تھی۔ کہتے ہیں کہ حضرت دامس رضی اللہ عنہ سردی کے مارے کانپ رہے تھے تو کسی نے کہا:

اے ابوالھول! آپ کیوں کانپ رہے ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: میرے پاس اس ایک کپڑے کے علاوہ اور کوئی گرم کپڑا نہیں ہے اس لیے سردی برداشت نہیں ہو رہی۔ دامس رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر انھوں نے اپنے پاس سے گرم کپڑا دیا۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے وہ کپڑا ابھی پہن لیا پھر کہیں جا کر ان کا جسم گرم ہوا تو دعا کرنے لگے: ''کَسَاكَ اللّٰهُ مِنْ ثِيَابِ الْجَنَّةِ'' (اللہ عزوجل آپ کو جنت کا لباس پہنائے)۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

چلتے چلتے مسلمان ایک وسیع وعریض جگہ میں پہنچے جہاں پانی کی کثرت تھی جبکہ درخت بہت کم۔ مسلمانوں نے

وہیں پڑاؤ ڈالا اور ادھر ادھر گھومنے لگے لیکن اس جگہ کوئی شخص دکھائی نہ دیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رومی قوم مسلمانوں کے خوف سے اپنے شہروں سے نکل کر کہیں اور جا بسے تھے۔

پانچویں روز جب وہ ادھر ادھر گھوم رہے تھے تو اچانک ایک بستی نظر آئی۔ مسلمانوں نے اس بستی کا قصد کیا تو دیکھا کہ رہنے والا تو کوئی بھی نہیں ہے البتہ مرغیوں اور بکریوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ مسلمان جب اس علاقے میں داخل ہوئے تو وہاں نہ تو کوئی منع کرنے والا تھا اور نہ کوئی دفاع کرنے والا۔ معلوم ہو گیا کہ یہاں کے لوگ مسلمانوں کے خوف سے علاقہ چھوڑ کر کہیں اور جا چھپے ہیں۔

حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ نے پیچھے سے آواز دے کر فرمایا: ''مسلمانو! ہوشیار رہنا! اگرچہ رومی لوگ ڈر کر اپنے علاقے چھوڑ گئے پھر بھی احتیاط کرنا ہم پر لازم ہے۔''

مسلمان اس بستی میں داخل ہوئے اور اس میں موجود غلہ، قیمتی اثاثہ اور دیگر مال و متاع نکال لائے۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے ابوالھول کو دیکھا کہ وہ اپنے کندھے پر تین کپڑے اور دو کمبل اٹھائے ہوئے آ رہے تھے تو میں نے کہا:

اے ابوالھول! یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: اس شدید سردی سے بچنے کی تیاری کر رہا ہوں جسے کبھی نہ بھول سکوں گا۔

مرج القبائل میں مسلمانوں کا پڑاؤ ڈالنا

راوی کا کہنا ہے کہ مسلمانوں نے اس علاقے میں جتنا بھی غلہ اور دیگر ساز و سامان تھا، اٹھا لیا اور دوبارہ کوچ کیا۔ پھر ایک وسیع چراگاہ میں پہنچے جسے ''مرج القبائل'' کہا جاتا تھا۔ مسلمانوں نے اپنے گھوڑوں کو چرنے کے لیے دائیں بائیں کھلا چھوڑ دیا۔ اسی چراگاہ میں اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔

حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ دل میں یہ خیال لا رہے تھے کہ مسلمانوں کو واپس حلب کی طرف ہی لوٹ جانا چاہیے کیونکہ امیر لشکر نے بھی یہی حکم دیا تھا کہ زیادہ دور نہ نکلنا۔ کیونکہ دشمن کا کوئی بھروسہ نہیں۔ آپ انھی خیالات میں تھے، گھوڑے ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے اور اہل لشکر بھی دشمن سے بے خوف تھے کہ اچانک ایک ساتھی کسی کافر کو گھسیٹتے ہوئے لا رہے ہیں۔

جب وہ حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اسے کیا ہوا اور کہاں سے پکڑ کے لائے ہو؟

انھوں نے جواباً عرض کی: اے امیر! میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ تھا کہ اچانک ایک شخص پر نگاہ پڑی جو کبھی تو ظاہر ہوتا اور کبھی چھپ کر بیٹھ جاتا۔ میں جلدی سے اس کی جانب بڑھا اور پکڑ لیا اور اب آپ کے پاس لایا ہوں۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے اہل معاہدین میں سے ساتھ آئے ہوئے راہبروں میں سے ایک کو بلایا اور فرمایا کہ اس سے کبھی چھپنے اور کبھی ظاہر ہونے کی وجہ دریافت کرو۔

راہبر نے جواب دیا: اے امیر! اس شخص کا کہنا ہے کہ ہرقل بادشاہ جب کشتی پر سوار ہوکر انطاکیہ سے نکلا تھا تو بعد میں وہ قسطنطین پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی خوف کے مارے بھاگے ہوئے رومی اس کے پاس جمع ہو گئے۔ انھوں نے بادشاہ کو اطلاع دی کہ انطاکیہ والوں نے مسلمانوں سے صلح کر لی ہے اس طرح انطاکیہ بھی فتح ہو چکا ہے اس کی فوج بھی قتل ہو چکی ہے۔ جب بادشاہ نے فتح انطاکیہ کی خبر سنی تو آہ و بکا کرتے ہوئے دوبارہ کشتی پر سوار ہو گیا اور بولا:

''اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَرْضَ سُوْرِيَا اِلٰى يَوْمِ اللِّقَاءِ''

''اے ارض سوریا! قیامت تک کے لیے تجھ پر سلام!''

تب وہاں کے سردار، محافظ اور دوسرے کئی لوگ جمع ہو گئے۔ بادشاہ نے ان سے کہا: مجھے خوف ہے کہ کہیں ہمیں تلاش کرتے کرتے مسلمان یہاں نہ آ نکلیں۔ پھر بادشاہ نے تیس ہزار کی جمعیت تیار کی اور تین افراد کو ان کا نگران مقرر کرتے ہوئے حکم دیا کہ وہ دروں کی حفاظت کریں۔

ترجمان کی یہ باتیں سن کر حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس سے پوچھو کہ ہمارے اور ان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ اس نے جواب دیا: دو فرسخ۔

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ نے اتنا سنا تو نہ تو اس کے بعد کوئی بات کی اور نہ کسی کا جواب دیا بلکہ زمین کی طرف اپنا سر جھکا لیا۔

آل سہم کے عبداللہ بن حذافہ نامی ایک شخص جن کا شمار بہادر لوگوں میں ہوتا تھا اور جنگ کے دوران اپنے پاس لوہے کا ایک عمود رکھتے تھے اور اسی کے ساتھ دشمن کا کام تمام کیا کرتے تھے اگرچہ پیدائشی طور پر نہایت کمزور تھے، عرض کرنے لگے:

اس شخص کی بات سن کر آپ نے اس طرح سر جھکا لیا ہے، جس طرح گھوڑے کی لگام کھینچی جائے تو اپنا سر زمین کی طرف جھکا لیتا ہے۔ حالانکہ آپ بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہماری قوم کا ایک فرد ایک ہزار رومیوں کا مقابلہ کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ! خدا کی قسم! میں نے خوف اور جزع فزع کرتے ہوئے سر نہیں جھکایا بلکہ مجھے مسلمانوں کے بارے میں خوف ہے کہ کسی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائیں کیونکہ یہ لشکر اس وقت میرے جھنڈے تلے روانہ ہوا ہے اور یہ پہلا نشان ہے جس کے تحت لشکر اسلام دروں کی طرف روانہ ہوا۔ خدانخواستہ اگر

مسلمانوں کو تکلیف پہنچی تو امیرالمؤمنین مجھے ملامت کریں گے۔ ویسے بھی ہر راعی سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال بھی تو ہوگا۔ تو میں کیا جواب دوں گا؟

مسلمانوں نے امیر کی بات سنی اور عرض کی: خدا کی قسم! ہم موت کو کسی خاطر میں نہیں لاتے اور نہ ہی موت کے ڈر سے پریشان ہونے والے ہیں کیونکہ ہم اپنی جانیں جنت کے عوض فروخت کر چکے ہیں، تو جو شخص دارفنا سے دار بقا کی طرف منتقل ہونے کا یقین رکھتا ہے، وہ کفار کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں رکھتا۔

مسلمانوں کو پرعزم دیکھ کر حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے بطور مشورہ پوچھا: اے لوگو! تمھاری رائے کیا ہے کہ ہمیں اسی جگہ رہتے ہوئے دشمن سے لڑنا چاہئے یا ان کی طرف کوچ کر چلیں؟

مسلمانوں نے معاہدین سے کہا اس شخص سے پوچھو اگر دشمن کے قریبی علاقے اس جگہ کی نسبت زیادہ وسیع ہیں تو ہم لوگ وہاں کوچ کر جاتے ہیں۔

انھوں نے بتایا کہ شہر عموریہ کے بعد کوئی علاقہ اتنا وسیع وعریض نہیں جتنا یہ علاقہ وسیع ہے، جہاں تم لوگوں نے پڑاؤ ڈالا ہوا ہے۔ اگر تم لوگوں نے واقعی لڑنے کا عزم مصمم کر ہی لیا ہے تو اسی جگہ ٹھہرے رہو۔ بہرحال جہاں تک میری رائے ہے تو دشمن کے یہاں ظاہر ہونے سے پہلے پہلے اگر تم لوگ اپنے ملک واپس لوٹ جاؤ تو تمھارے لیے بہتر ہوگا۔

راوی کا کہنا ہے کہ اس کے بعد حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے اس کافر پر اسلام پیش کیا۔ جب اس نے انکار کر دیا تو آپ نے اس کی گردن اڑا دینے کا حکم دے دیا۔

رومی لشکر کی آمد

یہ معاملہ ابھی ہو ہی رہا تھا کہ اچانک رومی لشکر دور سے آتا ہوا دکھائی دیا پھر مسلمانوں کے بالکل سامنے پہنچ کر انھوں نے پڑاؤ ڈالا۔ رومی لشکر ٹڈیوں کی طرح ادھر ادھر منتشر ہوا پڑا تھا۔ رات کی تاریکی چھاتے ہی مشعلیں روشن کر دی گئیں۔

صبح ہوئی تو حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے نماز فجر کی جماعت کرائی۔ جب لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہو گئے تو آپ خطاب فرمانے کی غرض سے کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اے لوگو! آج کا دن ایسا ہے کہ اس کے بعد بھی دن آئے گا۔ تم لوگ اچھی طرح آگاہ ہو کہ مجھے جو علم (جھنڈا) دے کر بھیجا گیا، وہ پہلا علم (جھنڈا) ہے جس کے تحت اسلامی لشکر دروں مین داخل ہوا ہے۔ اچھی طرح گوش گزار کر لو کہ تمھارے بھائیوں نے تمھاری طرف سے کئی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ یہ بھی جان لو کہ دنیا تو دارفنا ہے جبکہ آخرت ہی ہمیشگی کا گھر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک متوجہ ہو کر سنو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ))

"جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔"[1]

دشمنوں کی کثرت تعداد پیش نظر مت رکھو۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ○ ﴾

"بارہا کم جماعت غالب آئی زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔"[2]

امیر کی تقریر سن کر مسلمانوں نے جواب دیا: اے امیر! اللہ عزوجل سے برکت کی طلب کرتے ہوئے آپ سوار ہو جائیں اور آگے بڑھیں، ہم لوگ آپ کے ساتھ ہیں، دشمن کے خلاف نصرت و تائید خداوندی کی ہمیں مکمل اُمید ہے۔

راوی کہتے ہیں: مسلمانوں کی جرأت مندی ملاحظہ کرتے ہوئے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ خوش ہوئے، اور انھیں اسلحہ تیار کرنے کا حکم دیا۔ مسلمان فوراً تیار ہو کر حاضر ہو گئے۔ غلاموں کا لشکر عربوں سے الگ ہو کر ایک طرف کھڑا ہو گیا کیونکہ غلاموں کا دستہ حضرت دامس رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے متعین کیا گیا تھا، یہ لوگ دشمن پر ٹوٹ پڑنے کے لیے بالکل تیار کھڑے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ مدد خداوندی کی دعائیں بھی مانگ رہے تھے۔

حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو وصیت فرماتے ہوئے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے لگے۔ میمنہ پر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو جبکہ میسرہ پر حضرت سعد بن ابوسعید حنفی رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ غلاموں کا لشکر حضرت دامس رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے باقی لشکر کے آگے کھڑا ہو گیا۔ ادھر رومیوں نے بھی صفیں مرتب کرنا شروع کیں۔ انھوں نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ ہر حصے میں دس ہزار فوج متعین کی اور صلیب آگے کی طرف نکال کر رکھنے کا حکم دیا گیا۔ دونوں طرف سے صفیں مرتب ہو گئیں تو رومیوں کی طرف سے ایک نصرانی نکلا اور مسلمانوں کے قریب پہنچ کر کہنے لگا: "ظالم کو اس کا ظلم، ہمیشہ بھلائی سے روکتا ہے۔ اتنے بڑے ملک روم کو اپنی ملکیت میں لے لینے کے بعد بھی صبر نہیں ہوا تھا اور اب ان پہاڑوں کا رُخ اختیار کر لیا ہے؟

سنو! تمھاری موت ہی تم لوگوں کو ان پہاڑوں میں کھینچ لائی ہے۔ دیکھو! ہمارے تیس ہزار نڈر بہادروں نے صلیب کی قسم اٹھا رکھی ہے کہ ان میں سے کوئی بھی میدان جنگ چھوڑ کر بھاگنے والا نہیں ہے جب تک کہ وہ مر نہ جائے۔ اگر تم لوگوں کو زندگی پیاری ہے تو اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو اور قیدی بن جاؤ پھر ہرقل بادشاہ تمھارے بارے میں جو حکم دینا چاہے، دے گا۔"

---

[1] جامع الترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب: ماذکران ابواب الجنة تحت ظلال السيوف، حديث: 1659۔

[2] پارہ 2، البقرہ 249، ترجمہ کنزالایمان

حضرت دامس رضی اللہ عنہ کی بہادری

حضرت ابوالھول دامس رضی اللہ عنہ اپنا علم (جھنڈا) لیے ہوئے اس کی جانب بڑھے اور فرمایا: تیری یہ بات تو بالکل بجا ہے کہ "ظالم کو اس کا ظلم، بھلائی کرنے سے ہمیشہ روکے رکھتا ہے۔" لیکن تیرا یہ کہنا کہ "اگر زندگی کی بقاء چاہئے تو تمھارے قیدی بن جائیں" یہ بات تو نے ظلماً اور بغیر تجربہ کے ہی کہہ ڈالی ہے۔ میں عربوں کا ایک ادنیٰ سا غلام ہوں۔ ان کے مقابلے میں میری کوئی اہمیت نہیں ہے اور نہ ہی ذی رتبہ کے ہاں میری کوئی قیمت ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: ذرا میرے قریب آؤ تو کس طرح تجھے زمین پر پچھاڑ کر زمین کو تیرے خون سے رنگتا ہوں۔ یہ کہتے ہی حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے اس قدر زور سے نیزہ مارا کہ رومی سپاہی دیکھتے ہی دیکھتے گھوڑے سے نیچے آ پڑا۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ اس کے گھوڑے سے گرنے کے بعد اس کے اردگرد چکر لگانے لگے پھر اپنے جھنڈے کو بلند کر کے یوں نعرے لگانے لگے: اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ عزوجل نے فتح و نصرت عطا فرمائی، ہم کامیاب ہو گئے!

رومیوں نے جب حضرت دامس رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا کہ کس طرح انھوں نے ان کے بہادر ساتھی کو واصل جہنم کیا ہے تو وہ غصے میں آ گئے۔ پھر ایک رومی مقابلے کے لیے نکلا۔ آپ نے اسے اپنے قریب آنے سے پہلے ہی اس زور سے نیزہ مارا کہ اس کے سینے میں شگاف ڈال کر، پشت کی جانب نکل گیا۔

اس بار جب رومیوں نے حضرت دامس رضی اللہ عنہ کی بہادری ملاحظہ کی تو کہنے لگے: یہ نوجوان عربوں کا غلام ہے، جب غلام کا یہ حال ہے تو ان کے مالک، عربوں کا کیا حال ہوگا؟ اس کے بعد کسی رومی کو مقابلے میں نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ پھر آپ نے خود ہی آگے بڑھتے ہوئے رومی لشکر کے قلب (سینٹر) پر حملہ کیا اور ایک رومی کو واصل جہنم کرتے ہوئے واپس لوٹ آئے۔

راوی کا کہنا ہے: جب حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے قلب پر حملہ کیا تو ایک صف جس میں دس ہزار رومی فوجی متعین تھے۔ انھوں نے اچانک حضرت دامس رضی اللہ عنہ پر حملہ کر دیا اور انھیں اپنے شکنجے میں لے لیا۔ ادھر غلاموں کی جماعت نے دیکھا تو انھوں نے بھی حملہ کر دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے باقی لشکر نے بھی حملہ کر دیا۔ پھر دونوں فریقوں کے مابین شدید جنگ بپا ہوئی۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ عزوجل غلاموں کے لشکر پر خاص لطف و کرم عنایت فرمائے! یہ لوگ تو بلاءِ حسنہ میں مبتلا ہو گئے تھے۔ انھوں نے حضرت دامس رضی اللہ عنہ کو عین ہلاکت کے وقت پہنچ کر رومیوں کے چنگل سے نجات دلائی۔ غلام جس وقت حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھے تو ان کی زبانوں پر یہ کلمات جاری تھے۔

"نَحْنُ عَبِيْدُ عِبَادِ اللّٰهِ وَضَرْبُنَا قَتْلَ الْحَرِيْقِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَنَقْتُلُ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ"

''ہم بندگان خدا کے غلام ہیں، راہ خدا میں، جلانے والی تیز آگ کی طرح لڑتے ہیں اور جو اللہ جل شانہ کا منکر ہوگا اسے قتل کردیں گے۔''

فریقین کے مابین جنگ بندی اور حضرت دامس رضی اللہ عنہ کی گرفتاری

راوی کا بیان ہے: جنگ اسی طرح اپنے عروج پر تھی حتیٰ کہ سورج وسط آسمان میں پہنچ کر میدان جنگ کے نظارے کرنے لگا۔ دوپہر کا وقت ہوا تو غضب کی گرمی پڑنے لگی تب دونوں جماعتیں جدا ہوئیں۔ مسلمانوں کو اس وقت کامیابی کا پختہ یقین ہو چکا تھا اور مشرکوں کو اپنی ہلاکت و بربادی کا۔ خلقت کثیر ہلاکت کا شکار ہوئی۔ رومی فوج کے تقریباً سات 700 سو سپاہی گرفتار ہوئے جبکہ ایک ہزار 1000 سے زائد واصل جہنم ہوئے۔

جس وقت دونوں گروہ جنگی میدان چھوڑ کر اپنے اپنے خیموں کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ حضرت ابوالھول دامس رضی اللہ عنہ کی کہیں کوئی خبر نہیں مل رہی۔ مسلمانوں نے کافی ڈھونڈا مگر بے سود۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اگر ابوالھول شہید ہو گئے یا قید کر لیے گئے تو یقیناً مسلمانوں کے لیے مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ میں اللہ عزوجل کی بارگاہ اقدس میں ابوالھول دامس رضی اللہ عنہ کے گم ہونے کی شکایت پیش کرتا ہوں۔''

اسلامی لشکر کے دس سپاہی قید ہوئے۔

رومیوں کا دوبارہ حملہ کرنا

جنگ بندی کے بعد حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو دامس رضی اللہ عنہ کی خبر لائے گا؟ ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ اچانک رومیوں نے دوبارہ حملہ کر دیا۔ اس مرتبہ رومیوں کا حملہ نہایت شدید تھا۔ ایک مسلمان کے مقابلے میں دس دس، بیس بیس حتیٰ کہ پچاس پچاس رومی ظاہر ہوئے۔ مسلمانوں کو شہید کرتے جاتے اور بعض کو قیدی بناتے جاتے۔

اس وقت مسلمانوں کی تعداد چار ہزار 4000 جبکہ رومیوں کی تعداد تیس ہزار 30000 ہزار تھی۔

جنگ نے دوبارہ اپنی عروج کی منزلیں طے کرنا شروع کیں، نیزے اور تلواریں بڑھ بڑھ کر اپنا کام کرنے لگیں۔

اللہ عزوجل جزائے خیر عطا فرمائے حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ کو! انھوں نے تو جہاد کا حق ادا کر دیا۔ آپ بڑھ بڑھ کر رومیوں پر حملہ کرتے اور مسلمانوں کو یوں کہہ کر اُبھارتے تھے: ''اے لوگو! دار آخرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے موت کو یاد کرو اور جان لو کہ آج کے روز شہادت حاصل کرنا اپنے اہل و عیال کی طرف لوٹ جانے سے بہتر ہے۔

اے لوگو! موت کی طرف یوں سبقت اختیار کرو جس طرح مہربان ماں اپنے بچے کو آغوش میں لینے کی غرض سے دوڑتی ہے۔ واپس لوٹنے کا خیال بھی نہ کرنا۔ اگر مسلمانوں کو ہماری وجہ سے کوئی تکلیف پہنچی تو یقیناً ہماری کمزوری ہوگی۔

پھر آپ نے آواز لگائی: ''لوگو! اپنی تلواروں کے میان توڑ ڈالو! اسی میں تمھاری نجات مضمر ہے۔''

زید بن موہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: امیر کا حکم سنتے ہی سب نے اپنی تلواروں کی میانیں توڑ دیں۔ رومیوں نے جس وقت ہماری طرف دیکھا تو انھوں نے بھی اپنی تلواروں کی میانیں توڑ ڈالیں اسی واقعہ کی وجہ سے اس جنگ کے دو نام مشہور ہو گئے۔ واقعہ ''مرج القبائل'' اور دوسرا نام ''واقعہ الحطمہ'' کیونکہ اس روز میانوں کو توڑا گیا تھا۔

راوی کا کہنا ہے: جنگ کے شرارے دہک رہے تھے حتیٰ کہ کسی کہنے والے نے کہا: ''جب تک تلواریں ٹوٹ نہیں جاتیں، جنگ یوں ہی جاری رہے گی۔''

مسلمانوں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ اقدس میں گڑگڑا کر دعائیں کیں جبکہ کافروں نے کفریہ کلمات کہنے شروع کر دیئے۔ مسلمانوں نے اللہ عزوجل سے مدد و نصرت کی دعائیں کیں۔ غلاموں کا لشکر اپنی جان ہتھیلیوں پر رکھے شدت کی لڑائی لڑ رہا تھا۔ اس روز عربوں کا شعار ''النصر، النصر'' تھا اور غلاموں کا ''یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔''

حضرت دامس رضی اللہ عنہ کا واپس لوٹنا

ابن ثابت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے دل میں مسلمان بھائیوں کے بارے میں عجیب سی بے چینی لگی ہوئی تھی۔ میں رومیوں کے لشکر میں گھس کر لڑ رہا تھا کہ اچانک رومیوں کے ایک طرف سے شور و غوغہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔ وہاں پر کچھ لوگ بے دریغ قتل و غارت کر رہے تھے۔ یہ آوازیں رومی لشکر کے وسط سے اٹھ رہی تھیں۔ آہ و بکا اسی طرح بلند ہوتی گئی۔ میں نے کسی کہنے والے کی آواز سنی جو یہ کہہ رہا تھا۔ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' میں نے دل میں خیال کیا کہ یقیناً یہ آوازیں ملائکہ کی ہیں۔ لہٰذا میں ان کی جانب بڑھا۔ جب دیکھا تو وہ حضرت دامس ابوالھول رضی اللہ عنہ کی آواز تھی جو اپنی ڈھال کے سائے میں بہادری کے کارنامے دکھا رہے تھے۔ آپ کے ساتھ قید ہونے والے دس ساتھی بھی تھے۔

یہ لوگ برابر قتل و غارت کرتے جاتے اور ایک دوسرے کی طرف سے دفاع کر رہے تھے حتیٰ کہ رومیوں کو ادھر ادھر بکھیر کر رکھ دیا۔ راوی کہتے ہیں: میں نے دامس رضی اللہ عنہ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

ترجمہ اشعار:

- دشمن نے مجھے لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ کر قید کر لیا تھا۔ میرے مددگار، سردار کی قسم!
- عاد و بنی ثمود کو ہلاک کرنے والے کی قسم! بے شک اس نے اپنی غالب مدد سے میری تائید کی۔
- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جو طاہر ہیں اور راہ ہدایت دکھلانے والے ہیں، انھوں نے مجھے قید اور لوہے کی بیڑیوں سے نجات دلائی۔

❀ یہی رسول، بادشاہ ہیں بزرگی والے ہیں، مدد کرنے والے، لائق حمد ذات باری تعالیٰ کی رحمت کاملہ کا ان پر نزول ہو۔

راوی کہتے ہیں: مسلمانوں نے جب دیکھا کہ حضرت دامس رضی اللہ عنہ رومیوں کو تہہ تیغ کر رہے ہیں تو انھوں نے مل کر حملہ کیا اور رومیوں کو ادھر ادھر منتشر کر دیا۔ حضرت دامس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی خون میں اس طرح رنگے ہوئے تھے گویا کہ خون کے دریا میں غوطہ لگا کر آ رہے ہوں۔ خدا کی قسم! مسلمانوں کے پچاس سے ایک یا دو سپاہی زیادہ شہید ہوئے جبکہ رومیوں کے مقتولین کی تعداد تین ہزار سے زائد تھی۔ یہ مقتولین ان کے علاوہ تھے جنھیں حضرت دامس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے وسط لشکر میں پہنچ کر قتل کیا تھا۔

حضرت دامس رضی اللہ عنہ کی رہائی کا عجیب واقعہ

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے جب حضرت دامس رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا تو گھوڑے سے اتر کر ان کا استقبال کرنا چاہا مگر حضرت دامس رضی اللہ عنہ نے انھیں قسم دیتے ہوئے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔ دونوں لشکر جب جدا ہوئے تو حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے حضرت دامس رضی اللہ عنہ کو سینے سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے دریافت فرمایا: آپ کہاں رہ گئے تھے؟

انھوں نے جواب دیا: جب دونوں جماعتوں کا پہلی مرتبہ ہجوم ہوا تو رومیوں نے مل کر میرے اُوپر حملہ کیا اور میرے گھوڑے کو ہلاک کر دیا۔ جب میں نیچے گرا تو رومیوں نے جلدی سے مجھے گرفتار کر لیا اور مجھے زنجیروں میں جکڑ دیا۔ یہی حال میرے ساتھیوں کا ہوا۔ ہم لوگوں نے زندگی سے بالکل مایوسی اختیار کر لی جب رات نے ہر طرف تاریکی کی چادر پھیلا دی تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا بَأْسَ عَلَيْكَ يَا دَامِسُ اِعْلَمْ اَنَّ مَنْزِلَتَكَ عِنْدَاللّٰهِ عَظِيْمَةٌ))

اے دامس تجھ پر کوئی یاد رکھ! اللہ کے نزدیک تیرا بڑا رتبہ ہے۔

پھر آپ ﷺ نے زنجیریں کھول کر ہمیں نجات دلائی۔ میرے ساتھیوں کے ساتھ بھی آپ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَبْشِرُوْا بِنَصْرِ اللّٰهِ فَاَنَا نَبِيُّكُمْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ))

"نصرت خداوندی کی خوشخبری ہو! میں تمھارا نبی "محمد" رسول اللہ ہوں۔"

پھر مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

((اِقْرَئْ عَنِّیْ مَيْسَرَةَ السَّلَامَ وَقُلْ لَّهٗ جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا))

''میری طرف سے میسرہ کو سلام دینا اور کہنا کہ اللہ عزوجل تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔''

یہ فرماتے ہی آپ ﷺ میری نظروں سے اُوجھل ہو گئے۔ میں نے فتح ونصرت کی دعا کی۔

ہمارے اُوپر پہرہ دینے والے سارے دن کی تھکن سے چُور چُور ہو کر سوئے ہوئے تھے۔ ان کی تلواریں ایک طرف رکھی ہوئی تھیں۔ ہم نے ان کی تلواریں اور ڈھالیں اٹھائیں اور انھیں وہیں ڈھیر کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی برکت سے اللہ عزوجل نے ہماری مدد فرمائی پھر جسے قتل کرنا تھا قتل کیا اور صحیح سلامت واپس لوٹ آئے۔ ہمارے ساتھ تو یہی معاملہ ہوا تھا۔

مسلمانوں نے تائید خداوندی کی بشارت سنی تو تکبیر وتہلیل اور آقائے دوجہاں بشیر ونذیر ﷺ پر درود وسلام پڑھنے لگے۔

رومی سردار کا اپنی قوم سے خطاب

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جارس نامی رومی سردار نے جس وقت اپنے لشکر کی ناکامی ونامرادی کی صورت حال دیکھی تو اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا:

تمھاری کمزوری نے بادشاہ ہرقل کو رسوا کر دیا ہے۔ اب بھی اگر تم لوگ عزم وشدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ لڑے تو میں خود تمھیں موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔

اس کے بعد رومیوں نے قسمیں اٹھائیں کہ میدان جنگ چھوڑ کر ہزیمت کا شکار نہیں ہونگے یہاں تک کہ ان کا آخری فوجی تک ہلاک ہو جائے۔

جب عہد وپیمان ہو چکا تو جارس نے فوج کو حکم دیا کہ پہاڑوں کی بلندیوں پر مشعلیں روشن کر دو پھر انھیں حکم دیا کہ گردونواح میں موجود شہریوں کو پکڑ لاؤ اور پہاڑوں پر رکھو (تاکہ کثرت تعداد مسلمانوں کے لیے باعث خوف بنے)۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

گردونواح میں قیام پذیر رومی پہاڑوں پر اکٹھے ہوتے گئے حتیٰ کہ بیس ہزار کی جمعیت پہاڑوں پر آ بسی۔ لیکن مسلمان اتنی بڑی تعداد کو کسی خاطر میں نہ لائے۔ صبح ہوئی تو حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو نماز خوف پڑھائی۔ یہ نماز پہلی مرتبہ ان دروں میں ادا کی گئی اور حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کا عَلَم پہلا عَلَم تھا جس کے تحت لشکر اسلام دروں میں داخل ہوا۔ ادائیگی نماز سے فراغت کے بعد حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں سے خطاب کرنے کی غرض سے کھڑے ہوئے۔ اللہ جل شانہ کی حمد وثنا اور اس کے نبی مکرم ﷺ پر درود وسلام پیش کرنے کے بعد آپ نے فرمایا:

اے لوگو! خوب ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو، نزول مصائب پر صبر سے کام لو یہی ہمارے لیے رحمت خداوندی ہے

کیونکہ ہم لوگ دشمنوں کی لپیٹ میں آ چکے ہیں اور دشمن ہمارے گرد چکر لگا رہا ہے۔ اب ہم مدد خداوندی کے سہارے ہی لڑیں گے۔ امیر لشکر، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم بھی فرمایا تھا کہ لشکر لے کر زیادہ دور ہرگز نہ جانا جبکہ اس وقت ہم لوگ ان سے سات دن کی مسافت پر ہیں۔ امیر لشکر کو ہماری اس جنگ کا گمان بھی نہیں ہوگا۔

سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے امیر میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ! آپ کے کہنے کا مطلب کیا ہے؟ اگر تو ہمیں لڑنے پر برانگیختہ کرنا مراد ہے تو پھر لوگ تو پہلے ہی ملاقات ایزدی کے مشتاق ہیں اور ہمارا اشتیاق اس پیاسے شخص سے کہیں زیادہ ہے جو ٹھنڈے پانی کی طلب میں سرگرداں ہو۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم لوگوں سے مشورہ لینا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں امیر لشکر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسی ساتھی کو بھیج کر انھیں اپنے حالات سے مطلع کرنا چاہئے کہ رومی لشکر کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ ہوسکتا ہے امیر لشکر ہماری طرف بھی کمک روانہ کر دیں۔ سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ کی رائے بہت اچھی ہے۔ پھر آپ نے ساتھ لائے ہوئے چار معاہدین میں سے ایک کو بلایا اور اسے ہر طرح کی بھلائی سے پیش آنے کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا: اپنے ساتھ کسی ساتھی کو لے جاؤ اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع دو کہ رومیوں نے گردونواح کے دیہاتوں اور شہروں کے لوگوں کو جمع کر کے ہمارے مقابل لا کھڑا کیا ہے اور مزید جو کچھ تم نے بھی دیکھا، وہ بھی بتانا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

معاہد ایک مسلمان ساتھی کو لے کر روانہ ہوا۔ مسلسل مسافت طے کرتے گئے حتیٰ کہ جب شہر حلب میں مسلمانوں کے پاس پہنچے تو دونوں چونکہ تھکن سے چور چور ہوئے پڑے تھے، لہٰذا وہاں پہنچتے ہی گر پڑے۔ ان کے چہروں پر پانی چھڑکا گیا تب انھیں ذرا ہوش آیا، ہوش و ہواس واپس آئے تو ان سے پوچھا گیا: تمھیں کیا ہوا؟ کیا لشکر اسلام ہلاکت کا شکار ہو گیا ہے؟

انھوں نے جواب دیا: نہیں! بلکہ رومیوں نے ہر طرف سے انھیں گھیر رکھا ہے، پھر انھوں نے مسلمانوں کو جنگ کی ساری صورت حال سے مطلع کیا۔ یہ بھی بتایا کہ کس طرح مسلمانوں نے اپنی میانیں توڑ ڈالیں، کس طرح ابوالھول گرفتار ہوئے اور کس طرح رہائی پائی۔

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی باتیں سنیں تو نہایت بے قرار ہو گئے۔ آپ جلدی سے اٹھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ وہ اپنی زرہ ٹھیک کر رہے تھے۔ امیر لشکر کو خیمہ میں تشریف لاتے دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور پوچھا: امیر لشکر! خیر تو ہے؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور پیغام لانے والے دونوں افراد کے سامنے کھڑا کر کے انھیں فرمایا:

خالد کو وہ سب کچھ بتاؤ، جو تم نے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا ہے۔

پھر انھوں نے دروں میں موجود لشکر اسلام کی ساری صورت حال بتائی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک مدد خداوندی ہمارے شامل حال رہے گی، ہم کبھی رسوا نہیں ہو سکتے، اللہ عزوجل تمام تعریفوں کا مستحق ہے اس نے ہمیں ہر قسم کی مشکلات پر صبر سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف ﴾

''اے ایمان والو صبر کرو اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو۔''[1]

مزید فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ○ ﴾

''بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔''[2]

پھر آپ نے فرمایا: بہر حال میں جہاد فی سبیل اللہ میں کوتاہی نہیں کروں گا، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے لیے ذرا بھی بخل نہیں کروں گا، شاید کہ اللہ عزوجل مجھے جہنم سے نجات عطا فرمائے اور شہادت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ جلدی سے اپنے خیمہ میں گئے۔ جنگی لباس زیب تن کیا، برکت والی ٹوپی سر پر رکھی اور گھوڑے پر سوار ہو کر لوگوں میں آن کھڑے ہوئے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے جانا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لوگ جوق در جوق آپ کے پاس جمع ہوتے گئے۔ اگر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ انھیں منع نہ کرتے تو سارے ہی دروں کی طرف نکل پڑتے۔ آپ نے تین ہزار شہسواروں کا انتخاب کر کے روانہ کیا اور ان کے پیچھے ہی مزید دو ہزار کا لشکر روانہ کر دیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ہمیں احمد بن ہشام نے عیاض رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے خبر دی کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی مدد کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ

---

[1] پارہ 4، ال عمران 00، ترجمہ کنز الایمان

[2] پارہ 2، البقرہ 153، ترجمہ کنز الایمان

آسمان کی طرف اٹھائے اور دعا کی:

"اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَّنَا اِلَيْهِمْ سَبِيْلًا وَاَطْوِلَنَا بِالْبَعِيْدِ وَيَسِّرْ لَنَا كُلَّ صَعْبٍ شَدِيْدٍ"

"اے ہمارے پروردگار! ہمارے بھائیوں کی طرف جانے والا راستہ آسان فرما، بُعد مسافت لپیٹ دے اور ہر قسم کی مشکلات آسان فرما۔"

اس کے بعد آپ اپنے ساتھیوں کو لے کر دروں میں داخل ہو گئے۔

ادھر حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کا حال یہ تھا کہ رومیوں نے ہر طرف سے ان کا گھیراؤ کر رکھا تھا اور ہر روز غضب کی لڑائی ہوتی۔ صبح ہوتے ہی جنگ شروع ہوتی اور غروب آفتاب کے بعد دونوں لشکر پیچھے ہٹتے۔ آئے دن رومیوں کی تعداد اور مدد میں اضافہ ہو رہا تھا۔ مسلمان مسلسل جنگ کرنے کی وجہ سے تھک چکے تھے اور کئی ساتھی زخمی بھی ہو چکے تھے لیکن کمزوری کا سوال بھی پیدا نہ ہونے دیا وہ قوم ایسی تھی گویا کہ اذن خداوندی سے ان کی موت پردے کے پیچھے جا چھپی تھی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عمر بن راشد نے زبیدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں بتایا وہ (زبیدی) فرماتے ہیں: جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر حضرت میسرہ بن مسروق رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے دروں میں داخل ہوئے تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سجدہ ریز ہو گئے۔ طویل سجدہ فرمایا اور دعا کی:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ لِمَنْ جَعَلْتَ اِسْمَهٗ مَعَ اسْمِكَ وَعَرَّفْتَ فَضْلَهٗ لِاَنْبِيَائِكَ وَرُسُلِكَ اِلاَّ طَوَيْتَ لَهُمُ الْبَعِيْدَ وَسَهَّلْتَ لَهُمْ كُلَّ صَعْبٍ شَدِيْدٍ وَّاَلْحِقْهُمْ بِاَصْحَابِهِمْ يَا قَرِيْبُ يَامُجِيْبُ"

"اے پروردگار عالم! وہ ہستی، جسے تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا اور جس کی فضیلت و بزرگی سے انبیاء و رسل علیہم السلام کو متعارف کرایا، میں اس کے وسیلے سے تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں کہ ان (حضرت خالد بن ولید اور ان کے ساتھیوں) کے لیے بعد مسافت لپیٹ کر مختصر فرما، راستے میں پہنچنے والی ہر قسم کی تکلیفیں ان کے لیے آسان فرما اور یا قریب یا مجیب! انھیں ان کے ساتھیوں سے ملا دے۔"

ادھر حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی نصرت و تائید خداوندی کے نزول کا انتظار کرنے لگے۔ عبداللہ ولید انصاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: ثابت بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ نے سلیمان بن عامر انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے ہمیں خبر دی کہ وہ (سلیمان بن عامر انصاری) فرماتے ہیں: مرج القبائل کے واقعہ میں میں بھی حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا، جس روز

مسلمانوں نے میانیں توڑ ڈالیں اور جس دن رومیوں نے گردونواح کے علاقوں سے لوگوں کو جمع کر کے مسلمانوں کے سامنے لا کھڑا کیا تھا، فرماتے ہیں کہ صبح ہوتے ہی ہماری لڑائی شروع ہو جاتی اور شام کے وقت جا کر ہمیں آرام کرنے کا موقع ملتا۔

عامر بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں: روزانہ اسی طرح جنگ جاری تھی پھر ایک دن ایک رومی سردار میدان میں نکلا۔ اس نے دو زرہیں ایک دوسرے کے اُوپر پہن رکھی تھیں، لوہے کے بنے ہوئے بازو بند پہنے ہوئے، سر پر ایک خود لگا رکھا تھا جس سے چمک پیدا ہو رہی تھی، جواہرات سے بنا ہوا صلیب کا نشان بھی لگا ہوا تھا، ہاتھ میں اونٹ کے پاؤں کی طرح لوہے کا عمود پکڑے ہوئے دونوں صفوں کے درمیان چکر لگانے لگا اور اپنا ہم مقابل طلب کرنے لگا۔ یہ سردار رومیوں کی تین صفوں پر متعین سرداروں میں سے ایک تھا۔ بہر حال نہ سمجھ میں آنے والی زبان میں کچھ بڑبڑانے لگا۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے ترجمان میں سے ایک شخص کو بلایا اور اسے ترجمہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا کہ "یہ کیا کہہ رہا ہے؟"

ترجمان نے بتایا: اس کا کہنا ہے کہ وہ بہادر شہسوار ہے اور تمھارے کسی بہادر شخص کو مقابلے کے لیے طلب کرتا ہے۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے مقابلے میں کون جائے گا؟ نخعی قبیلہ کا ایک شخص آگے بڑھا، اس نے رومیوں کی طرح زرہ پہن رکھی تھی اور کپڑے بھی انھیں کے کپڑوں جیسے تھے۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ کوئی نصرانی ہے جس نے ابھی ابھی اسلام قبول کیا ہے۔ جب یہ مجاہد سردار کے پاس پہنچے تو سردار نے رومی زبان میں بات کی اور گمان کیا کہ وہ بھی اس کی بات سمجھ رہے ہوں گے لیکن جب دیکھا کہ وہ تو اس کی کسی بات کو نہیں سمجھ رہے تو سردار نے حملہ کر دیا اور بڑی زور سے عمود کا وار کیا۔ نخعی نے اپنی زرہ پر عمود کا وار روکنے کی کوشش کی بہر حال آپ تو بچ گئے لیکن عمود گھوڑے کے سر پر اس قدر زور سے لگا کہ گھوڑا ابد کتا ہوا نیچے گر گیا۔ اب نخعی مجاہد بھی پیدل ہو گئے۔ ادھر سے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے آواز دی: اے نخعی بھائی! واپس لوٹ آؤ۔

تعمیل حکم بجالاتے ہوئے نخعی واپس لوٹے تو رومی سردار نے پیچھا کیا۔ چونکہ آپ پیدل تھے اور سردار گھوڑے پر سوار تھا اس لیے سردار نے پوری کوشش کی کہ کسی طرح ان تک رسائی حاصل کر کے ان کا کام تمام کر دے لیکن حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ جو ایک طرف کھڑے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے، انھوں نے چلا کر رومی سردار کو روکا جس سے وہ دہشت زدہ ہو گیا اور نخعی کا پیچھا چھوڑ دیا۔ یوں نخعی نوجوان مسلمانوں کے لشکر میں آملے۔

پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے سردار پر حملہ کیا، سردار نے جواباً حملہ کیا۔ دونوں کے درمیان کافی دیر تک لڑائی ہوتی رہی۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ جب بھی حملہ کرتے، اسے ذرہ بھر بھی نقصان نہ پہنچتا کیونکہ اس نے خود کو زرہوں اور بازو بند میں محفوظ کر رکھا تھا جبکہ سردار عمود سے وار کرتا تو آپ اپنی ڈھال سے روکتے۔ بھاری عمود اٹھانے کی وجہ سے

سردار کافی تھک چکا تھا لیکن لڑائی سے پیچھے نہ ہٹا۔

رومی سردار کی ہلاکت

دونوں کے درمیان لڑائی ختم ہونے کا نام ہی نہ لے رہی تھی۔ پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے سردار کی داڑھی کے نیچے سے تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا جس نے اس کی گردن اڑا دی۔ سردار کا سر بدن سے جُدا ہو کر ایک طرف جا پڑا۔ اس کا گھوڑا ابھی رومی لشکر کی طرف بھاگنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے فوراً اسے پکڑ لیا۔ رومی سردار کا سارا اسلحہ اتارا اور مسلمانوں کے پاس واپس لوٹ آئے۔

سردار کی ہلاکت رومیوں کے لیے نہایت شدید صدمے کا باعث تھی کیونکہ یہ سردار بادشاہ ہرقل کے ہاں بہت معزز اور قابل فخر سمجھا جاتا تھا۔

راوی کا بیان ہے: اس کے بعد ایک اور سردار میدان جنگ میں نکلا اور کہنے لگا: یہ بادشاہ ہرقل کا بہت قریبی ساتھی تھا جسے تم نے ہلاک کر دیا۔ اب اس کے قاتل کو باہر نکالو کیونکہ انتقام لینا بہت ضروری ہے۔ اسے باہر نکالو! یا تو میں قتل کر کے انتقام لوں گا یا قید کر کے ہرقل بادشاہ کے دربار میں بھیجوں گا پھر وہ جو چاہیں فیصلہ فرمائیں گے۔

یہ سردار مقتول سردار کے سر کے پاس گیا اور زار و قطار رو رو کر فصیح عربی زبان میں کہنے لگا: اے عربو! تم لوگوں نے ظلم و بغاوت کی انتہا کرتے ہوئے اسے ہلاک کر دیا۔ اس سردار کے قاتل کو میرے سامنے لاؤ تاکہ اس کے خون سے انتقام کی پیاس بجھا سکوں۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے رومی کی للکار سن کر فوراً نکلنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے انھیں روک دیا چونکہ وہ پہلے ہی تھکن سے چور تھے اس لیے فرمایا کہ کچھ آرام کریں۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے خود ہی میدان جنگ میں نکلنے کا ارادہ ظاہر کیا تو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر! اس نے مقابلے کے لیے تو مجھے بلایا حالانکہ مقابلے کے لیے نکل آپ رہے ہیں؟ اس طرح تو میں کمزور سمجھا جاؤں گا۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھاری کمزوری ظاہر کرنے کی غرض سے تمھیں منع نہیں کیا بلکہ بغرض شفقت منع کر رہا ہوں تاکہ ابھی تم آرام کر لو۔

حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے: دنیاوی تھکاوٹ لاحق ہونے پر تو شفقت کا اظہار فرما رہے ہیں لیکن نار جہنم

کی گرمی سے مجھ پر شفقت نہیں فرماتے۔ اس زندگی کی قسم جو حضور اکرم ﷺ کے ساتھ گزاری! میرے علاوہ کوئی بھی میدان جنگ میں نہ نکلے۔

پھر آپ مقتول سردار کے گھوڑے پر سوار ہوکر میدان جنگ میں جا کھڑے ہوئے۔ ابھی آپ نے اپنا اسلحہ بھی تبدیل نہیں کیا تھا وہی تلوار اور ڈھال لیے دوبارہ مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

رومی سردار نے جب اپنے ساتھی سردار کا گھوڑا دیکھا تو فوراً پہچان لیا کہ یہی سردار کا قاتل ہے لہٰذا بلاتاخیر اس نے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے بھی حملہ کیا مگر سردار کا حملہ گویا بلندی سے گرنے والے پہاڑ کی طرح شدید تھا۔ پلک جھپکتے ہی وہ آپ پر ٹوٹ پڑا اور آپ کو گھوڑے کی زین سے جدا کر کے گرفتار کرلیا۔ گرفتار کر لینے کے بعد سردار، آپ کو اپنی قوم کے پاس لے گیا اور کہنے لگا: لوہے کی بیڑیوں میں جکڑ ڈالو اور پیغام رسانی کے لیے استعمال ہونے والے گھوڑے پر سوار کر کے فوراً بادشاہ کی بارگاہ میں لے جاؤ۔

حضرت میسرہ بن مسروق عبسی رضی اللہ عنہ کا میدان جنگ میں نکلنا

راوی فرماتے ہیں: رومیوں نے سردار کے حکم پر ویسا ہی کیا اور عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو بادشاہ کے پاس لے گئے۔ سردار دوبارہ میدان جنگ میں پہنچا اور اپنی کارگزاری پر فخر کرنے لگا۔ تین مسلمانوں نے اس کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا مگر حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے انھیں روکتے ہوئے فرمایا:

اس لعین کے مقابلے میں میرے علاوہ اور کوئی نہ نکلے۔ پھر آپ نے حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کو بلایا اور اپنا جھنڈا ان کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا: جھنڈا پکڑو اور لشکر اسلام کی حفاظت کرو تاکہ میں رومی سردار کے مقابلے کے لیے نکلوں۔ اگر واپس لوٹ آیا تو فبھا بصورت دیگر اگر شہید ہو گیا تو میرا اجر اللہ جل شانہ کے ذمہ کرم پر ہے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا تھام لیا اس کے بعد حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ اشعار پڑھتے ہوئے سردار کی طرف نکلے۔

فرماتے ہیں: دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا اور گھوڑے دوڑانے لگے: کبھی تو ایک دوسرے کے قریب ہوتے، کبھی دور ہو جاتے۔ معاملہ کافی نزاکت اختیار کر گیا۔ گھوڑوں کے دوڑنے کی وجہ سے اڑنے والی گرد و غبار میں کبھی تو ایک دوسرے کی نظروں سے اُوجھل ہو جاتے اور کبھی ظاہر ہوتے۔ پھر دونوں آمنے سامنے ہوئے ایک دوسرے کے قریب آئے۔ رومی سردار نے کہا:

تمھارے دین کی قسم! تمھارے لشکر کے پیچھے سے دکھائی دینے والا نشان کیسا ہے؟

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے مطلقاً کوئی توجہ نہ دی بلکہ فرمایا:

﴿ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝ ﴾

''اور یہ اللہ پر کچھ دشوار نہیں۔''[1]

سردار نے دوبارہ کہا: مجھے اپنے دین کی قسم! میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ اگرچہ جھوٹی قسم اٹھا رہا ہے لیکن پھر بھی حقیقت حال معلوم کرنے اور یہ سوچتے ہوئے کہ شاید نصرت خداوندی کا نزول ہو، لہٰذا پیچھے کی طرف متوجہ ہوئے تاکہ لعین سردار کی بات کی تحقیق کرسکیں۔ اس نے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے غفلت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر آپ کو گرفتار کرنا چاہا۔ اسی دوران آپ نے دیکھا، کہ واقعی وہ نشان حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جھنڈے کا تھا جو آفتاب کی طرح چمک رہا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جھنڈا اٹھائے ہوئے لشکر کے پاس پہنچے تو مسلمانوں نے یک زبان ہوکر ''اللہ اکبر'' کا نعرہ لگایا۔ نعرۂ تکبیر کی ہیبت سے رومی سردار کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا اور وہ بھی اس طرف متوجہ ہوا تاکہ لشکر اسلام کی صورت حال معلوم ہوسکے۔

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے رومی سردار کا ہاتھ قابو کیا تو اسے اٹھا کر نیچے دے مارنے کی کوشش کی لیکن چونکہ وہ زین کے ساتھ ہی گھوڑے پر بندھا ہوا تھا اس لیے اپنی جگہ سے سرک بھی نہ سکا۔ پھر آپ نے اسے اپنی طرف کھینچا مگر بے سود۔ بار بار کوشش کرنے کے باوجود جب آپ ناکام ہوئے تو سردار نے تلوار تھام کر آپ پر وار کرنے کا ارادہ کیا، ادھر سے آپ نے اس کا وار اس انداز سے روکا کہ اسی کے بازو پر اس زور سے تلوار لگی کہ اس کا ہاتھ کٹ گیا۔

پھر سردار کٹے ہوئے ہاتھ کے ساتھ ہی آہ وبکا کرتے ہوئے اپنے لشکر کی طرف بھاگا۔ اس کے غلاموں نے بڑھ کر سردار کو سہارا دیا اور خیمے میں لیجا کر زخموں پر لوہا گرم کرکے داغا تاکہ خون نہ بہے۔

بہرحال سردار کے فرار ہونے کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے ملے اور ایک دوسرے کو سلام کیا۔ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں سے ہونے والی جنگ کے واقعات سنانے شروع کیے اور یہ بھی بتایا کہ کس طرح حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری ہوئی۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کا سن کر بے حد غمگین ہوئے ان کے لیے رہائی کی دعا کی اور فرمایا: عبداللہ بن حذافہ گرفتار ہوگئے، واللہ! خالد ان کی جُدائی برداشت نہیں کرسکتا یا یہ کہ وہ ان شاء اللہ عزوجل عبداللہ کو خلاصی دلا دے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بقیہ دن اسی طرح قیام کیے رکھا۔ دوسرے دن کی صبح ہوتے ہی رومی لشکر کا ایک پادری ان کے پاس آیا۔ اس نے بالوں کا بنا ہوا لباس پہن رکھا تھا۔ مسلمانوں کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا پھر اس نے سجدہ

[1] پارہ 13، ابراہیم 20، ترجمہ کنزالایمان

کرنا چاہا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے منع فرماتے ہوئے پوچھا: کیا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: ہماری قوم کا سردار آپ لوگوں سے صلح کا خواستگار ہے۔ وہ تمھارے قیدی کو رہائی بھی دے دے گا اور جتنا بھی مال وزر چاہیے، تمھیں دے گا لیکن شرط یہ ہے کہ ان علاقوں کو چھوڑ کر واپس لوٹ جاؤ۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمیں تمھاری شرط منظور ہے، رہا ہمارے ساتھی کا معاملہ جو تمھاری قید میں ہے، تو اسے تم نے رہا نہ کیا تو ہم لوگ زبردستی رہا کروالیں گے۔

اس نے کہا: لشکر اسلام کے امیر آپ ہیں؟

آپ نے جواب دیا: ہاں! میں ہی اس لشکر کا امیر ہوں۔

پادری نے کہا: آج کے دن اور رات سے لڑائی مؤخر کرلیں تاکہ ہم لوگ آپس میں مزید مشورہ کرلیں اور ہمارے سردار کے ہاتھ کی تکلیف بھی دور ہو جائے پھر جو آپ چاہیں گے اسی طرح ہوگا۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے، ہم تمھاری شرطیں قبول کرتے ہیں۔ اس کے بعد پادری لوٹ گیا۔

اس گفتگو کے بعد میدان جنگ کی آگ کچھ ٹھنڈی ہو گئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور لشکر اسلام اسی طرح رومیوں کے سامنے قیام پذیر رہا۔ ادھر رومی سپاہیوں نے رات ہوتے ہی خوب روشنی کی اور رات کے پہلے حصے میں ہی اپنا سازوسامان اٹھا کر اپنے علاقوں کی طرف بھاگ گئے۔ صبح ہوئی تو مسلمان اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر مدمقابل کا انتظار کرنے لگے لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو معلوم ہوا کہ وہ تو پیٹھ پھیر کر بھاگ چکے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اس بات کا بہت افسوس ہوا۔ آپ نے ان کا پیچھا کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے روکتے ہوئے فرمایا: بلاد روم نہایت تندوتیز پہاڑی علاقوں میں واقع ہیں۔ اب ہمارے لیے بہتری اسی میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لوٹ چلیں۔

فتح مرج القبائل کے بعد مسلمانوں کا واپس لوٹنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: مسلمانوں نے رومیوں کا چھوڑا ہوا مال واسباب اٹھایا اور فاتحین کی حیثیت سے واپس روانہ ہو گئے لیکن انھیں حضرت عبداللہ بن حذافہ کی گرفتاری کا بے حد رنج تھا۔ مسلمانوں کا یہ لشکر شہر حلب پہنچا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا اور ان کے سلامتی کے ساتھ واپس لوٹنے پر بہت خوش ہوئے۔ پھر حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے جنگی حالات سنانے شروع کیے اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کا بھی تذکرہ کیا۔ ان کی گرفتاری کا سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے بہت افسوس کا اظہار کیا اور دعا کی:

''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَهٗ مِنْ اَمْرِهٖ فَرَجًا وَمَخْرَجًا''

''اے پروردگار عالم! عبداللہ کے لیے کشادگی اور نکلنے کا سبب بنا۔''

پھر آپ نے بارگاہِ امیر المؤمنین میں خط لکھا جس میں آپ نے حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کے دروں کی طرف جانے اور وہاں مسلمانوں کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کی خبر دی اور حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کی خبر بھی دی۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس خط پہنچا تو مسلمانوں کی سلامتی کی خبر پاکر بہت خوش ہوئے لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری پر نہایت رنج وملال کا اظہار فرمایا کیونکہ آپ کو ان سے شدید محبت تھی، آپ نے فرمایا:

میں ہرقل کے نام عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی رہائی کا خط لکھوں اگر میری بات مان گیا تو فبہا ورنہ میں لشکرِ اسلام اس کی طرف بھیجوں گا پھر تو مجبوراً اسے چھوڑنا ہی پڑے گا۔

اس کے بعد آپ نے ہرقل کے نام ایک خط تحریر فرمایا:

امیر المؤمنین کا مکتوب بنام ہرقل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اس ذات باری تعالیٰ کے لیے ہیں جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ نہ اس کی بیوی ہے اور نہ بیٹا اور اس کی رحمت کاملہ کا نزول ہو اس کے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

اللہ جل جلالہ کے بندے امیر المؤمنین عمر بن خطاب کی طرف سے۔

میرا خط جب بھی تیرے پاس پہنچے تو ہمارا وہ ساتھی جو اس وقت تیری قید میں ہے یعنی عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ اسے فوراً میرے پاس بھیج دے اگر تو نے ایسا کیا تو مجھے تمھاری طرف سے ہدایت کی اُمید ہوگی اور اگر تم نے ہمارے بھائی کی رہائی سے انکار کیا تو یاد رکھنا! میں ایسے افراد کا لشکر تیار کر کے تمھاری طرف روانہ کروں گا جنھیں تجارت اور خرید و فروخت بھی

ذکر الٰہی سے غافل نہیں کر سکتی۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ وخشی عواقب الردی

آپ نے خط تحریر فرما کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ اسے ہرقل بادشاہ کے پاس بھیج دیں۔ بہر حال جب امیر المؤمنین کا مکتوب ہرقل کے پاس پہنچا تو اس نے خط لانے والے سے پوچھا: کس کی طرف سے ہے؟

خط لانے والے نے جواب دیا: عرب کے امیر، امیر المؤمنین کی طرف سے۔

ہرقل نے جب خط پڑھا تو معلوم ہوا کہ وہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے آیا ہے۔ اس نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی ہرقل کے ساتھ دلیرانہ گفتگو

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بادشاہ کے بلانے پر جب میں دربار میں داخل ہوا تو دیکھا کہ بادشاہ سر پر تاج سجائے بیٹھا ہوا تھا اور اس کی مختلف ریاستوں کے سردار بھی بادشاہ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اندر داخل ہوا اور ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ بادشاہ نے پوچھا: کون ہو؟

میں نے کہا: قبیلہ قریش کا مسلمان۔

اس نے کہا: اپنے نبی کے اہل خانہ سے ہو؟

میں نے کہا: نہیں! بلکہ ان کے چچا زاد بھائیوں کے اہل خانہ سے ہوں۔

اس نے کہا: اگر ہمارا دین قبول کر لو تو میں ان سرداروں میں سے کسی کی بیٹی سے تمھاری شادی کر دوں گا اور تمھیں اپنے خاص ساتھیوں میں شمار کروں گا۔

مین نے کہا: خدا کی قسم! میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ قسم ہے اس باری تعالیٰ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں! دین اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیمات کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔

اس نے کہا: اگر ہمارا دین قبول کر لو تو تمھیں اتنا مال دوں گا، اتنے غلام اور اتنی لونڈیاں دوں گا۔

عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یہ کہنے کے بعد اس نے جواہرات سے بھرا ہوا ایک تھیلا منگوایا، میرے سامنے رکھ کر کہنے لگا: ہمارے دین کے متبع ہو جاؤ تو یہ سارا کچھ تمھیں عطا کر دوں گا۔

میں نے جواب دیا: ہرگز نہیں! اگر تم اپنے اور اپنے ماتحت تمام ممالک کی بادشاہت نیز اپنی ملکیت کی ہر شے بھی

دے دو، تب بھی میں ایسا نہیں کر سکتا۔

اس نے کہا: اگر اب بھی تو نے میرا دین اختیار نہ کیا تو بُری طرح سے قتل دوں گا۔

میں نے کہا: پھر بھی نہیں کروں گا۔ اگر تم میرے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو اور آگ میں جلا دو پھر بھی میں اپنے دین سے انحراف نہیں کروں گا، لے! جو کرنا چاہتا ہے کر!

آپ فرماتے ہیں: میری طرف سے منہ توڑ جواب سن کر بادشاہ غصے میں آ گیا اور کہنے لگا: اگر اس صلیب کے سامنے سربسجود ہو جاؤ، تب بھی تمھارا راستہ چھوڑ دوں گا۔

آپ فرماتے ہیں، میں نے کہا: یہ بھی نہیں کر سکتا۔

پھر بادشاہ نے کہا: خنزیر کا گوشت کھاؤ، تب بھی تجھے آزاد کر دوں گا۔

میں نے کہا: خدا کی پناہ، میں یہ کیسے کر سکتا ہوں؟

اس نے کہا: شراب کا ایک گھونٹ ہی پی لو تب بھی رہائی حاصل کر سکتے ہو۔

میں نے کہا: خدا کی قسم! میں کبھی نہیں پی سکتا۔

پھر بادشاہ آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا: مجھے اپنے دین کی قسم! میں زبردستی تجھے خنزیر کا گوشت بھی کھلاؤں گا اور شراب بھی پلاؤں گا۔ لہٰذا اس نے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا اور میرے سامنے خنزیر کا گوشت اور شراب رکھوا کر کہا: بھوک پیاس کی وجہ سے جب مجبور ہو جاؤ، تب کھا پی لینا۔ یہ کہتے ہی اس نے کمرے کے دروازے بند کر دیئے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عامر بن سہل رحمۃ اللہ علیہ نے یوسف بن عمران رحمۃ اللہ علیہ سے انھوں نے سفیان بن خالد رحمۃ اللہ علیہ اور انھوں نے باوثوق افراد سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: ہرقل بادشاہ انطاکیہ کی شکست کے بعد مر گیا تھا کیونکہ مسلمانوں کا رعب و دبدبہ اس کے دل میں اس قدر سرایت کر چکا تھا کہ ہرقل روز بروز کمزور ہوتا گیا اور اسی خوف میں مر گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مسلمان ہو کر مرا تھا اور جس بادشاہ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ زبردستی والا معاملہ کیا تھا وہ اس ہرقل بادشاہ کا بیٹا نسطیوس تھا۔ لوگوں نے اسے بھی ہرقل کے لقب سے مشہور کر دیا تھا۔

بہر حال جب چار دن قید میں پڑے ہوئے گزر گئے تو بادشاہ نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور دربانوں سے پوچھا: عبداللہ کے بارے میں بتاؤ!

انھوں نے بتایا: اس نے تو کچھ بھی نہیں کھایا اور نہ کچھ پیا۔ گوشت اور شراب اسی طرح پڑے ہیں قریب ہی بیٹھے ہوئے ایک وزیر نے بادشاہ سے مخاطب ہو کر کہا:

بادشاہ سلامت! معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنی قوم کا کوئی شریف آدمی ہے جو کسی صورت میں بھی ذلت گوارہ نہیں کرتا۔ آپ اس کے ساتھ جو بھی سلوک کریں گے، مسلمان ہمارے قیدیوں کے ساتھ بھی ویسا ہی سلوک کریں گے۔

وزیر کی بات سن کر بادشاہ نے انھیں اپنے پاس بلایا اور پوچھا: گوشت کے ساتھ تو نے کیا کیا؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اسی حال میں پڑا ہے۔

بادشاہ نے دوبارہ پوچھا: کھانے سے تجھے کس چیز نے روکا؟

جواب دیا: خدا عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف نے۔ حالانکہ تین دن بھوک کی حالت میں گزارنے کے بعد خنزیر کا گوشت کھانا بھی حلال ہو جاتا ہے مگر میں نے پھر بھی اس لیے نہیں کھایا کہیں ملحدین میرے اس طرح کرنے سے کمزوریٔ ایمان کا طعنہ نہ دیں، لہٰذا میں نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی رہائی اور ہرقل کا امیر المؤمنین کے لیے تحفہ بھیجنا

پھر بادشاہ نے دوبارہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مکتوب پڑھا۔ نہ جانے اسے کیا اثر ہوا کہ اس نے بہت سارا مال کپڑے میرے لیے اور ایک نہایت عمدہ اور قیمتی لؤلؤ (موتی) بارگاہ امیر المؤمنین میں بطور تحفہ پیش کرنے کے لیے میرے حوالے کیا۔ پھر چند ایک شہسواروں کو میرے ساتھ بھیجا کہ دروں سے باہر تک انھیں رخصت کر آؤ۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ رہائی پانے کے بعد شہر حلب میں مسلمانوں کے پاس پہنچے۔ جب انھوں نے آپ کو آتے دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ ملاقات کے بعد آپ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ مدینہ منورہ پہنچے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھتے ہی سجدہ شکر ادا کیا، پھر آپ کو سلامتی کے ساتھ واپس آنے پر مبارکباد دی۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے بادشاہ کے ساتھ ہونے والی ساری گفتگو بیان کی پھر بادشاہ کی طرف سے بطور تحفہ آنے والا موتی آپ رضی اللہ عنہ کو پیش کیا۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے موتی لیا اور تاجروں کو بلا کر پوچھا: اس کی قیمت کا اندازہ لگاؤ۔ پھر بتاؤ! اسے کون خریدے گا؟

حاکم ہو تو ایسا!

انھوں نے کہا: امیر المؤمنین! یہ آپ کے لیے تحفہ ہے، اللہ عزوجل اس میں آپ کے لیے برکت فرمائے! آپ کیونکر بیچنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تم لوگوں نے تو یہ موتی میرے لیے حلال سمجھ لیا ہے ان

لوگوں کا کیا کروں گا جو مسلمان اس وقت اپنے گھروں کو چھوڑ کر دور دراز کے علاقوں میں نکلے ہوئے ہیں اور وہ جو ابھی اپنی ماؤں کے شکموں اور باپوں کی پیٹھوں میں ہیں؟ مہاجرین وانصار کو کیا جواب دوں گا؟ عمر، اتنی طاقت نہیں رکھتا کہ بروز قیامت سب کے مطالبات کا جواب دے سکے۔

اس کے بعد آپ نے وہ موتی بیچ دیا اور وصول ہونے والی قیمت بیت المال میں جمع فرما دی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد عبدالرحمٰن بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے جب انطاکیہ فتح کرلیا اور حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ کا لشکر بھی واپس آ گیا جس طرح کہ ابھی ہم نے تمام واقعہ بیان کیا، تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ پانچ ہزار فوج لے کر ''قیساریہ'' کی طرف گئے ہوئے تھے ان کے لشکر میں حضرت عبادہ بن صامت، عمرو بن ربیعہ، بلال بن حمامہ اور ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے۔
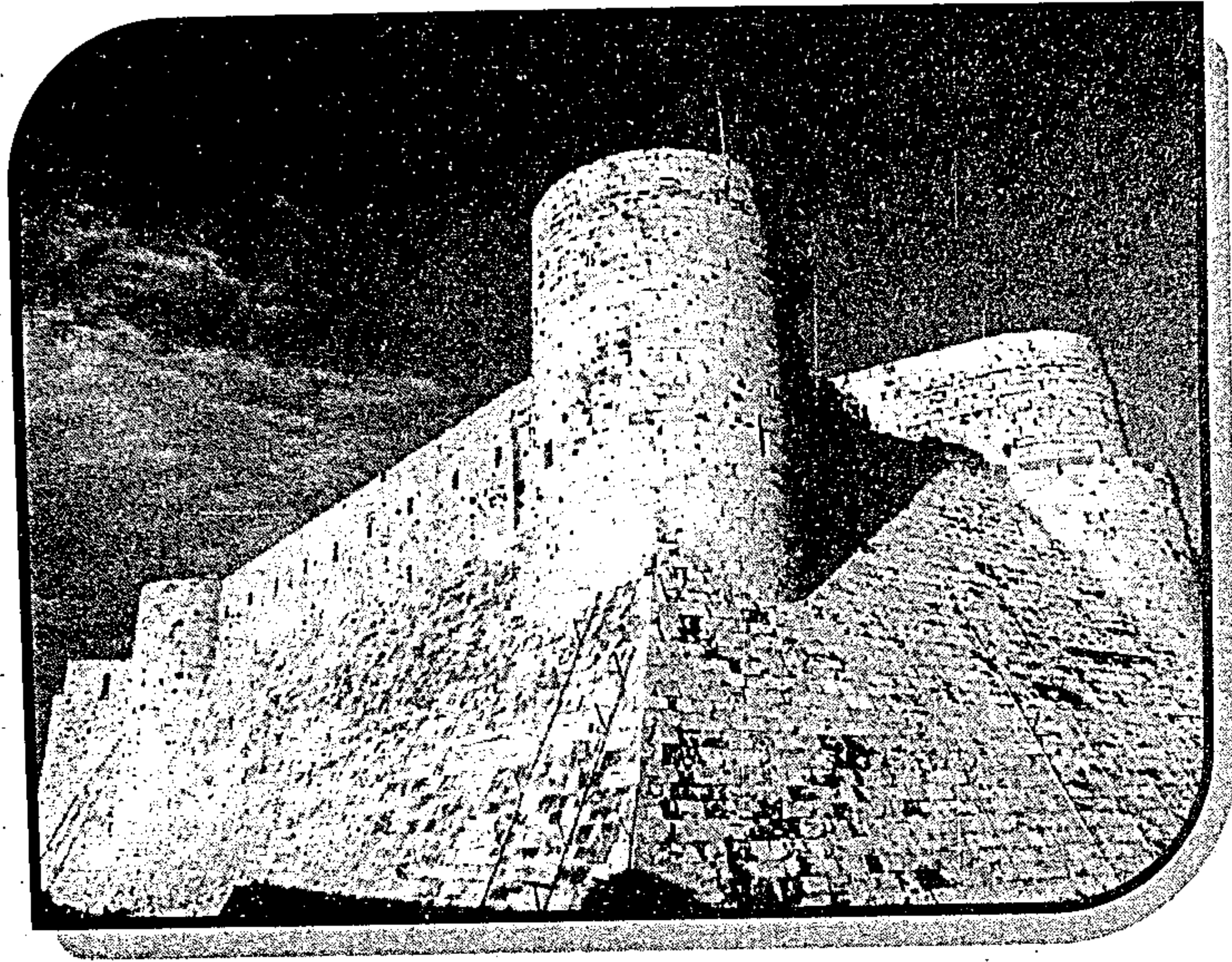
قلعہ کرک
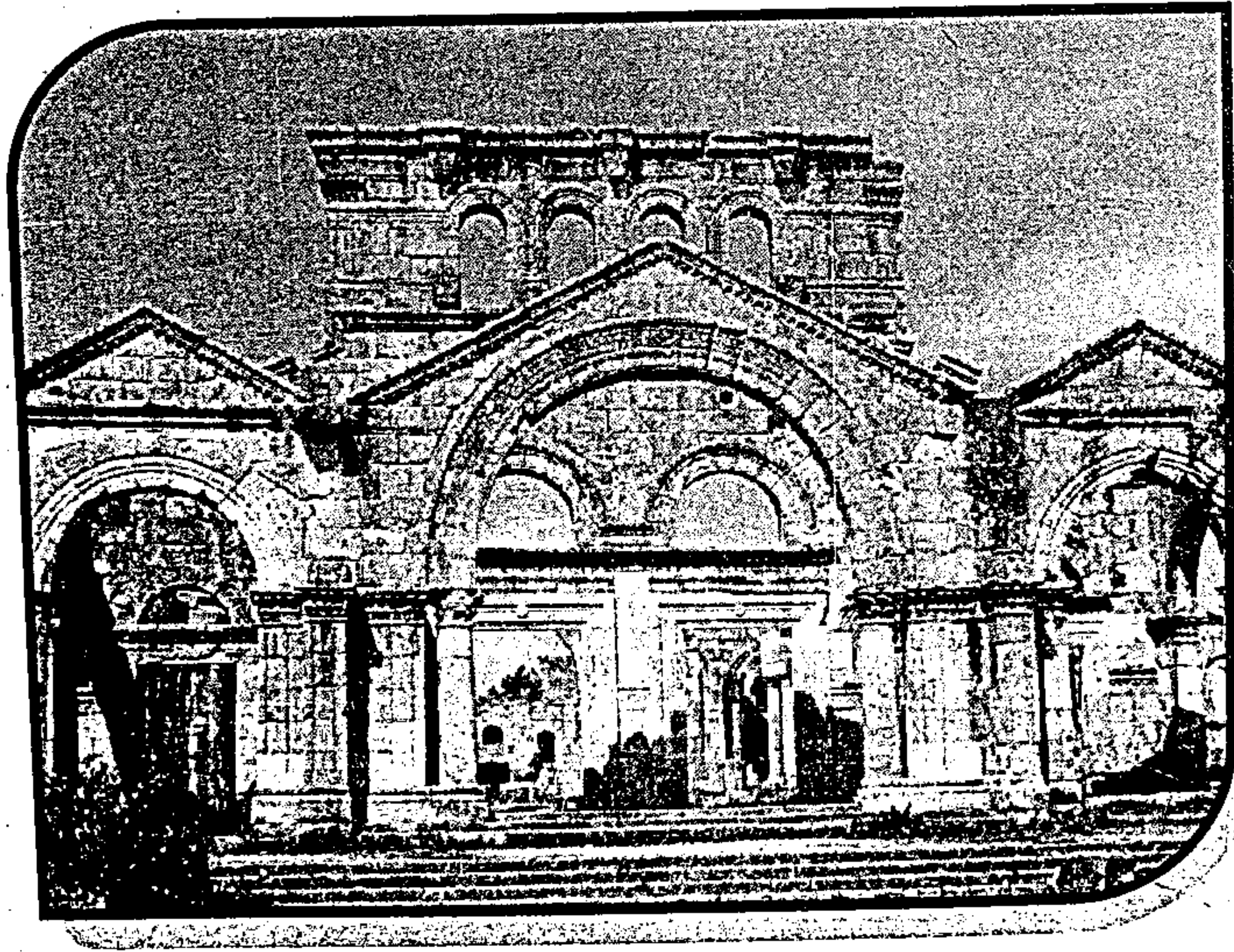
حلب کے نزدیک رومی دور کے کھنڈرات

فتوح الشام
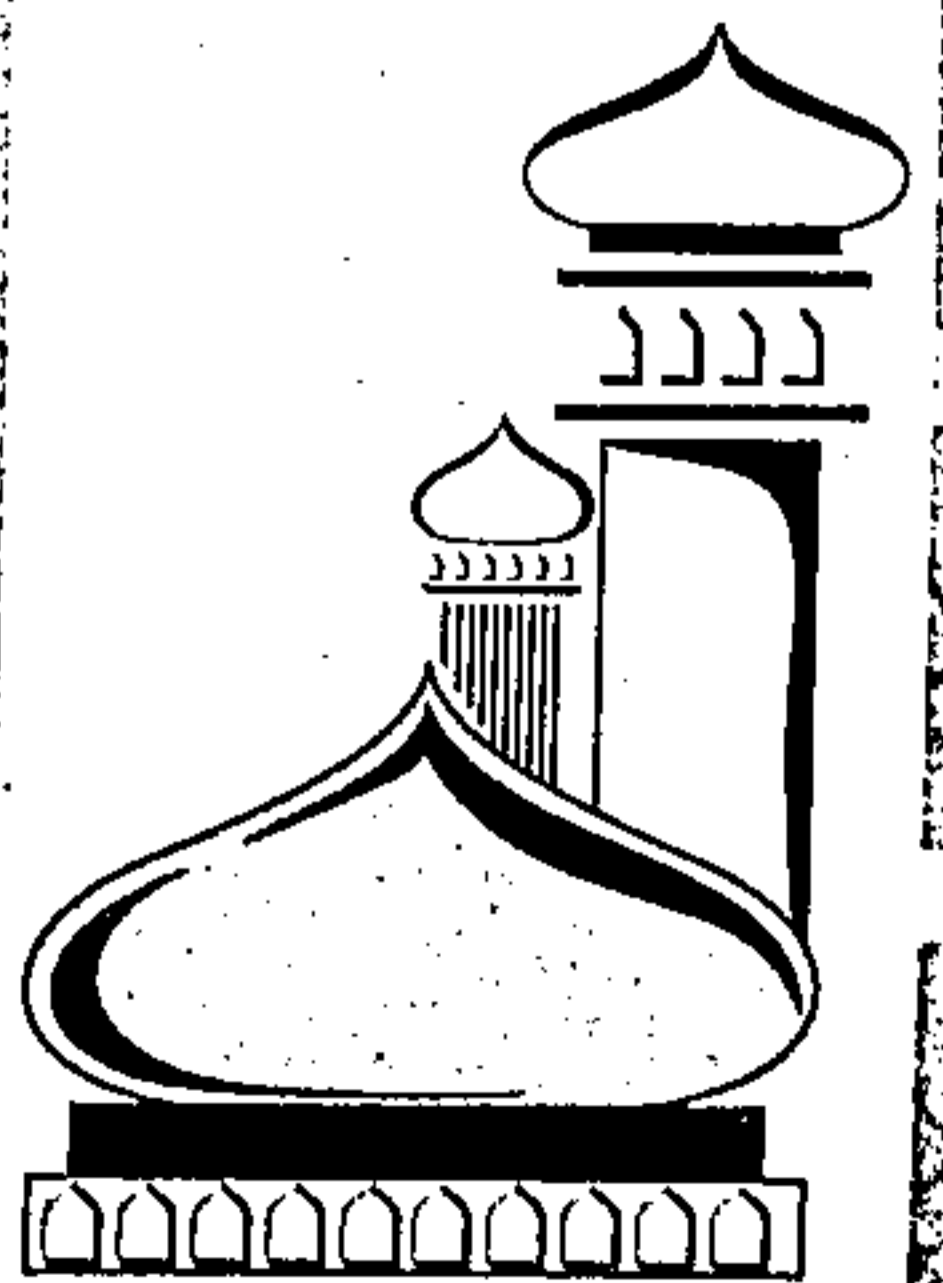
قیساریہ کی فتح

قیساریہ کی فتح

حضرت سبیع بن خمرہ حرانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ قیساریہ فتح کرنے کے لیے اپنا لشکر لے کر روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ دوران سفر ہم لوگ ملک شام کی ایک بستی میں داخل ہوئے۔ اس جگہ انتہا کی سردی تھی۔ ہم لوگوں نے جگہ جگہ انگوروں کی بیلیں دیکھیں۔ میں نے دیکھا کہ گاؤں کے ایک گھر میں انگور کی ایک بیل ہے اور اس کے بڑے بڑے خوشے لٹک رہے تھے۔ چنانچہ ہم نے انگور توڑے اور کھانے شروع کیے۔ انگوروں کے کھانے کی دیر تھی کہ ہمیں اور زیادہ سردی لگنے لگی۔ میں نے کہا: ان گاؤں والوں کا ناس ہو، کیسی جگہ ہے؟ ان کا علاقہ بھی سرد، انگور بھی سرد اور پانی بھی سرد ہے، علاقے میں شدت سردی کی وجہ سے مجھے اپنی ہلاکت کا خدشہ لاحق ہو گیا۔

مسلمانوں کا غلطی سے شراب پی لینا اور نفاذ حد خمر

آپ فرماتے ہیں کہ اسی دوران اسی علاقے کا ایک رہائشی قریب سے گزرا۔ میری حالت دیکھ کر کہنے لگا: اے عربی بھائی! انگور کھانے سے اگر ٹھنڈ لگ رہی ہے تو یہ پانی پی لو۔ اس کے بعد سردی نہیں لگے گی۔

آپ فرماتے ہیں: اس نے ایک بڑے سے مٹکے کی طرف اشارہ کیا کہ اس میں پانی ہے حالانکہ اس میں شراب تھی۔ ہمیں تو معلوم نہیں تھا کہ اس میں کیا ہے؟ سو میں نے اور چند ساتھیوں نے شراب پی لی۔ شراب پینے کے بعد ہم لوگوں پر جب نشہ طاری ہوا تو پاؤں لڑکھڑانے لگے اور نہ جانے منہ سے کیسے کیسے الفاظ نکلنے لگے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ہماری اس حرکت کی خبر دی گئی تو انھوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط لکھا اور ہمارے فعل سے مطلع کیا۔ انھوں نے جواباً خط لکھا کہ ان پر حد جاری کی جائے جیسا کہ اس کا حکم بھی ملا ہے۔ مزید یہ بھی لکھا کہ حدود اللہ جاری کرنے میں کسی ملامت گر کی ملامت کا خوف نہ رکھنا۔

خط وصول ہونے پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو بلایا۔ حد خمر جاری کرتے ہوئے کوڑے لگوائے۔

حضرت سبیع رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کوڑے لگنے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ میں نے دل میں سوچا کہ خدا کی قسم! شراب پینے کا سبب بننے والے کو کبھی نہیں چھوڑوں گا، اسے ضرور قتل کروں گا کیونکہ اسی کی وجہ سے ہم لوگوں نے شراب پی

تھی اور اب کوڑے کھانے پڑے ہیں۔ بہر حال میں نے تلوار اٹھائی اور اس شخص کی تلاش میں گاؤں کی گلیوں میں داخل ہوا۔اچانک اس پر میری نظر پڑی۔ میں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ میری نیت جان گیا اور جان بچانے کے لیے بھاگنے لگا اور کہنے لگا: میرا کیا گناہ ہے؟

میں نے کہا: تو نے ہی تو شراب پینے پر ہماری راہنمائی کی تھی جو غضب خداوندی کا باعث بنی اور اسی کے سبب ہمیں سزا بھگتنا پڑی۔

اس نے کہا: قسم سے! مجھے کیا خبر تھی کہ شراب تم لوگوں پر حرام ہے؟

آپ فرماتے ہیں: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے میری طرف دیکھا کہ کس طرح اس شخص کو قتل کرنے کے لیے بھاگ رہا ہوں تو انھوں نے مجھے آواز دی:

اے سبیع! اس شخص کو ہرگز قتل نہ کرنا کیونکہ یہ ذمی ہے اور ذمی کو قتل کرنا جائز نہیں۔

آپ فرماتے ہیں: امیر کا حکم سنتے ہی میں رک گیا۔ اس طرح اس شخص کی جان بخشی ہوئی۔ پھر وہی شخص میرے لیے انجیر، اخروٹ اور میوے (کشمش) لایا اور کہنے لگا: یہ چیزیں کھاؤ، سردی سے محفوظ رکھیں گی۔

آپ فرماتے ہیں:

جب میں نے وہ چیزیں کھائیں تو واقعی مزیدار بھی تھیں اور مفید بھی۔ میں نے اس سے کہا: بدبخت! پہلے یہ چیزیں نہیں لاسکتا تھا، کم از کم کوڑے لگنے سے تو بچ جاتے۔

مقام نخل میں مسلمانوں کا پڑاؤ اور رومیوں کی لشکر کشی

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اس گاؤں سے کوچ کرنے کے بعد نخل نامی ایک جگہ پر پڑاؤ کیا۔ ابن ہرقل قسطنطین کو لشکر اسلام کی خبر مل چکی تھی۔ اس سے پہلے اس کے باپ کا ہزیمت خوردہ لشکر بھی اس کے پاس جمع ہو چکا تھا۔ مجموعی طور پر اس کا لشکر اسی ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھا۔ قسطنطین نے ایک نصرانی جاسوس بلایا اور کہا:

عربوں کے لشکر میں جاؤ اور خبریں معلوم کرو۔ چنانچہ وہ شخص مسلمانوں کے پاس آیا۔ یمن کے کچھ لوگوں نے آگ جلا رکھی تھی۔ اور وہ آگ کے اردگرد بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ وہ جاسوس بھی قریب ہی بیٹھ گیا اور باتیں سننے لگا۔ جب اس نے جانے کا ارادہ کیا تو اپنے ہی دامن میں اُلجھ کر گر پڑا۔ اللہ عزوجل نے اس کی زبان پر حقیقت جاری کر دی۔ جب وہ گرا تو کہا: باسم الصلیب [1]

[1] ہمارے مسلمانوں میں عام طور پر جب کوئی حادثہ لاحق ہو تو باسم اللہ کہتے ہیں وہ شخص چونکہ صلیب کا پجاری تھا اس لیے اس نے باسم الصلیب کہا۔

یمنی قوم نے جب اس کا کلمہ سنا تو جان گئے کہ یہ نصرانی عرب ہے جو جاسوسی کرنے کی غرض سے بیٹھا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ جلدی سے اٹھے، جاسوس کو قابو کیا اور وہیں قتل کر دیا۔ لشکر میں اچانک چیخ و پکار کی آوازیں اٹھنے لگیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جب آوازیں سنیں تو فرمانے لگے:

یہ آوازیں کیسی ہیں، کیا ہوا؟

کہا گیا کہ یمنی لوگوں نے رومی جاسوس پکڑ کر ہلاک کر دیا ہے اور یہ آوازیں بھی وہیں سے اُٹھ رہی ہیں۔ یہ سن کر آپ بہت غضبناک ہوئے، انھیں بلایا اور فرمایا:

کس چیز نے تمھیں جاسوس کے قتل پر برانگیختہ کیا تھا؟ کیا اسے گرفتار کر کے میرے پاس نہیں لا سکتے تھے تاکہ ہم رومیوں کے بارے میں کوئی خبر معلوم کر لیتے کہ ہمارے مقابلے میں رومیوں نے کتنی فوج کا انتظام کر رکھا ہے؟ اس کے علاوہ ہو سکتا تھا کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا اور ہماری طرف سے ہی جاسوسی کرنے لگتا۔ دلوں کا معاملہ تو اللہ عزوجل کے قبضۂ قدرت میں ہے وہ جس طرح چاہے انھیں تبدیل کر سکتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے پورے لشکر میں منادی کرا دی کہ کوئی بھی اجنبی شخص یا جاسوس دکھائی دے تو اسے میرے پاس لایا جائے۔

قسطنطین کو جب اپنے جاسوس کی واپسی کی بھی کوئی خبر نہ ملی تو اسے معلوم ہوا کہ جاسوس قتل ہو چکا ہے چنانچہ اس نے ایک اور جاسوس بلایا اور خبر گیری کے لیے مسلمانوں کی طرف بھیجا۔ یہ دوسرا جاسوس ادھر ادھر پھرتا رہا اور خبریں معلوم کرتا رہا۔ پھر اسے جا کر بتایا کہ لشکر اسلام، پانچ ہزار سپاہیوں پر مشتمل ہے اور یہ بھی بتایا کہ ہر سپاہی پچھاڑ دینے والے شیر یا اچک لینے والے باز کی طرح ہے، وہ لوگ موت کو غنیمت اور زندگی کو دھوکا تصور کرتے ہیں۔

جب قسطنطین نے جاسوس کی باتیں سنیں تو کہنے لگا: مسیح وقربان کی قسم! میں عربوں کے ساتھ ہر صورت میں لڑوں گا، یا تو انھیں ہلاکت کا نشانہ بنا کر اپنی مراد حاصل کروں گا یا خود ہلاکت کا شکار ہو کر صبر کروں گا۔ پھر قسطنطین نے لشکر ترتیب دیا۔ دس ہزار بہادر قسم کے فوجی منتخب کر کے ایک یونٹ بنائی اور ''بکلاکون'' نامی ایک سردار کو اس کا امیر مقرر کیا۔

لشکر کی تیاری کے بعد سردار سے کہنے لگا: ہماری طرف سے سب سے پہلے تم اس لشکر کو اپنی زیر قیادت لے کر عربوں کے مقابلے میں جاؤ گے۔

اس کے بعد ایک اور صلیب تیار کر کے دمشق کے والی (گورنر) ''جرجیس بن باکور'' کو بلایا۔ صلیب اس کے سپرد کر کے قسطنطین نے دس ہزار کا لشکر اس کی زیر کمان دیا اور کہا: لشکر کو لے کر اپنے ساتھی بکلاکون کے پیچھے ہی چلے جاؤ۔ جرجیس نے اپنا لشکر لیا اور بکلاکون کے نقش قدم پر چل دیا۔

دوسرے روز ابن ہرقل نے بقیہ لشکر اپنے ساتھ لیا اور وہ بھی مقابلے کے لیے روانہ ہو گیا جبکہ قیساریہ کی حفاظت کے لیے اس نے اپنے چچا زاد بھائی، قسطاس کو دس ہزار فوج کے ساتھ وہیں چھوڑ دیا اور عارضی طور پر امور مملکت کی سربراہی اس کے سپرد کر دی۔

بشار بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: ہم لوگ اسی جگہ (مقام نخل) میں قیام پذیر تھے، اچانک ایک سردار دس ہزار کا لشکر لیے آتا دکھائی دیا پھر ہمارے قریب ہی انھوں نے پڑاؤ کیا۔ ایک دفعہ تو ہمارے دلوں میں کھٹکا سا محسوس ہوا کہ مدمقابل تو دس ہزار فوج ہے۔ پھر ہم خوش بھی ہوئے کہ ہم چونکہ پانچ ہزار ہیں اور دشمن دس ہزار، تو کوئی بات نہیں، ایک کا مقابلہ دو سے ہی ہوگا۔ اسی دوران ایک اور سردار اپنا لشکر لے کر آتا دکھائی دیا۔ اس کے ساتھ بھی دس ہزار فوجی تھے۔

رومی لشکر کی آمد پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا خطاب

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے فرمایا:

مسلمانو یاد رکھو! جو شخص اللہ عزوجل اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے دشمن کی کثرت تعداد کا دل میں خیال بھی نہیں لانا چاہئے اور نہ ہی اس بات کا خوف ہو کہ دشمن کی مدد میں اضافہ ہوا جا رہا ہے کیونکہ جہاد اجر و ثواب کے اعتبار سے اعلیٰ اور مقام و مرتبہ کے لحاظ سے اللہ عزوجل کے نزدیک باعث عز و شرف ہے۔ راہ خدا میں جان قربان کرنے والے سے بڑھ کر اللہ عزوجل کے نزدیک کون سی چیز ہے جو باعث فخر ہو؟ جہاد فی سبیل اللہ سے ہی تو حقیقی حیات ملتی ہے، جو جنت میں بھی اعلیٰ وارفع مقام کے حصول کا سبب بھی ہے اور اسی سے احسانات و انعامات خداوندی تک رسائی ملتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۙ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ﴾

''اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انھیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں، شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انھیں اپنے فضل سے دیا۔'' [1]

سنو! اگر تم لوگ جاسوس کے قتل کرنے میں عجلت سے کام نہ لیتے تو ہم اس سے لشکر کی آمد اور اس کی تعداد کے بارے میں بھی معلوم کر لیتے اس طرح ہمیں کوئی خوف لاحق نہ ہوتا۔ بہر حال حکم خداوندی ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔

اس کے بعد آپ نے لشکر میں موجود اہل رائے حضرات کو جمع کیا اور فرمایا: تمھارے خیال کے مطابق ہمیں کیا

[1] پارہ 4، آل عمران 169-170، ترجمہ کنزالایمان

کرنا چاہیے؟

میری رائے تو یہی ہے کہ امیر لشکر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو موجودہ صورت حال کی اطلاع بھیجی جائے تا کہ وہ ہماری مدد کے لیے کمک کا بندوبست فرمائیں کیونکہ رومی لشکر کی تعداد کافی زیادہ ہے۔

پھر آپ نے فرمایا: امیر لشکر کے پاس پیغام لے کر کون جائے گا؟ تا کہ وہ ہماری مدد کے لیے اسی طرح لشکر بھیجیں جس طرح انھوں نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے لیے قنسرین میں محاصرہ کے وقت مدد بھیجی تھی۔ اس کام کو سرانجام دینے والے کا اجر، اللہ عزوجل کے ذمہ کرم پر ہے۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے عرض کی:

اے عمرو! امیر لشکر کے پاس مدد طلب کرنے کے لیے پیغام بھیجنے کی بجائے آپ اللہ جل شانہ پر بھروسہ رکھیں اور ہمیں دشمن کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیجیے۔ کئی مقامات پر اللہ عزوجل نے ہماری مدد کی جبکہ ہم قلیل التعداد ہوا کرتے تھے، اسی طرح آج بھی کافروں کے مقابلے میں مدد خداوندی ضرور نازل ہوگی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی بات پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا: خدا کی قسم! تم بالکل سچ کہہ رہے ہو۔ پھر آپ نے مسلمانوں کو دشمن کے خلاف تیار ہونے کا حکم دیا۔ مسلمان اپنا اسلحہ تانے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور تکبیر و تہلیل کے نعرے بلند کرنے لگے۔

راوی کا بیان ہے کہ مسلمانوں کے نعرے سن کر بلند و بالا پہاڑ، تند و تیز راستے، چٹانیں، پتھر اور درخت بھی جواباً تکبیر و تہلیل کا ورد کرنے لگے۔ روئے زمین کی ہر چیز کو گویا زبان مل گئی اور کہنے لگی:

"اے ہمارے پروردگار و مولیٰ! ہم نے تیری توحید بیان کرنے والوں کی آوازیں سنیں، یہ شرک کرنے والے نہیں، اور نہ ہی بدمذہبی اختیار کرنے والے ہیں، ہم نے تیری تمجید و تحمید بیان کرنے والوں کے چہرے ملاحظہ کیے۔ اے ہمارے مولیٰ! تیرے ذکر سے بڑھ کر کوئی چیز مقدس نہیں، تیرے شکر کی ادائیگی کا کون ہے جو حق ادا کرے؟"

یہ سن کر درندوں اور دیگر جانوروں کو بھی وجد سا آ گیا اور وہ بھی اپنے آقا و مولیٰ کی عطاؤں پر شکر بجالانے لگے۔

عالم غیب سے آواز آئی: "اے ان چرند، پرند کے پیدا کرنے والے، انھیں رزق عطا کرنے والے اور رزق تلاش کرنے کے اسباب مہیا کرنے والے! ان کی صبح اس حال میں ہوتی ہے کہ بھوکے ہوتے ہیں لیکن شام اس حال میں کہ خوب سیر ہو چکے ہوتے ہیں، سات زمینوں کی تہہ میں بھی اگر کوئی کیڑا وغیرہ حرکت کرے، تو تیری نظروں سے اُوجھل نہیں ہوتا اگر کسی بندے کا رزق اس قدر مشکل راہوں میں ہو کہ جہاں اندھیری رات میں مسافت طے کر کے حاصل کرنا ممکن ہے تو اس کا حصول بندے کے لیے ممکن بنا دیتا ہے۔

اے ہمارے مولیٰ! روئے زمین میں بسنے والے توحید پرستوں کی آوازیں ہم نے سنیں، ہم نے ان کی زبانوں سے وہ آیات سنیں جن کی ہمیں معرفت بھی نہیں تھی اور نہ ہی اس سے پہلے کبھی سننے میں آئیں تھیں۔

اے قادر مطلق! ہم تیری عطاؤں کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے، تو پاک ہے، اے وہ ذات! جس کے فضل واحسانات حدوشمار سے باہر ہیں، تو ہر شرک کرنے والے کے شرک سے پاک ہے۔"

ہاتف غیبی سے ایک اور آواز آئی: "پہاڑوں، زمین کی تہوں میں بسنے والی مخلوقات اور دریاؤں میں رہنے والی ہر ہر چیز اللہ ﷻ کی تسبیح بیان کرتی ہے۔"

راوی کا کہنا ہے: رومیوں نے جب غیبی آوازیں سنیں تو حواس باختہ ہو کر رہ گئے اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ مسلمانوں کے جواب میں روئے زمین کے راستے حتیٰ کہ ہر ہر چیز بولنے لگی ہے۔ اس سے ان کے دلوں میں انجانا سا خوف پیدا ہونے لگا۔

ابن ہرقل جب اپنا لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلے میں آیا تھا، اس وقت جو اس نے سنا اور دیکھا تھا اس لحاظ سے اب مسلمانوں کی تعداد زیادہ محسوس ہونے لگی۔ اس کی آنکھوں میں جب مسلمانوں کی کثرت تعداد دکھائی دی تو کہنے لگا:

مجھے اپنے دین کی قسم! جب میں اس لشکر کے مقابلے میں آیا تھا اس وقت تو ان کی تعداد اتنی زیادہ نہیں تھی، بلکہ پانچ ہزار سے زائد نہ تھی جبکہ اس وقت ان کی تعداد میں تو کافی حد تک اضافہ ہو چکا ہے یقیناً ان کی غیبی امداد کا انتظام ہو چکا ہے۔ بلاشبہ یہ فرشتے ہی ہیں جو جوق در جوق ان کی مدد کے لیے نازل ہو چکے ہیں۔ میرا باپ انتہائی صاحب بصیرت تھا خصوصاً عربوں کے معاملات کے بارے میں تو کافی قوت وبصیرت کا حامل شخص تھا وہ بھی ان کے بارے میں پریشان ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ میرا لشکر، اس لشکر سے بڑا بھی نہیں ہے جو باہان ارمنی دس لاکھ فوج لے کر یرموک کے میدان میں گیا تھا اور شکست کھا کر لوٹا تھا بالآخر قتل بھی ہوا۔ بہرحال مجھے ان کے مقابلے میں آنے سے اب ندامت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ اس وقت ان عربوں کے ساتھ مکروفریب سے ہی پیش آنا ہوگا۔

سو ابن ہرقل نے اسی وقت ایک پادری کو بلایا جو قابل قدر اور بزرگ شمار کیا جاتا تھا۔ یہ پادری قیساریہ میں قیام پذیر تھا اور دین نصاریٰ کے جید علماء میں شمار کیا جاتا تھا۔

ابن ہرقل نے پادری سے کہا:

عربوں کے پاس جاؤ! اور نہایت عمدگی سے بات کرو۔ ان سے کہو: ابن ہرقل تم میں سے فصیح گفتگو کرنے والے بہادر شخص سے بات کرنا چاہتا ہے اس لیے ایسا شخص ہمارے پاس بھیجو جس کا تعلق عرب کے کسی معزز قبیلہ سے ہونا چاہئے۔

ابن ہرقل کا مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے پادری کو بھیجنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: پادری جب مسلمانوں کے پاس آنے کے لیے نکلا تو اس وقت اس نے سیاہ ریشمی لباس اور سر پر بالوں سے بنی ٹوپی پہن رکھی تھی، سبز خچر پر سوار ہوا۔ ہاتھ میں جواہرات سے بنی ہوئی صلیب تھامے مسلمانوں کے پاس آیا اور اتنے فاصلے پر آ رکا کہ جہاں سے مسلمانوں کو آواز سنائی دے سکتی تھی کہنے لگا:

''اے گروہ عرب! ابن ہرقل کا قاصد ہوں جو تمھارے پاس پیغام لے کر حاضر ہوا ہوں۔ بادشاہ سلامت کا کہنا ہے کہ کسی فصیح اللسان جرأت مند آدمی کا انتخاب کر کے بھیجو۔ یقین جانو قسم بخدا! بادشاہ تمھارے ساتھ صلح کا خواہاں ہے، جنگ وقتال کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ویسے بھی بادشاہ، اپنے دین کا عالم اور امور مملکت چلانے میں صاحب بصیرت ہے۔ خون ریزی اور فساد وغیرہ کو مطلق پسند نہیں کرتا، سو تم بھی ہمارے ساتھ ظلم و زیادتی روانہ رکھو کیونکہ باغی ہمیشہ غیض و غضب کا مستحق رہا ہے جبکہ مظلوم کی ہمیشہ مدد ہوتی رہی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا:

''ظالم کے علاوہ کسی سے قتال روانہ رکھو'' بہر حال بادشاہ سلامت کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے تم بھی اپنا کوئی ایسا آدمی بھیجو جو ماہر اللسان اور جرأت مند ہو۔''

اس کے بعد پادری نے خاموشی اختیار کر لی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے پادری کی باتیں سنیں تو مسلمانوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے لوگو! تم لوگ بھی اس کی ساری گفتگو اچھی طرح سماعت کر چکے ہو، تو اب تم میں سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے لیے کون جائے گا تاکہ رومی بادشاہ سے گفتگو کرے؟

حضرت بلال بن حمامہ رضی اللہ عنہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔ آپ کا رنگ انتہائی سیاہ تھا حتیٰ کہ سیاہی کی چمک پیدا ہوتی، دراز قد کے مالک اور آنکھیں عقیق پتھر کی طرح چمکدار اور آواز کافی بلند تھی، آپ نے عرض کی: اے عمرو! میں بادشاہ سے گفتگو کرنے کے لیے جاؤں گا۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے بلال! تم تو پہلے ہی فراق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نڈھال ہوئے پڑے ہو، اس کے علاوہ تمھارا تعلق بھی حبشی خاندان سے ہے، عرب سے نہیں اور یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ عربوں کا کلام نہایت عمدہ، مقفیٰ اور فصاحت سے لبریز ہوتا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بطور قاصد ابن ہرقل کے پاس جانا

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم! آپ مجھے ہی بھیجیں گے۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے بہت بڑی قسم دے دی ہے۔ لہٰذا اب اللہ عزوجل سے مدد طلب کرو اور جاؤ۔ بات کرتے ہوئے دل میں کسی قسم کا خوف نہ رکھنا، جواب دیتے ہوئے فصیح عربی الفاظ کی ادائیگی کا اہتمام رکھنا اور شرائع اسلام کی عظمت و منزلت کا خوب اظہار کرنا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

ان شاء اللہ عزوجل آپ مجھے ایسا ہی پائیں گے۔

کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رومیوں کے لشکر کی طرف نکلے۔ بہادر قسم کے ڈیل ڈول والے شخص کی طرح آپ کے کندھے، چوڑے اور قد کافی دراز تھا۔ جب کوئی شخص آپ کی طرف آنکھ بھر کے دیکھتا تو خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ اس روز آپ نے شام کی بُنی ہوئی قمیض پہن رکھی تھی، اُون سے بُنا ہوا عمامہ سر پر سجا رکھا تھا، تلوار لٹکائے ہاتھوں میں عصا لیے جب آپ بادشاہ کے پاس جانے کے لیے نکلے تو پادری نے دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور کہنے لگا:

عرب قوم کے معزز لوگ موجود ہیں لیکن اپنا غلام ہمارے پاس بھیج کر یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم لوگ ان کی نظروں میں انتہائی گھٹیا ہیں!

پادری نے کہا: اے غلام! اپنے سردار کے پاس جاؤ اور کہو کہ بادشاہ نے تمھارے امیر لشکر کو طلب کیا ہے تاکہ وہ آئے اور گفتگو کرے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں بلال ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور مؤذن ہوں۔ تمھارے بادشاہ کے جوابات دینے سے عاجز نہیں آ سکتا۔

پادری نے کہا: یہیں ٹھہرو، میں بادشاہ سلامت سے بات کرتا ہوں۔ یہ کہنے کے بعد وہ پادری بادشاہ کے پاس گیا اور بتایا کہ انھوں نے آپ سے گفتگو کرنے کے لیے ایک غلام کا انتخاب کر کے بھیجا ہے۔ اس سے تو ہماری سراسر توہین اور گھٹیا پن ظاہر کرنا مقصود ہے۔

بادشاہ نے ایک شخص کو پیغام دیکر بھیجا کہ آپ کو واپس بھیج دے اور بتائے کہ بادشاہ نے گفتگو کے لیے صرف تمھارے امیر کو ہی طلب کیا ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اس شخص کا پیغام سن کر فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور تمھارے بادشاہ کے کسی سوال کے جواب میں عاجز نہیں آؤں گا۔

لیکن بادشاہ نے پھر وہی پیغام بھیجا کہ کیا قوم نصاریٰ کا بادشاہ اسی لائق رہ گیا ہے کہ وہ تمھارے کسی غلام سے گفتگو کرے؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی واپسی

ترجمان نے آ کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: بادشاہ سلامت کا کہنا ہے کہ ہم کسی غلام سے بات نہیں کریں گے بلکہ تمھارے لشکر کے امیر یا کسی اور اولوالعزم فرد کو بھیجا جائے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ افسردگی کے عالم میں واپس لوٹے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو سب کچھ بتایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی واپسی کے بعد حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں خود مذاکرات کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے کہا: اے عمرو! آپ تو جا رہے ہیں لیکن مسلمانوں کی محافظت کے لیے کسے مقرر کر رہے ہیں؟

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل اپنے بندوں پر لطف و کرم فرمانے والا ہے وہی اپنی مخلوق پر سب سے زیادہ مہربان ہے۔ تم ہی یہ جھنڈا لو اور میرے بعد قوم کی حفاظت کرو۔ اگر تو رومیوں نے غداری کر دی تو اللہ عزوجل تمھارے اُوپر نگہبان ہے۔

امیر کا حکم سن کر حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کی جگہ کھڑے ہو گئے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ابن ہرقل کے پاس جانا

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ رومی قوم کی طرف گفت و شنید کی خاطر نکلے تو اس وقت آپ نے زرہ کے اُوپر اُون کا لباس زیب تن فرما رکھا تھا۔ سر پر یمنی زرد عمامہ پہنا ہوا تھا جس کا ایک شملہ ایک طرف چھوڑا ہوا جبکہ سہراب کی طرح وسط سے دوسرے شملہ سے دستار مضبوط کر رکھی تھی۔ تلوار لٹکائے ہوئے اور نیزہ ہاتھوں میں لیے لشکر اسلام سے باہر نکلے۔

ترجمان کے پاس پہنچے تو ترجمان دیکھ کر ہنسنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے نصرانی! تجھے کس بات کی ہنسی آ رہی ہے؟

اس نے جواب دیا: آپ کے لباس اور اسلحہ اٹھانے پر، آپ نے اس قدر اہتمام کیوں کیا؟ حالانکہ ہمارا تو لڑنے کا کوئی ارادہ ہی نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا: اسلحہ اٹھانا عربوں کا شعار ہے، یہ ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ میں نے اسلحہ اس لیے اپنے ساتھ رکھا ہے کہ اگر تم لوگ غداری کر دو تو کم از کم اپنی طرف سے دفاع تو کر سکوں گا۔

ترجمان نے کہا: غداری اور فریب کاری عربوں کا شیوہ ہے، ہمارا نہیں۔ اس لیے ہماری طرف سے مطمئن رہیں۔

پھر ترجمان بادشاہ کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، امیر لشکر آ چکے ہیں اور انھوں نے جنگی لباس زیب تن کر رکھا ہے۔

بادشاہ بھی یہ سن کر مسکرایا اور کہا: ''ان سے کہیں کہ آگے تشریف لے آئیں'' اس کے بعد بادشاہ نے آپ کی آمد سے پہلے ہی اپنی جگہ درست کرنی شروع کر دی۔ دائیں بائیں پادریوں کو جبکہ دربانوں کو اپنے سامنے بٹھایا۔

ترجمان آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے عربی بھائی! بادشاہ سلامت نے اندر آنے کی اجازت دیدی ہے، آپ تشریف لے آئیے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہی رومی فوجیوں کے قریب سے گزرتے گئے۔ لوگ آپ کی وضع قطع دیکھ کر تعجب کر رہے تھے۔ آپ بادشاہ کے خیمے کے قریب پہنچ کر پیدل ہو گئے۔ دربان آپ کے آگے آگے چلنے لگے جب آپ بادشاہ کے سامنے پہنچے تو بادشاہ نے قریب آ کر آپ کو خوش آمدید کہا اور آپ کی وجاہت اور وضع قطع ملاحظہ کر کے کافی متاثر ہوا۔ اس نے کہا:

''قوم عرب کے امیر کو خوش آمدید۔''

پھر بادشاہ نے آپ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھانے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے منع کرتے ہوئے فرمایا: اللہ عزوجل کی بساط تمہاری بساط سے کہیں پاکیزہ ہے، اس لیے کہ اللہ عزوجل نے روئے زمین کو بچھونا اور ہمارے لیے اسے مباح کر دیا ہے۔ تمہارے یہ تخت اور یہ زمین ہمارے نزدیک برابر ہے۔ لہٰذا میں تو اسے ہی زیادہ پسند کروں گا جسے اللہ عزوجل نے ہمارے لیے مباح کیا ہے۔ یہ فرماتے ہوئے آپ نیچے زمین پر ہی بیٹھ گئے۔ اپنا نیزہ سامنے جبکہ تلوار بائیں ران پر رکھ لی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ابن ہرقل کی گفتگو

ابن ہرقل نے پوچھا: آپ کا نام؟

آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرا نام عمرو ہے اور میں عربوں کے معزز قبیلے سے متعلق ہوں۔

اس نے پھر پوچھا: تمہارا تعلق ایک باعزت قبیلے سے ہے تو ہم بھی رومی ہونے کی حیثیت سے معزز ہیں اس طرح ہمارے تمہارے درمیان قرابت اور رشتہ داری متصل ہو جاتی ہے کیونکہ ہمارے اور تمہارے درمیان نسب بھی متصل ہے اور جن لوگوں کے نسب متصل ہوں تو ان کے لیے یہ بات کیسے جائز ہو گی کہ وہ اپنے بھائی کو قتل کریں؟

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہمارے نسب تو باپوں سے معتبر ہوتے ہیں ہمارا نسب ویسے بھی اعلیٰ ہے کیونکہ ہمارا تعلق دین اسلام سے ہے اور وہی سب سے اعلیٰ نسب ہے۔ اگر تم ہمارے بھائی بھی ہوتے، تب بھی اختلاف دین کی وجہ سے ایسے بھائی کا قتل بھی حلال ہو جاتا ہے کیونکہ اختلاف دین سے نسب منقطع ہو جاتے ہیں۔ بہر حال تمہارا یہ کہنا کہ ''ہمارے نسب متصل ہیں'' یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ ہم عرب اور تم رومی، پھر نسب کیسا؟

بادشاہ نے کہا: اے عمرو! کیا حضرت آدم علیہ السلام ہمارے باپ نہیں؟ پھر حضرت نوح علیہ السلام، پھر ابراہیم علیہ السلام، پھر عیصو بن اسحاق اور اسحاق علیہ السلام، اسماعیل کے بھائی تھے اور دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ تو وہ جب بھائی بھائی ہیں تو اب یہ کسی کے لیے مناسب نہیں کہ دوسرے پر ظلم کرے بلکہ یہ ضروری ہے کہ ہمدردی و صلح صفائی کا سلوک اختیار کیا جائے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمھاری یہ بات تو بالکل بجا ہے کہ ہم اور عیصو ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں کیونکہ ہم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں اور تم عیصو کی! حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے حام پر جب غصہ کیا تھا تو ساری زمین ان میں تقسیم کر دی تھی حالانکہ آپ جانتے تھے کہ حام کی اولاد اس تقسیم سے راضی نہیں تھی اسی لیے عرصہ دراز تک ان کی آپس میں جنگیں ہوتی رہیں۔ آج جس زمین پر تم لوگ قابض ہو، یہ تمھاری نہیں ہے بلکہ تم سے پہلے عمالقہ کی تھی۔ اس لیے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے تین بیٹوں، حام، سام اور یافث کے درمیان زمین کی تقسیم اس طرح کی کہ سام کو ملک شام کی سرزمین ملی، جو ایک طرف یمن تک، دوسری طرف حضر موت اور ایک طرف سے غسان تک تھی۔ عرب لوگ سارے کے سارے سام کی اولاد ہیں اور وہ قحطان، طسم، جدیس اور عملاق ہیں اور ان کا کسی نہ کسی طرح سے ابوالعمالقہ سے تعلق نکلتا ہے جو کہ اسی سرزمین کے رہنے والے تھے۔ اس لیے کہ ان کو عربی زبان بڑی اچھی طرح بولنا آتی تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے حام کو مغربی ممالک اور ساحل کی سرزمین دی اور یافث کو مشرق و مغرب کے درمیان کی۔

اللہ عزوجل کا ارشاد مبارک ہے:

﴿ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ ﴾

"بیشک زمین کا مالک اللہ ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے وارث بنائے۔"[1]

اور ہماری خواہش ہے کہ اسی تقسیم کی تاریخ دوبارہ دہرائی جائے اور ہم لوگ تمھاری ملکیت میں موجود عمارتوں نہروں کے عوض خار دار درخت، پتھر اور اجڑے ہوئے سنسان شہر تمھارے حوالے کریں۔

ابن ہرقل نے آپ رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی تو جان گیا کہ یہ شخص کوئی مکر و فریب کرنے کا ماہر ہے۔

اس نے کہا: آپ کی بات بالکل بجا ہے لیکن اب تو زمینوں کی تقسیم ہو چکی۔ اب اگر تم لوگ یہ زمینیں ہم سے چھیننا چاہو گے تو تمھاری طرف سے ظلم ہوگا۔ مجھے معلوم ہے کہ ملک شام کی طرف رُخ کرنے اور اپنے شہروں کو خیر باد کہنے پر تمھیں ایک عظیم جدوجہد نے برانگیختہ کیا ہے۔

[1] پارہ 9، الاعراف 128، ترجمہ کنزالایمان

آپ نے فرمایا: اگر تم یہ تسلیم کر چکے ہو کہ ایک عظیم جدوجہد نے ہی ہمیں اس کام پر اُبھارا ہے تو سنو! جب تم روٹیاں اور چنے کھایا کرتے تھے جبکہ ہم نے تم لوگوں کو عمدہ کھانے کھاتے دیکھا تو ہمیں بھی خواہش پیدا ہوئی۔ اب ہم لوگ اس وقت تک اس سرزمین کو چھوڑنے والے نہیں ہیں جب تک یہ علاقے تم لوگوں سے چھین کر اپنی ملکیت میں نہ کرلیں اور تمھیں اپنے غلاموں کی طرح نہ بنالیں۔ ان درختوں کے سائے، پھل دار درخت اور سرسبز وشاداب علاقے جب تک ہم لوگ حاصل نہ کرلیں، جدوجہد جاری رہے گی۔ زندگی کی عیش وعشرت جو اس ملک شام میں ہم لوگ محسوس کر چکے ہیں، اگر تم لوگوں نے ہمیں اس سے روکنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا! ہمارے پاس ایسے ایسے بہادر لوگ موجود ہیں جنھیں جنگ کرنے کا اتنا شوق ہے جتنا تمھیں زندگی کا۔ وہ جنگ وقتال کو اسی طرح پسند کرتے ہیں جس طرح تم لوگ زندگی کو۔

یہ سنتے ہی بادشاہ ہواس باختہ ہوگیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ پھر اس نے سر اٹھا کر اپنی قوم کی طرف دیکھا اور کہا: یہ عربی بالکل سچ کہتا ہے۔ کنیساؤں، قربان، مسیح اور صلیب کی قسم! ان کے مقابلے میں ثابت قدمی اختیار کرنے کی ہمارے اندر طاقت نہیں ہے۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن ہرقل کے حواس باختہ ہونے اور اپنی قوم کی طرف متوجہ ہونے کے وقت میں نے دل میں خیال کیا کہ رومیوں کو نصیحت کرنے کا یہی وقت ہے سو میں نے کہا: اے گروہ روم! اللہ ﷻ نے تمھاری خواہش کے مطابق معاملہ بہت قریب کر دیا ہے۔ اگر تم لوگ اپنے شہروں میں ہی رہنا چاہو تو ہمارے دین اسلام میں داخل ہو جاؤ اور ہمارے قول کی تصدیق کردو کیونکہ دین اسلام ہی اللہ ﷻ کے نزدیک پسندیدہ دین ہے۔

بادشاہ نے کہا: اے عمرو! ہم اپنے دین کو کبھی نہیں چھوڑیں گے کیونکہ اسی دین پر ہی ہمارے آباء واجداد کا انتقال ہوا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ اگر ایسا نہیں کرنا چاہتے تو اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے فدیہ ادا کرو لیکن اس صورت میں تمھیں گھٹیا لوگوں جیسا بن کر رہنا ہوگا۔

اس نے کہا: ایسا ہرگز نہیں کروں گا کیونکہ اس طرح کرنے سے قوم روم ہی میری نافرمانی کرے گی کیونکہ ایک مرتبہ میرے والد محترم ہرقل نے بھی ایسا کرنے کا ارادہ کیا تھا تو رومی ان کے قتل کے درپے ہو گئے تھے۔ بہرحال میں ایسا کرنے سے بھی عاجز ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جتنا ہو سکتا ہے، میں تمھیں ڈراتا رہا لیکن اب تمھارے اور ہمارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی۔ اللہ ﷻ خوب جانتا ہے کہ میں نے تمھاری نجات کے لیے ہر ممکن کوشش کی ہے لیکن تم لوگوں نے ویسی ہی نافرمانی

کی جیسی عیصو نے اپنی ماں کی نافرمانی کی تھی اور اپنے بھائی حضرت یعقوب علیہ السلام سے رشتہ داری توڑ ڈالی۔ تم لوگ یہ گمان لیے پھرتے ہو کہ ہمارے درمیان نسب متصل ہے اور قرابت داری ہے؟ جبکہ میں تم لوگوں سے اور تمھاری قرابت داری سے بیزاری اختیار کرتا ہوں کیونکہ تم تو خداوند کریم کا انکار کرتے ہو، تم لوگ عیصو بن اسحاق کی اولاد ہو جبکہ ہم لوگ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی۔

اللہ عزوجل نے ہمارے نبی مکرم ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کے والد محترم، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک اچھے نسبوں میں منتقل کئے رکھا اور اچھی پشتوں میں محفوظ رکھا۔ لوگوں میں بہترین قوم کا تاج اولاد اسماعیل علیہ السلام کے سر پر سجایا۔ انھوں نے عربی زبان سیکھی۔ حضرت اسحاق علیہ السلام بھی اپنے والد ماجد علیہ السلام کی زبان ہی بولا کرتے تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہی عرب ہیں۔ پھر عربوں میں بہترین لوگ، کنانہ کے معتبر ہوئے۔ پھر کنانہ میں قریش کو بہترین لقب ملا، پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو بہترین قرار دیا گیا۔ پھر بنو ہاشم میں بنو عبدالمطلب کو بہترین قرار دیا گیا پھر بنو عبدالمطلب میں سے ہمارے نبی مکرم ﷺ کو سب سے بہترین بنایا گیا۔

اللہ عزوجل نے انھیں رسول بنا کر بھیجا اور انھیں مقام نبوت سے سرفراز فرمایا اور جبرئیل ان کی طرف وحی لے کر آیا کرتے تھے۔ اگر تم روئے زمین کا چپہ چپہ چھان مارو، پھر بھی رسول اللہ ﷺ سے بہترین کہیں نہ پاؤ گے۔[1]

آپ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کا نام سنتے ہی رومی گھبرا گئے، ان کے دل دہل گئے ادھر بادشاہ کے دل میں بھی ہیبت جگہ کرنے لگی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ساری باتیں سن کر کہنے لگا: آپ بالکل بجا فرما رہے ہیں بلاشبہ انبیاء علیہم السلام اچھے گھرانوں میں ہی مبعوث ہوا کرتے ہیں۔ کلام ربانی عزوجل بھی اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔

پھر اس نے کہا: اے عمرو! کیا تمھارا کوئی اور ساتھی بھی ہے جو اس طرح جلدی سے ہر سوال کا جواب دے؟

آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہمارے پاس ایسے ایسے افراد موجود ہیں کہ تیری خواہش کے مطابق اگر انھیں لے آؤں تو میری ان سب باتوں کی تصدیق کریں گے۔ یہ فرمانے کے بعد آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کے پاس واپس لوٹ آئے۔

آپ کے صحیح وسلامت واپس آنے پر مسلمانوں نے حمد باری تعالیٰ ادا کی پھر اسی طرح کی باتیں کرتے ہوئے ساری رات گزر گئی۔ صبح ہوئی تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے نماز فجر پڑھائی اور فوراً ہی دشمن کے مقابلے میں نکلنے کے لیے تیاری کرنے کا حکم دیا۔

---

[1] سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی سب سے بالا و والا ہمارا نبی (مترجم عفی عنہ)

فرماتے ہیں: مسلمانوں نے جلدی سے اسلحہ تیار کیا، گھوڑوں پر سوار ہوئے اور صفیں بنا کر جنگ وقتال کے لیے چوکس کھڑے ہو گئے۔

جنگ قیساریہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ بالاسناد موسیٰ بن عمران رحمۃ اللہ علیہ اور ابن صباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:
جنگ والے دن صبح ہوتے ہی ابن ہرقل نے لشکر کو تین صفوں میں ترتیب دیا۔ تیراندازوں کو مقدم جبکہ میسرہ و میمنہ کو ان کے پیچھے برابر رکھا اور خود ہاتھ میں صلیب اٹھائے لشکر کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے جب رومیوں کی صف بندی ملاحظہ کی تو مسلمانوں کی صفیں مرتب کرنا شروع کیں اور جنگ کا پختہ یقین کر لیا۔ مسلمانوں کو جنگ میں کارہائے نمایاں سرانجام دینے کی طرف برانگیختہ کرنے لگے اور تمام مسلمانوں کو ایک ہی صف میں مرتب کیا۔ دائیں جانب تیراندازوں کو رکھا ان کے ساتھ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ، کاتب وحی کو مقرر کیا۔ اپنی بائیں جانب صابوب بن جبابیہ لیثی رحمۃ اللہ علیہ کو مقرر کیا۔ ان کا شمار مسلمانوں کے عمدہ جنگجو افراد میں ہوتا تھا۔ اسی صف بندی کے دوران ہی رومیوں کی جانب سے ایک شخص میدان جنگ میں نکلا اور اپنے لشکر کے میمنہ سے میسرہ پھر میسرہ سے میمنہ کی طرف اور وہاں سے قلب تک اپنے نیزے سے خط کھینچتا چلا گیا۔ پھر وہاں سے مسلمانوں کے سامنے پہنچا اور وہاں پر اپنا نیزہ گاڑھ کر تیر کمان میں چڑھایا اور مسلمانوں کے میمنہ کی طرف چھوڑ دیا جس سے ایک مسلمان سپاہی زخمی ہوا پھر فوراً ہی میسرہ کی طرف رُخ کر کے ایک اور تیر چھوڑا جس سے ایک اور مسلمان سپاہی اس کا شکار ہوا اور شہید ہو گیا۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اس رومی کی حرکت دیکھ کر فرمایا: اس لعین کی طرف نہیں دیکھ رہے کیا کر رہا ہے؟ کون ہے جو اس کے مقابلے میں نکلے گا اور مسلمانوں کو اس کے شر سے محفوظ کرے گا؟ کہتے ہیں کہ ایک ثقفی نوجوان جنھوں نے بوسیدہ لباس زیب تن کیا ہوا تھا، ہاتھ میں عربی تیر کمان لیے اس کے مقابلے میں نکلے۔ اس نے آپ کی طرف دیکھا کہ ان کے بدن پر سوائے بوسیدہ پوستین کے اور کچھ نہیں ہے لہٰذا اس نے آپ کو ناتجربہ کار سمجھا کیونکہ آپ کے پاس سوائے تیر کمان کے کوئی اسلحہ نہ تھا حتیٰ کہ زرہ تک بھی نہ تھی۔ اس نے اسی خیال میں کمان میں تیر چڑھایا اور نوجوان مرد مجاہد کی طرف چھوڑا۔ تیر آپ کے سینے میں لگتے ہی پوستین میں اُلجھ کر رہ گیا اس طرح آپ بالکل محفوظ رہے۔ لعین رومی چونکہ اپنے زمانے کا تجربہ کار تیرانداز تھا اور اس کا نشانہ کبھی بھی خطا نہ ہوا تھا، اس لیے اس بار وہ اپنی اس خطا پر بہت غصے میں آ گیا اور فوراً ہی دوسرا تیر کمان میں چڑھایا۔

اس سے پہلے کہ وہ تیر چھوڑتا، ادھر سے مسلمان نوجوان نے جلدی سے تیر چھوڑا۔ تیر بہت چھوٹا تھا کہ دکھائی بھی نہیں دیتا تھا اس لیے رومی کو محسوس بھی نہ ہوا کہ اس کی طرف تیر چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ تیر اس کے حلق

میں پیوست ہو گیا۔ تیر لگتے ہی رومی اسی وقت چکراتا ہوا گھوڑے سے نیچے گرا اور فوراً ہلاک ہو گیا۔ آپ جلدی سے اس کے پاس گئے، اس کے گھوڑے کو اپنے قبضے میں لیا اور اس کا سارا جنگی سامان اتار کر خوشی خوشی مسلمانوں کی طرف چل پڑے۔ آپ کے چچا زاد بھائی نے آپ کا استقبال کیا لیکن آپ نے خوشی کی وجہ سے اس کا جواب بھی نہ دیا اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس سارا سامان لے گئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے رومی کا سامان آپ ہی کو دے دیا۔

ادھر رومیوں نے ثقفی نوجوان کی بہادری اور اپنے ساتھی کی ہلاکت دیکھی تو آپے سے باہر ہونے لگے اور آسمان کی طرف اشارے کرنے لگے۔ ہم لوگوں نے ان کے اشاروں سے سمجھا گویا یہ کہہ رہے تھے کہ ''ملائکہ ہی تمھاری مدد کر رہے ہیں۔''

ابن ہرقل نے جب اپنے ساتھی کی ہلاکت دیکھی تو اسے بہت صدمہ ہوا۔ اس نے اپنی قوم کے ایک سردار کو مخاطب کر کے حکم دیا کہ ''ان عربوں کے مقابلے میں نکلو اور دین نصاریٰ کی پاسبانی کرو'' لہٰذا وہ سردار سبز رنگ کے لباس میں ملبوس زرہ اور جوشن پہنے، گلے میں سونے سے بنی صلیب لٹکائے آگے نکلا۔ اس کے ساتھ ایک غلام بھی تھا جس نے اس کی تلوار اور ڈھال اٹھا رکھی تھی۔ وہ سردار دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہو کر مدمقابل طلب کرنے لگا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گروہ عرب! اس شخص کے مقابلے میں کون نکلے گا؟ تاکہ اپنی جان خدا کی راہ میں ہبہ کر سکے۔

امیر کا حکم سنتے ہی ایک نوجوان آگے نکلا اور کہا: میں اس کے مقابلے میں جاؤں گا۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل تجھے اپنے مقصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ مسلمانوں کی طرف سے یہ نوجوان عزم مصمم لیے سردار کی طرف بڑھا۔ پہلے تو دونوں نے کچھ دیر تک گھوڑے دوڑائے پھر شمشیر زنی شروع کی۔ دونوں نے برابر تلواروں کے وار کیے لیکن سردار کا وار سبقت لے گیا۔ تلوار آپ کی ڈھال میں لگی، ڈھال چونکہ اونٹ کے چمڑے کی بنی ہوئی اس لیے تلوار اسے دو حصوں میں کاٹتی آگے نکل گئی۔ لیکن آپ بالکل محفوظ رہے۔ رومی نے فوراً دوسرا وار کیا اور آپ کے بڑی شدت کی ضرب لگائی جس سے آپ زخمی ہو گئے۔ زخمی ہوتے ہی آپ واپس لوٹ آئے۔ لشکر کے پاس پہنچے تو ایک آدمی نے زور سے آواز دیکر کہا: ''جو شخص اپنی جان بارگاہِ ایزدی میں بطور ہدیہ پیش کر دے، وہ دشمن کے مقابلے سے کبھی نہیں بھاگا کرتا۔''

آپ نے اس کا جواب دیا: میرے اس قدر شدید زخمی ہونے نے تجھے کفایت نہیں کی؟ اگر ایسی حالت میں خود کو ہلاکت میں ڈال دیتا تو اللہ عزوجل ضرور مجھے ملامت کرتا۔ اس کے بعد آپ نے زخم پر مرہم پٹی کی لیکن اس شخص کی باتوں کا زخم بہت گہرا لگا۔

پھر دوبارہ جب آپ اسی رومی کے مقابلے میں جانے لگے تو اسی شخص نے آواز دی اور کہا: اے بھائی! لوٹ آؤ، یہ میری زرہ لے لو اور اپنی حفاظت کرو۔

آپ نے جواب دیا: اللہ عزوجل پر بھروسہ کرنا تیری لوہے کی زرہ سے زیادہ مفید ہے۔ پھر آپ مندرجہ ذیل اشعار پڑھتے ہوئے رومی کی طرف نکلے۔

ترجمہ اشعار:

❀ بغاوت و سرکشی کرنے والے بدمذہب کے مقابلے میں نکلنے کے وقت مجھ سے کہنے لگا کہ ڈھال اپنے ساتھ رکھ لو اور دشمن سے محفوظ رہو۔

❀ لیکن میں نے صدق دل سے اللہ جل شانہ کی قسم اٹھا رکھی ہے۔

❀ کہ میں اپنے سر پر خود کبھی نہیں رکھوں گا اور جنت جو دار متقی ہے، میں داخل ہوں گا۔

مسلمانوں نے ان کے لیے مدد خداوندی کی دعائیں کرتے ہوئے کہا: ''اے پروردگار عالم! اس شخص کی آرزو پوری فرما۔''

آپ رومی کے مقابلے میں پہنچے اور پہنچتے ہی اس کے کندھے پر زوردار وار کیا اور وہیں ڈھیر کر دیا۔ پھر آپ نے رومیوں کے لشکر کا رُخ کیا اور چند ایک رومیوں کو واصل جہنم کر کے خود بھی جام شہادت نوش کیا۔

آپ کی شہادت پر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: یہی وہ شخص ہے جس نے اپنی جان جنت کے بدلے بیچ ڈالی۔

''اَللّٰھُمَّ اَعْطِہٖ مَا تَمَنّٰی''

''اے پروردگار! اسے اس کی آرزو کے مطابق عطا فرما۔''

قیدمون کا مسلمانوں کے مقابل نکلنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ہرقل بادشاہ نے قیساریہ کی نگہداشت کے لیے جس وقت اپنے بیٹے قسطنطین کو لشکر کی کمان دیکر بھیجا تھا، اس وقت قیدمون نامی سردار کو بھی اسی لشکر میں بھیجا۔ یہ سردار اپنے زمانے کا بہادر جنگجو تھا۔ یہ بھی کہا گیا کہ قیدمون، قسطنطین کا ماموں تھا جو اہل فارس، ترک اور جرامقہ کے لشکر کے ساتھ بھی کئی معرکے لڑ چکا تھا۔ اسے کئی زبانوں پر دسترس حاصل تھی، جب اس نے رومی ساتھی کی ہلاکت دیکھی تو برداشت نہ کر سکا اور قسطنطین سے کہنے لگا: عربوں کے مقابلے میں میرا نکلنا اب ضروری ہو چکا ہے۔

یہ کہتے ہی زبردستی میدان جنگ میں نکلا اور مدمقابل طلب کرنے لگا۔ مسلمانوں نے جب اس کی طرف دیکھا تو ایسے معلوم ہوا گویا پہاڑ کا پتھر بلندی سے گرا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کا جسم مضبوط پتھر کی طرح تھا۔ وہ خوب ڈیل ڈول والا

شخص تھا۔ لباس ایسا پہنے ہوئے تھا، جس پر جواہرات لگے ہوئے تھے اور ان سے اچھی خاصی چمک پیدا ہو رہی تھی۔

مسلمان دیکھتے ہی لا الہ الا اللہ کہنے لگے۔ دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر رومی زبان میں کچھ کہنے لگا۔ جس سے معلوم یہی ہوتا تھا کہ مدمقابل طلب کر رہا ہے۔ مسلمانوں نے چونکہ اس کا قیمتی لباس اور دیگر جنگی آلات دیکھ لیے تھے، اس لیے ہر شخص نے اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے قیمتی لباس سے اللہ عزوجل کی طرف سے ملنے والا ثواب، تمھارے لیے بہتر ہے لہٰذا اس ساز و سامان کی طلب لے کر کوئی شخص آگے نہ بڑھے کیونکہ اگر اسی لالچ میں کسی کی ہلاکت ہوگئی تو وہ راہ خدا میں نہیں، بلکہ اسی چیز کی طلب میں مرے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

((مَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَهِجْرَتُهٗ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوِامْرَاَةٍ يَتَزَوَّجُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ))

''جس شخص نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اس کی ہجرت اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شمار ہوگی اور جس کسی کی ہجرت دنیا حاصل کرنے یا کسی عورت سے شادی کرنے کے لیے ہوئی تو اس کی ہجرت اسی کے لیے ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔''[1]

کہتے ہیں کہ ایک یمنی نوجوان مقابلے کے لیے نکلا۔ اس کی ماں اور بہن بھی ملک شام میں اس کے ساتھ ہی آئیں تھیں۔ اس کی بہن کہنے لگی: بھائی جان! جلدی سے رومی سردار کے مقابلے میں نکلو اور مقابلہ کرو تاکہ بعد میں ہم لوگ ملک شام پہنچ کر عمدہ قسم کی چیزیں کھا سکیں۔

شہداء کو بعد شہادت رزق دیئے جانے کا مطلب

بھائی نے کہا: میں تو اللہ عزوجل کی رضا جوئی کے لیے ہی جا رہا ہوں۔ میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا:

''اِنَّ الشُّهَدَاءَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ''

''بلاشبہ شہداء کو اپنے رب کے ہاں رزق عطا کیا جاتا ہے۔''

---

[1] صحیح بخاری کتاب الایمان رقم الحدیث 52. کتاب الحتق باب: الخطا والنسیان فی العتاقة والطلاق ونحوه ولدعتاقة الالوجه الله. مسلم شریف، کتاب الامارة، باب: انما الاعمال بالنية وانه يدخل فيه الغزو وغيرهما من الاعمال. ترمذی، کتاب فضل الجهاد، باب: فيمن يقاتل اياء وللدنيا. ابو داؤد، کتاب الطلاق، باب: فيما عنى به الطلاق والنيات. نسائی، کتاب الایمان والنذور، باب: النية فی اليمين. ابن ماجه، کتاب الذهد باب النية.

بہن نے پوچھا: شہداء کو رزق کس طرح دیا جاتا ہے حالانکہ وہ تو مر چکے ہوتے ہیں؟
بھائی نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَجْعَلُ اَرْوَاحَهُمْ فِیْ حَوَاصِلِ طُيُوْرِ الْجَنَّةِ فَتَأْكُلُ تِلْكَ الطُّيُوْرُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَتَشْرَبُ مِنْ اَنْهَارِهَا فَتَغْذُ اَرْوَاحُهُمْ فِیْ حَوَاصِلِ تِلْكَ الطُّيُوْرِ فَهُوَ الرِّزْقُ الَّذِیْ جَعَلَهُ اللّٰهُ لَهُمْ))

"بے شک اللہ ﷻ نے شہداء کی روحیں، جنت کے پرندوں کے پوٹوں (گجیوں، معدوں) میں مقرر کر دیں، وہ پرندے جنت کے پھل اور اس کی نہروں سے پانی پیتے ہیں اس طرح شہداء کی روحیں، بھی ان پرندوں کے پوٹوں میں ہونے کی وجہ سے غذا حاصل کرتی رہتی ہیں، یہی وہ رزق ہے جسے اللہ ﷻ نے ان کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔"[1]

جنگ قیساریہ کے روز یہی یمنی نوجوان اپنی ماں اور بہن کو الوداع کرتے ہوئے کہنے لگا: "ہم رسول اللہ ﷺ کے حوض کوثر پر ملیں گے۔" پھر وہ نوجوان اپنے ہاتھوں میں نیزہ لیے ہوئے نکلا۔ نیزہ بھی ایسا تھا کہ جس پر جگہ جگہ جوڑ لگے ہوئے تھے۔ ایسے گھوڑے پر سوار تھے جو نا تجربہ کار اور دوغلا تھا۔

یہ نوجوان جب سردار کے مقابلے میں گیا تو جاتے ہی نیزے کا وار کر دیا۔ سردار کی زرہ میں نیزہ لگا اور اس میں پیوست ہو گیا لیکن سردار کو کچھ نہ ہوا۔ نوجوان نے نیزہ نکالنے کی بہت کوشش کی مگر بے سود، ادھر سردار نے تلوار مار کر نیزہ توڑ دیا۔ پھر تلوار کا دوسرا وار نوجوان کے سر پر مارا جس سے تلوار چیرتی ہوئی آگے نکل گئی اس طرح نوجوان کی روح قفس عنصری سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی اور وہ گھوڑے سے نیچے گر گیا۔

سردار مارے خوشی کے نعش کے گرد گھوڑا دوڑانے لگا۔ پھر دوبارہ مدمقابل طلب کرنے کی غرض سے آواز دینے لگا۔
ابن قثم رضی اللہ عنہ اس کے مقابلے میں نکلے لیکن سردار نے انھیں بھی شہید کر دیا۔

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور قیدمون کی لڑائی

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے جب یہ منظر دیکھا تو برداشت نہ ہو سکا، اپنے نفس پر ملامت کرتے ہوئے کہنے لگے: "مسلمان ہلاکت کا شکار ہو رہے ہیں اور تم یہاں کھڑے یونہی دیکھ رہے ہو۔" لہٰذا آپ ایک نشان (علم، جھنڈا) لیے میدان کارساز میں نکلے۔ یہ وہی نشان تھا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ملک شام کو روانہ کرتے وقت آپ کے

[1]

سپرد کیا تھا۔

جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے آپ کو سردار کے مقابلے میں جاتے دیکھا تو فرمانے لگے: اے بندۂ خدا! جھنڈا یہیں گاڑھ دو تا کہ لڑنے میں رکاوٹ نہ بنے۔ آپ نے جھنڈا وہیں گاڑھا اور قیدمون کے مقابلے کے لیے میدان جنگ میں پہنچے۔ مسلمان آپ کی مدد غیبی کے لیے دعائیں کرنے لگے۔

قیدمون نے جب آپ کی صحت (کمزور بدن) ملاحظہ کی تو ازراہِ حقارت مسکرانے لگا۔ ملعون کی آواز بھی کافی اونچی اور گرجدار تھی۔ اس کا جسم فربہ قسم کا تھا جبکہ آپ کثرت صیام اور قیام لیل کی وجہ سے نہایت نحیف جسم کے مالک تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر حملہ کیا۔ پھر شمشیر زنی کرنے لگے۔ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے تلوار چلانے میں سبقت کی لیکن آپ کی تلوار اس کی زرہ میں اُلجھ کر رہ گئی پھر قیدمون نے بھی تلوار کا وار کیا۔ بہرحال دونوں مقابل وار لگنے سے بچ گئے۔ پھر دونوں نے گھوڑے دوڑانے شروع کیے۔

سعید بن روح رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے: اس روز انتہائی سردی تھی اور ابر بھی چھائے ہوئے تھے۔ دونوں کے درمیان اسی طرح معرکہ جاری تھا کہ اچانک بارش ہونے لگی اور بارش بھی ایسی، گویا کسی نے اُوپر سے مشکیزے کا منہ کھول دیا ہو، آپ فرماتے ہیں: دونوں حریف گھوڑوں سے اترے اور کیچڑ میں ہی ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی کوشش کرنے لگے۔

قیدمون نے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پکڑ کر نیچے گرایا۔ آپ پشت کے بل گرے تو قیدمون فوراً آپ کے سینے پر بیٹھ گیا۔ قریب ہی تھا کہ وہ آپ کو ذبح کر دیتا، آپ کی زبان سے یہ ندا نکلی:

"يَا غِيَاثُ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ"

"اے فریاد کرنے والوں کے فریاد رس!"

طلحہ بن خویلد کا میدان جنگ میں آنا

آپ نے ابھی یہ الفاظ پوری طرح ادا بھی نہیں کیے تھے کہ اچانک رومیوں کی فوج سے ایک شخص نکلا۔ منہ پر کپڑا ڈالے، تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر سردار قیدمون اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھنے لگا۔ قیدمون نے تو یہ گمان کیا کہ وہ اس کی مدد کے لیے آیا ہے لیکن جب وہ شخص قریب پہنچا تو اس نے سردار کے پیروں سے پکڑ کر پیچھے کھینچا اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کے سینے سے پرے ہٹایا اور کہا: اے بندہ خدا! غیاث المستغیثین کی جانب سے مدد آ پہنچی ہے۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور اس کی بات اور اس کے کام سے متعجب ہوئے۔ آنے والا شخص جنگ کے

لیے بالکل تیار تھا۔ پھر اس نے تلوار سونتی اور سردار کے سر پر زوردار وار کیا جس سے اس کا سر جُدا ہو کر دور جا گرا۔ اس کے بعد اس نے کہا: اے بندۂ خدا! اس کا سامان اٹھالو۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! مجھے تمھارے معاملے نے تعجب میں ڈال رکھا ہے کیونکہ میں نے تجھے رومی لشکر کی طرف سے آتے ہوئے دیکھا ہے۔

اس نے کہا: بدبخت! میں طلحہ بن خویلد ہوں، جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا اور اللہ عزوجل پر جھوٹ کے بہتان لگاتا رہا کہ آسمان سے میری طرف وحی کا نزول ہوتا تھا۔"

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے کہا: اے بھائی! فرمان باری ہے:

﴿ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾

"بیشک اللہ کی رحمت نیکوں سے قریب ہے۔"[1]

طلحہ بن خویلد کی توبہ

اللہ عزوجل کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ جو شخص اس کی طرف رجوع کر کے سرِ تسلیم خم کر دے تو اللہ عزوجل اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور اس کے گذشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلتَّوْبَةُ تَمْحُوْمَا قَبْلَهَا))

"توبہ گذشتہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔"

ابن خویلد! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ جب اللہ عزوجل کا یہ فرمان:

﴿ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْئٍ ﴾

"اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہے۔"[2]

نازل ہوا تو تمام مخلوقات طمع کرنے لگی حتیٰ کہ ابلیس نے بھی طمع کی۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكَاةَ ﴾

"تو عنقریب میں نعمتوں کو ان کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔"[3]

---

[1] پارہ 9، الاعراف 56، ترجمہ کنزالایمان

[2] پارہ 9، الاعراف 156، ترجمہ کنزالایمان

[3] پارہ 9، الاعراف 156، ترجمہ کنزالایمان

تو یہودی طمع کرتے ہوئے کہنے لگے: ''ہم بھی صدقہ وزکوٰۃ ادا کرتے ہیں، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيَاتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾

''اور وہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔''[1]

تو یہودی کہنے لگے: ''اللہ عزوجل کے نازل کردہ صحیفوں اور تورات پر ہمارا بھی تو ایمان ہے۔ لیکن اللہ عزوجل نے آیت نازل فرما کر بتایا کہ ﴿ وسعت رحمتی کل شئی ﴾ صرف اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ ﴾

''وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی۔''[2]

طلحہ بن خویلد نے کہا: لیکن میں اب کس منہ سے اسلام قبول کروں، یہ کہتے ہی ابن خویلد اپنا منہ دوسری طرف کر کے چلنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے اسے روکا اور فرمایا:

اے طلحہ! میں تمھیں اس طرح جاتے ہوئے نہیں چھوڑ سکتا، بلکہ میرے ساتھ مسلمانوں کے لشکر میں چلو۔

اس نے کہا: مجھے جس چیز نے ایسا کرنے سے ابھی تک روکے رکھا، وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سخت روئی ہے۔ ان کا رویہ بہت سخت ہے اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے طلحہ سے کہا: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اس وقت ہمارے لشکر میں نہیں ہیں بلکہ یہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا لشکر ہے۔

آپ فرماتے ہیں: طلحہ میرے ساتھ لشکر کی طرف چل پڑا۔ جب ہم لشکر کے قریب پہنچے تو لوگوں نے مجھ سے پوچھا: اے شرحبیل رضی اللہ عنہ! آپ کے ساتھ یہ کون ہے؟ اس نے آپ کے ساتھ بہت بھلائی کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: کوئی شخص بھی طلحہ کو نہ پہچان سکا کیونکہ اس نے عمامے کے ایک پلے سے منہ چھپا رکھا تھا۔

میں نے کہا: یہی طلحہ بن خویلد ہے جس نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔

لوگوں نے پوچھا: کیا اس نے توبہ کر لی ہے؟

طلحہ نے جواب دیا: میں نے اللہ عزوجل کے حضور توبہ کر لی ہے۔

حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں طلحہ کو لے کر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ انھوں نے طلحہ کو سلام کیا، اس

---

[1] پارہ 9، الاعراف 156، ترجمہ کنزالایمان

[2] پارہ 9، الاعراف 157، ترجمہ کنزالایمان

کے منہ سے کپڑا ہٹایا اور خوش آمدید کہا۔

طلحہ بن خویلد کے دعویٰ نبوت کرنے کا واقعہ

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حسان بن عمر ربعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دادا سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ طلحہ بن خویلد نے جب دعویٰ نبوت کیا تھا تو اس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کی جنگ ہوئی۔ اس نے یہ بھی سن رکھا تھا کہ آپ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کو قتل کر چکے ہیں۔ طلحہ نے سوچا چونکہ میں بھی دعویٰ نبوت کر چکا ہوں اس وجہ سے اس کے دل میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خوف پیدا ہو گیا اور راتوں رات ہی اپنی بیوی کو ساتھ لیے ملک شام چلا گیا۔ وہاں اس نے آل کلب کے ایک شخص سے اس کے ساتھ رہنے کی درخواست پیش کی۔ اس شخص نے اپنے گھر میں طلحہ اور اس کی بیوی کو رہنے کی اجازت دیدی۔ وہ شخص مسلمان تھا۔ طلحہ ایک عرصہ تک اسی شخص کے گھر میں مقیم رہا۔ پھر جب اسے ان کے بارے میں علم ہوا تو طلحہ نے سارے حالات بیان کئے اور بتایا کہ کس طرح خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس کا مقابلہ ہوا اور کس طرح اس نے دعویٰ نبوت کیا تھا۔

کلبی شخص کو اس پر بہت غصہ آیا اور اسی وقت گھر سے نکال دیا۔ طلحہ ملک شام میں ہی مقیم رہا۔ بعد میں توبہ بھی کر لی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کا جب اس نے سنا تو اس نے خبریں معلوم کرنا شروع کیں کہ ان کے بعد اب کون خلیفہ بنے گا؟ لوگوں نے بتایا: خلیفۃ المسلمین، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس نے کہا: ''انتہائی سخت زبان، سخت دل''

بہر حال اسے ہر وقت یہی خوف لگا رہتا کہ اگر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ملک شام میں اسے کہیں دیکھ لیا تو ضرور قتل کر دیں گے لہٰذا اس نے سوچا کہ قیساریہ جاتا ہوں پھر وہاں سے سمندر کے کسی جزیرے میں آباد ہو جاؤں گا۔

لیکن جب اس نے ابن ہرقل کا لشکر دیکھا جو مسلمانوں سے جنگ کرنے کی غرض سے روانہ ہو چکا تھا، تو وہ بھی دل میں سوچنے لگا: ''میں بھی اس لشکر کے ساتھ جاتا ہوں اور کہیں نہ کہیں ان رومیوں کے ساتھ فریب کاری کا مظاہرہ کر کے اپنے سابقہ گناہوں کی صفائی کروں گا تاکہ قربت خداوندی کا حصول ممکن ہو سکے۔''

طلحہ کہتے ہیں: جب میں نے دیکھا کہ حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ رومی سردار کی زد میں ہلاکت کے قریب پہنچ چکے تھے تو یہ سب مجھ سے برداشت نہ ہو سکا سو میں فوراً نکلا اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کو سردار کے چنگل سے نجات دلا کر رومی کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

جب طلحہ بن خویلد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے گئے تو آپ نے حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے پر ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کی توبہ قبول ہونے کی بشارت دی۔

طلحہ کہنے لگے: مجھے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ڈر ہے کہ کہیں انھوں نے مجھے ملک شام میں دیکھ لیا تو قتل نہ کر دیں۔

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمھیں ایک حل بتاتا ہوں جس سے تم دنیا و آخرت میں بے خوف ہو جاؤ گے۔

اس نے پوچھا: وہ کیا؟

آپ نے فرمایا: میں امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تمھاری ساری کہانی لکھ کر مسلمانوں کی گواہی بھی شامل کر دوں گا تم وہ خط لے کر ان کے پاس جانا اور توبہ کا اظہار کرتے ہوئے وہ خط انھیں دے دینا۔ اس طرح وہ بھی تمھارا توبہ نامہ قبول کر لیں گے پھر ہوسکتا ہے تمھیں کسی معرکے کے لیے بھیج دیں اس طرح سے تم اپنی گذشتہ خطاؤں سے چھٹکارا بھی حاصل کر لو گے۔

طلحہ بن خویلد کا امیر المومنین کی خدمت میں جانا

طلحہ بن خویلد نے امیر المؤمنین کی خدمت میں جانے کی رضامندی کا اظہار کیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے طلحہ کے بارے سارے احوال تحریر کر کے اسے بھیج دیا۔ وہ خط لے کر مدینۃ الرسول زادھا اللہ شرفا و تعظیما پہنچے تو بتایا گیا کہ امیر المؤمنین اس وقت مکہ میں ہیں۔ طلحہ فوراً مکہ میں پہنچے۔ انھوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو غلاف کعبہ کے ساتھ لپٹے ہوئے دیکھا تو وہ بھی آپ کے ساتھ ہی غلاف کے ساتھ لپٹ گئے اور کہنے لگے: ''اے امیر المؤمنین! اس گھر کے رب کی قسم! میں توبہ کرتا ہوں، جو کچھ مجھ سے ہوتا رہا، میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔''

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: کون ہو؟

انھوں نے جواب دیا: طلحہ بن خویلد!

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے از راہ نفرت اس سے فرمایا: بدبخت شخص! اگر آج میں تمھیں معاف کر دوں تو کل اللہ عزوجل کے سامنے عکاشہ بن محصن اسدی کا کیا جواب دوں گا۔

طلحہ کہنے لگے: اے امیر المؤمنین! اللہ عزوجل نے میرے ہاتھوں عکاشہ کو تو سعادت مند بنا دیا لیکن میں ان کی وجہ سے بدبخت ہو گیا لیکن مجھے اُمید ہے کہ اب میں نے جو کام کیا ہے اس سے اللہ عزوجل میری مغفرت فرما دے گا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو نے ایسا کیا کام کر دیا؟!

طلحہ بن خویلد نے جلدی سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا مکتوب کھول کر دکھایا جب آپ نے ساری تحریر پڑھی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''مبارک ہو، اللہ عزوجل غفور و رحیم ہے۔''

پھر آپ نے انھیں حکم دیا کہ میرے مدینہ جانے تک میرے ساتھ مکہ ہی میں رہو۔ لہٰذا وہ آپ کے ساتھ میں ہی رہے۔ پھر جب آپ نے مدینہ شریف جانے کا قصد کیا تو طلحہ بن خویلد کو اہل فارس سے لڑنے کے لیے روانہ کر دیا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

ہم اپنی گفتگو کی طرف واپس لوٹتے ہیں کہ جب قیدمون بھی ہلاک ہو گیا اور حضرت شرحبیل رضی اللہ عنہ نے نجات حاصل کر لی تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔

بارش بہت تیز ہو چکی تھی لہٰذا فوراً جنگ بند کرنا پڑی۔ مسلمانوں کو اس وقت بہت تکلیفیں اٹھانی پڑیں کیونکہ نہ کوئی گھر تھا نہ خیمہ، اس لیے سردی اور بارش سے محفوظ ہونے کے لیے جابیہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں جا کر کچھ سکون ہوا۔

رومی فوج کا میدان جنگ چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرنا

یہ مسلمانوں پر رحمت خداوندی تھی کہ قیدمون کے ہلاک ہونے کے بعد ابن ہرقل کے دل میں رعب اور ڈر پیدا ہو گیا کیونکہ قیدمون خود بھی ایک سردار اور عامل خاص کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کی ہلاکت کے بعد ابن ہرقل نے اپنے ساتھیوں سے قیساریہ واپس لوٹ جانے کے بارے میں مشورہ کیا۔

اس نے کہا:

اے گروہ روم! تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو کہ جنگ یرموک میں رومی فوج، عربوں کے مقابلے میں ثابت قدمی برقرار نہ رکھ سکی تھی اور میرے ابا جان بھی انھیں عربوں کے خوف سے قسطنطنیہ آ گئے تھے۔ اس وقت عرب لوگ، چونکہ ساحل کے علاوہ پورے ملک شام پر قابض ہو چکے ہیں، مجھے خوف ہے کہ کہیں ہم سے پہلے قیساریہ پہنچ کر قبضہ نہ کر لیں اس لیے اس جگہ ٹھہرے رہنے سے بہتر یہی ہے کہ واپس لوٹ چلیں۔ سب لوگوں نے اس کی بات سے اتفاق کر لیا۔

پھر رات کی تاریکی ظاہر ہوتے ہی بارش کے دوران ہی قسطنطین اپنا لشکر لے کر وہاں سے کوچ کر گیا۔

سعید بن جابر رحمۃ اللہ کا بیان ہے:

یہ تمام معاملات محض مسلمانوں کے لیے رحمت خداوندی تھے۔ چوتھے روز جب بارش تھمی اور سورج طلوع ہوا تو آپ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جابیہ سے نکل کر رومیوں کے مقابلے کے لیے نکلے تو ہمیں ان کا کوئی نام و نشان بھی نہ ملا۔ قسم بخدا! اتنی خوشی ہمیں طلوع آفتاب کی نہیں ہوئی جتنی کہ رومی لشکر کے بھاگنے کی ہوئی تھی۔ ابن ہرقل کی ہزیمت کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام خط لکھا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو فتح کی خوشخبری دینا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بحضور امیر لشکر اسلام ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ من جانب عمرو بن عاص
سلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

امابعد: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، امیر لشکر! جناب کو واضح ہو کہ قسطنطین بن ہرقل اسّی ہزار رومی فوج لے کر ہمارے مقابلے میں نکلا۔ نخل نامی علاقے میں ہمارا آمنا سامنا ہوا، شرحبیل بن حسنہ گرفتار ہو گئے تھے، ابن ہرقل کا ماموں قیدمون تھا جس نے انھیں گرفتار کیا۔ پھر اللہ عزوجل نے طلحہ بن خویلد کے ہاتھوں انھیں خلاصی عطا فرمائی اور قیدمون کو واصل جہنم کیا۔ میں نے امیرالمؤمنین کے نام مکتوب بھیجا ہے اور طلحہ کو بھی ساتھ ہی روانہ کر دیا ہے۔ بہرحال اس وقت ابن ہرقل بھاگ چکا ہے۔ آئندہ کے لیے کیا کارروائی کرنی ہے؟ اس کے بارے میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں۔

والسلام عليك و علىٰ من اتبعك من المسلمين ورحمته الله وبركاته.

خط لکھ کر آپ نے جابر بن سعید حضرمی رضی اللہ عنہ کو دیا اور امیر لشکر کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ وہاں پہنچے تو جس وقت حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خط پڑھا تو مسلمانوں کی سلامتی کی خبر پا کر خوش ہوئے اور اسی وقت جواباً مکتوب بھیجا۔ آپ نے فرمایا:

امابعد: جب میرا خط ملے تو اس کے بعد قیساریہ میں پڑاؤ ڈال لو میں بھی صور، عکاء اور طرابلس کی طرف کوچ کر رہا ہوں۔

آپ نے خط لکھ کر حضرت جابر بن سعید رضی اللہ عنہ کو ہی دیا اور واپس جانے کا حکم دیا۔

صور، عکاء قیساریہ اور طرابلس کی فتح

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت ابوعبیدہ عامر بن جراح رضی اللہ عنہ نے ابن ہرقل کی شکست کے بارے میں خبر ملتے ہی مسلمانوں کو ساحل کی طرف پیش قدمی کرنے کا قصد کیا۔ حضرت عبداللہ (سابقہ والئی حلب) عرض گزار ہوئے:

اے امیر! اللہ عزوجل نے اس وقت مشرکین کو ذلت ورسوائی کے گڑھے میں ڈال دیا ہے جبکہ مسلمانوں کے جھنڈے کو بلند کر دیا۔ میری خواہش یہ ہے کہ آپ ساحل کی طرف پیش قدمی کرنے سے قبل مجھے اس طرف روانہ کریں۔ ہوسکتا ہے میں اس قوم کو اپنی کسی چال میں گرفتار کر کے کامیابی حاصل کرلوں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عبداللہ! اگر تم خیال کرتے ہو کہ اس طرح قرب خداوندی پالو گے تو ٹھیک ہے، جاؤ۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ساحل سمندر کی طرف لشکر کشی کرنا

حضرت عبداللہ (یوقنا والئی حلب) جلدی سے کھڑے ہوئے اور اپنے ساتھیوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ آپ کے ساتھ وہی سپاہی تھے جو حلب میں آپ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ مسلمانوں کے یہاں آنے کے بعد سب اسلام لے آئے۔ ان کی تعداد چار ہزار تھی۔ ان کے علاوہ بعض لشکر اسلام میں بھی شامل ہو چکے تھے جو تین ہزار سے زائد ہی تھے۔

ابن ہرقل قسطنطین شکست کھانے کے بعد قیساریہ چلا گیا۔ اہل طرابلس نے شہر کی حفاظت کے لیے مدد طلب کرنے کے لیے پیغام بھیجا تو اس نے تین ہزار شہسوار منتخب کر کے قیساریہ سے روانہ کر دیئے۔ لشکر نے قیساریہ کے قریب کسی چراگاہ میں پڑاؤ ڈالا تا کہ گھوڑے گھاس پھونس چرلیں۔

اسی دوران حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لیے وہاں آ نکلے۔ آپ کے ساتھ والئی رومۃ الکبریٰ، فلنطانوس بھی تھے۔ آپ بیت المقدس اور دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کے ارادہ سے وہاں سے گزرے۔ اس وقت آپ نے مع فوج رومی لباس پہن رکھا تھا۔ اہل طرابلس کی طرف جانے والے لشکر کا امیر ''جرفاس'' نامی ایک سردار تھا۔ اس نے جب آپ کے لشکر کی طرف دیکھا تو خبر گیری کے لیے خود ہی چل پڑا۔ قریب پہنچ کر سلام کیا، خوش آمدید کہا اور پوچھا: تم لوگ کون ہو؟

جواب دیا: عربوں کے تسلط کے وقت ہم لوگوں نے ان سے پناہ طلب کر لی تھی تا کہ ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں، ہمارا یہی خیال تھا کہ ان کے اخلاق اچھے ہوں گے لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تو ظالم اور بے دین ہیں، سو ہم لوگ وہاں

سے بھاگ نکلے تا کہ اپنا دین تو بچا سکیں۔ ہم لوگ حلب، قنسرین، عزاز، دارم اور انطاکیہ کے باشندے ہیں۔ اور اس وقت ہرقل بادشاہ کے دربار حاضر ہونے کا ارادہ ہے۔

جرفاس نے جب ان کی باتیں سنیں تو بہت مایوس ہوا اور کہنے لگا: ہمارے پاس آؤ تا کہ کچھ دیر آرام کرلو، رات دن کی مسافت نے یقیناً تھکا دیا ہوگا۔ اس کے علاوہ عربوں کا بھی خوف محسوس ہو رہا ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم لوگ کہاں جا رہے ہو؟

اس نے کہا: ہم لوگ طرابلس جا رہے ہیں۔ ہمیں قسطنطین بادشاہ نے ان کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔

آپ نے فرمایا: خوب ہوشیار ہو کر رہنا، ہم لوگوں نے عربوں کے امیر، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ساحل کی طرف پیش قدمی کرنے کے قصد کی حالت میں چھوڑا تھا۔

جرفاس نے کہا: ہمارا خوف ہو یا ہماری دولت، اب ہمیں کیا فائدہ دے گی؟ سب کچھ تو ختم ہو چکا ہے۔ ہماری ذلت کے دن آ چکے ہیں! صلیب کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں لیکن وہ بھی کسی قسم کی مدد کے لیے تیار نہیں ہے!

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جرفاس کے کہنے پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کچھ دیر کے لیے وہاں رکے۔ انھوں نے خاطر مدارت کرتے ہوئے کھانے پینے کے لیے چیزیں پیش کیں۔ آپ کے لشکر نے کھانا وغیرہ کھایا۔ پھر جب آپ لوگ آگے روانہ ہونے کے لیے اپنی سواریوں پر سوار ہوئے تو جرفاس بھی الوداع کرنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہوا۔

آپ نے فرمایا: اپنے ساتھیوں کی نگہداشت میں مصروف رہو اور انھیں فاخرانہ لباس پہنا کر رکھو کیونکہ اس طرح تمھارے دشمن کے دلوں میں رعب ظاہر ہوگا۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

سلیم بن عامر رحمۃ اللہ علیہ نے نوفل بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے انھوں نے جریر بن بکاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی۔ آپ (جریر بن بکاء) فتوحات شام کے بارے میں کافی حد تک معلومات رکھتے تھے، کہتے ہیں:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب ساحل سمندر کے علاقوں میں داخل ہوئے تو انھیں اپنے حیلہ سازی کا پختہ یقین ہو چکا تھا، کیونکہ وہاں ایک گاؤں تھا جو مسلمانوں کی صلح میں آ چکا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس گاؤں میں حدث بن سلیم رضی اللہ عنہ کو بطور نگران بھیجا ہوا تھا۔ مسلمان یہاں اونٹ وغیرہ چرایا کرتے تھے۔ آبادی میں تقریباً 200 گھر تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو سب کو گرفتار کر لیا اور ان کی مشکیں باندھ دیں پھر انھیں لے کر ساحل کی طرف چلے گئے۔ رات ہوئی تو آپ نے گرفتار کیے ہوئے مسلمانوں کو بتایا کہ یہ خیال ہرگز نہ کرنا کہ میں دین اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گیا ہوں اور اسی لیے

تمھارے ساتھ یہ سلوک کر رہا ہوں، بلکہ یہ رومیوں کے ساتھ فریب کاری کا ایک انداز ہے۔ میرے اس فعل سے ساحل پر آباد رومی یہ سوچیں گے کہ میں مسلمانوں سے غداری کر چکا ہوں اس لیے تم لوگوں کو گرفتار کر رکھا ہے۔

یہ سن کر مسلمانوں کو سکون ہوا۔ انھوں نے کہا: اگر تو دین اسلام کی سربلندی و بقاء کا ارادہ رکھتے ہو تو اللہ عزوجل تمھیں تمھارے مقصد میں ضرور کامیاب فرمائے گا!

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا جرفاس کی فوج پر حملہ کرنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چند ایک سپاہی ان کی نگہداشت کے لیے متعین کر دیے۔ جرفاس جب یہاں سے گزرا تو اُسے بھی یقین ہو گیا کہ واقعی عبداللہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں سے غداری کر چکا ہے کیونکہ مسلمان اور ان کا مال واسباب اور مال مویشی سب عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کے قبضے میں تھا۔ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے دیکھا کہ جرفاس اپنا لشکر لیے ساحل کی طرف جا رہا ہے تو آپ نے ان کا تعاقب کیا اور طرابلس کے راستے پر پہنچے اور کمین گاہ میں جا چھپے، پھر رات تک وہیں بیٹھے رہے۔ جرفاس نے اسلحہ خانہ کھول کر سپاہیوں میں اسلحہ تقسیم کیا اور طرابلس کے راستے پر روانہ ہو گئے۔

جب وہ لوگ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچے تو آپ کے ساتھیوں نے ان پر ہلہ بول دیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چاروں طرف سے انھیں گھیر لیا اور انھیں اسلحہ تیار کرنے کا موقع ہی نہ دیا۔ انھوں نے جرفاس کے تمام سپاہیوں کو گرفتار کر لیا۔ اس کے علاوہ آپ نے شہسواروں کو ادھر ادھر بھیج دیا تاکہ کوئی رومی بھاگ نہ سکے۔

جب تمام رومی گرفتار ہو گئے تو آپ نے حدث بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑنے کا ارادہ کیا لیکن حدث بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میری رائے کے مطابق آپ ہمیں اسی حال میں چھوڑ دیں کیونکہ جب آپ ساحل پر حملہ آور ہوں گے تو لوگوں کو آپ کی چال کا شک بھی نہ ہو گا اور آپ کامیاب ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ عزوجل

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! یہ رائے بہت ہی اچھی ہے۔

پھر آپ نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ "سب قیدیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ دیے جائیں" اس کے بعد دو ہزار سپاہی فلنطانوس کی زیر قیادت پہرے کے لیے مقرر فرمائے۔ قیدیوں کی تعداد تقریباً تین ہزار تھی۔ آپ نے حدث بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: جونہی میرا پیغام پہنچے فوراً چلے آنا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اہل طرابلس کو دھوکا دینا

اس کام سے فراغت کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے قیساریہ سے آنے والے لشکر کا لباس

پہن کر رومیوں کی وضع قطع اختیار کر لی اور طرابلس کی طرف روانہ ہو گئے۔ دیکھنے والے کو یہی محسوس ہوتا تھا کہ قسطنطین کا بھیجا ہوا لشکر ہی ہے جو طرابلس جا رہا ہے۔ ادھر طرابلس میں بھی قسطنطین بادشاہ کا پیغام پہنچ چکا تھا کہ اس نے مدد کے لیے لشکر روانہ کر دیا ہے۔ مزید یہ بھی بتایا کہ لشکر تین ہزار فوجیوں پر مشتمل ہے، جس کی قیادت جرفاس کر رہا ہے۔

طرابلس پہنچے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سمیت شہر میں داخل ہو گئے۔ سب نے آپ لوگوں کا والہانہ استقبال کیا۔ جب لشکر والوں نے شہر میں داخل ہو کر دارالامارت میں قیام کیا تو طرابلس کے مشائخ، سردار اور قدر و منزلت والے لوگ اکٹھے ہو گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جب سب کو اکٹھے ہوتے دیکھ لیا تو ساتھیوں کو حکم دیا کہ فوراً ان سب کو گرفتار کر لو۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے سب کو گرفتار کر لیا گیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اہل طرابلس سے خطاب

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ خطیب کی حیثیت سے کھڑے ہو کر وعظ فرمانے لگے:

"اے اہل طرابلس! اللہ عزوجل نے دین اسلام کی مدد و نصرت فرمائی۔ تمھاری طرح ہم لوگ بھی ظلمت کی زندگی گزار رہے تھے۔ صلیب کے سامنے سربسجود ہوتے، تصاویر کی تعظیم کیا کرتے، اس طرح قربان کو بھی قابل تعظیم بنا رکھا تھا۔ اللہ عزوجل کے لیے زوجہ تصور کر رکھی تھی، یہی نہیں بلکہ اس کا بیٹا ماننے کے بھی قائل تھے پھر اللہ عزوجل نے عربوں کو ہماری طرف بھیج کر ہمیں ہدایت کا راستہ دکھایا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہم لوگ بھی ان عربوں کے دین میں شامل ہو گئے۔

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہی ہیں جن کا ذکر اللہ عزوجل نے تورات میں کیا نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی ان کی بشارت دی بلاشبہ دین اسلام حق ہے۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات حق پر مبنی ہے۔ قوم عرب، صدق کے پیروکار ہیں، اللہ عزوجل کی وحدانیت کا اقرار کرتے ہیں اور اللہ عزوجل کا زوجہ اور بیٹا سے منزہ ہونے کے قائل ہیں۔ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اسی چیز کا حکم انبیاء و رسل علیہم السلام بھی دیا کرتے تھے۔

تمھارے لیے بھی بہتر تو یہی ہے کہ اپنا دین چھوڑ کر دین اسلام قبول کر لو یا ادائے جزیہ کا اقرار کر لو۔ بصورت دیگر تم سب کو غلام بنا کر عربوں کے پاس بھیج دوں گا۔ میرے اختیار میں تو یہی کچھ ہے۔ والسلام

اہل طرابلس نے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی گفتگو سنی تو جان گئے کہ اب وہ ان کے شکنجے میں آ چکے ہیں کہ کسی طرح بھی چھٹکارا حاصل نہیں کر سکیں گے لہٰذا کہنے لگے: "اے سردار! تم جو حکم بھی دو، ہمیں منظور ہے۔"

پھر ان اہل طرابلس میں سے بعض نے دین اسلام قبول کر لیا جبکہ بعض نے جزیہ ادا کرنے کا اقرار کیا۔ اس کے بعد آپ نے یہاں عدل و انصاف قائم کیا۔ کمین گاہ میں گرفتار کیے ہوئے قیدیوں کی رسیاں کھولنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے

انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی لیکن انھوں نے قبول اسلام سے انکار کیا تو دوبارہ سب کو قید کر دیا گیا۔ (ایک نسخہ میں ہے کہ انھیں قتل کر دیا گیا۔)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حدث بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ کو خط دیکر بھیجا کہ وہ فتح طرابلس کی خبر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو بھی سنا دیں حضرت حدث بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ خط لے کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خط آپ رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا، آپ نے خط کھولا اور پڑھ کر بہت خوش ہوئے۔ آپ نے فرمایا: میں نے تو تجھے اور اپنے چچازاد بھائی کو وادی بنی احمر میں بھیجا تھا، پھر طرابلس میں تمھیں کس نے پہنچا دیا؟

انھوں نے جواب دیا: تقدیر الٰہی ہمیں وہاں کھینچ کر لے گئی۔ وہ اس طرح کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے رومیوں کو دکھانے کے لیے ہم پر حملہ کر کے سب کو گرفتار کر لیا۔ اسی طرح آپ نے سارا واقعہ سنایا تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ متعجب ہو کر فرمانے لگے:

"اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُمْ وَاَيِّدْهُمْ بِنَصْرِكَ"

"اے پروردگار عالم! انھیں ثابت رکھ اور اپنی مدد خاص کے ساتھ ان کی تائید فرما!"

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عامر بن اوس نے ہمیں خبر دی۔ انھوں نے ابن سالم رحمۃ اللہ علیہ اور انھوں نے موسیٰ بن مالک رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی ابن ہرقل کے ساتھ جنگ کے دوران جب بارش شروع ہو گئی، جس کی وجہ سے جنگ بندی کرنا پڑی۔ بادل چھٹنے کے بعد ابن ہرقل چونکہ اس وقت لشکر لے کر قیساریہ کی جانب بھاگ چکا تھا، چنانچہ آپ بھی قیساریہ کی جانب کوچ کر گئے اور شہر قیساریہ کے دروازوں کے قریب پڑاؤ ڈالا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب طرابلس پر قابض ہو گئے اور وہاں پاؤں مضبوط کر لیے تو شہر کے در و دیوار کی نگرانی اپنے ذمے لیتے ہوئے دروازوں پر اپنے ساتھی بطور نگران مقرر کیے اور انھیں یہ بھی ہدایت کر دی کہ شہر کا کوئی آدمی بھی باہر نہ جانے پائے۔ بندرگاہ پر کھڑے بحری بیڑے بھی اپنے قبضے میں لیتے ہوئے سارا سامان اتروا لیا۔ ساحل پر آباد کسی شخص کو معلوم نہ ہو سکا کہ شہر میں کیا ہو رہا ہے۔

آپ فرماتے ہیں: چند ہی دن گزرنے پائے تھے کہ پچاس سے زیادہ بحری بیڑے بندرگاہ کے قریب منڈلاتے دکھائی دیئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کچھ نہ کہا، جب بندرگاہ پہنچ کر وہ لوگ شہر میں آئے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو حاضر ہونے کا حکم دیا تاکہ صورت حال دریافت کی جا سکے جب وہ لوگ حاضر کیے گئے تو آپ نے پوچھا: کہاں سے آ رہے ہو؟

انھوں نے جواب دیا: ہم لوگ جزیرہ قبرص اور جزیرہ اقریطش سے آ رہے ہیں۔ مزید یہ بھی بتایا کہ ہمارے پاس فوج، اسلحہ اور دیگر ساز و سامان ہے جو قسطنطین بادشاہ کی مدد کے لیے لے جا رہے ہیں۔

اہل قبرص واہل جزیرۂ اقریطش کی گرفتاری

یہ سنتے ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ انھیں خوش مزاجی و خندہ پیشانی سے ملے، سلام کیا اور فرمایا: میں بھی تمھارے ساتھ بادشاہ کے پاس جاؤں گا!

پھر آپ نے انھیں ضیافت کدہ میں آنے کی دعوت دی۔ بحری بیڑوں کی نگہداشت کے لیے چند ایک سپاہی بھیج دیئے۔ آپ نے ان کے سامنے دسترخوان بچھایا اور رنگ برنگ کے کھانے پیش کیے۔

جب وہ لوگ کھانا کھا چکے تو آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ تمھارے ساتھ ہی اسلحہ، کھانے پینے کا سامان اور دیگر استعمال کی چیزیں بادشاہ کی خدمت میں بھیجوں لیکن اس کے لیے تمھیں تین دن تک مزید یہاں رکنا پڑے گا۔

انھوں نے کہا: ہم لوگ بہت جلدی میں ہیں، ڈر ہے کہ کہیں دیر کر دی تو بادشاہ ہمیں ملامت نہ کرے! اس لیے ہم لوگ ایسا کرنے سے معذرت کرتے ہیں اور ابھی جانا چاہتے ہیں۔

لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے انھیں قائل کر لیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنا ساز و سامان اور اسلحہ وغیرہ اتار کر شہر میں رکھوا لو تاکہ اس کی طرف سے میرا دل مطمئن رہے۔

انھوں نے بیڑے بندرگاہ پر کھڑے کیے اور سارا سامان اتار کر شہر میں رکھوا دیا حتیٰ کہ بیڑوں میں تین سپاہیوں کے علاوہ سب کچھ اتار لیا گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یہ تدبیر بھی جب کامیاب ہوگئی تو آپ نے سب کچھ اپنے قبضے میں لے لیا۔ رات ہوتے ہی آپ نے طرابلس کی ذمہ داری اپنے چچا کے بیٹے حرث بن سلیم اور فلنطانوس کے سپرد کی اور بحری بیڑے لے کر قیساریہ جانے کے لیے روانہ ہونے لگے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی ایک ہزار سپاہیوں کا لشکر لے کر وہاں پہنچ گئے۔ اس وقت سورج بھی غروب ہونے کے قریب تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو دیکھتے ہی سجدہ شکر ادا کیا۔ شہر طرابلس کی ذمہ داری انھیں کے سپرد کی پھر بتایا کہ کس طرح انھوں نے رُومیوں کو اپنے چنگل میں پھنسایا۔ مزید یہ بھی بتایا کہ اب ان کا کیا ارادہ ہے۔ یہ سن کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ عزوجل تمھاری نصرت و تائید فرمائے!

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا شہر صور اترنا

رات ہوتے ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ اپنی فوج لی اور روانہ ہو گئے۔ شہر صور میں قسطنطین کا مقرر کردہ

سردار تھا، جس کا نام ''ارمویل بن نشطہ'' تھا۔ چار ہزار فوج کے ساتھ وہاں تخت نشین تھا۔ صبح ہوتے ہی آپ شہر صور کے قریب پہنچ گئے۔ آپ نے ساز و تار بجانے اور جھنڈے بلند کرنے کا حکم دیا۔ والئی صور، ارمویل بن نشطہ حالات معلوم کرنے کے لیے کھڑا ہوا پھر اس نے ایک شخص کو بھیج کر حالات معلوم کئے۔ اس نے آ کر بتایا: یہ جزیرہ قبرص اور جزیرہ اقریطش کے لوگ ہیں جو اسلحہ، خوراک اور فوج لے کر بادشاہ سلامت کی خدمت میں قیساریہ کی طرف جا رہے ہیں۔

اہل صور بہت خوش ہوئے اور انھیں اپنے شہر آنے کی درخواست پیش کی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر شہر میں چلے گئے۔ بالجملہ آپ کے ساتھ سات سو فوجی تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے اپنی جانیں خالصتاً اللہ عزوجل کی راہ میں ہبہ کر رکھی تھیں۔ ارمویل بن نشطہ نے کھانا پیش کیا۔ دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے سجائے گئے۔ تنہائی میں گفت و شنید ہوتی رہی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رات کا انتظار کرنے لگے کہ کب لوگ غفلت کا شکار ہوں اور ہم لوگ ان پر حملہ کریں۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سات سو افراد تھے جبکہ باقی افراد بیڑوں میں ہی تھے۔ آپ نے انھیں ہدایت کر رکھی تھی کہ اگر ہم لوگ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے اور کسی آفت کا شکار ہو گئے تو تم لوگ ہماری مدد کے لیے آنے کی بجائے واپس حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس لوٹ جانا اور سارا قصہ بیان کرنا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی گرفتاری

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فتوح الشام کے واقعات میں مجھے سب سے زیادہ عجیب واقعہ یہ محسوس ہوا تھا کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے سات سو ساتھیوں کے ساتھ شہر صور داخل ہوئے اور کھانا بھی کھا چکے تو وہاں کے مشائخ سے گفتگو کر رہے تھے۔ اسی دوران حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا چچا زاد بھائی چپکے سے وہاں سے نکلا۔ اس کے دل میں گمراہی مکمل طور پر راسخ ہو چکی تھی اور کفر کی گہرائیوں میں ابھی تک گرا پڑا تھا۔ وہ والئی صور اور ارمویل کے پاس گیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا کہ وہ کس مقصد کے لیے یہاں آیا ہے نیز وہ مسلمان ہو چکا ہے اور عربوں کے ساتھ مل کر رومیوں کے خلاف لڑ رہا ہے۔ اس کے علاوہ طرابلس کی فتح اور ابن ہرقل کا لشکر جو جرفاس کی قیادت میں تھا، اس کے بارے میں اور جرفاس کی گرفتاری کا واقعہ بھی بتایا۔ جب ارمویل نے یہ سنا تو اس کی بات پر یقین کر لیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو بلایا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سمیت آپ کے ساتھیوں کے، سب کو گرفتار کر لیا۔ اسی دوران شہر میں شور و غوغہ سا بپا ہو گیا۔ بحری بیڑوں میں بیٹھے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے جب آوازیں سنیں تو سمجھ گئے کہ آپ ہی کی وجہ سے یہ آوازیں اُٹھ رہی ہیں۔ انھیں یقین ہو گیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی پکڑے گئے ہیں۔ اس کا انھیں شدید صدمہ لاحق ہوا۔ اب انھیں اپنی جان کی فکر گھیرنے لگی کہ دشمن کہیں ادھر نہ آ نکلے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ارمویل نے جب سب کو گرفتار کرلیا تو ایک ہزار سپاہیوں کو ان پر مقرر کیا اور کہا کہ انھیں بادشاہ کے پاس لے جاؤ، وہ جو چاہیں ان کے ساتھ سلوک کریں۔ ادھر سے اہل شہر نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو طعنے مارنے لگے کہ "عربوں کے دین میں کیا خوبی دیکھی تھی کہ جسے پسند کر کے ان کی اتباع کرنے لگے اور اپنا اور اپنے آباء و اجداد کا دین چھوڑ دیا؟ یادرکھو! حضرت مسیح نے تمھیں اپنے در رحمت سے دھتکار دیا ہے اور اپنے دربار سے بہت دور پھینک دیا۔

بہرحال سپاہی جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہونے لگے تو اچانک شہر سے باہر آوازیں اٹھنے لگیں۔ وہاں کے مقیم آہ و غوغہ کرنے لگے۔ یہ آوازیں شہر کے قریب ہی سے بلند ہو رہی تھیں۔ پوچھنے پر بتایا گیا کہ عربوں کا لشکر آن پہنچا ہے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان کا شہر صور پہنچنا

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جب قیساریہ کی جانب روانہ ہونے لگے تو حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو دو ہزار شہسواروں کے ساتھ شہر صور روانہ کر دیا گیا تھا۔

ارمویل نے جب چیخ و پکار کی آوازیں سنیں تو دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد دیواروں اور برجوں پر فوج بھیج دی۔ منجنیق کو تیار کر دیا گیا۔ پھر اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو محل میں رکھنے کا حکم دیا اور سخت پہرا لگا دیا تاکہ وہ اپنا کام تمام کرلے۔ پوری رات اسی طرح خوف و ہراس میں گزری۔ دیواروں پر روشنی کی گئی۔ رقص و سرور اور شراب نوشی کی محفلیں رات گئے تک جاری رہیں۔

صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ لشکر لیے پہنچ چکے ہیں۔ ارمویل نے انھیں دیکھا، چونکہ ان کا لشکر بالکل چھوٹا تھا اس لیے بنظر حقارت کہنے لگا: مسیح کی قسم! میں ان کا مقابلہ ضرور کروں گا اور اس چھوٹی سی جماعت کو شکست دے دوں گا۔

پھر اس نے جنگی لباس پہنا اور مسلمانوں کے مقابلے میں نکلنے کے لیے بالکل تیار ہو گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کی نگرانی کے لیے اپنے چچازاد بھائی "بالیس" کو مقرر کیا۔

بالیس کے بارے کچھ ملاحظہ کریں

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بالیس نے اہل سلف اور احوال ماضیہ کا کافی مطالعہ کر رکھا تھا، نیز بحیرا راہب کی عبادت گاہوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی کر چکا تھا۔ وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ بالیس بحیرا راہب سے

ملاقات کرنے گیا ہوا تھا۔ قریش کا تجارتی قافلہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے اونٹ لیے وہاں قیام پذیر ہوا۔ اس قافلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔ بحیرا راہب نے قافلے والوں کو دیکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تشریف فرما تھے جبکہ سورج کی حرارت سے محفوظ رکھنے کے لیے بادلوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر رکھا تھا۔ تمام علامات جب واضح ہوگئیں تو بحیرا راہب کہنے لگا: ''خدا کی قسم! یہی وہ صفات ہیں جو قریش میں پیدا ہونے والے نبی میں پائی جائیں گی۔''

قافلے والوں نے آرام کرنے کے لیے وہاں پڑاؤ ڈالا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خشک درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ درخت اسی وقت ہرا بھرا ہوگیا۔ بحیرا نے جب یہ ملاحظہ کیا تو قریش کے لیے کھانا تیار کیا اور انھیں مدعو کیا۔ قریش کے لوگ عبادت خانے میں داخل ہوئے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ چرانے کے لیے وہیں چھوڑ دیا۔ بحیرا نے دیکھا کہ سب لوگ آگئے ہیں تو پوچھا: اے گروہ قریش! کوئی شخص پیچھے رہ تو نہیں گیا؟ انھوں نے کہا: ہاں! ایک نوجوان ہے، جسے اونٹوں کی حفاظت کے لیے چھوڑ آئے ہیں تاکہ وہ انھیں ادھر ادھر چرائے۔

راہب نے پوچھا: اس کا نام کیا ہے؟

جواب دیا: محمد بن عبداللہ

پھر پوچھا: کیا ان کے والدین وفات پا چکے ہیں؟

جواب دیا: ہاں!

راہب نے پھر پوچھا: ان کی کفالت ان کے چچا اور دادا نے کی ہے؟

جواب دیا: ہاں!

راہب کہنے لگا: اے قریش! خدا کی قسم! یہ نوجوان تمھارا سردار ہے اسی کی وجہ سے تمھیں عظمت ملے گی۔

انھوں نے پوچھا: آپ کو یہ ساری باتیں کہاں سے معلوم ہوئیں؟

راہب نے بتایا: جب تم لوگ یہاں آئے تھے تو میں نے پتھر اور مٹی کے ڈھیلے دیکھے کہ وہ ان کی طرف جھکے جارہے تھے اور سجدے میں گرے جارہے تھے۔

علامہ واقدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بالیس کافی عرصہ تک اس معاملے میں حیران رہا لیکن کسی کو یہ راز آشکار نہ کیا۔ اسے یہ بھی یقین تھا کہ بحیرا جو بھی کہتا، سچ کہتا تھا۔ پھر جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اس علاقے میں آئے اور گرفتاری کے بعد ارمویل نے اسے ان کی نگرانی کے لیے مقرر کیا تو بالیس دل میں خیال کرنے لگا: ''دین اسلام حق ہے، بحیرا راہب بھی اس کی حقانیت کی بشارت دے چکا تھا۔ آج اس قوم کو رہا کرنے سے ہوسکتا ہے اللہ عزوجل میری مغفرت فرما دے!''

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اللہ عزوجل کی حسن تدبیر، مؤمنین پر اس طرح ہوئی کہ جب ارمویل خود تو حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نکل گیا جبکہ شہر میں صرف بچے اور سن رسیدہ افراد ہی باقی بچے تھے، ان کے علاوہ باقی لوگ ارمویل کے لشکر میں شامل ہو کر چلے گئے۔ شہر میں رہنے والے لوگ دیواروں پر چڑھ گئے اور دونوں فریقوں کے مابین ہونے والے معرکہ آرائی کا مشاہدہ کرنے لگے۔ جب بالیس نے دیکھا کہ شہر خالی ہو گیا ہے اور اہل شہر لڑنے میں مصروف ہیں تو اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو رہا کرنے کے ارادے سے آیا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور بالیس کے مابین گفت وشنید

یہ معاملہ رات کے وقت پیش آیا۔ رہا کرنے کے لیے بالیس ان کے پاس آیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: اے سردار! اپنے آباء واجداد کا دین کیوں چھوڑا؟ عربوں کا دین اختیار کرنے میں کیا خوبی ہے؟ آپ نے اس میں کوئی حق بات دیکھی جو ان کی اتباع کرنے لگے اور اب رومیوں نے ہی آپ کو عربوں کی مدد کرنے کے الزام میں گرفتار بھی کیا ہے؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرے لیے حق کا وہی دروازہ کھلا تھا، جو تیرے لیے کھلا ہے! میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم حق کی معرفت حاصل کر چکے ہو، کیونکہ ہاتف غیبی سے کسی نے مجھے آواز دے کر بتا دیا کہ تجھے دین کی طرف ہدایت مل چکی ہے۔ تم ہی مجھے اس قید سے رہائی دلاؤ گے۔ تیرے ہاتھوں ہماری رہائی کی بشارت مجھے مل چکی ہے۔

بالیس نے جب یہ سنا تو اس کا ایمان اور بھی پختہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: واقعی اللہ عزوجل نے آپ کی زبان پر حق جاری کیا ہے۔ میرے دل سے غفلت کے سارے پردے اس وقت ہی اٹھ چکے تھے جب میں نے بحیرا راہب کے دیر (گرجہ) میں قوم عرب میں مبعوث ہونے والے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تھی۔ وہ اہل مکہ کے قافلہ کے ساتھ تجارت کی غرض سے آئے تھے۔ میں نے نبوت کی نشانیاں ملاحظہ کیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرف بھی تشریف لے جاتے درخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتے۔ بادل کا ایک ٹکڑا ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے رکھتا۔ جس وقت خشک درخت کے ساتھ ٹیک لگائی تو وہ اسی وقت ہرا بھرا ہو گیا نیز اس پر پھل بھی لگ گئے۔ بحیرا راہب نے مجھے بتایا کہ ''کتب سابقہ میں میں نے پڑھا ہے کہ اسی درخت کے ساتھ انبیاء نے بھی تکیہ لگایا تھا۔ وہ اس کے ارد گرد بیٹھے لیکن یہ درخت ہرا بھرا نہیں ہوا تھا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ ٹیک لگائی تو اس کی شاخیں سرسبز وشاداب ہو گئیں، اور پھل لگ گئے۔'' میں یہ سب کچھ دیکھ کر بہت متعجب ہوا تھا۔ میں نے بحیرا راہب سے یہ بھی سنا تھا: ''خدا کی قسم! یہی وہ ہستی ہے،

جس کے بارے میں اللہ ﷻ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو بشارت دی تھی۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ان کی اتباع کریں گے، ان پر ایمان لائیں گے اور ان کی ہر ہر بات کی تصدیق بھی کریں گے۔"

جب میں بحیرا راہب سے ملاقات کر کے واپس آیا تو اولاً تجارت کرنے کی غرض سے قسطنطنیہ چلا گیا۔ پھر اسی طرح روم کے مختلف علاقوں میں جب تک اللہ ﷻ نے چاہا، تجارت کرتا رہا۔ پھر میں قیساریہ میں قیام پذیر ہو گیا۔ وہاں میں نے رومیوں میں افراتفری کی کیفیت دیکھی تو معلوم ہوا کہ حجاز مقدس میں محمد بن عبداللہ ﷺ نامی ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں۔ مکہ کے لوگوں نے انھیں وہاں سے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے اور وہ مدینہ شریف چلے گئے ہیں۔ وہاں آپ ﷺ کے بہت متبعین ہو گئے۔ اسی طرح وقت گزرتا رہا، پھر اہل مکہ کے خلاف آپ ﷺ کی مدد کی گئی۔ میں مسلسل آپ ﷺ کے احوال معلوم کرتا رہا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ اس دنیا فانی سے انتقال کر گئے ہیں، بتایا گیا کہ امور سلطنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئے ہیں۔ انھوں نے اسلامی لشکر تیار کر کے روم کی جانب بھیجا۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی چند عرصہ تک زندہ رہے پھر انتقال کر گئے۔ ان کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، امیر المؤمنین بنے ہیں اور ملک شام کو شکست در شکست دیئے جا رہے ہیں۔ میں اب تک لشکر اسلام کی آمد کا منتظر رہا حتیٰ کہ اب تم لوگ یہاں پہنچ گئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو اب کیا ارادہ ہے؟

اس نے کہا: خدا کی قسم! میں اپنی قوم سے جدا ہو کر تمھاری اتباع کروں گا کیونکہ حق واضح ہو چکا ہے۔

پھر اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں کو رہا کر دیا اور اسلحہ خانہ سے انھیں اسلحہ نکال دیا۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا: شہر کے دروازوں کی چابیاں میرے پاس ہیں۔ لشکر شہر سے باہر لڑنے میں مشغول ہے اس لیے شہر میں کسی کا خوف نہیں ہے۔ بسم اللہ کر کے آپ لوگ یہاں سے نکل جائیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ ﷻ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے! اللہ ﷻ نے آپ کو دین حق کی طرف ہدایت دی اور نجات کے راستے پر چلایا اس طرح آپ کو بھلائی نصیب ہوئی۔ میرا یہ خیال ہے کہ اس وقت ہمیں اپنے ان ساتھیوں کی خبر لینی چاہیے، جنھیں ہم بحری بیڑوں میں چھوڑ آئے تھے تاکہ انھیں بھی اپنے ساتھ ملا لیں۔

بالیس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ابھی جاتا ہوں۔ پھر انھوں نے رات کے اندھیرے میں ہی سمندر کی جانب والا دروازہ کھولا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ایک چچا زاد بھائی کو ساتھ لے کر خبر گیری کے لیے چل دیئے۔ بحری بیڑوں کے پاس پہنچ کر انھیں ساری صورت حال سے باخبر کیا۔ پھر سب کو لے کر واپس شہر میں آ گئے۔ یہ سارا واقعہ لوگوں کے سامنے پیش آیا مگر یوں معلوم ہوتا تھا کہ اللہ ﷻ نے کفار کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے کہ انھیں کچھ بھی دکھائی نہ دے رہا تھا۔

جب تمام ساتھی اکٹھے ہو گئے تو انھوں نے اہل شہر پر حملہ کرنے کا قصد کیا لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری رائے کے مطابق ابھی یہ قدم اٹھانا مناسب نہیں ہے۔ تم میں سے کون ہے جو اپنی جان راہ خدا میں ہبہ کرتے ہوئے اور اس معاملے کو چھپاتے ہوئے لشکر اسلام کے اردگرد چکر لگا کر حالات معلوم کرے پھر امیر لشکر کے پاس جا کر حالات حاضرہ سے آگاہ کرے! کافی مشکل کام ہے۔

آپ کی رائے سن کر ایک شخص کھڑا ہوا جس کے دل میں دشمن کا ذرہ بھر بھی خوف نہ تھا، کہنے لگا: میں یہ کام کرنے کے لیے تیار ہوں!

پھر وہ شخص چپکے سے نکل گیا۔ بالیس رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے دروازہ کھولا، وہ شخص باہر نکل گیا اور حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو ساری حقیقت حال سے مطلع کیا۔ انھوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سنا تو سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس کے بعد آپ نے لشکر کو اسی وقت جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ آپ کا حکم سنتے ہی لشکر فوراً تیار ہو گیا۔

بہر حال حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہو گیا کہ لشکر اسلام کو ہماری خبر مل چکی ہے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم میں سے پانچ سو سپاہی دیواروں پر چڑھ جائیں اور جو بھی دکھائی دے، قتل کر دو۔

بالیس رضی اللہ عنہ نے کہا: ایسا کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ دیواروں پر عوام ہی بیٹھی ہے اور عوام کا اعتبار تو نہیں کیا جاتا۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ عزوجل انھیں ہدایت عطا فرمائے اور وہ دین اسلام قبول کر لیں۔ ہاں! اس طرح کریں کہ زینوں پر سپاہی مقرر کر دیں جو سب کو پکڑ کر آپ کے پاس حاضر کر دیں۔

شہر صور کی فتح

پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دل کی گہرائی سے گرجدار آواز میں نعرہ لگایا ''لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' آپ کے ساتھیوں نے بھی آپ کے ساتھ مل کر نعرے بلند کیے۔ شہر میں مقیم اور دیواروں پر چڑھے ہوئے لوگوں نے آواز سنی تو جان گئے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی رہا ہو گئے ہیں اور انھوں نے شہر پر حملہ کر دیا ہے، جس سے ان کی عقلیں حیران ہو گئیں۔ ہر کسی کو اپنے اہل و عیال کی فکر دامن گیر ہوئی الغرض ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔

ادھر حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے شہر کے اندر سے فلک بوس نعروں کی آواز سنی تو جان لیا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی رہائی کے بعد اپنی کارروائی شروع کر چکے ہیں۔

اہل شہر کے دل میں مسلمانوں کا رعب پیدا ہو گیا۔ لشکر صور نے جب لشکر اسلام میں مشعلیں روشن ہوتی دیکھیں اور مسلمان بھی ان پر حملہ کرنے کے لیے بالکل تیار تھے، اب ان کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا اور ان کے دل ٹوٹ گئے۔ کیونکہ سب کو اپنی اولاد اور مال کی فکر تھی۔ ادھر قیساریہ بھی مسلمانوں کے محاصرے میں تھا اس لیے وہاں سے بھی کسی قسم کی مدد

نہیں پہنچ سکتی تھی۔ اس لیے انھوں نے پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور ان کے خیموں سے ملنے والا سامان اپنے قبضے میں لے لیا۔

صبح ہوئی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے شہر کے دروازے کھولے تو حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کو لے کر شہر میں داخل ہوئے اور شہر کے اندر موجود مال بھی اپنے قبضے میں لے لیا۔ دیواروں پر موجود لوگوں نے پناہ طلب کر لی تو مسلمانوں نے انھیں امن دینے کی یقین دہانی کرائی پھر وہ لوگ نیچے اتر آئے۔

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے تمھارا شہر فتح کر دیا ہے۔ اب سے تم لوگ ہمارے غلام ہو۔ ہم جو چاہیں تم پر حکم نافذ کر سکتے ہیں لیکن اگر تم ہمارے ساتھ معاہدہ کر لو تو ہم اسے ضرور پورا کریں گے کیونکہ ہم جو بات بھی کرتے ہیں اسے پورا کرتے ہیں۔ دھوکہ وغیرہ ہماری شان کے خلاف ہے۔ ہماری طرف سے تمھاری جانوں کو امان ہے لیکن اس کے لیے تمھارے لیے یہ ہوگا کہ جو اپنے دین پر قائم رہے گا وہ ہر سال جزیہ ادا کرے گا اور جو اسلام قبول کرے، وہ ہماری طرح ہے، جو احکام ہمارے لیے ہیں وہی ان کے لیے ہوں گے۔

قوم نے آپ کی تقریر سنی پھر اکثر تو مسلمان ہو گئے اور کچھ لوگوں نے ادائے جزیہ کا معاہدہ کیا۔

ابن ہرقل کا قیساریہ چھوڑ کر بھاگنا اور قیساریہ کی فتح

قسطنطین بادشاہ کو جب شہرِ صور کی فتح کی خبر ملی تو اسے یقین ہو گیا کہ اب اس کی بقا ممکن نہیں ہے۔ ایک رات وہ چپکے سے، جبکہ مسلمان کسی کام میں مصروف تھے، اپنا خزانہ، مال واسباب اور خدمتگاروں کو ساتھ لے کر باہر نکلا اور بحری بیڑے میں سوار ہو کر اسی رات کی تاریکی میں قسطنطنیہ کی جانب نکل گیا۔ اہل قیساریہ نے جب صورت حال ملاحظہ کی تو شہر سے باہر نکل کر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے صلح کی درخواست پیش کی۔ آپ نے صلح کی درخواست قبول کرنے کی شرط یہ لگائی کہ ایک لاکھ درہم اور جو بھی مال ومتاع وغیرہ شہر میں ہے، سب کچھ ہمارے حوالے کر دیں۔

انھوں نے رضا مندی کا اظہار کیا تو آپ نے صلح نامہ لکھ دیا۔

اس کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ شہر قیساریہ میں داخل ہوئے تو بقیہ مال واسباب جو بادشاہ نے چھوڑا تھا، اپنے قبضے میں لے لیا۔ ہر شہری پر سال کا جزیہ، چار دینار مقرر رہا۔ اسی کا حکم امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ملا تھا۔

پھر آپ نے حضرت یاسر بن عمار بن سلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک فوجی دستہ صور کی طرف روانہ کیا۔ حضرت یاسر بن عمار بن سلمہ رضی اللہ عنہ بہت بزرگ ہو چکے تھے۔ غزوہ حنین ونضیر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی۔ آپ کے بھائی غزوہ حنین میں مالک بن عوف نضیری کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے انھیں اپنے ساتھیوں کے

ہمراہ شہرِ صور بھیج دیا اور اہل قیساریہ کے ساتھ ایک لاکھ درہم اور ابن ہرقل کے سارے خزانے کی شرط پر ان سے صلح کرلی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ماہ رجب کے پہلے عشرہ میں بروز بدھ 19ھ کو قیساریہ میں داخل ہوئے۔

اہل رملہ، عکاء، عسقلان، نابلس، طبریہ کو جب فتح قیساریہ کی خبر ہوئی تو وہ بھی آپ کے پاس حاضر ہوگئے اور صلح کرنے کا اقرار کرلیا۔ اسی طرح اہلِ بیروت، جبلہ اور لاذقیہ بھی مسلمانوں کی صلح میں آ گئے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو پورے ملک شام کا مالک بنادیا۔

بحمدہ تعالیٰ فتوح الشام کا ترجمہ 30 شعبان المعظم 1428ھ بروز جمعرات کو اختتام پذیر ہوا۔ (مترجم عفی عنہ)